

17647

9-12-97

Wife - KARDI-E-MUALLA

Daughter - Mirza Asadullah Khan Ghaliib

Daughter - National Press (Allahabad)

Son - 1968

Daughter - 438

~~Daughter - Deogad - Ghaliib - Ghaliib~~

~~Daughter - Ghaliib~~

Daughter - Ghaliib - Ghaliib



بہترین صنیعہ مکین و مکان افضل خلاق و زمین بان

حسب حق اول مع حق دوم

11254
12-1-12
ALIGAH
27.9.88

اردو معنی

یعنی

کارنامہ فصاحت و سرائیہ بلاغت و رقعات اردو نجم الدولہ و بیرو الملک
مرزا نوشہ اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ التخاص غالب
جو بجا قزباں وانی تعلیم اطفال کے لیے ایک دستور العمل

بماہ دسمبر ۱۹۱۱ء

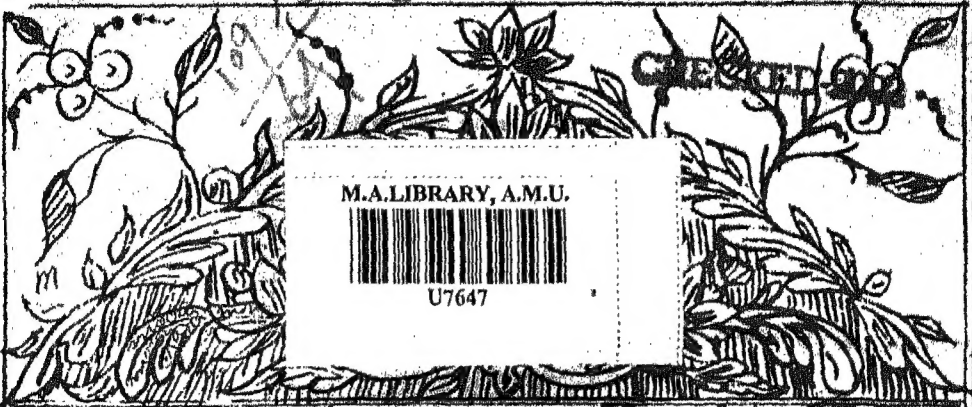
احقر الانام سید محمد عبد السلام کے ہتمام سے

مطبع فاروقی واقع ہلی پٹنہ مطبعہ طابع ہلی

اس مختصر فہرست میں مطبع فاروقی رزاقی مجیدی قیومی انتظامی وغیرہ کی کتب موجود ہیں جن میں کچھ
 پختہ کے حساب سے بکفایت بیعتی ہیں محصول وغیرہ حالت میں نہ خریدار ہوگا اجزاء کی قیمتوں کو
 نہ تصور فرمائیں ایک ہی تہہ فرمائیں دیگر معاملہ کی صفائی دیکھیے۔ فہرست کلاں عام مفت روانہ کی جائے گی
 مولوی سید محمد سید محمد عبد السلام مالک مطبع فاروقی دہلی بازار پٹیل مارل

کتاب اجزا

نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا	نام کتب	اجزا
انوار محمدی	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
اندر سبھا کلاں	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
اندر سبھا خرد	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے صفہ ری	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے خلیفہ	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے سیر	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے القلوب	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے تہذیب	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
احکام العیدین	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے جامی	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
الفاظ عوینہ	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
آتش و عطر	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے اردو	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے خرد و خرد	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے فائق	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
ایجاد رنگیں	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انتخاب حروف	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
آمد نامہ	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے منہم	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے کافریں نوادہ	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
ایجاز طبعی	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے انشا	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
اوراد احسانی	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
انفائے بہار بخیراں	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
اندر حال	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
ایات قرآنی	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱
اندر محمدی	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱	پند نامہ زید الدین عطار	۱



M.A. LIBRARY, A.M.U.



U7647

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ من تصنیف شاعر شیریں مقال ناشر عدیم المثال جناب مہدی صبا
التخلص مجروح شاگرد رشید جناب اسد خان غالب مدظلہ

ستایش اور جہاں آفریں آساں نہیں کیونکہ بیاں ہو اور نصیب شید المرسلین مشکل ہے زبان کیامرد
میدان ہو وہ دریاے ذخار ہے یہ محیط ناسید اکنا رہے وہاں دہن نارسا اور فہم نے نہ پایا
عقل منتہی بعجز و قصود خرد ناچار مجبور۔ پھر اس صورت میں ظلم مقطوع اللسان کیا نگارش کر سکتا
کہ اصل نگارش سے اور وہ بکھرے کہ سخنوران خرد پیشہ اور خردمندان دست اندیشہ خوب جانتے
ہیں کہ ہمیشہ کلام عرب کی شیرینی اور زبان عجم کی نمکینی گوش زد خاص و عام ہے اور
عقید و فہم اسی بات پر متفق الکلام ہے۔ مگر یہ جو زبان اردو نے ہندوستان میں رواج پایا
یہ بھی ترکیب کی خوبی اور حسن کی سلوبی میں اپنی زبانوں کے ہم پایہ ہے۔ اگر فضحائے عربیہ
کما حقہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائیں تو اپنی زبان سے زیادہ اسکی تحسین فرمائیں۔ ہر چند
ابتداءً رواج سے ہر عہد میں کالملاں عصر اس معشوقہ خرد فریب کی آراستگی و پیراستگی میں
سعی فراواں اور کوشش پایاں کرتے آئی ہیں مگر بغفل اس نایاب میں اس زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا

ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اُبت بدرِ انور بدرجہ کمال ہے آگے ہم نوال ہے خصوصاً
 زبانِ اہلِ دہلی کہ اُردوئے معلیٰ بونا اسکا حصہ ہے ہرچند کہ بعض حضرات کو اُبت
 کا حصہ ہے مگر جو صاحبِ فہم سلیم و ذہین ستیقم و طبع رسا و مزاج انصاف آشنا رکھتے ہیں وہ
 اس امر کو مان جانتے ہیں متوجّ الذین کج رائے یوں ہی باتیں بناتے ہیں۔ بھلا دہلی کا حصہ
 کیونکر مرتبہ ہو جب اس عظیم النظیر کا یہ شہر سینو بہرِ مسکن واداء ہو جسکی طبع و قواد نے عقدِ معانی
 کو دیا کیا ہے جسکے ذہن نقاد نے پست بلند شاہراہِ سخن کو ہموار و مصفا کیا ہے۔ فصاحت اگر
 معلیٰ ہے تو وہ اسکی آبِ تاب ہے اور بلاغت اگر گوہر ہے یہاں ہے تو وہ اسکی ابروی جوہرِ قرار
 ہے۔ معنی اگر گل ہے تو وہ اسکی شمیمِ روحِ فزا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اسکی صیقلِ جلوہ کا
 ہے۔ اسکی سینہ بے کینہ نکاتِ حکیمتہ کا گنجینہ اس کا قلب صفا آسراہِ علیہ کا دقینہ۔ شعر و
 شاعری کی اسکی ذات نے رونق بڑھائی ہے۔ اُردوئے اسکی زبان پر گزر کر عزت پائی
 ہے جس قدر تعریف کہ بر مزا آیا ہے یہ جھ جباب نجم الدولہ دیر الملک ثواب
 اسدا اللہ خان صاحب غالب مخلص کی ذاتِ بابرکات کی خوبیوں کا
 ایک آؤنی شتمہ ہے میرا استاد کہ ہے جسکا سخن عالمگیر ہے ٹھہری کا ٹھو
 اور نظیری کا نظیر حضرت کا جو سخن ہے وہ دُرِ عدن ہے۔ جو بات ہوا زور معنی کرامات
 یہ شرکی رنگینی۔ یہ نظم کی شیرینی۔ یہ غزل کی فصاحت۔ یہ قصیدہ کی متانت۔ یہ لفظوں کی
 یہ ترکیب کی خوش اسلوبی۔ یہ جدتِ معانی۔ یہ طلاقتِ لسانی۔ یہ سلاستِ عبارت۔ یہ
 روانی مطالب دیکھی نہ سنی۔ سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں۔ باتیں ہیں کہ مصری کی
 لیاں ہیں۔ شہرِ شرفِ شاعرِ نظمِ انجم قرباں۔ سخنِ تقریر پر تحریرِ شمع سے نثار کر نیکو آفتاب
 زہرِ ہلا ماں۔ گنہگارِ شکر یار کو جاؤ کہوں سحر کہوں حیران ہوں کیا کہوں لا حول و لا قوۃ کیا

سودائیوں کی باتیں کرتا ہوں۔ کیا جاؤ وہے کیا سحر کا اثر ہے۔ گفتارِ اعجاز طراز کے رنگ
ہندوستان میں جاؤ وہے نہ سحر ہے ہاں بابل کے کسی کوٹنے میں چھپا ہو تو کیا خبر ہے جلال
اُس عبارتِ فصاحتِ نشان کا کیا وصف بیان ہو جسکی صفائی استعارات کی خجالت سے درشا
پانی پانی جسکی رنگینی فقر سے جگر خون لعل رسانی۔ نہیں نہیں۔ یہ ستائش کچھ سرمایہ ناز
نہیں۔ کیا موتی کیا لعل ان کی وجہ قدر و مقدار یعنی آبِ تاب کے تیر میں نایا سبب اور صہ
قیامت تک کیاں تہستان سرمایہ سخن کو فیض سان عبارتِ متین کی کیفیت دیکھ کر جامی تو
کیا فلاطون خم نشین کے نشے ہزن ہوتے ہیں اور اسکے اور اک غواض میں اپنی عقل خرد کو
میں جہالت ایسے سرخوشانِ خمستان معانی بزرعہ خوار بادہ گفتار اور نشہ حُسنِ بیاں سے سشار
ہوں پھر ہم سے نارسیدہ اُس جھکی مطالب کے کیا پائیں کہاں سے ایسی قوتِ متجدد لائیں سوئے
اسکے کہ یہ ادباریک دیکھ کر قدم لٹکھڑائی اور اپنی تافہمی پر عرقِ انفعال میں غوطہ کھائیں۔ مگر فوس کہ
اس جنس کے اس ارز کا کوئی خریدار نہوا اور اس یوسف مصر سخدانی کا طالبِ یار نہوا۔ حضرت
ظہور حضرت اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا شاہ عباس و آرائے ایران کے عصر میں ہوتا۔
نظیری اپنا نظیر دیکھ لیتا ظہوری کو فنِ شعری میں اپنا حریف غالب نظر آ جاتا۔ خیر اب ہم یوں
دل خوش کرتے ہیں کہ اگر حضرت اُس وقت میں زینتِ بخش جہاں ہوتے تو ہم کہاں ہوتے
یہ ہمارے طالع کے خوبی یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخب روزگار کے ہمالِ بالکاں سے
مقتبس انوارِ فیض ہوئے اور شرفِ قدوسی سے پہرہ اندوز۔ جب حضرت کو دیکھ لیا گویا ب
سخندانِ پیشینہ کو دیکھ لیا۔ جب حضرت کا کلام سن لیا سب کا کلام سن لیا۔ بیٹن میرے
قول کی یاد دہی کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ متنع النہی ہے۔ اس اُردو کا نیا انداز ہے کہ
جسکے دیکھنے سے روح کو بہتر از ہے جو کہ بعد تکمیل ہو جائے کلیاتِ نظم و شرفاری کہ

وہ ایک دیرگوش مضاحت پیرایہ گلوے بلاغت ہے اور ہندوستان سے ایران تک ہر ایک کی در زبان ہے مدت سے حضرت کو اس طرز نوید جاوید سے لگاؤ ہے اور خط و کتابت میں سب کا برتاؤ ہے۔ جیسا یقین ہندوستان سے اس تک ہندی کا مزہ چکھا ہر ایک ہر ایک لذت مند سخن سمجھ کر طلبکار غوغا ہوا اس واسطے منشی جو اہر سنگہ صاحب جو ہر کہ یہ صاحب خلاق و مہر و ت میں یکتا اور علم دوست و ہنر آشنا ملازمین معززین سرکار سے میں دراب نشندار میں۔ علم فارسی و عربی جانتے ہیں ہتھار بھی اسی زبان میں فرماتے ہیں منشی صاحب کے اشعار قابل دید ہیں جابجا جابجا شاگرد رشید ہیں چنانچہ خود جابجا صاحب فرماتے ہیں ۵ در معرکہ تیغیم کہ جو ہر داریم و انکی طبع والائے یقضا کیا کہ یہ گہرائے شب افروز سلک تحریر میں منسلک ہو کر زینت بخش غرض سخن ہوں اور یہ گہرائے پرانندہ جمع ہو کر ایک جاگلدستہ ہوں تا اسکی روح روح پرورد سے دماغ نکلتے سراپاں غیرت چمن ہو واسطے میر فتح الدین صاحب ہستم اکمل الطالع و ہلی سخی پیاپاں اور لالہ بھاری لعل صاحب منشی مطیع کھڑے گوش فراواں سے اکثر خطوط جمع کیے اور قصد طباع کیا اور اردوئے معلیٰ نام کہا گیا اور ان خطوں کو دو حصوں پر تقسیم کیا۔ پہلے حصہ میں مصاصف عبارت کے خط تحریر کیے تا طلباء مدرسہ فائدہ اٹھائیں۔ دوسرے حصہ میں مطالبہ کی تحریر اور تقریظ غیر لکھی تا مخفوان معنی یاب کے دیکھنے سے فرمایاں اور منشی صاحب موصوفے اس پیراں خاکسار مجھ روح دل افکار سے ہکا در ہکا چہ کھنے کو فرمایا۔ ہندیہ شکر حیران ہوا یارب در شاہوار کے سامنے خرف یزوں کا کیا اعتبار اور لعل زمزمین تھر تھر کھڑکھار کیا وقار مگر آلا مگر فوق الادب سمجھا اپنے کو اسی ان نعمت کا ذلہ چین جانکر یہ چند سطریں لکھیں بقول عرفی

چو ذرہ گرچہ تعمیریم نستیم این بس
کہ آفتاب بود نقطہء معرفت اہل ما

حصہ اول

(رقمہ بنام نواب میر غلام بابا خاں بہاؤ)

نواب صاحب جیل الناقب عیم الاحسان سلامتہ۔ فقیر اسد اللہ عرض کرتا ہے کہ آپ کے خط کے آنے نے میری آبرو بڑھائی۔ حق تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے۔ ۳۶ دفعہ کا دیانی کی سید پہنچی۔ بموجب شاد کے آؤ نہ بھیجوں گا۔ قبلہ غرض شہر تھے۔ اس قلم میں میں نے جلدیں تقسیم کی ہیں س تمہیں آپ بانٹ دیں۔ انہی میری عرض قبول ہو کہ بڑودہ۔ گجرات میں سید احمد حسن صاحبہ دوی اور میرا برہم علیا صاحب کو ایک ایک جلد بھیجوا دیجئے گا اور چھ جلدیں مولانا سیف الحق کو عطا کیجئے گا۔ کہ وہ اپنے دوستوں کو بھیجوا دیں۔ خواجہ بدر الدین خاں میرے بھتیجے نے بوستان خیال کو آؤ دو لکھا ہے کہ اس کا ایک شہتار اور میاں الیک اخباریا جاری ہونیوالا ہے اس کے دو شہتار اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں آپ یا آپ کے اجاب میں سے کوئی صاحب کتاب کے یا اخبار کے خریدار میں تو اشتہار کے مضمون مطابق میں عمل میں لائیں والسلام مع الاکرام میاں سیف الحق سیاح کو سلام ۲۲۔ پانچ شہتار + ایضاً سبحان اللہ تعالیٰ شانہ ما اعظم برہانہ۔ جناب سید مظاہر نواب میر غلام بابا خاں بہاؤ سے توسط منشی میاں ادھاں صاحب بناسانی بہم پہنچی۔ لیکن اہ اول ساغر وود دی کیا جگر خوں کن اتفاق پہلا غنایت نامہ حضرت کا ٹھکانا اُس میں خبر مرگ۔ انہیں جو اُس کا جواب لکھوں اور میرا پہلا خط ہو گا لامحالہ مضامین اندوہ انگیز ہوں گے نہ نامہ شوق محبت نامہ صرف تفریت نامہ میر قلم ماتیوں کے شیون کا خوش ہے جو لفظ نکلا وہ سیاہ پوش ہے۔ یہی تو نواب میر جعفر علی خان جیسا امیر روشن گہر نام اور۔ روشناس اعیان ہند و انگلینڈ وسط جوانی یعنی ۲۶ برسی عمر میں یوں مر جائے نخل چین سرودی آقا زپاہے۔ سچ تو یوں ہو کہ یہ دہر آشوب غم ہے مجمع اہل ہند ماتم دارد سو گوار ہوں بھی کمی کم ہے

اگرچہ میں کیا اور میری دعا کیا مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں اور کیا کروں قطعہ سال حلیت
نواب غفران مآب جبیل خار خار غم سے پُرخوں ہو لہے یوں موزوں ہوا ہے ۵

گر دید نہاں مہر جہاں تاب دین	شد تیرو جہاں چشم احباب دین
ایں واقعہ راز روئے زاری غالب	تا صبح رقم کرد کہ نواب دین

از روئے زاری زاء ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو ششہ پیدا ہوتے ہیں فہذا المطلوبہ
تشریف نام نامی میان دو خان صاحب کے سلام یکشنبہ بست و یکم ربيع الاول ششہ مطابق ششم ستمبر ششہ ۱۲۸۶
ایضاً نواب صاحبیل الناقب عیم الاحسان عنایت فرمائے مخلصان زاد مجدداً۔ شکریہ آوری
رواں پڑوری بجا لاتا ہوں پہلے اس سے آپ کا مودت نامہ پہنچا ہے وہ سیر خط کے جواب میں تھا
اُسکا جواب نہیں لکھا گیا۔ پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا۔ خط کیا تھا خان عوت تھا میں نے
کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے۔ دلچ بھی دیکھا۔ گانا بھی سنا۔ خدا کو سلامت کہہ کر
مالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو۔ صاحب ریاست و امارت میں ایسی جھگڑ
بہت تھے ہیں۔ میں بسبب فرط محبت اخبار میں تمھاری افزائش عز و جاہ دیکھ کر بہت خوش ہوا
اور کو تہنیت دی۔ ظفر نامہ ابد۔ بہت مبارک لفظ ہے ان شاء اللہ العزیز ہمیشہ مظفر و
منصور رہو ۵ کار تہجہاں جملہ چناں باد کہ خواہی و نجات کا طالب غالب شنبہ ۳ ستمبر
ایضاً جناب سید صاحب قبلہ بعد بندگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت ناپا پہنچا آپ فرماتے ہیں کہ تو
اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر۔ آگے اپنی طاقت باقی تھی کہ بیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا آپ
طاقت بھی زائل ہو گئی۔ ہاتھ میں عیشہ پیدا ہو گیا۔ بیٹائی ضعیف ہو گئی۔ مقصدی نوکر کھنے کا
مقدور نہیں۔ عزیزوں۔ دوستوں میں سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو میں مہلت کتا گیا
اور وہ لکھتے گئے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ کل آپ کا خط آیا۔ آج ہی ایک بے بست میرا آ گیا کہ یہ سطر لکھا

لکھو دیں اور کیا پتہ فرمائیں کہ منشی میاں ادخاں کے تجھے قطع محبت ہو گیا ہو منشی صاحب کی محبت اور ادخاں کے
نوسط اپنی محبت دل جان میں ہیں رہنا گئی ہے جیسا اہل اسلام میں ملکہ ایمان کا پس ایسی محبت کا قیود
کبھی ممکن نہیں مہن جانی کا بیان اور خلاص ہو کر کی شرح کے بعد ہجوم عنہائے نہانی کا ذکر کیا کروں
جیسا ابرسیا ہ چھا جاتا ہو یا ٹڈی دل آتا ہو بس اللہ ہی اللہ ہے سیف الحق منشی میاں ادخاں کے سلام
کہیئے گا اور خط پڑھا دیجیئے گا فقط نجات کا طالب غالب۔ روز پھر شنبہ ۶ اپریل ۱۲۸۷ ع
ایضاً بخد مت نوابصا جمیل المناقب عیم الاحسان نواب میر غلام بابا خاں صاحب ہمدرد و دام مجددہ۔
عوض کیا جاتا ہو کہ آپ کا عنایت نامہ و مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونوں لٹائے اکیں نہ پہنچے۔ سیف الحق
کے خط سے معلوم ہوا کہ جب کے حصے میں شادیاں قرار پائی ہیں مبارک ہوا اور مبارک ہو نظارہ برجم حشیدی
سے محروم رہو لگا کر میر جتہ محمد کو پہنچ رہیگا خاطر جمع ہے۔ کیوں حضرت صاحبزادہ کا اہم تاریخی پسند کیا
یا نہیں۔ نام تاریخی اور پھر سیدھی اور خان بھی سید تہا بہت علیخان عجیب ہے اگر پسند نہ آئے اور بہت عجیب
کہ اہل امر کی نہ آپ کے خط میں توضیح نہ میاں ادخاں کے خط میں نہ خیر میں نہیں کہتا کہ خواہی نخواستی ہی
نام رکھئے پسند نہ آئے کی توقع کو اطلاع ہو جائے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۹ اگست ۱۲۸۷ ع
ایضاً ستودہ بہر زمان نامو بہر دیار نوابصا شفیق کرم گستر رضوی الاتبار نواب میر غلام بابا خاں
بہادر کو مسترت بعد مسترت جشن مبارک ہمایوں ہو۔ قہر گلگون بہار کی سیر کھلائی۔ سواری میل دانہ
ہونیکی لہر دلیں آئی۔ پاؤں سوا پانچ۔ کانوں کا بہرا۔ ضعف بھارت۔ ضعف بلغ۔ ضعف مال۔ ضعف
ان ضعفوں پر ضعف طلح۔ کیونکہ قصہ سفر گروں۔ تین چار شبانہ روز قفس میں کس طرح لہر کروں
گھنٹہ بھر میں دوبار شیب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناگاہ قوس کو دوڑ کی شدت
ہوتی ہے۔ طاقت جسم میں۔ حالت جان میں نہیں۔ آنا میر اسورت تک کسی صورت خیر ہکا
میں نہیں۔ خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ جیسا سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سیدانی جہاں کی سیر

کی بھی تاریخ لکھا چاہیے۔ ماہِ خجستہ بہار۔ زمین میں آیا۔ شات و کم پائے۔ خجستہ بہار پر ادب کا عدد بڑھا
شماریں ۱۲۸۲ نظر آئے۔ دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ بوڑھوں کے فکر کی طاقت معلوم ہے۔ جنت
جوشِ محبت سے چار مصرعے موزوں ہوئے ہیں۔ مگر قبولِ اقدار ہے عز و شرف و راقم اللہ خاں غالب
۱۳ نومبر ۱۹۲۷ء سیف الحق صاحب کو سلام۔ ایک میرے دوست تصورِ خاکسار کا خاکہ اتار کر دربارِ نقشب
اتارنے کو اکبر آباد گئے ہیں وہ آجائیں تو شغلِ تصنیف تمام ہو کر آپ کو اپنی پہنچ جائے خطا زرا احتیاطاً بیگ بھیجا ہے

خجستہ جنتِ دبستان نشینی عیسلم	بفیضِ ہمت نوابِ مینِ اقبالش
چوانے ادبِ نوریت خوش باشد	اگر خجستہ بہار ادبِ بود ساش

ایضاً نوابِ جمیل المناقب عیم الاحسان عالی شان الادب و دامن زاد مجکم۔ سلام غزلِ سلام و دعا
دوامِ دولتِ اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان ایامِ محبتِ فرجام میں جوازِ روا خیابانی آپ کی فرمائش
غور جاہ حالات معلوم ہوئے۔ متواتر شکر الہی بجالایا۔ اور اس ترقی کو اپنی دعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش
خصوصاً عدالتِ عالیہ میں فتح پانہ۔ اور حقِ حقیقی کا نظروں میں آنا کیا کہوں کیا مست و شادمانی کا موجب
کس طرح کی نشا و انبساط کا سبب ہو رہے ہیں تعالیٰ بھیستج مبارک ہو ہایوں کرے قطعہ

فتح سید غلام با احسان	خود نشانِ دامِ اقبال است
ہم ازیں رہو بود کہ غالب گفت	کہ ظفرِ نساء ابد سالی است

بہارِ باغِ جاہ و جلالی جاوداں باد۔ اسد اللہ خاں غالب۔ فقط

ایضاً۔ جناب نوابِ جمیل میں آپ کے اخلاق کا شکر اور آپ کی یاد آوری کا ممنون اور آپ کے
دوامِ دولت کا دعا گو ہوں اگر ٹوڑھا اور باج نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہنچتا۔
اور آپ کے دیدار سے مست رہتا آپ سے شفیق اور مہربان ہیں خدا آپ کو ہمیشہ سلامت باکرمست
خط کے دیر گزشتہ کا سبب ضعف تھا ہے اگر میری اوقاتِ شبانہ روزی اور میری حال آج بھی تو

تجربہ کریں کہ شخص جتنا کوکر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہتا اور پھر دم بدم شایب کو اٹھنا
 ان مجموعہ مصائب میں ایک ایسی مصیبت یہ ہے کہ اسے شروع ہوئے سالہ کی ولادت ہے ایکے جبکہ بیٹے
 شروع سال شروع ہوگا۔ شرابہتر اور صاف پانچ آدمی ہوں۔ جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف
 تمھاری خوبی ہو۔ میں کسی ٹن نہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ چار شہنہ ۳۱ مئی ۱۸۶۷ء +
 ایضاً جناب صاحب جلیل المناقب عمیم الاحسان علیہ السلام دعا۔ بعد سلام سنون الاسلام و دعا
 دوام دولت اقبال کی ہمیشہ ورد زبان ہو۔ گھڑی عقیقہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر ساعت بجالاتا ہوں
 پہلے تو آپ ست اور پھر میرا اور پھر تیرا۔ نظر ان تین امور پر اس امن میں نہایت عزیز سمجھا اور نیچے نکلوا
 آنکھوں پر کھانڈے عالم آرائی کو سلام کہتے اور ہر گھڑی آپکا مدد و مددگار ہر طاہر بوقت روز کی گنجی کا رکھنا
 سہو ہو گیا خیر یہاں نجات کی۔ والسلام با بوف الا حرام۔ خوشنود می احباب کا طالب غالب۔ شہنہ سوم دسمبر ۱۸۶۷ء
 ایضاً نو صاحب جلیل المناقب عمیم الاحسان علیہ السلام دعا۔ دریشان افاضہ کم۔ آپکا بندہ منت پذیر غالب
 خوں صغیروں نو پہنچتا ہوں کہ عنایت نامہ عز و رو دلایا۔ شروہ قبول ہو میرا رتبہ بڑایا جو کچھ میرے حقیقی
 ارشاد ہوا ہے اگر اسکو قدردانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ اپنے کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھ لوں۔ البتہ
 آپ نے ازراہ حق پسندی سخن کی قدردانی اور میری قدردانی کی ہو جو اغلاط فارسی انان ہند کے نہیں
 پہنچ ہو گئے تھے ان کو دفع کیا ہے تو کیا برائی کی ہے بات یہ ہے کہ اچھی پونجی والے گنہگار لوگ اپنی
 شہرت کے لیے مجھ سے لڑتے ہیں واہ واہ اپنے موبائے کو ناحق حق بگڑتے ہیں عقیقہ حضرت
 بتوسد جناب یف الحق پہنچا اور میں نے اسکو بے تکلف عقیقہ مرتضوی سمجھا۔ علی مرتضیٰ علیہ التیمۃ والثناء
 آپکا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احساندہ بھی ہوا تو اپنے خدوند کے پوتے کا۔ آج سے
 کاپی لکھی جائے گی اور صحیح کو میرے پاس آنے لگی۔ چھاپے کی واسطے برسات کا موسم چھاپے کے لیے اب کے
 چھپا نہیں دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح یکشنبہ ۱۷ دسمبر ۱۸۶۷ء +

بنام ششی میان و ادخان المخابطہ سیف الحق المختلص سیاح

سعادۃ اقبال نشان ششی میان و ادخان سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ ان کے خطوط کا جواب نہیں لکھا۔ غزلوں کے مسودہ گم ہو گئے اس شرمندگی سے پاسخ نگاہوں انبیا پیرین لکھتا ہوں اس خط کے جواب میں میں مجباً بنارس سے آیا ہوں۔ بھائی بنارس میں شہر ہے اور میر سپند ہو۔ ایک مشنری میں اسکی تعریف میں لکھی ہے اور چراغ دیر اسکا نام لکھا ہو وہ فارسی دیوان میں موجود ہو اسکو دیکھنا اشرف حسین خاں صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد زمانہ سے بہت پہلے ان کا خطا اور کچھ ان کا کلام میرے پاس آیا ہے تم انکو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جسطرح تم نے لکھنا سو بنارس کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اسطرح آئندہ بھی لکھتے رہو گے میں میری سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں اگر بدشان خلد ہرچہ از نظر گرد و دوز ہے روانی عمر کے کہ در سفر گرد و دوز خیر اگر میری سیاحت میری شہی ذکر العیش نصف العیش پر قناعت کی۔ میان و ادخان سیاح کی سرگزشت میری سفر ہی ہے۔ غزل تھاری رہنے دیتا ہوں اسکے دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے جیسا تم نے وعدہ کیا ہے جب اور غزلیں بھیجو گے ان کے ساتھ اسکو بھی لکھ لو لنگا بلکہ احتیاط مقتضی اسکا ہو کہ ان غزلوں کے ساتھ اس غزل کو بھی لکھ بھیجنا۔ ناتوانی نہ پر ہے۔ بڑھاپے نے ننگا کر دیا ہے۔ ضعف۔ سستی۔ کاپلی۔ گرا بخانی۔ گرانی۔ رکاب میں پاؤں ہے۔ باگ پر ہاتھ ہے۔ بڑھاپہ دور و دراز و پریش ہے۔ زاد راہ موجود نہیں۔ خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر نا پریشان بخشد یا تو خیر۔ اگر باز پرس ہوئی تو سفر مقرر ہے اور ماویہ زاویہ ہے۔ دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں۔ ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے "ابو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ فرجائیں گے" شعر بھی حسین پایا تو کہہ جائیں گے۔ اللہ اللہ اللہ۔ نجات کا طالب آلبا کب۔ صبح دوشنبہ ۱۳۲۰ ستمبر ۱۳۲۰ ع۔ ایضاً صاحب رسالہ کی جگہ ہے کہ تھارا کوئی خط ڈاک میں منع نہیں ہوا اور میرا کوئی خط کو نہیں سنوچو صاحب خط آیا۔ میں قطعہ کا شکر اور اجزا کتاب بھیجنے کی ایک تھی اسنے اسکے جواب میں لکھا کہ

حال
مندی
مندی

اس کتاب کا چھاپا یہاں ہی شروع ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ بجا نبط لع ایک مجلد آپ کے واسطے اور ایک مجلد میری
 میاں داؤخاں کو واسطے بسیل ڈاک پارسل بھیجوں گا۔ اب تم نوا صاحب سے میرا سلام کہو اور اپنے نام کا
 انکو پڑھاؤ اور ایک تہہ تکو دیتا ہوں۔ نوا صاحب کا جو خط ملا کہ آپ کے باب میں آیا تھا اس میں مندرج تھا
 کہ اب میں سورت کو جاتا ہوں تم اجزائے کتاب کا پارسل اس تہہ سے سورت کو بھیجنا۔ بھائی میں نے اپنی
 سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ پیڑ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہوں نظر اس بات پر بھی خط
 بیزنگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع نہ ہو نیکا احتمال قوی رہے فقط صبح و شنبہ ۱۴ ربیع الثانی مطابق ۱۲ ستمبر سال ۱۳۲۸
 ایضاً منشی صاحب سادات اقبال نشان سیف الحق میاں داؤخاں تسلیم اللہ تعالیٰ۔ فقیر کی طرف
 سلام و دعا قبول کریں۔ چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خاں سے کہا گیا کہ تم
 تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دیدینا سو اب تجاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع دی ہو۔ حال تصویر کا
 یہ کہ میں نے اسے سر پر رکھا انھوں سے لگایا گیا چھوٹے صاحب کو دیکھا۔ لیکن اس کا سبب معلوم ہوا کہ نوا
 صاحب نے ہم سے بات نہ کی۔ خیر دیدار تو میرے ہوا انکار بھی اگر خدا چاہیگا تو سن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب
 آئینہ تصویر کی صنعت کو سب سے بد کرتے ہیں مگر فقیر اس کا معتقد نہیں اب کچھ حضرت کی تصویر میں
 کتابت تھہ کی تصویر ہے آگے پیچھے اور نیچے کا پتہ نہیں۔ مکالمہ کی طرف مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی
 اس وقت جد اگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ نوا صاحب سے میرا بہت بہت سلام اور شتیاق کہنا
 بلکہ یہ خط ان کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں۔ میں سادات کا نیا نمند اور علی کا غلام ہوں۔
 بندہ شاہ شہایم و ثنا خوان شہا بہ نجات کا طالب غالب + ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۸ ہجری
 ایضاً بر خور دار کامگار سعادت نشان منشی میاں داؤخاں سیل حال عمرہ درویش گوشہ نشین
 غالب جرن کی دعا سے دریشانہ سے کامیاب بہرہ مند ہوں۔ لکھنؤ کی دیرانی پر دل جلتا ہے مگر
 لکھو یا دے کہ وہاں بعد اس فساد کے ایک کون ہو گا یعنی رامیں سیج ہو جائیں گی بازار اچھے نفل آئینگی

جو دیکھا وہ داد دینا اور ولی کے فنا کے بعد کوں نہیں ہے یہاں فنا و فساد چلا جائیگا۔ شہر کی صورت ہولے اس بازار کے جو قلعہ کے لاہور کا واہ سے شہر کے لاہور کا واہ تک ہے سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے۔ دیوان کا چھا پاکیس و شخصیات کا ناموسوم عظیم الدین جسے مجھ سے دیوان منگا بھیجا آدی نہیں ہے۔ جوتے پلید ہے۔ غول ہے قصہ مختصر سخت نامعقول ہے مجھوں کے طور پر انطبیل دیوان مطبع ہے اب میں اس سے دیوان مانگتا ہوں اور وہ نہ خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دعا مانگو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ دو شینہ المرحون متشاء غالب ایضاً صاحب تحاریر بانی نامہ گویا الفاظ اس کے سراسر نواب میر غلام بابا صاحب کی زبانی پھنچا۔ جو لکھتا ہوں ویر پش کا شکر بجاتا ہوں ایک قرن بارہ برس سے فروس کا نواب یوسف علی خان الی رامپو اپنے اشار میرے پاس بھیجتے تھے اور سو روپیہ بیس ماہ باہر سبیل ہندوئی بھولتے تھے اس منفق کی اندازہ دانی دیکھئے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی اپنے خط میں ہندوی بھیجا کرتے ہیں خط کا جواب لکھ بھیجتا۔ اس مانہ کے علاوہ کبھی دو سو کھٹی آتی بھیجتے ہے۔ فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعہ کی آمد مفقود۔ انگریزی نہیں مسدود۔ یہ بزرگوار وجہ مقررہ ماہ ماہ اور قلعہ گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسلوں کی زسیت ہوئی۔ میں حال کو خدا بدولت اقبال ابداً مویداً سلامت رکھتے وجہ مقررہ کی ہندوی ہر مہینے مجھ کو ستور قید اپنے خط میں بھیجا جاتا ہے۔ فتوح کی رسم دیکھئے جاری ہے یا نہیں۔ میرے پاس روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ چھوڑاں پہلے بھی نواب معذور نے دو سو روپے بھیج دیئے تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھوڑا گیا تھا اب بھی وعدہ کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقررہ کے ساتھ دو سو بھیجیں گے وہ آخر اپریل ۱۸۷۸ء میں مر گئے۔ اپریل کا روپیہ نہیں حال سے میں نے پایا۔ منظر کتاب کا روپیہ آیا۔ یاد دلاؤں گا۔ مگر اس مرحوم کا وعدہ سرشتہ دفتر سے تھا جواز و دفتر

اسکی تصدیق ہو۔ بہر حال فکر میں ہوں۔ اگر سب بے مساعدت کی فہم المراد ورنہ ۵ پنجہ بادریکا
 دایم اکثرے درکار نیست ۴ منشی صاحب اس خط کو ضروری جانکر بے رنگ بھیجتا ہوں نجات طاعناب ۳ جولائی
 ایضاً منشی جہا شفیق بدل مہربان عزیز ازجان سیف الحق میاں اداخاں کو فقیر غالب علی شاہ
 کی دُعا پہنچے۔ پرسوں نو صبا حیک خط اور کل ہتھارا خط آیا۔ صاحب ٹپوں کی حقیقت بھیج کر کہنے
 لطائف غیبی کی ۵ جلدیں سات روپے آٹھ آنے دام بھیکر سنگویش پھر دو روپے کے ٹکٹ
 بھیکر ٹوپیاں سنگویش۔ میں نے ہتھارے بھیجے ہوئے روپیوں کی ٹوپیاں خرید کر بھیج دیں۔
 چاہو تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کر دینے جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے
 اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ تم میرے ہاتھ ہو تم میرے بازو ہو میرے شوق کی
 تلوار ہتھارے ہاتھ سے چلتی رہیگی۔ لطائف غیبی نے اُعدا کی دھجیاں اڑا دیں۔ ایک نئی
 بات سنو۔ محمد مرزا خان میرے سہی بھائی کا نوہ ہے اسنے ایک اخبار لکھا ہے جسے بہ
 اشرف الاخبار۔ اُسکا ایک صفحہ لکھو بھیجتا ہوں۔ اسکو پڑھ کر معلوم کر لو گے کہ ہتھارا ایک اعتراض
 قاتل کے کلام پر چھاپا گیا ہے۔ اس ارسال و اعلام سے صرف اطلاع منظور ہے ہاں ایک
 بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی نظر سے بھی گزر جائے اور اُس سرکار میں یہ اخبار
 خرید کیا جائے اور تم اُن کی طرف سے حکم خریداری ابتداءً جنوری ۱۲۶۷ء سے بنام محمد مرزا
 خاں لکھو اور وہ خط اُس پتہ سے دلی کو روانہ کرو جو اُن کے اخبار آخر میں لکھا ہے۔ چہر
 ہوں کہ چھوٹے صاحب کے خط کا کیا جواب لکھوں۔ انھوں نے مجھے شرمندہ کیا اپنے کو چھوٹا
 اور مجھ کو بزرگ لکھا۔ سید تو سب مسلمانوں کے بزرگ ہوتے ہیں۔ میں تو مسلمانوں میں بھی
 ایک ذلیل۔ علیل۔ فقیر۔ حقیر۔ آدمی ہوں۔ مجھ کی بزرگی۔ اُنکی خوبی۔ اُنکی مہربانی ہے
 حق تعالیٰ اُنکو سلامت رکھے۔ اور ان مقدمات میں من کل الوجہ اُن کو فتح و ظفر نصیب

میر سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا۔ ہاں صاحب براہِ بچان ہوا میرزا حسین الدین حسین خان بہادر کو میر سلام کہنا اور کہنا کہ بھائی میراجی دیکھنے کو بہت چاہتا ہے۔ پہلے بر خور دا شہاب الدین خان سے صلاح پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل پیل کرتے چلے آؤ۔ دیدار کا طالب غالب۔ شنبہ ۱۲ شوال ۱۲۸۷ مطابق ۱۲ فروری ۱۸۷۰ ع۔ ایضاً۔ صاحب کل آپ کا خط آیا۔ میرادھیماں لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیلج کہاں ہیں اور مجھ کو کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تھا کہ جبکہ حوالہ اس خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا۔ ورنہ کیا امکان تھا کہ جواب نہ لکھتا۔ جناب شی میرا ہی صاحب مجھ سے ملاقات نہیں لیکن ان کے محامد و مکارم سنتا ہوں۔ جناب مولوی انوار حسین صاحب البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن میں نے ان کو فقیر دوست اور درویش نواز نہ پایا۔ انہیں کیوں اسطے اچھے میں ہائے مولوی محمد حسن اور مولوی عبدالکسیم اس عہد میں اگر ان بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں اپنی تمت کو روتا۔ وقت گزر جاتا ہے۔ بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خالصاً آپ جو کلکتہ پہنچے ہو اور صبا بھوں سے ملی ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اُسے رہائی کیوں نہ پائی۔ وہاں جزیرہ میں اسکا کیا حال ہو گا اگر اسطرح ہوتا ہے۔ غالب۔ جمعہ۔ ۳ اکتوبر ۱۲۸۷ ع۔

ایضاً اسیے بیٹھے مولانا سیلج۔ سلام علیکم۔ مزاج مبارک۔ سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو بھائی میرادل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے لیکن تم کو چین کہاں۔ خدا جانے کئی ہفتے یا کئی مہینے بیٹھو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے۔ جی میر کہو گے آؤ اب کن کی میر کریں۔ حیدر آباد اورنگ آباد۔ دونوں شہر اچھے ہیں۔ انکو دیکھیں۔ میرزا حسین خاں اور میرزا محمد حسین خاں یہ دونوں بیٹے ہیں نواب قدرت اللہ بیگ خاں کے اور قدرت اللہ بیگ خاں ابنِ عم

نواب محمد بخش خاں کے اور عین الدین جن خاں کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاء الدین خاں سے۔ یہاں کوئی امر نیا واقع نہیں ہوا۔ وہی حالات و اطوار ہیں جو دیکھ گئے ہو۔ مسجد جامع کے باہر میں کچھ پریشانی لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ والد اُردو کا حکم آئے اور وہ مسلمانوں کو بلجائے۔ ہنوز بدستور پہرا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا والسلام مع الاکرام۔ صبح سہ شنبہ۔ ۲ ذیقعدہ و مئی معاً۔ غالب ✽

ایضاً نور چشم اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے دھڑکتے دھڑکتے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھتیا تھا۔ اب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ میں عرشہ۔ آنکھوں میں ضعف بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہیں دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو اس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی میں تو اب کوئی دن کا مہاں ہوں اور اخبار دالے میرا حال کیا جانیں۔ ہاں کھل اخبار اور اشرف الاخبار دالے کہ یہ یہاں کے بننے والے ہیں اور مجھ سے ملتے بہتے ہیں سو اُن کے اخبار میں میں نے اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہے اور وہیں میں نے عذر چاہا خطوں کے جواب سے اور اشرف کی اصلاح سے۔ اُسپر کسی نے عمل نہ کیا اب تک ہر طرف سے خطوں کے جواب کا تقاضا اور اشارہ واسطے اصلاحوں کے چلے آتے ہیں اور میں شرمندہ ہوتا ہوں۔ پورٹھا۔ اپنا بیج۔ پورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔ طشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سو طشت چوکی تیسرے چوتھے دن اتفاق جائیگا ہوتا ہے اور حاجتی کی حاجت بسبب سرعت بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے جو ہندوستانی ایکینست تھا وہ شہر ہے جلا۔ ایک انگلیز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اتنا دم کہاں کوٹھڑ پرستوں یا کلبی میں بیٹھوں اور کسی گھر میں نہ رہتا ہوں۔ اور کسی گھر میں نہ رہتا ہوں۔ اور تصویر کھینچ کر جیتا جاگتا اپنے گھر بھرتاؤں۔ اب تم ازراہ مہربانی میرا براہیم علی خان

اور حکیم حسین مدد حسن صاحب کو اور جب بھٹی سے آجائیں تو نوا غلام بابا خان کو خط پڑھا دیا۔ تمہارے لڑکے کا پیدا ہونا اور سکاف جانا معلوم ہو کر مجھ کو بڑا غم ہوا۔ بھائی اس ناع کی حقیقت مجھ سے تو چھپو کہ ۲۷ برس کی عمر میں بچے پیدا ہوئے۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور کسی عمر پندرہ مہینے سے زیادہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو۔ حق تعالیٰ تمہیں صبر اور غم البدل دے والسلام۔ ۲۵ اگست ۱۸۷۷ء غائب +

ایضاً خان صاحب فوت و اقبال نشان میاں داد خان سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام پہنچے۔ تمہارا کوئی خط سوا اس خط کے جبکائیں جواب لکھتا ہوں ہرگز نہیں پہنچا بہت دن محکومیاں تھا کہ مولانا سیاح نے مجھ کو یاد نہیں کیا۔ کل ناگاہ تمہارا خط پہنچا۔ آج اسکا جواب لکھتا ہوں۔ مہر میں تو کھودینکا نہیں جو اس قدر غمزدار جانتے ہو۔ کھدا دینے میں کیا تکلیف اور کیا دھت۔ میں اجا ب کا خادم ہوں میر غلام بابا خان صاحب سے میرا سلام کہیے اور وہ نگین نقشبے تکلف بھیج دیجیے۔ آپ کی حکم کی تعمیل اور اس نگین کی دوستی ہو جائیگی خاطر عاظم جمع ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ اسی سیاح صاحب ہمارا دھیان تم میں لگا رہتا ہے۔ کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خان صاحب کو مہر کھدوانی نہ ہوتی اور وہ تم سے کہتے تو تم ہرگز مجھ کو خط نہ لکھتے۔ یہ تمہارا خط گویا میر غلام بابا خان کے حسب کم تھا۔ جی میں آیا تھا کہ انھیں کو اسکا جواب لکھوں اور ان کے نام کا خط بھیجوں مگر پھر سوچا کہ تم آرزو ہو جاؤ گے۔ تمہیں کو خط لکھا۔ بھائی پٹسہ ریتھ فراموش کاری کا اچھا نہیں۔ گاہ گاہ خط لکھا کرو۔ والسلام۔ نجات کا طالب غائب۔ شہنہ یکم مارچ ۱۸۷۷ء +

ایضاً منشی صاحب کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا۔ کس زبان مرانی ہنسڈ بر عزیزاں چہ التماس کنم + یاد کرو کہ اصل مقدمہ یہ تھا کہ میں قاطع برمان کو دوبارہ چھپوایا چاہتا ہوں۔ حق نوا صاحب دیں معنی سود و سود جلدیں خرید لیں۔ حضرت نے ایک گھڑی عنایت فرمائی بھلا میر کس کا چار دن ہونچا کیا کہ پھیر دوں پھر اسوچا کہ بڑا مایوس۔ آخر کو گھڑی کھلی اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انبیاء

ایضاً سعادت اقبال نشان سیف الحق نشی میاں داو خاں سیاح کو فقیر غالب کی عطا شدہ
 خط میں آپ نے بہت سے مطالب کیے مگر تیس کتابوں کی وہ پارساؤں کی رسید نہیں لکھی یہ ایک پڑ
 دو پارسلوں کے بھیجا گیا ہوا ہے وہی لطائف عینی ہے جو میں نے اپنے مطالعہ میں کھڑکھچم کیا
 اسکے بھیجنے سے یہ عا ہوا کہ تم ان تیس رسالوں کو اسکے مطابق صحیح کر لو اگر چھوٹے صاحب
 رکھ لیا ہو تو انے مستعار لیکر اپنی کتب میں صحیح کر لو اور وہ نسخہ انکی نذر کرو۔ صاحب میں نے اپنی ضر
 سے لطائف عینی کی جلدیں نہیں چھپوائیں مابک مطبع نے اپنی پکری کو چھاپیں نہیں میں نے مول لیس
 عقیق کو دوا دیں۔ میں بھائی ضیاء الدین خاں نے لیں دس مصطفیٰ خاں صاحب نے لیں
 باقی کا حال مجھے معلوم نہیں دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا پتھا ہے

اگر دنیا نباشد در دستم	وگر باشد بهر ش پاسم
بلائی ز جهان شوی نیست	که ریخ خاطرست از دست

چہاوت نہیں ان مصیبت ہر جہاں دولت ہر وہاں حضور مست ہے۔ میں تو میر غلام یا باخاں دوست ہوں
 انکی فتح کی عالمگشا ہوں آپ تنی ہر مانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہوا کریں مجھ کو لکھا کریں غریب کی
 ہندی سخرہ ہر قاری میں غریبہ بولتے ہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ پنجم شعبان ۱۲۸۱ ھ ہجری
 ایضا بھائی سیف الحق تھا رخط پیرنجا۔ قاضی صاحب بڑو دھ کو مواف رکھو اگر کوئی وجہ اپنے پر
 انکے عتاب کی پاتا تو کسے عذر کرتا اور اپنا گناہ مواف کروانا۔ جب سبب لکھا ہر نہیں تو میں کیا کروں تم

ہراناہ مانوسوئے کہ اگر میں اگر ہوں تو اسے بیچ کہا اور اگر میں چاہوں تو اسے بڑا کہا تو اسکو خدا کے حوالے کر دے
 غالب ہراناہ ماں جو دشمن بڑا کہیں ایسا بھی کوئی ہو کہ سب چاہا کہیں جسے
 صاحب اس بڑا ہونے میں تصویر کے پرزے میں کچا کچا پھروں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر تار نیوالے کو کہا
 دھڑ دھڑ صوں میگو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کو باریں کچی ہوئی ہو اگر ہاتھ آجادیگی تو وہ مدق بھیجیں گا
 اسی وہ تو میں نے نواب صاحب کے ہنسی سے ایک بات لکھی تھی۔ دوستانہ اخلاط تھا کہ بھی میں ہراناہوں گا کیا
 سنو لگا۔ ٹوڑا ہوں ناچ کیا دیکھوں۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھا کیا کھاؤں۔ بمبئی۔ سورت میں انگریزی شہزادیں
 ہوتی ہیں اگر وہاں آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۵ ستمبر ۱۸۵۷ء
 ایضاً صاحب تحاریر خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی۔ ٹوپیاں اگرچہ تمہارے سر پر ٹھیک آئیں لیکن
 ضائع و گیش سیر شیفن اور تمہارے مربی کے صرف میں آئیں۔ تمکو اور ٹوپیاں بھیجو لگا۔ منصوبہ سے سخت
 عاجز ہوں عذری عدم ہر وفا کا نام نہیں۔ کلیات میر تقی کا انتخاب تمہارے خط سے پہنچنے سے ممکن
 پہلے میر فتح الدین کے ارسال کر دیا۔ مکٹ ان کے حوالے کر دیئے۔ حضرت بہتان لگانے کی جو کس کی سیکھو ہو
 میرے پاس کوئی غول تمہاری نہیں ہے نواب صاحب کے سلام کہنا اور میری زبانی کہنا کہ ٹوپوں کو میرا
 ارمان سمجھنا۔ سیف الحق کی نند تصور نہ کرنا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۵ جنوری ۱۸۵۷ء
 ایضاً اقبال نشان سیف الحق کو دے چاہئے۔ پانچ اشتہار اخبار کی خریداری کے اور پانچ اشتہار
 کتاب کی خریداری کے آپکے پاس پہنچتے ہیں۔ چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کروائیے اور اطراف جوانب درو
 نزدیک بھیجیے۔ جو صاحب کتاب اور اخبار دونوں کے خریدار ہیں وہ دونوں کی
 خریداری کی اطلاع کا خط میر فتح الدین مہتمم اکمل المطابع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس
 بھیجیں جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں وہ اس کے خریدنی کی اطلاع کا خط جو جہاں خط کتاب
 کے خریدار ہوں وہ اس کی اطلاع کا خط لکھیں۔ غالب۔ ۲۲ مارچ ۱۸۵۷ء

ایضاً مولانا سیف الحق ابوب کوئی خط تمھارا نوٹ اور ہندوی اوٹکے خالی ہیں ہوتا بھلا تو
فرمائیے کہ یہ ڈھائی روپے کس بنا کے اور کس جنس کی قیمت کے ہیں۔ اگلے پانچ روپے پر میں بے فراہم
تھا ڈھائی اور طرہ ہوئے۔ ہر حال اُنکا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کا ہے کریں۔ اس قہہ کا جواب بلکہ
لکھو۔ ٹوپیاں بعد عینہ بھیجی جائیں گی۔ عنایت کا طالب غلب۔ ۲۳ اپریل ۱۹۶۶ء

ایضاً منشی صاحب دتہ اقبال نشان سیف الحق میان اودھاں کو فقیر اسد کا سلام۔ کل
۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خان جیسا کہ میں نے
کئے کل ہی شام کو وقت آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ خیر آپ رہے بھیجوں گا۔ صاحب تمہیں پانچ روپیہ
کے ٹکٹ کیوں بھیجے۔ میں نہ کہتا فریوشن و لال۔ یہ حرکت مجھ پر پسند آئی اور تم نے بہت بُرا کیا۔

حضرت ۱۶ جلدیں لطائف عینی کی بھیج کر اُسکے پانچ بات کے بعد میں نامہ غالب کا پائل لکھا ہوا تھا
کی رسید تم نے بھیج دی یقین ہے کہ نامہ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا۔ گھبراؤ نہیں نواب صاحب کی
خدمتیں میرا سلام اور اشتیاق ملاقات عرض کرنا۔ نجات کا طالب غالب ۱۶ فروری ۱۹۶۶ء

ایضاً منشی صاحب وہی جہاں وہی زمین وہی آسمان ہی ہوتا ہے وہی دلی وہی نواب غلام بابا خان
وہی سیف الحق تیاہ وہی غالب نہجان۔ انگریزی ڈاک جاری۔ ہر کارڈ کو ریل کی سواری۔ پیس
میں تمھارا خط آیا بچہ الثانی جمادی الاول جمادی الثانی رجب آج شعبان کی ۱۶ ہو۔ صبح کے وقت
خط لکھ باہوں پہنچ گئے ہیں اس وقت تک نہ کوئی تمھارا خط آیا نہ کوئی نواب صاحب کا عنایت نامہ واسطے خدا کے
میرا خط کا جواب بلکہ لکھو۔ اور اس خط میں کہ نامہ پیام کا سبب لکھو۔ آج ہی دن ایک پارسل چھ ٹوپوں کا
ارسال کرتا ہوں۔ خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تمھارے پاس پہنچائیں۔ نواب صاحب کی خدمتیں
میرا سلام پہنچانا اور عتاب کی وجہ دریافت کر کے لکھنا۔ نجات کا طالب غالب ۱۶ فروری خط لکھ کر اور پائل
ایضاً برخواستہ تمھارا خط پہنچا لکھو کہ کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بعد اودھا۔ اللہ شہدہ سرکار میرا گھر تھی۔

جو نے سرو پا وہاں پہنچا ایمر بن گیا۔ اُن کاغ کی فیصل خزان ہر میں بہت شہی ستر کو اطلاع دیتا ہوں کہ
 اردو کا دیوان غائب افسانہ سے ہاتھ آگیا اور میں نے نو حشم منشی شیونز این کو بھیجا یا یقین کلی ہر کہ وہ
 چھا پس کے جہاں تم ہو گے ایک نسخہ کو پہنچ جائیگا۔ طریقہ سعادت مندی یہ ہر کہ ہکو اپنی خیر و عافیت کا
 طالب جانکر جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے لشکر کا پتہ ہم پر ظاہر کرتے رہو۔ ہم تم سے مدد بھی ہیں
 چونکہ تمہاری خدمت چھٹی طرح نہیں کی تشریف بھی ہیں راقم اللہ مرقومہ بندہ رو عید مطابق ۲۰ جون ۱۲۸۷ ع
 ایضاً منشی صاحب سادات اقبال نشان سیف الحق میان داد خان تم سلامت رہو۔ تمہاری حفظ
 صفہ سادہ چھ سطریں تم کرتا ہوں تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ۔ ناٹہ غالب صاحب طبع نے
 اپنی بکری کیو سطر نہیں چھاپے جو میں مول لیکر بھجوں اور تم سے اس کی قیمت مانگوں۔ میں نے آپ سے
 جلد چھپوائی۔ دوستوں کو دور و نزدیک بانٹ دی۔ آج یکشنبہ ہر بار پل روانہ ہو گا جتنے چھ نسخے آئے
 میرے پاس باقی ہیں کل تھیں بھجوا دے گا۔ ہاں صاحب روپے کا نوٹ پہنچا اور روپیہ وصول ہوا کاپی
 آج شروع ہو گئی جیہ دن نوٹ پہنچا اسکے دو سرے دن و سپر مل گیا تیسرے دن میں نے تم کو تمہارے
 دستر دیا خط کا جواب لکھ بھیجا۔ یقین ہر کہ میرا خط پہنچ گیا ہو گا اور تم سے جو جیت میری اہل کے نواب صاحب دیکھا
 ہو گا۔ کل حضرت کا بھی خط آیا ہر اس کا جواب آج تمہاری خط کے ساتھ رسال ہوتا ہر بندہ پرور سے کہتی ہو
 جیم بیگ ورن جلی سر ہند اور فی الحال میرے میں مقیم اور علی اسکا پیشہ ہوا اور آٹھ برس برس اندھا نظم و
 میں مولوی باجم شہبائی کا شاگرد اور فارسی شعر کہتا ہوا راقم غالب علیشاہ یکشنبہ ۲۰ اکتوبر ۱۲۸۷ ع
 ایضاً صاحب آج تمہارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔ مولوی کریم علی صاحب میرے شفیق ہیں
 جن نے اندر دلی آئے تھو میری نکی ملاقاتیں ہوئی تھیں وہ میرے دوست ہیں اگر نہیں اور ہر گز قصیدہ
 انہوں نے نہیں لکھا۔ آغا عبد الرزاق شیرازی نے گویا میری شکی اور تمہارے زرگی کا انتقام لیا ہر حال میں
 تمہارا احسان مند ہوں۔ اگر تم وہاں نہ ہو تے تو میری اور میر منشی کی صفائی نہوتی ان دنوں منصف و مرغ

دورانِ سر میں ایسا مبتلا ہوں کہ والی رامپو کا بھی بہت سا کلام یوں ہی ہمارا ہوا ہے کہینے کی بجائے
 بہنیں آئی تہاری بھی ہوئی غزلین سمجھنے ظ دھری ہوئی ہیں خا طرجع کھو جوب حسب کی غزلین
 دیکھو نگا تو یہ بھی دیکھی چانگی جبال یہ ہو کہ اصلاح نہ دیکھوں تو فکر تارچ کیا کردن۔ اگر میرا حال دست
 ہوتا تو جانا بے لوی عبد الغفور صاحب التلخ کو دیوان کی تلخ ضرور لکھتا اور غزل نگاری کو اپنی سیادت
 سمجھتا آج چاہے لو کہ میرا سلام کہیں اب میرا قصہ نہ گویں پنجاب کا طالب لب۔ چار شنبہ۔ ۲۰ نومبر ۱۸۶۱ء
 ایضا جانب نشی حسب: آپ کا خط میری نواب لکھت گھر فرما کر کہ وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اسکی پہنچے
 کی کچھ ضرورت نہ تھی جب گورنمنٹ علی نے مجھ کو خط لکھنا موقوف کیا تو لکھت گورنمنٹ کے اگلے زمانہ
 خطوط سے میرا کیا دل خوش ہوگا۔ ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرا پس موجود ہیں مجھ کو تو چھ آٹے پیسہ کا
 افسوس ہے جو تم نے بابت محصول دیے۔ راقم اللہ۔ مرقوم ان فروری ۱۸۶۲ء
 ایضا حسب: میرا سلام۔ تمہارا خط پہنچا۔ دو نوں غزلین کہیں خوش ہوا فقیر کا شیدو خوشا بہنیں اور
 فنِ شعر میں اگر اس شیدو کی عایت کیجا وی تو شاگرد ناقص کیجا تا ہی یاد کر دیکھی کوئی غزل تہاری سطر حل
 بہنیں ہوئی کہ جید صلاح ہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اردو میں نوں غزلین لفظاً اور معنی بے عیب ہیں کہیں
 کی حبت بہنیں۔ آفرین ہزار آفرین۔ میر غلام بابا خان حسب: قلمی ایسی ہی بہن جیسا تم لکھتے ہو۔ حبت
 میں جس ہزار آدمی تہاری نظر سے گزرا ہو گا اس گروہ کثیر میں جو تم ایک شخص کے تراج ہو تو بیشک شخص
 ہزار و نہیں ایک ہی لافٹ کیا فرمائش کروں اور کیا تم سے منگاؤں مان کون ہی چیز ہو کہ یہاں نہیں
 آم مجھ کو بہت مرغوب ہیں انکو سے کم غزیر نہیں لیکن بی بی اور سوت سے یہاں پہنچو کی کیا سوت۔ اللہ کا آم
 یہاں پونڈی ولایتی کر کے مشہور ہے اچھا ہوتا ہی کمال کیہ وہاں بہت اچھا ہوگا سوت سے دلی آم
 یہ بھی محض تھکے سے ہو پیکہ آم اور چار روپیہ محصول ڈاک اور پھر نویں سے شاید سن پنچیس میرا سر کی تم
 کبھی ایسا ارادہ نہ کرنا یہاں قسیمی انواع و ہقسام بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبودا و قراط سے ہیں۔ پونڈی

آم بھی بہت ہیں۔ رہا پورے نواب جیسا کہ پہلے غلے آمخون کا اکثر بسبیل ارغوان پہنچتے تھے۔ ای لوچ
 بریلی سے ایک پہنگی لکینے ست کی بھی ہوئی آئی۔ دو ٹوکے ہر ٹوکے میں تھو آم۔ کلو داروہ
 میر سامنے وہ ٹوکے کھولے۔ دو سو میں ہی تر آئی آم چھ نکلے اور ایک ستر م باکل سڑے ہوئے۔
 اوٹل خون باوچال میں ایک ہفتہ مینہ برسر کھڑا ہے ہی آگ بریں ہی ہوا اور چل رہی ہے شیشہ، اجون
 ایضا جہاں میں تھو سرنہ۔ پہلا خط تھارامہ قصیدہ پہنچا۔ میں قصیدہ کسی کتاب میں لکھ کر ہوں گیا
 اب سر خط لکھ کر قصیدہ یاد آیا ہر خید ہوٹا نہ پایا پری بات یہ کہ استفادہ نکو یام ہو کہ اس وقت میں نے
 ان اشار کو سر سر کچھ لیا تھا اس سبب ہمارے تم اندیشہ نہ کرو اور قصیدہ نذر گزارو اور ہم بخیر وطن کو جاؤ
 لیکن بہائی۔ وطن پہنچ کر ضرور محو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تاکہ میں اس نشان سے محو خط پہنچوں
 نواب میر غلام بابا خان صاحب کے فقیر کیر فر سے سلام کہنا فقط صبح شیشہ ۱۸ نومبر ۱۲۶۷ء
 ایضا منشی صاحب دات اقبال نشان شکوہ ہمارا میر سر اور اسکھوں پر۔ مگر کوئی خط تھاراجو
 طلب تھا۔ شجاک کی اصلاح سے میں نے ہاتھ اٹھایا کیا کروں لیکن اس سے عوارض فنا و خون میں مبتلا ہوں
 بدن پیڑوں کی کثرت سے سرور چرغان ہو گیا۔ طاقت نے جواب یا۔ دن رہا لیٹا رہتا ہوں۔ کھانا
 کھانے وقت پلنگ پر اتر بیٹھتا ہوں کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر پھر پڑ رہتا ہوں۔ حاجی پلنگ کے
 پاس ہتی ہوئے کر پشیا کھا جاتا ہوں بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے۔ طشت چوکی بھی مگر کئی قدم جانا
 پھر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایک کم ستر ریکی عمر ہوئی اب نجات چاہتا ہوں۔ بہت جیا۔ کہا شک
 جیون گا۔ (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو) جناب غلام بابا خان صاحب کی خدمت میں میر سلام
 کہنا اور ولادت فرزند کی مبارکباد دینا اور قیضہ تاریخ نذر کرنا قطعہ

میر بابا یافت فرزند یکہ ماہ چاروہ	بروز ولوح گردون گردہ مثال است
فرخی مینی یابی بہرہ ازنا و طرب	از نر ازو طرب فرزند فرخ قال است

۱۲۸۰ء کے نوکے پچاس اور طب کی طوہر کو نور مذق خان بڑا نے ہو کر غالب دوشنبہ ۱۶ اگست ۱۲۸۳ء
 ایضاً منشی حبیب سادہ و اقبال نشان منشی میان داخان سیاح سیف الحق تسلیم اللہ تعالیٰ دعا
 سلام اور شکر اور سپاس۔ تمہارا خط مرقومہ ۳ اگست پر یوں برقرار ہے کہ رتبہ شہداء کو پہنچا کل سوین سو
 ماہال کو سو روپے مندرجہ اسکے ایک صرافے وصول ہو گئے چھوٹے صاحب نے بڑی جوانمردی اور
 ہمت کی۔ اس صرف میں میراکام ہوا اور لکنا نام ہوا۔ اللہ اللہ اب بھی ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں کہ
 انکو نہ بکھا اور انہوں نے مجھے دیکھا نہ میرا کوئی حق اپنے ثبات نہ انکو کوئی خدمت مجھ سے یعنی منظوم
 خیر فقیر نون جینک جو لکنا دعا دو لکنا۔ تمام عمر ممنون اور شرمندہ رہو لگا تمہارا بھی احسان مانو لکنا اب
 دو ایک دن میں کاغذ آجائی تو انکا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نوایا صاحب کو میرا سلام کہو اور خط
 دکھا دو اور عرض کرو کہ آجک کسی بہائی یا کسی دست کار دہلے پیسے کا احسان مند بنیں ہوا تھا اب
 احسان بھی اٹھایا تو اپنی آقا یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند کا۔ وہ جو ایک اور کتاب تمہو ذکر لکھا
 وہ ایک لڑکے پڑھائیوں کے مکتب دار کا خط ہے۔ رحیم بیگ اسکا نام میرٹھ کا رہنے والا۔ کئی برس لکنا
 ہو گیا ہے جو باوجود نابینائی کے حق بھی میرا اسکی تحریروں نے دیکھی تھو بھی بھجو لگا مگر ایک بڑی مزیداری
 یہ ہے کہ ہمیں مشیر وہ باتیں ہیں جنکو لطائف صبی میں رزوکہ چکو ہو بہر حال اب اسکے جواب کی فکر لکنا
 والسلام والا کرام۔ نجات کا طالب غالب۔ دوشنبہ۔ ۱۱ ستمبر ۱۲۸۳ء ع
 ایضاً صاحب میں خدا کا شکر بخالاتا ہوں کہ تم اپنے وطن گئے اور عزیزان وطن کو دیکھ کر خوش ہوئے
 اور مع الخیر والعافیتہ اپنے محسن مہربانی کی نعمتیں پھر آچکے۔ نوایا صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہنا
 اور کہنا کہ اس خط میں سلام صرف و خواہش تاق سے لکھا ہے۔ محبت نامہ جداگانہ جلد بھجوں گا۔
 اجمی مان میان سیف الحق راہپور سے آکر میں سو جلدین دُفش کا دیانی کی تیار پائیں۔ لکنا
 سے حقیر بلا درانہ کو ڈیڑھ سو جلد کا پستارہ بنایا اسپرٹاٹ لپٹوایا۔ ڈاک گھر بھجوا یا۔ مسترد آیا

سرکاری اکالون ہرگز اسکا پہنچنا قبول کیا ٹھیکے المیہ فٹ پا کٹ المیہ۔ ریل مارو ستفق لفظ
اسکا رسال سے انکار کرتے ہیں۔ تم میرے رفقہ حضرت کو پڑھو امکو۔ اور اسباب میں جو وہ فرمائیں وہ
مجبور لکھو۔ بقایہ ہر کہ کی طرح یہ پشتارہ دانتک شمع جاتے۔ اس خط کا جواب جب قدر جلد لکھو گے مجھے

زیادہ احسان کرو گے۔ نہات کا طالب غالب۔ شنبہ۔ ۲۳ جنوری ۱۸۶۹ء *
ایضاً بھائی تم جیتے رہو اور تہا علیا کو پہنچو۔ لو ایک سنہ کی بات سنو۔ تمہارا خط منشی کنیا لال کے
نام کا میرے پاس آیا۔ ہر چند میں نے خیال کیا اس نام کا کوئی آشنا مجھے یاد آیا۔ یادانی انکی کہ میرے کنبہ کا کہ
میر نام کا خط آئے تو میرے پاس بھیج دینا بخیر میں نے خط آیا۔ میں نے تمام سو وقت مقام سے وقت۔
خط پھیر دوں تو کیا کروں۔ خط کو واپس کر نیکی بعد ایک دن آپ بھائی میرزا محمد حسین خان کے ساتھ میرے
پاس آئے اور تعارف قدیم یاد دلایا۔ دیکھنا یہاں کیا خوبیاں فرماتے ہیں کہ میں نے عذر سے پہلے میں
تیری باپ حاضر ہوئے انصاف کرو دو میں ملاقاتیں اور گئے برسی بات میں نیاں کا پتلا۔ میرا قصو کیا۔
بہر حال یہ شریف ہیں اور عمدہ روزگار کئے ہوئے ہیں۔ صاحب میں نے اودھ اخبار میں دیکھا کہ چھوٹے صاحب
مقدمہ جتو اور مہی کے صاحبوں میں انکی اور ایش جاہ جلال تعظیم و توقیر کمال ہوئی۔ میں تو
تہنیت میں خط لکھو گا مگر شک آتا ہے کہ بوالہ اودھ اخبار لکھوں اور بوالہ سیف الحق نہ لکھوں
زیادہ زیادہ۔ اسد اللہ خان غالب۔ ۳۱ مارچ ۱۸۶۹ء *

ایضاً منشی صاحب دت اقبال نشان عزیزان سیف الحق میان داد خان سیاح کو کتاب
کی دعا پہنچے۔ پر سون ایک خط تھارا اور ایک خط چھوٹے صاحب کا پہنچا۔ تمہاری خط میں بچاں بچاں کے
کے دو نوٹ پہنچے۔ سوئے و مول ہو گئے راج ملک و اطلاع اور نو ابصا کو شکریہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں بھائی
تمہا اخبار اطراف جوانب میں بہر حال دیکھا ہو گا۔ میں اب محض تمہا ہو گیا۔ خدا جھوٹ نہ لبوئے۔ بچاں جس جگہ
سرخا و سطر صلاح آئے ہوئے کس میں ہری میں نہ بکلمہ میں صاحبوں کو نام لکھا ہوں۔ میرا برائے علیہ

تو ابس علیخان ٹیس حال ایسوی کے حقیقی مامون۔ غرضکہ انہیں اوراق میں تھاری کاغذ بھی صری
 ہوئے میں جس دن ذرا قاقہ پاؤنگا تو اس کو اغذ کو دیکھونگا۔ ۲۲ اپریل ۱۸۷۷ء
 ایضاً منشی صاحب دت اقبال نشان سیف الحق منشی میان اد خان سیاح کو غالباً تو ان
 کی دعا پچھے۔ بھائی میرا حال اسی سوجا نو کہ اب میں خط نہیں لکھ سکتا۔ آگے لیٹر لکھتا تھا اب
 رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہیں ہو سکتا تھا جب یہ حال ہی تو کہو صاحب میں شجاء
 کو اصلاح کیونکر دوں اور پھر میں سم میں کہ گرمی سے سر کا بھیجا پگلا جاتا ہے۔ دوسو پکے دیکھنے کی تاب
 رات کو صحن میں سوتا ہوں صبح کو دو آدمی ہاتھوں لیکر دالان میں لے آتی ہیں ایک کو ٹھری ہر اندھیری
 اٹھیں ڈال دیتی ہیں تمام دن اس گوشہ تاریک میں گزارتا ہوں شام کو پھر دو آدمی بدستور لیجا کر بلنگٹ
 صحن میں ڈال دیتے ہیں۔ تمہاری غزلیں۔ میرا براہیم علیخان بہادر کی غزلیں۔ میرا عالم علیخان کی غز
 حکیم میرا حسن صاحب کی غزلیں اور کیا کہوں کہیں کہیں کی غزلیں۔ یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں اگر کوئی
 دن زندگی اور ہوا دیکھ کر غمی خیز سے گزر گئی تو سب لون کو دیکھونگا یقیناً کا حال ہی کہ ایک مصوہ صاحب
 میرے دوست میرے چہرہ کی تصویر اتار کر لکھتے اسکو میں میں جہیز ہو آج کل ان کا نقشہ کھینچنے کو نہیں آئے
 میں نے گوارا کیا آئینہ پر نقشہ تر وانا اپنی یاد سے اس کام کو کرتے ہیں عید دن وہ آئے تھے میں نے ان سے کہا
 بھائی میری شبیہ کھینچو۔ وعدہ کیا تھا کہ کل تو نہیں پر سون اسباب کھینچو کا لیکر آؤنگا سوال فی قصہ
 دی التجہ محترم پانچواں مہینہ ہی آج تک نہیں آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب کا قطعہ پہنچا۔ اس میں کچھ تو شعر
 اصلاح طلب بھی تھے۔ اب اصلاح کے کون۔ میں تو اپنی مصیبت میں گرفتار۔ ہائے ایک میرا شاگرد رشید
 منشی ہرگوپال تفتہ سواری یل میرے دیکھنے کو آیا تھا اسکو موقع محل بتایا۔ جو میں کہتا گیا اوطح وہ بتا گیا
 وہ قطعہ کاغذ بعد اصلاح کے کل المطلب میں بھیج دیا۔ ہفتہ آئندہ میں تم بھی کچھ لوگوں۔ مرگنا کا طالب غالب

الرجون شہادہ عیسوی

بنام مولوی منشی حبیب اللہ خان المتخلص فیہ کا

جمع جمعہ شوال ۱۲۸۵ھ - ۱۵ فروری ۱۸۶۸ء - بھائی مین مین جانتا کہ ملک مجھسوا تہی ارادت اور مجھکو
تمہاری محبت کیون ہر۔ ظاہر معاملہ عالم ارواح ہر اسباب ہری کو مین خل نہیں تمہارے خط کا جواب
اور اقس مسودہ وانہ ہو چکا ہر وقت پر پہنچا۔ تہرا بہتر۔ اردو مین تبجہ پیر خرفے میری تہتر سکی عمر ہر
بس مین بھی خراف ہوا۔ حافظہ گویا کہی تھا ہی نہیں۔ سامعہ باطل بہت دن سو تھارفتہ رفتہ وہ بھی
کی ناند معدوم ہو گیا آہینہ بھر سے خیال ہر کہ جو دوست آتے ہیں سہی پیرس مزاج سہی بڑھ کر جو تہوتی
وہ کاغذ پر لکھ دیتے مین غذا مفقود ہر صبح کو قند اور شیر بادام مقشر دو پیر کو گوشت کا پانی۔ شام ملی ہو
چار کباب تہے سو وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اور ہقیدر گلاب خرف ہون۔ پونچ ہون۔ عاصی ہون
فاسق ہون۔ روسیہ ہون۔ چھ شعر میر تقی کا میرے حساب ہے

القصۃ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم +

مشہور مین عالم مین مہر ہون بھی کہیں ہم

آج اس وقت کچا فاق تھی ایک خط ضروری لکھنا تھا کہیں کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا۔ مگر پڑھنے سے
معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہیں گئے یا چار باب کتابت جدا گانہ مین لکھتا ہوں تاکہ خلعت حال
اور میری حالات کو معلوم ہو جائیں کہ مین قوم کا ترک سلوٹی ہوں۔ داد امیر ماراوار النہر سے علم کبوت
مین ہندوستان مین یا سلطنت ضعیف ہو گئی تھی صرف پچاس گھوڑے تھاردا نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا
ایک پرگنہ حیر صلات کی تنخواہ اور سلسے کی تنخواہ مین پایا بعد انتقال اسکے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم
تھا و علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبد بیگ خان بہادر لکھنؤ جا کر نوا آصف الدولہ کا نوکر رہا۔ بعد چند روز جید آباد
جا کر نوا نظام علی خان کا نوکر ہوا مین سوار کی جمیعت سے ملازم ہا۔ کئی برس مان رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ
جنگلی کے بکھرے مین جاتی رہی اللہ نے گھبرا کر اور کا قصدا۔ راؤ راجہ پنجا و سنگہ کا نوکر ہوا۔ وہاں کسی لڑکی
مارا گیا۔ نظر عبد بیگ خان میرا چچا حقیقی مرہٹوں کی طرف سے اکبر آباد کا صوبہ دار تھا اُس نے مجھے پالا۔ ۱۲۸۵ھ مین

جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کشتری ہو گئی اور صاحب کشترا کی گزیر مقرر ہوا۔ میر جی پو جرنیل لیک صاحب
 سوار وکی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو ارکا برگڈیر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی
 جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر مزبانی کے حق کی برگ ناگاہ مر گیا۔ سالہ بر طرف ہو گیا۔ ملک کی عوض
 نقدی مقرر ہو گئی وہ ایک پانچ سو برس کا تھا جو باپ مر گیا۔ آٹھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ ششہ
 میں کلکتہ گیا نواب گورنر جنرل سے ملنے کی درخواست کی۔ ذکر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا
 ملازمت ہوئی۔ سات پانچ اور حیفہ۔ سر تیج۔ مالای مرواید۔ تین قم کا خلعت ملازمن بعد جب تین
 دربار ہوا۔ مجھ کو خلعت ملتا رہا۔ بعد غدر مجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار و خلعت دونوں بند ہو گئے۔
 میری بریت کی درخواست گزری۔ تحقیقات ہوئی تری۔ تین برس بعد پٹنچھا اب خلعت معمولی ملا
 غرض کہ یہ ریاست کا ہی عوض خدمت نہیں۔ النامی نہیں معوج الذہن نہیں ہون۔ غلط فہم ہون۔ بدگمان
 نہیں ہون۔ جو جسکو سمجھ لیا اس میں فرق نہیں آتا۔ دوست سے راز نہیں چھپاتا کسی صاحب جید آباد سے گناہم خط
 ملا کہ میں بھیجا۔ بند بری طرح کیا تھا۔ کھو تو میں سطر کٹ گئی بارے مطلب تھا تو میں نہیں جانا۔ بھیجی کی
 غرض بھی تھی کہ مجھ کو سونچ و ملاں ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی اور میں نے جانا کہ تم مجھے
 دل سے چاہتے ہو وہ خط بجنسہ تمہاری پاس میں خط میں ملفوف کر کے بھیجا ہوں زہار و تخط کو پھانک کر تھے
 جھگڑا نہ کرنا۔ مدعا اس خط سے ہے یہ کہ تمہاری ترقی منصب افزونی مشاہدہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی
 ایضا بند پر دو تھارے دونوں خط پہنچے۔ غالب ستہ دم۔ کوتہ قلم۔ لکھو تو یاد آ رہے۔ دونوں خط اس کے
 ایک پارسل محمد نجیب خان کا بتقدیم و تاخیر دوسرے و موصول ہو اہکا پارسل بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائیگا خانقا
 پارسل میں ایک کتاب مفاد و اوراق صلاح بھیجے جائینگے۔ ابانا محرق قاطع کا تمہاری پاس پہنچا
 کامیکہ خواہم ز خدا شد متیرم۔ میں اس خرافات کا خواب کیا لکھتا مگر ان سخن فہم دوستوں کو غصہ آ گیا ایک صاحب نے
 فارسی عبارت میں اس کو عیون طلبہ ہر کئے دو طالب علموں نے اردو زبان میں دو رسا جدا جدا لکھو دانا ہوا اور

محرق کو دیکھ جانو گے کہ مولف ہر کا حق ہوا و جب حق واقع ہریان سوالات عبد الکریم اور لطائف غیبی
 پر ہر کہ مرتبہ ہوا۔ اور محرق کو دھوڑ ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ بیجا بھی ہے۔ واقع ہریان سوالات۔ لطائف غیبی
 تین دن نسخہ ایک پزل میں اس خط کیساتھ روانہ ہوئے ہیں یقین ہے کہ بتقدیم و تاخیر کین دروز نظر انور سرگزین
 فی الحال اس پازل کی سید بغور و رد لکھئے گا جب آپکا بیجا ہونہ مسترد ہونے تو اسکی رسید تم کیجائیگی۔
 چار نسخہ پازل میں ہیں دو آپ لکھو۔ اور دو محمد نجیب خان کو دیجئے۔ دو شنبہ ۲۸ نومبر ۱۸۸۷ء۔ غالب۔
 ایضاً میر شفیق میر شفیق مجھ سے سچ و لہج کے مانو والے بڑے کو چٹھا جانو والے۔ میر محبوب میر
 محبوب مکیویری خبر بھی ہے۔ آگے ناتوان تھا اب نیجان ہوں۔ آگے بہر تھا اب ندھا ہوا چاہتا ہوں
 رہا ہر کہ سفر کارہ اور ہر عشہ و ضعف نصیر۔ جہان چار سطرین کہیں انگلیان طیر صحرای ہو گیشن حرف
 سچوئے سہ گئی۔ اکبر برس جیا بہت جیا۔ اب ندگی برسوں کی ہنیں ہنیتوں اور دنوں کی ہے۔ پہلا خط
 تمہارا پہنچا اس سے تمہارا امیض ہونا معلوم ہوا۔ متواتر دوسرے خط میں غزل آیا غزل کو دیکھا سب شعر چھوڑ کر لطیف
 حافظ کا خیال ہے کہ غزل کی زمین یا دہنیں اتنا یاد ہے کہ ایک شعر میں کوئی لفظ بدل گیا تھا غرض کہ دو
 غزل بعد ہر ٹکڑی بھی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد ہی جو۔ کل ایک خطر جبریدار آیا گویا ستارہ دنبالہ
 حیران کہ ماجر کیا ہے بارگھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض حصول صحت سے خالی اور شکوہ ہا ہی بیجا کبریز
 حساب میر نام کا خط جہان سے روانہ ہوا میں رہ جا تو رہ جا میری کئی کے ڈاکخانہ میں پہنچ کر کیا مجال ہے
 جو مجھے مکے پہنچو وہاں کی ڈاک کو کار پر دازدن کو اختیار ہے مکتوب ایک دین یا ندین۔ آپ مزا صابر کا
 تذکرہ مانگتی ہیں اسکا خیال ہے کہ عذر سے پہلے چھپا اور غرض میں تاراج ہو گیا اب ایک مجلد ہر کہ کہیں نظر
 نہیں آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر و عافیت جلد لکھو۔
 جواب کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ۔ ۱۲ مئی ۱۸۷۶ء۔
 ایضاً مولانا ایک نقد نامہ پہلے بھیجا تھا اس کے جواب میں یہاں سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر

ایک فرہارانی نامہ آیا اس میں میں نے اپنے خط کا جواب دینا چاہا جس خط کے جواب کی گزارش اپنے خط
 جواب طلب کے پاس آئے پر موقوف اور ہمت آزادانہ نہ فطرت کیا دانہ اس تحریر کے آنے پر یہ صرف
 رکھی گئی بارے وہ کل نظر افرور اور طبیعت اُسکے مشاہدہ و طربانہ و زہنی اب درنگ نہی کی یہ تقصیر
 ساقی کچھ اور اپنے نوٹوں کا شروع کیا جو اپنے جیسا تیار انطباعات غیب کی ہر گز ہر حریف کہ بجز تمام انطباعات پہنچی
 اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی۔ سبذہ پر در تم چراغ و دومان چہرہ و فاعل و خاں الصفا ہو جسے ہمیں محبت
 رخصانی ہو گیا علیہ تہائی بانی ہر دست کی بھلائی و طالب ہر شوش کی غائب ایک ہر ہر مری قبول ہو تاکہ جھگو
 رحمت حصول ہو۔ مبادی کا ذکر نہیں کرتا ہوں واقعہ حال دل نشین کرتا ہوں جناب مولیٰ علیہ السلام
 خانصاحب کے بزرگوں میں اور فقیر کے بزرگوں میں باہم وہ خلعت و صفوت مرعی تھی کہ وہ
 مقتضی سکی ہوئی کہ ہم میں اور ائمین برادرانہ ارتباط و اختلاط باہم ہے اور ہمیشہ یونہی بلکہ روز
 افزون رہیگا۔ خط میں خط ملفوف کرتا جناب حکام سے ممنوع ہو تو میں اوتھے نام کا خط تہا ہر خط
 میں ملفوف کر کے بھیجتا۔ ناچار اب آپ سے چاہتا ہوں کہ آپ مولوی صاحب کے یلین اور انکو یہ خط اپنی نام
 کا دیکھائیں اور میری طرف سے بعد سلام میرے کلیات کی پارسل کا اُنکے پاس اور اُنکے ذریعہ غایت سے
 اُس مجلہ کا حضرت فلک فخت نواب مختار الملک کی دور کی نظر سے گزنا اور جو کچھ اُسکے گزرنے کے بعد
 واقع ہو دریافت کر کے مجھ کو مطلع فرمائیں۔ جمعہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۸۵ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۶۳ء غالب
 ایضاً منشی جیسا الطاف نشان سعادت اقبال تو امان منشی حبیب خان کو غالب سے ختہ جگر کی غائب
 تھا راضی پہنچا پڑھ کر دل خوش ہوا۔ تم میری بات پوچھتے ہو مگر میں کیا لکھوں۔ ماتہ میں عشاء انگلیان کچھ
 میں نہیں۔ ایک آنکھ کی بینائی زائل۔ جب کوئی دوست آجاتا ہوں تو اس کے خط کا جواب لکھ دیتا ہوں
 مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنی عزیز کی فاتحہ دلاتا ہوں موتی کی روح کو اُسکی بو پہنچی ہو ایسے ہی میں ہوں
 ہوں غذا کو پہلے مقدار غذا کی تو لون پر منحصر تھی اب ناشون پر ہو۔ زندگی کی توقع آگے ہمیں ہر تھی

آؤ بن پر بھیائی ہمیں کچھ مبالغہ نہیں ہے بالکل میری حال ہو انا اللہ وانا الیہ راجعون اپنی مرگ کا طالب غلام شوالہ شوالہ
 ایضاً۔ جان غائب تھی بہت دن ہو چکا یا نہیں کیا۔ ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا ہوا ہے اور اردو
 سٹیٹ کر گئی۔ اسکا جواب تو کس کام چھوڑ لکھتا ہوں یہ رہا میرا پاس بھی آگئی ہے اور میں اسکی خرافات کا
 حال بقید شہر صفحہ وسط لکھ رہا ہوں وہ تمہاری پاس بھی لکھا شہر طرہ موت بشرط آنکھ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو
 یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں تم اسکا جواب میرے بھیج رہے ہو احوال جہان جہان مناسباً نو دج کر دو
 میں اب قریب مرگ ہوں۔ غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی۔ بہتر یہ کہی عمر انا اللہ وانا الیہ راجعون
 میان تم میرن کو دے جا جواب کا طالب غائب۔ ۱۲ مارچ ۱۹۷۶ء۔

ایضاً بندہ پر وراج تمہارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی میں اس کا جواب ڈاک میں بھیجا یا اور اس خط کیسے
 پارسل نکلیاں گا بھی ارسال کیا۔ دسویں بار میں دن خط اور مہینا میں دن میں پارسل پہنچے گا۔
 خط کا جواب ضروری ارسال نہیں لیکن پارسل کی سید ضرور لکھیے گا۔ آپ کے خط کی عبارت تو
 میں سمجھا لیکن تدعا مجھ پر نہ کھلا۔ میں نے پارسل کب آپ کے پاس بھیجا اور کب آپ کو لکھا کہ
 آپ پارسل مود الدین خان کو دید بھیجے گا۔ پارسل کا لفافہ مولوی صاحب کے نام کا اور آپ کے
 اس کے ارسال کی اطلاع اور آپ کے یہ خواہش کہ مولوی مود الدین خان صاحب سے ملیے اور میر
 جواب کے نام کا ہو انہیں دکھائیے اور ان سے پارسل کا حال دریافت فرمائیے آپ ولایتی بھی
 نہیں جو میں یہ تصور کروں کہ اردو عبارت سے استنباط مطلب چھٹی نہ کر سکے بہر حال اب عاصی بھیج
 اور لو لکھتا ہوں کہ اراد فرمائیے اور پارسل کا حال معلوم کر کے کہتے ہوں کا طالب غائب علی الاطلاق نو دج کتبہ ضرور دینا
 ایضاً بندہ پر وراج آپ کا نقد نامہ پہنچا۔ آج میں اپنی طرہ ہوا جس کا غریب میں نقوش کیچ رہا ہوں آپ کے خط
 کا دوسرا ورق پہنچاں لیجئے اور معلوم کیجئے کہ آپ کا مجموعہ کلام معجز نظام اور اسکے بعد یہ خط پہنچا میں صفحہ شریف کی
 رسید لکھ چکا ہوں بلکہ اسی خط میں محمد نجیب کو سلام اور ارمان شکر و اوراق شہر اصلاح طلب کی رسیدیں

لکھنؤ کے پیرا پیر سے میرا نام شامین پیرا پیر لکھنؤ میں رہتا ہوں کہ وہ مجھے بھی پیرا پیر میں
 آسکر و گردان کر لیا ہو بعد ازاں محصول پکا نام لکھنؤ روانہ کر دیا ہے یقین ہے کہ بعد اچکے خط کی روانگی کے پھر
 پاس پہنچ گیا ہو گا۔ ان حساب خط و بروزہ کیساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا مع اس حکم کے
 کہ میں اسکو مولوی صاحب پاس پہنچاؤں میں نے پایا حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات نہیں صرف اتحاد
 معوی کے اقتضا سے انہوں نے واقعہ بیان لکھنؤ فرجین میں منجھو مددی پھر منشی گویند سنگھ دہلوی ایک کے
 شاگرد اور میرا شاہین۔ انکو وہ خط بجنہ پھجیا۔ یقین ہے کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بخوابین گئے
 نہیں گئے انہیں کے اظہار سے دریافت ہوا ہے کہ مولوی صاحب مرشد آباد بنگالہ میں ہیں نواباظم نے نوکر رکھ لیا ہے پھر
 بقدر حال کیا ایک قدان پایا۔ غالب سوختہ آتش کو ہنر کی داد بھی نہ ملے اسے کسم بخود نہ پذیر و دہن ہنر
 چو نامہ کہ بود ناوشتہ عوالتش + یہ شعر میرا ہے پھر پھر وہی میرا واقعہ الما کی ہا و مغفورے قصیدہ کا آواز دیکھو کیا باغی میری

دستم بکلید غزنئے مے با است	در بود ہتی بدمنے مے با است
باہجگم بکس نغمتا مے کار	یا خود بزمانہ چون منے میا با است

ایضا دوست روحانی و برادر یانی مولوی حبیب اللہ خان میرنشی کو فقیر غالب کا سلام تم نے بوسنت علیجا
 کہاں ہیڑو صوٹہ نکالا اور انکا تخلص اور انکا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر ان محلہ کے انکو خط کیونکر لکھ سکتا
 اور وہ خط انکو کیونکر پہنچا۔ حیرت اندر حیرت است ای یار من + پہلے یہ تو کہو کہ ورفش کاویانی اور
 وہ قطعہ جبکی پہلی بیت پھر ہو۔ تمکو پہنچایا نہیں اگر پہنچا تو مجھ کو رسید کیون نہیں لکھی۔

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ	وخصوص گفتگوے پیرا پیرا نکا کردہ است
-------------------------------	-------------------------------------

اگر یہ پیرا پیر پہنچ گیا ہے تو رسید لکھو ورنہ سبچہ ثانی جدید کی داد دو۔ اور اگر نہیں پہنچا تو مجھ کو اطلاع ہو
 تاکہ ایک نسخہ اور بھیجوں۔ زیتین دشوار۔ اس مہینے یعنی حبیب کی آٹھویں تاریخ سے تہتر و ان اس
 شروع ہوا۔ غذا منجھو سات با دم کا شیر قند کے شربت کے ساتھ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا گڑھا پانی۔

قریباً کم بھی کبھی بیتی تھے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پانچویں بھر شرابی نے ساز اور سیقد رقی
 اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اٹھ نہیں سکتا۔ اور اگر دونوں ہاتھ ٹیکے چار پارہ بنکر اٹھتا ہوں تو پٹ لیا
 لرزتے ہیں مہذا دن بھر میں منہ بارہ بار اور سیقد رات بھر میں پیشاب کی حاجت ہوتی ہے حاجتی
 پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اٹھا اور پیشاب کیا اور پڑا۔ اسباب حیات میں سے یہ بات ہے کہ شب کو
 بد خواب نہیں ہوتا بعد ازاں بول بے تکلف نیند آجاتی ہے مائیکہ کی آمد سارا کچھ ہر مہینے میں لے
 کا کھانا۔ کمزور لگی و شواریا نہیں۔ مردوں کا گوارہ بھی ہے مرنے کا کوئی گوارا ہوگا جو خط کا طالب غالب
 از و جنتی کو اور رویت ۲۵ جب سنہ ۱۱۰۷ اور ۱۱۰۸ میں بھائی یحییٰ از و یحییٰ بیک بہتیا ہوں
 ایضاً جاناں بلکہ جان مولوی شیخ حبیب خان کو غالب خستہ دل کا سلام اور نوید و سرور سیدہ منشی محمد
 کو دعا اور محکوم فرزندار مجید کے لہو کی نوید جو لکاش صاحبزادہ کی طرف سے تھی رسم الخط بعینہ تمہاری تھی اب
 تم بتاؤ کہ رقعہ اسی کی طرف سے نئے لکھا ہے یا خود نئے تحریر کیا ہے اگر کاٹھا کاٹھا ہے ساتھ حیدر آباد
 نہیں آیا۔ ظاہر اب تیرے وطن سے بلایا ہو مفضل لکھو کہ نخل مراد کا تیرے ہی ہے یا اسکے کوئی بھائی
 اور بھی ہے یہ اکیلا آیا ہے یا قبائل کو بھی اسکے ساتھ تھے بلایا ہو۔ مان صاحب مجھے میران یہ قسم مقضی
 اسکا ہے کہ آپ قوم کے سید ہوں نشاء افراط پرش و فرحت سے نہ فضولی۔ یوسف علیخان شریف علی
 خاندان میں بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس سو پچھتر ہینہ پاتے تھے جہاں سلطنت گئی وہ خواہ
 بھی گئی شاعر ہیں رنجیت کہتے ہیں۔ ہوس پیشہ ہیں مضطر ہیں بدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں
 علم ہی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ انکا باپ میرا دوست تھا۔ میں انکو بچائے فرزند سمجھتا ہوں
 بقدر اپنی دستگاہ کے کچھ مہینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت عیال وہ انکو کفایت نہیں دے سکتا
 درخت کے جواب سے قطع نظر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ حساب میں بعین غایت آہی کثیر الاحباب ہوں
 ایک دوست نے کلکتہ سے مجھ کو اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے

نام اسکا مؤید بران ہو اُس رسالہ میں فرمایا کہ میری مرضی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص میری مرضی سے متفق ہو تو اسے کوئی پرکھنے کی بات نہ کہے۔ اس پر کچھ اعتراضات وارد کیے۔ میں اور اہل مدرسہ اور شرفاء کلکتہ نے تقریظیں اور تاریخیں بڑی دھوم کی لکھی ہیں۔ بس جہاں میں نے ملنے علم پر ایک قطعہ لکھ کر چھپوایا اور کئی ورق اُس دست کو اور دو چار جلدیں درفش کاویانی علاوہ اوراق مذکور بھیج دیے۔ اسی زمانے میں تین چار ورق غوث ہجوک درفش کی غزلیں رکھ کر ملو پہنچے ہیں یا تو مجھے غلط یاد ہوئی یا تم نے درفش کو کھول کر دیکھا نہیں؟ اور قیاس مع درفش زینت طاق لسیان ہیں دو ورق اس لفافہ میں اپنے مکر بھیجتا ہوں تم بھی دیکھا اور صاحبزادہ بھی دیکھ اور یہ جانے کہ فی الحال نظم فارسی یہی ہو اور بس۔ ان صاحبزادہ اخبار میں ایک مقصد مولوی غلام امام کا دیکھا مکان تنگ ست جہان تنگ ست مدح مختار الملک متضمن زنت عاوی مسکن پھر مہینہ پھر بعد ہی اودہ اخبار میں یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو نہ بدلا مگر تین مہینہ بڑھا دیا۔ اسی اخبار میں پھر دیکھا کہ ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہو اور ان کے نام اگر وہ وضع تخلص نے اُسکا جواب لکھا ہے آپ نے اس رُوداد کی تفصیل اور جواب اعتراض متوجہ کرنے نام کا طالب ہوں بسبیل افعال۔ دو شنبہ ۱۲ شعبان ۱۲۸۵ ہجری۔

ابنام منشی بہر گوپال صاحب مخاطب میرزا الفتہ

آج منگل کے دن ۵ اپریل کو تین گھنٹے دن ہو ڈاک کا ہر کارہ آیا۔ ایک خط منشی صاحب اور ایک خط تمہارا اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالبہ معلوم ہو گئے مگر ایک مہینہ حیران ہوں کہ کیا کروں یعنی انہوں نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہو اور مجھے کو یہ لکھا ہو کہ اُسکو اُٹا میرے پاس بھیج دینا۔ حال آنکہ خود کہتے ہیں کہ میں اپریل کی چوتھی کو سپاٹوٹا ہوا جاؤنگا اور آج پانچویں ہو بس وہ تو کل روانہ ہو گئے اب میں وہ خط کسے پاس بھیجوں ناچار مکر لکھتا ہوں کہ میں خط کو اپنی پاس نہ دوں گا جبکہ اگر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دینگے تب وہ خط اُنکو بھیجوں گا مگر یہ ہوا

کیا خط ہی خط نہیں میٹھ حوالا کا تھمہ غازی عرضی تھی بنام مہاراجہ سیکینٹھہ باشی سعایت بابو صاحب پر
 مشتمل کہ اُسے لکھا تھا کہ ہر دیو سنگہ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان مہاراجہ جیپور کے
 پاس لایا ہو اور جانی کی دوستی روزگار چے پور کی سرکار میں کر رہا ہو اور اسکے بھیجی کی یہ وجہ کہ پہلو انکے
 کہنے سے محکو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہو میں نے انکو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم اب ہر دیو سنگہ کو
 بلالو میں نے امر جزی کی واسطے امر کلی کا رنگاڑ نہیں چاہتا اُسکے جواب میں انہوں نے وہ عرضی بھیجی اور
 لکھ بھیجا کہ راجہ مرنوا الا ایسا تھا کہ ان باتوں پر نگاہ کرتا۔ اُسنے عرضی گزرتے ہی میرے پاس بھیجی
 فقط ہمارے خط کی جانی جی کی طرف سے میری خاطر جمع ہو گئی گراہی بنی فکر پڑی یعنی بابو صاحب اب وہ ہو
 اگر ہر دیو سنگہ پھر کراہیگا تو وہ بغیر انکے ملے اور انکے کو جو چہ تک ہو کو آہنگا۔ خیر وہ بھی لکھتا ہو کہ راول
 کہیں کو گیا ہوا ہو اسکے آئے پرخصت ہوگی دیکھیے وہ کیا دی اور کیا فرض ہے کہ اُسکے آتے ہی رخصت
 ہو بھی جائے۔ مختاری غزل پہنچی یہ التبتہ کچھ دیر پہنچا ہی تھا۔ پاس گھبراننا نہیں دعا ازاں اللہ
 گناشتہ۔ شنبہ روز ورو دنامہ مرسلہ چار شنبہ۔ ششم اپریل ۱۳۵۷ ع۔ جواب طلب۔
 ایضاً مختاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل شجیت کم لی۔ بھائی کا ہاتھ سے انا معلوم ہوا اور
 میرا سلام کہدینا۔ یہ تمھارا دعا گو اگرچہ اور امور میں پائیہ عالی نہیں رکھتا مگر احتیاج میں اسکا پایہ بہت
 عالی ہو یعنی بہت محتاج ہوں سود و سو میں میری پیاس نہیں بھتی۔ مختاری ہمت پر سو ہزار آفرین
 جے پور سے محکو دو ہزار ہاتھ آجائے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار برس کی زندگی ہوتی تو
 اتنا ہی قرض ادا ہو جاتا۔ یہ پانسو تو بھائی تمھاری جان کی قسم متفرقات میں جا کر سوٹو پڑھ سوچ
 رہینگے سو میرے حرف میں آویں گے۔ مہاجون کا سودی جو قرض ہے وہ بقدر پندرہ سو روپے سے کہ باقی رہا
 اوروہ جو بابو صاحب سے منگوئے گئے مقروضہ صرف انگریزی سوداگر کے دیو تھے قیمت اس چیز کی
 جو ہمارے ہب میں حرام اور تمھاری مشرب میں حلال ہے سو وہ دیئے گئے یقین کہ آج کل میں بابو صاحب

کا خط مع ہندوی آجائے بابو صاحب کے جو خط مل ضروری اور کو انڈیوری میری پاس آئے ہوئے تھے
 وہ یکنے پچھلے ۱۶ مئی کو پارسل میں آئے پاس آئے کر دیئے اور انہیں لکھ بھیجا کہ ہندوی اور میرے
 ہوئے لفافے جلد بھیج دو۔ پچھلے کو آج ۵ دن پوری ہوئے۔ ازاں لکھنا پچھلے ہنم جون ۱۵۳۵
 ایضاً بھائی جمدن کو خط بھیجا تیسرے دن ہر دیو سنگہ کی عرضی اور پچھلے پے کی رسید اور پانچویں
 ہندوی پچھی۔ تم سمجھے بابو صاحب پچھلے ہر دیو سنگہ کو دیئے اور پچھلے سے مجھ کو لئے بہر حال ہندوی
 ۱۲ دن کی میعاد ہی تھی ۶ دن گزر گئے تھے ۶ دن باقی تھی جبکہ صبر کہاں تھی کاٹ کر روئے لے لے کر قرض
 سٹی ہوا بہت مسکدوش ہو گیا آج میری پاس مختصہ نقد کس میں اورم بوتل شراب اور ۳ شیشے گلا
 توشہ خانے میں موجود ہیں اللہ علی احسانہ بھائی صاحب گئی ہوں تو میرا سم علیخان کا خط آنگو دید
 اور میرا سلام کہو اور پھر تم کو لکھو تاکہ میں کو خط لکھوں۔ بابو صاحب پھر تو آجائیں تو آپ کا بلی فرم کیجئے اور
 ان کے پاس جائے گا کہ وہ تمہارے دیار میں۔ اسد اللہ۔ شنبہ ۲۴ جون ۱۵۳۵ ع۔
 ایضاً صاحب کیون مجھ کو یاد کیا کیوں خط لکھنے کی تکلیف اٹھائی۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ خدا تم کو بہتیار
 کہ تمہارے خط میں مولوی محمد الدین خان کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی بنی بخش کی خیر و عافیت بھی
 معلوم ہوئی وہ توبہ نشن کی فکر میں تھے۔ ظاہر ان میں مناسب کیا ہو گا کہ نوکری کی خواہش کی۔
 حق تعالیٰ انکی جو مراد ہو بلاوے انکو میرا سلام کہدینا بلکہ یہ رقمہ پڑھو ادینا مولوی محمد الدین کو بھی سلام
 تم اپنے کلام کے پہنچنے میں مجھ سے پرسش کیوں کرتے ہو۔ چار جزو ہیں تو میں جزو میں تو نے تکلف بھیج
 میں شاعر سخن آں نہیں۔ با صرف سخن فہم رکھیا ہوں۔ بوڑھے پہلوان کی طرح بوج تباہی کی گون
 بناوٹ نہ سمجھتا شکر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا اپنا اگلا کلام دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ کچھ
 میں نے کیوں کر کہا تھا قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیج دو۔ غالب یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۵۳۵ ع۔
 ایضاً میرزا قاضی مہندرے اور قاضی منوی کا پم فلٹ پاکٹ پر جون ۵ اگست کو اور جناب میرزا

حاتم علی جس کی نثر شاید آغاز گشت میں روانہ کر چکا ہوں اس شری رسید نہیں پائی اور میں معلوم ہوا کہ
 میری خدمت مخدوم کی مقبول طبع ہوئی یا نہیں۔ نہیں معلوم بھائی بنی بخش صاحب کہاں ہیں اور کس طرح
 ہیں اور کس خیال میں ہیں۔ میں معلوم مولوی قمر الدین خان الہ آباد سے آگئے یا نہیں۔ اگر نہیں آئے
 تو وہ وہاں کیوں متوقف ہیں۔ بیشتر قیام وہاں ہو چکا ہے اپنا کام کرتے لگی یا کر رہے ہیں۔ آپ کو
 بتا دیتا ہوں کہ ان تینوں باتوں کا جواب الگ الگ لکھیے اور جلد لکھیے اس خط کے پہنچ کر تک غلب
 ہو کہ پارسل پہنچ جائے اسکے پہنچنے کی اطلاع دیجئے گا اب ایک امر اور سنو۔ میں نے آغاز یازدہم مئی
 ۱۸۷۷ء سے ویکم جولائی ۱۸۷۷ء تک روداد شہر اور اپنی سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال شریفین
 اور التزام اسکا کیا ہو کہ دستاویز کی عبارت یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے
 جو نظم اس شریفین مرجع ہو وہ بھی لے آئیں نثر لفظ عربی ہو یا ان اشخاص کے نام نہیں لکھ جاتے۔ وہ
 عربی۔ انگریزی۔ ہندی جو ہیں وہ لکھ دیتے ہیں مثلاً ہمارا نام۔ منشی ہرگوپال منشی لفظ عربی ہو نہیں لکھتا
 گیا اسکی جگہ شیوا زبان لکھ دیا ہو یہی میرا خط جیسا اس قصہ کا ہو یعنی نہ چھ درانہ گنجان۔ اور اوراق
 پر ہر طرح کہ کسی صفحہ میں ۲۰ سطر کسی میں ۲۲ سطر بلکہ کسی میں ۱۹ سطر بھی آئے چاہیں صفحہ یعنی ۲۰ سطر
 میں اگر ۱۷ سطر کے سطر ہو کوئی گنجان لکھو تو شاید دو جزو میں آجائی یہاں کوئی مطبع نہیں ہے سستا
 ہوں کہ ایک ہوا سمین کا پی لکھا خوشنویس نہیں ہو۔ اگر اگر وہ میں اسکا چھاپا ہو سکے تو محکو اطلاع کرو
 اس تہیہ دستی اور ہینوائی میں بچیس کا میں بھی خریدار ہو سکتا ہوں لیکن صاحب مطبع اتنے پر کیوں ماننے لگا
 اور البتہ چاہیے کہ اگر ہزار نہ ہوں تو پانچ سو جلد تو چھاپی جائے یقین ہو کہ پانچ سو سات جلد چھاپ کر کیسٹوں
 میں سے ہم قیمت پڑے گا پی تو ایک ہی ہوگی۔ رہا کا قد وہ بھی بہت نہ لگے گا۔ لکھائی متن کی تو آپ کو
 معلوم ہو گئی۔ حاشیہ البتہ ثقات کے معنی لکھے جائینگے بہر حال اگر ممکن ہو تو اسکا تذکرہ کرو۔ اور
 حساب معلوم کر کے مجھ کو لکھو مگر منشی قمر الدین خان لکھ آگئے ہوں تو انکو شریک مصلحت کرو۔ ان تینوں

جواب اور پائل کی سید اور اس مطلب خاص کا جواب سب کی خط میں پاؤں ضرور۔ ضرور ضرور۔ غالب
 گناشتہ و روان داشتہ شنبہ۔ ہفتہ گشت شنبہ جواب طلب اس طرح تاکید کے سیرنگ بھی گیا۔
 ایضاً لکھتا تھا خط آیا اور دل ہوا زوئے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہیں کرتے ہیں
 ہر کہ نہیں لکھا کہ یہ عبارت دو جزو میں آجائے۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ عبارت ہفتہ گشت کہ دو جزو میں آجائے۔
 لیکن میں چاہتا ہوں کہ جم زیادہ ہو۔ بہر حال اس نمونہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوع ہو لگاتے کی خواہش ہے
 اس کی روش دلاویز اور تقسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھ دی اچھا کیا۔ بھائی نئی بی بخش صاحب
 شرکے فقرے جس محل پر کہ آگے بتائے ہیں ضرور لکھوا دینا۔ میں نے جو ٹکڑے میرا زئی کا خطاب یا ہوں
 فقرہ نہیں اسکا اظہار کیا ہے بہت ضروری امر ہے اور میں نئی شیونز این صاحب آج صبح لکھ چکا ہوں
 تیسرے صفحے کے آخر یا جو تھے صفحہ کے اول یہ جملہ ہے اگر دردم دیگر نہیں مباحش ہم زند۔ نہیں کے جگہ
 نواسے بنا دینا یہ نواسے مباحش ہم زند۔ نہیں لفظ عربی ہے اگر وہ جائیگا تو لوگ مجھے اعتراض کریں گے
 نیز چاقو کی نوک سے نہیں کا لفظ چھیدا جائے اور وہی جگہ نواسے لکھ دیا جائے۔ رائی امید منگے نے چھپر
 عنایت کی اور مطبع کی اعانت کی۔ حق تعالیٰ انکو اس کار سازی اور فقیر نوازی کا اجر دی۔ صاحب کبھی
 کبھی میرا کام متے آ پڑا ہے اور پھر کام کیا کہ جمیں میری جان ابھی ہوئی ہوا دینے کو اپنی بہت ہی مطالب
 حصول کا ذریعہ سمجھا ہے جو اسطے پہلو ہے نکر و اور بدل توجہ فراڈ۔ کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے
 چھ جلد کی تسلی کا ذمہ بر خود اے عبداللطیف کا کردو۔ میری طرف سے دعا کہ وہ اور کہو میں تھا ابڑا اور مفلس چھا
 ہوں تصحیح بھائی کریں۔ ترمیم تم کرو۔ کہتا ہوں مگر نہیں جانتا کہ ترمیم کیونکر کیا چاہئے سنتا ہوں کہ
 چھاپے کی کتاب کے حروف پر سیاہی کی قلم پھیرتے ہیں تاکہ حرف روشن ہو جائیں۔ سیاہ قلم جو جدول بھی
 کچھ جاتی ہے پھر جلد بھی پر تکلف بن سکتی ہے۔ نتیجے کی دستکاری اور صناعتی اور ہوشیاری انکی میرے
 کس دن کام آدینگی۔ میرا نفعہ تم بٹے نے درد ہو۔ دلی کی تباہی پر ٹکڑے ہم نہیں آتا بلکہ تم اسکو آباد

آباد جانتے ہو یہاں نیچہ بند تو میسر نہیں۔ صحائف و نقاش کہاں۔ شہر آباد ہوتا تو میں ان کو تکلیف کیوں دیتا
 یہیں سب سستی میری آگہوں کے سامنے ہو جاتی قصہ مختصر عبارت منشی عبد اللطیف کو پڑھا دو۔ میں تو
 ان کے آپکا پناہ حقیقی بھائی جانتا ہوں۔ اگر وہ مجھ پر اپنا حقیقی چچا جانیں اور میرا کام کریں تو کیا عجیب سے دو
 روپے فی جلد اس زیادہ کا مقدور نہیں جب مجھ کو لکھو گے۔ ہندوی مجھ کو لگا چھ روپے آٹھ روپے دس روپے
 حد بارہ روپے میان کو سمجھا دینا۔ کئی کی طرف نہ گرین چیز جتنی ہے نہایت بارہ روپے میں چھ جلدیں تیار
 ہوں۔ منشی شیونیرین کو سمجھا دینا کہ زہار عرف نہ کہیں نام اور عرف بس۔ اجزاء خطابی کا لکھنا مناسب
 بلکہ مختصر مگر ان نام کے بعد لفظ بہاؤ کا اور بہادر کے لفظ کے بعد تخلص سعد اللہ خان بہادر۔ کتاب
 بھائی نے اوراق شہوی کی سینہ لکھی کہیں وہ پارسل میں سے گرنے لگے ہوں۔ دیکھو کس لطف سے میری
 حقیقت بیان ہوئی جو اوروں کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر میں اس کی عبارت کیا بتاؤں صاحب میرا کہ
 اردو میں آخر کتاب پر لکھیں منشی جی سے شکر لکھو۔ منشی عبد اللطیف کو خط پڑھا دو۔ نہیں کی جگہ نوا بنا
 صاحب طبع کو میرا پتہ دو خاتمہ عبارت حکم صاحب طبع سے لکھاؤ۔ برخواستہ عبد اللطیف کو مقدار وسیع کی فہم اگر مجھ کو لکھیں
 اپنی شہوی کی پس لکھو۔ اپنی بھائی دل مسرت دینا اتوار کو اسلئے کہ مجھ کو خبر نہایا۔ جو ہم تمہارے آہنگام نیمروز
 ایضاً میرا لفظ کو دے چاہئے۔ دونوں فقرے جس محل پر پڑائے ہیں خاشیہ پر لکھ دے ہوں کہ نہیں کے لفظ
 کو چھیل کر نواسے بنا دینا ہوگا۔ برخواستہ منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہوگا ان کی سزا
 سے یقین ہو کہ میری التماس قبول کریں اور اوپر تو تہ ہوں سکا پی لکھی جانی اور مجھ پر پانا شروع ہوگا
 ہوگا۔ آخر پھر پڑا ہو تو خاشیہ آٹھ آٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے جائیں اور کتاب جلد طبع ہو جائے
 بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہیں چھپر ہر بان اور حسن کلام کے قدردان ہیں
 تبصرح میں پڑوائی کریں گے تو کیا میری توضیح کے رُو دار ہوگی۔ بھائی نے بھی اور منشی شیونیرین صاحب بھی
 میں ایک عبارت لکھا ہوں اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت میں چھاپے۔ نام لکھا غائب کا یہ بیان ہوگا

یہ جو میری سرگزشت کی داستان ہے انکو میں نے مطبع مفید غلامی میں چھپوایا ہے اور میری رائے میں سکا قیام
 قرار پایا ہے کہ اگر صاحب مطبع جب تک مجھ سے طلبِ خدمت نکرے اپنے مطبع میں اس کے چھاپنے پر جرات نہ کرے
 اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریز منظور ہو تو منشی شیدائیں صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپنے میں یہ بات
 پہلے بھی لکھ چکا ہوں اپنے امر ضروری الاطاعت ہو اسو اس طرح خط لکھا ہے اکتے اردو عبارت دوسری کہ میری شفیع
 شفیق حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھوں نے ایک بات جواب طلب لکھی اس کا جواب اسی خط میں لکھا
 ہوں کہ چاہیے کہ ان سے لکھ بلکہ یہ عبارت انکو دکھا دو بندہ پر روقاب عطاء اللہ خان میرٹوی دوست
 شفیق ہیں ان کے فرزند رشید میر غلام عباس الخاطب سیف الاولیہ و دون صاحب صحیح و سالم ہیں شہر سے باہر
 چار کوس پر کوئی گانا ہو وہاں رہتے ہیں شہر میں اہل اسلام کی آبادی کا حکم نہیں اور ان کے مکان تفرق میں ضبط
 ہو گئے ہیں نہ و اگر اشت کا حکم ہے ۔

ایضاً میرزا فتنہ اس غزوگی میں مجھ کو ہنسنا تھا اسی کام ہے بھائی تفسیر گلستان چھپو اگر کیا فائدہ
 اٹھایا ہے جو انطباع سنبستان و نفع اٹھاؤ گے۔ روپیہ جمع رہے دو۔ آدا جی چیز ہے اگرچہ قلیل ہو اور
 اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نہ کرو اور درخواست دیدو بعد نو چھینے کی روپیہ لکھو لکھا گیا میرا ذمہ کہ
 اس نو چھینے میں کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر اچانا ہو بھی تو ہوتے ہوئے اسکو مدت چاہیے تیغیر بجا ہو
 اب ہو تو تیغیر ہو یعنی قیامت اور اسکا حال معلوم نہیں کہ کب ہوگی اگر اعداد و حساب سے دیکھو تو بھی تیغیر
 ہوتے ہیں۔ جمال فتنہ سال انیس پچاسویں ہوہم۔ میان میں جو آخر جوڑی کو رہو جا کر آخر باج میں بیان
 آگیا ہوں تو کیا کہوں کہ یہاں کے لوگ میری حق میں کیا کیا کہتے ہیں ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ شخص
 رامپو کا استاد تھا اور وہاں گیا تھا اگر نواب صاحب نے کچھ سلوک کیا ہوگا تو بھی پانچ ہزار روپیہ کم نہ دیا ہوگا۔
 ایک جماعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ نواب نے نوکر رکھ لیا تھا۔ دوسرا فرقہ
 کہتا تھا۔ نواب انٹسٹ گورنر بہادر کہ آباد ہو رہا ہے اور انکو غالب و ان ہونا معلوم ہوا تو انہوں نے

نواب صاحب نے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتی ہو تو ہو کو جواب دینا اور صاحب نے برطانیہ کو دیا یہ تو سن لیا اب
صلح حقیقت سنو۔ نواب یوسف علی خان بہادر تیس تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس میرے شاگرد
ہیں آگے گاہ گاہ کچھ بھیج کر تے تھے اب جولائی ۱۸۷۸ء سے سورہ پیہ مہینا ماہ ماہ بھیجتے ہیں بلا ہتھیار
اب میں گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا بشرط حیات بعد رسالت کی پھر جاؤ لگاؤ وہ سورہ پیہ مہینا یہاں ہوں وہاں
رہوں خدا کے ہاں سے میرا مقرر ہے غالب ۳۱ مارچ ۱۸۷۸ء

ایضاً کیون صاحب کیا آئین جاری ہوا ہے کہ سکندر آباد کے ہندو لے دی کی خاک نشینوں کو خط
نہ لکھیں بھلا اگر یہ حکم ہو ہوتا تو یہاں بھی تو ہتھیار ہو جاتا کہ نہ ہاں کوئی خط سکندر آباد کو نہ ہاں کی ڈاک میں
نہ جائے ہر حال میں کس شبنم یا نشوونما گفتگوئے میکنم۔ کل مجھے کے دن ۱۲ اپریل کو نمبر کو ۳۳ جلد میں
بھیجی ہوئی برخواستہ نوائے کی کٹھنیں کاغذ۔ خط تفتیش۔ سیاہی۔ چھاپہ سب خوب دل خوش ہوا
اور شیو نرائن کو دعا دی۔ سات کتابیں جو میرزا حاتم علی بیگ صاحب کی تحویل میں ہیں وہ بھی یقین ہے کہ
آج کل پہنچ جائیں معلوم نہیں نشی شیو نرائن نے اندر کو و بیٹے رائی امید سنگھ کے کس طرح بھیجی ہیں یا نہ
بھیجن صاحب تم میں خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے قصہ کا حال لکھو۔ سکندر آباد کتبک سہو اگر کہہ دے گے
شبنہ ۱۳ نومبر ۱۸۷۸ء۔ جواب طلب

ایضاً صاحب ۲۵ اپریل کو ایک خط اور ایک پریسل ڈاک میں ارسال کر چکا ہوں آج ۳۰ اپریل کو
خط اور پریسل دونوں پہنچ گئے ہونگے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جو میں ہر وقت روانہ
کرتا ہوں ایک مرادوست اور بھارتیہ ہندوئی نے اپنے حنفی نتیجے کو بیٹا کر لیا تھا اٹھارہ تیس برس کی عمر میں
مکاہتری خوبصورت و ضمدار نوجوان ۱۸۷۸ء میں جلائے پڑ کر مر گیا اب سکا باپ محمد سوارزو کرتا ہے کہ ان کی
اسکے مرئی لکھوں ایسی کہ وہ فقط تاریخ نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اسکو پڑھ کر مہیا کرے سو بھائی اس سائل کی
خاطر مجھ کو عزیز اور فکر شرمزوک مہذابہ اقمہ تمہاری حساب لائی ہو جو چھکان شرمزوک کو وہ مہیا کرے کہ ان کی

بطریق شہنوی میں تیس شعر لکھے۔ مصرع آخر میں مافہ تلخ ڈال دو۔ نام اسکا برج مومن تھا اور اسکو مایہ نوا کہتے تھے۔ چنانچہ مین بحر ہرج مسدس معجون میں ایک شعر لکھا کہتا ہوں چاہو اسکو آختر میں بنے دو اور آئندہ ہی بحر میں اور اشعار لکھ لو۔ چاہو کوئی اور طرح کا لکھ لیکن خیال میں ہو کہ سائل کو متوفی کو کام کا برج ہونا منظور ہے اور ابو برج مومن اسو اس بحر کے بحر میں نہیں آسکتا وہ شعر میرا ہے۔

بزم چون نام بابو برج مومن	چکد غرن دل لیش از لب من
---------------------------	-------------------------

غالب بگشتہ روز مجبہ۔ سیام اپریل ۱۳۵۸ ع +
 ایضاً۔ بھائی تمھارے خط میں اوراق شہنوی ملفوف تھی پہنچا۔ آوراق شہنوی آوراق دستنبو کے ساتھ پہنچتے۔ اب تمھارے مطالب کا جواب جدا جدا لکھتا ہوں۔ الگ الگ سمجھ لینا صاحب مزاحاتم علی بیگ صاحب سے کیوں کہا۔ بات اتنی تھی کہ وہ مجھ کو لکھ بھیجتے کہ شرابی اور مرزا صاحب نے پسند کی اب کتنے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کے شکوہ بجالانے کا شکوہ بجاتا ہوں۔ چھاپے کے نام میں جو آپ نے لکھا وہ معلوم ہوا۔ اس تحریر کو جب دیکھو گے تب جانو گے اہتمام اور عجائبات اس کے چھپوانے میں ہوا اسطے ہو کہ امین سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیج دینا اور ایک جلد نذر ان کے ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کرونگا اب سمجھ لو طرز تحریر کیا ہوگی اور صاحبان مطبع کو اسکا نظاب کیوں نام مطبوع ہوگا جیسے دعاس غمزدگی بیگم ہنسنا یا وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا۔
 گرچہ عمل کا خردمند نیست + عمل کار اہل کار + یہ شعر شیخ سعدی کا بادشاہ کی نصیحت میں تو ہے۔
 جبر خردمند مفر ما عمل + یعنی خدمت و اعمال سولے علماء و عقلا کے اور کی تفویض نکر۔ پھر خود کہتا ہے کہ چہ عمل کا خردمند نیست + یعنی کہ چہ خدمات اشغال سلطانی کا قبول کرنا خردمند کا کام نہیں عقل سے بعد ہوگا کہ آئی کہ خردمند عمل الگ ہو اور خدایان ہو بطریق خردمند کے ورنہ وہ خدا کی عمل کار اہل کار کے معنی پر نہیں آتا مگر قلیل اور وقف یا اور پرک ملک کیوں کی ناری فقط غالب

ایضاً میری جان کیا سمجھے ہو سب مخلوقات تفتہ و غالب کیونکر بنجائیں سہ ہر یک کا
 بہر کا لے ساختہ انت متا سوتا مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا مزانہ بدلیگا
 آبدیوین اس شخص کو نصیحت کروں وہ کیا سمجھسکا کہ غالب کیا جانے عبدالرحمن کون ہے اور مجھ کو
 اس سے کیا رسم و راہ ہے جو بے شہرہ جانیکا کہ تفتہ نے لکھا ہو گا۔ میں انکی نظر میں شبک ہو جاؤنگا
 اور تم سو وہ سرگران ہو جائیگا اور یہ جو تم کہتے ہو کہ تو نے اس شخص کو اپنے عزیز و نہیں گناہی ہنڈ پوئیں تو
 بنی تم کو مسلمان یا ہند یا نصرانی عزیز رکھتا ہوں اور اپنا بھائی گنتا ہوں دوسرا ملنے یا نہ ملنے۔ باقی
 یہی ہے عزیز داری جسکو اہل دنیا قرابت کہتے ہیں اُسکو قوم اور ذات اور مذہب و طریق شرط ہے اور اُسکے
 مراتب و درجہ میں نظر اس تنویر پر اگر دیکھو تو مجھ کو اس شخص سے خض برابر علاوہ عزیز داری کا نہیں اندازوں
 اگر عزیز کہید یا کہید یا تو کیا ہوتا ہے۔ زین العابدین خان عارف میری سائلے کا بیٹا شخص اُسکے سہکھا شیا
 اُسکو چاہا ہو کہ لو۔ خلاصہ یہ کہ جب ادھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب و کو کہنا لغو و بیفائدہ بلکہ
 بے تمہارا میرٹھ جانا اور ذاب مصطفیٰ خان سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے ہیں اب
 تمہارے خط سے مراد آباد ہو کر سکند آباد آنا معلوم ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہ تمکو خوش و خرم
 رکھے۔ مرقوم جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۸۵۹ء ۶-۴-

ایضاً صاحب تمھارا خط مع رقمہ مروغن فہم پہنچا۔ تمھاری خوشامد نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں کہ
 تمھارے کلام کی تحسین کرنیوالا فی حقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے۔ جواب میں درنگ اس راہ
 ہوئی کہ میں مصطفیٰ خان کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا۔ تین دن مان رہا۔ کل مان سکا
 آج کل کے خط پہنچا۔ محترمہ و مرسلہ چار شنبہ ۲۶ جنوری ۱۸۵۹ء ع۔ غالب ✽
 ایضاً میرزا تفتہ علی قریب پہر کے ڈاک کا ہر کارہ وہ جو خط باشا کرتا ہے آیا اور اس نے
 پارسل بم جامہ میں لپٹا ہوا دیا۔ پہلے تو میں بھی حیران ہا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک کیج کیوں آیا

بارے ہنسکی تحریر کی تھی تو تھکے ہاتھ کا پیمنٹ لکھا ہوا اور ٹکٹ لکھ ہوئے مگر اُسکے آگے
کالی ٹھہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا ہے ہر کارہ نے کہا کہ پھر دلو لیجئے۔ دلوادیئے اور پارسل لے لیا
حیران کہ یہ کیا بیج پڑا۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تھکا آدمی جو ڈاک گھر گیا اسکو خطوں کے بکس میں
ڈال دیا۔ ڈاک کے کارپردازوں نے غور نہ کی اور اسکو بیرنگ خطوں کی ڈاک میں بھیج دیا
وہ صاحب جو میرے عرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہیں یعنی منشی بیگوان پر شاہ
نسل خان میرا سلام قبول کریں۔ غالب۔ ۲۸ جولائی ۱۸۵۷ء

البتہ بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کا ہے کوئی مکالمہ ہو۔ آج صبح کو ایک خط بھیج چکا ہوں
اب ہفت ہوتا خط اور آیا۔ سو صاحب لفظ مبارک میم حایم دال اسکے ہر حرف پر میری جان بٹا رہی
مگر چونکہ بیان سے ولایت تک حکام کے ہاں سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خان نہیں لکھا جاتا
میں نے بھی موقوف کر دیا ہو یا میرزا و مولانا و نواب سہین نکو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہتے ہو
بھائی کو کہنا انکے خط کا جواب صبح کو روانہ کر چکا ہوں۔ میرزا تفتہ اب تم ترمین جلد ہی کتاب کے باب
برادر زادہ سعد مند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا مہربان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں خط نام کر کے
خیال میں آیا کہ وہ جو میرزا صاحب سے مجھ کو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر کروں۔ صاحب ہاں اکیلا جبا
موسوم آقا بک کتاب نکلتا ہو اسکے ہستم نے التزام کیا ہو کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے
حالات کا لکھتا ہو نہیں معلوم آغا کس جہنے سے ہو۔ حکیم حسن اللہ خان یہ چاہتے ہیں کہ
سابق کے جو اوراق میں جیسے ہوں وہ جو چھاپے خانے میں مسودے سے ہیں اسکی نقل
کاتب سے لکھو اگر بیان بھی جائے اجرت جو کہی آئیگی وہ بھی جائیگی اور ابتدا و انتہا ۱۸۵۷ء
انکا نام خریداروں میں لکھا جائے دو ہفتے کے دو نمبر انکو ایک لفافہ میں بھیج دے جائیں اور پھر ہر
جہنے ہفتہ در ہفتہ انکو لفافہ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مرتب جناب میرزا حاتم علی بیگ صاحب

لکھ چکا ہوں اور اب تک آثار قبول ظاہر نہیں ہوئے۔ لفظ حکیم صاحب پاس پہنچو نہ ان صفحات کی نقل میرے پاس آئی۔ آپکو ہمیں سچی ضرورت ہو اور وہاں صاحب آفتاب المصاب کا مطبع تو کشمیری بازار میں ہو گا آپ مجھکو کہیں کہ مفید خلائق کا مطبع کہاں ہو عجب ہی کہ ابن صاحب شفیق نے میری تحریرات کا جواب لکھا۔ فرمایش حکیم حسن اللہ صاحب کی بہت اہم ہے۔ عند الملاقات میرا سلام کہہ کر اسکا جواب بلکہ وہ اخبار لے کر آؤ۔ جمہ۔ ۲۷ ستمبر۔

ایضاً بہائی میں نے مانا تمہاری شاعری کو میں جانتا ہوں کہ کوئی دم ٹھوکر خن ہو فرصت نہ ہوگی پر جو تم نے التزام کیا ہے صریح کی صنعت کا اور دوخت شعلہ کھینے کا اس میں ضرورت نہ تھی۔ ملاحظہ رکھا کرو اور جو کچھ لکھو دیکھو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو۔ کیونکہ یہ بل خط پوسٹ پیڈ بھیجا اور وہ بھی آئی ہے سکندر آباد کو آیا۔ حاتم کے سوا اور میرے سو کسی نے کیا کہا ہو گا۔ کیا ہنسی آتی ہو تمہاری باتوں پر خدا کو جتنا کہتے اور جو کچھ تم چاہو ٹھوکر دے۔ جانی جی کی بڑی فکر تو یہ نہیں ہو گی کہ چاہتا تھا کہ انکا مال لکھو تمہاری خط میری معلوم ہوا کہ ٹھوکر بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں میں یقین ہو کہ تمہیں میں ہو ٹھوکر نہ نہیں پہچانا کہ وہاں تقیم نہیں ہیں خدا جانے کب چل نکلیں۔ بہر حال تم بھر پور سے قریب ہو اور انکی ستون کو جانتی ہو اور اگر ہو سکے تو کسی کو لکھ کر خبر منگو اور جو کچھ ٹھوکر معلوم ہو وہ بھی مجھکو لکھو منشی صاحب مع منشی عبد اللطیف کو لیں آگئے۔ کل ان کا خط مجھکو آیا تھا آج اسکا جواب بھی روانہ کر دیا۔ اسد اسد۔ یکشنبہ ۲۱ ماہ اگست ۱۲۵۳ ع ۴

ایضاً بہائی آج مجھکو بڑی تشویش ہو اور یہ خط میں ٹھوکر کمال ہو رہی میں کہتا ہوں جس دن میرا خط پہنچو اگر وقت طو اک کا ہو تو آہی وقت جواب لکھ کر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب دیجو۔ غشا تشویش منطرب کا یہ ہو کہ کئی دن سولہ بہت پور کی بیماری کی خبر سننی جاتی تھی کل سے اور بڑی خبر شہر میں مشہور ہے تم بھر پور سے قریب ہو یقین ہے کہ ٹھوکر تحقیق حال معلوم

جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راہ کا ٹھکانہ نہیں مجھ کو فکر جانی جی کی ہو کہ اُسی علاقہ میں تم ہی شامل ہو صاحبان
انگریز نے ریاستوں کے باب میں ایک قانون وضع کیا ہے جو ریش مہرجان پر سرکار ریش ریاست پر قائم
متصرف ہو کر ریش زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہو سکا رہی بندوبست
میں کوئی قدیم خدمت موقوف نہیں ہوتا اس صورت میں یقین ہو کہ جانی صاحب کا علاقہ بدستور قائم
ہے مگر وکیل میں معلوم نہیں مختار کون ہو اور ہمارے بابو صاحب میں اور اس مختار میں محبت کیسی ہے
رانی سوانلی کیا صورت ہو تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو لیکن انہوں نے ازراہ ڈوراندیشی کو
متوسل اس سرکار کا کر رکھا ہے اور تم مستغنیانہ اور لاابالیانہ زندگی بسر کرتے تھے اب نہ ہمارے روش کہنا
اب تکوینی لازم آتا ہے جانی جی کے ساتھ دشمنان حکام والا مقام ہوتا ہے چاہے کول کی آواز
کا ترک کرنا اور خواہی خواہی یا بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری اسے میں یون آیا ہو اور میں
نہیں لکھ سکتا کہ موقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے جانی جی بہت پورے ہیں یا اجیر میں ہیں۔
کس فکر میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ واسطی خدا کے نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل اور متبحر جو کچھ
واقع ہو ہو اور جو صورت ہو مجھ کو لکھو در جلد کہ مجھ پر خواب غور حرام ہے۔ کل شام کو میں نے سنا آج صبح
تعلقہ نہیں گیا اور یہ خط لکھ کر ازراہ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہے تم بھی اسکا جواب بیرنگ و انہ کرنا آؤ
انہ ایسی چیز نہیں ڈاک کے لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاؤ تو میں اور پوسٹ پیڈ ٹرا
رہتا ہو جب اس محکمہ میں جانا ہوتا ہو تو اسکو بھی لیجاتے ہیں زیادہ کیا لکھوں کہ پیشان ہو
نوشتہ چاشتگاہ دو شنبہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۷ء۔ ضروری جواب طلب +

ایضاً میان مزار تفتہ ہزار آفرین کیا اچھا مقصد لکھا ہے واہ واہ چشم بد دور۔ تسلسل
سلاست الفاظ ایک مصرع میں تھو محمد اسحاق شوکت بخاری سو توار ہو۔ یہ بھی محل فخر و شرف
کہ جہان شوکت پہنچا و مان تم پہنچو وہ مصرع یہ ہرے چاک گردیدم و از حبیب بدایان رفتم +

پہلا صبح ہمارا اگر اسکے پہلی مصرعی چاہتا تو میرا دل اُترنا زیادہ خوش ہوتا خدا کو اتنا جلائی کہ ایک
 دیوان ۲۰ جزو قصائد کا لکھ کر خیردار قضا بد بقیہ حروف تہجی نہ حج کرنا صاحبِ عجیب ہنر گوار کا
 معاملہ اور یہ جو تہنوا اسکا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا سب یاد ہے میں نے اسکو
 دوست بطریق طنز لکھا ہے ہر حال وہ جو میں نے خاقانی کا شعر لکھ کر اسکو بھیجا اسکی مان کر کے
 اگر میرے اس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا سراپا قصہ تھنے یاد دلایا۔ داغ کہتہ حسرت کو چمکایا
 یہ قصہ نشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین
 کے پاس گزرا اور حیدر گزرا اسی دن پانچ ہزار روپے کے بھیجے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی نشی
 محمد حسن نے مجھ کو اطلاع دی۔ منظر الدولہ مرحوم لکھنؤ سے آئے انہوں نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور
 کہا کہ خدا کی قسم میرا نام نشی محمد حسن کو نہ لکھنا چارمین نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ
 تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزری انہوں نے جواب لکھا کہ پانچ ہزار روپے
 تین ہزار روشن الدولہ نے کہائے دو ہزار نشی محمد حسن کو دیئے اور فرمایا کہ امین سے
 جو مناسب جانو غالب کے پیچیدہ کیا اُسے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا۔ اگر نہ بھیجا ہو تو جھکو لکھو میں نے
 لکھ بھیجا کہ مجھ پر پانچ روپے ہی نہیں بھیجے اسکے جواب میں انہوں نے لکھا کہ اب تم مجھ کو خط لکھو
 اوسکا مضمون یہ ہو کہ میں نے باو شاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجھ کو معلوم ہوا
 کہ وہ قصیدہ حضور میں گزرا مگر یہ میں نے نہیں جانا کہ اسکا صلہ کیا مرحمت ہوا میں کہ ناسخ ہوں
 اپنے نام کا خط باو شاہ کو پڑھوا کر اُنکا کہایا ہوا روپیہ اُنکے حلق سے نکال کر حکو پیچیدہ لکھا یہاں
 یہ خط لکھ کر میں نے ڈاک میں روانہ کیا آج خطر روانہ ہوا۔ تیسرے دن شہر میں خبر پڑی کہ
 نصیر الدین حیدر مر گیا اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے غالب شنبہ ۱۹ اگست ۱۲۱۵ء
 ایضاً آؤ مزا الفتہ میری گلے لگ جاؤ بیٹھو اور میری حقیقت سنو یکشنبہ کو مولوی مظہر الحق ای

اُسے سب حال معلوم ہوا۔ پہلا خط لکھوانے پہاٹی مولوی انوار الحق نے جو جب حکم رنگش صاحب کے لکھا تھا پھر
 ایک خط صاحب نے آپ سودہ کر کے اپنی طرف سے لکھوا دو نوون یوان تمہاری اور نشتر عشق اور کیا
 تذکرہ اور یہ چار کتابیں تمہاری بھی ہوئی انکو پہنچین صاحب عشر بہت خوش اور تمہاری بہت متفقہ
 کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں اتنا بڑا شاعر کوئی اور ہندوستان میں ہو گا کہ جو چاس ہزار بیت کا ما
 فائدہ ہر التفات کا یہ کہ تمہارا ذکر بہت اچھی طرح سے لکھیں گے باقی مابحیر شہادت
 ہاں انکو سخت میں دیکھ مشاہرہ کے علاقہ میں۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو اس مرتبہ
 کلام کروں میرا عجیب حال ہے۔ حیران ہوں کہ تمہیں میرا کلام کیوں نہیں باور آتا
 گمان لیست بود بر منت زبیر روی بدست مرگ دل بدتر از گمان تو نیست

سامعہ مر گیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہو گیا۔ جتنی تو تین انسان میں ہوتی ہیں سب منحل ہیں حواس
 سر منحل ہیں۔ حافظہ گویا کبھی نہ تھا۔ شعر کے فن گویا کبھی مناسب نہ تھی۔ بیس اپو ستور و پیر جینا
 دیتے ہیں سال گزشتہ انکو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم جو اسکا کام ہے اور تین اپنی حوالہ نہیں پاتا متوقع ہوں
 اس خدمت سے معاف ہوں جو کچھ مجھ پر آپ کی سرکار سے ملتا ہے عرض خدمات سابقہ میں شمار کیجئے تو
 سکے میری ورنہ خیرات خواہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی ہے وہی میری قسمت
 یزیدن سو انکا کلام نہیں آتا۔ قبح مقرری نو میر تک آئی اب یہ کہو آگے کیا ہوتا ہے جو تک
 نواب صاحب از روی جو انردی دیئے جاتے ہیں اور بجائی تمہاری مشق چشم بد دور صاف ہو گئی
 رطب و یابس تمہارے کلام میں نہیں رہا۔ اگر خواہی خواہی تمہارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح
 ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کرو گے۔ میں چراغ دم صبح و آفتاب سر کو ہوں +
 انا لله وانا اليه راجعون۔ ۱۴ رجب۔ نجات کا طالب غالب +
 ایضاً۔ میرزا تقی عجب اتفاق ہوا پنجشنبہ کے دن ۱۴ اپریل کو کلیان خطہ پاکین ڈاک لکھا کہ

اُسکے متحارب پارسل کا ہر کارہ آیا اور تمہارا بھیجا ہوا پاکٹ لایا رسید لکھنی میں نے زائد بھیجی اور اسکا دیکھنا شروع کیا بیکار محض اور تنہا ہوں۔ پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہوئی خوب کھانسی تو یوں ہے ان اخبار میں میں نے بہت خط اٹھایا جیتے رہو۔ تمہارا دم غنیمت ہے۔ بجائی کا حال مفصل لکھو نیشن کے طالب بین انگریز کے منشی عبداللطیف کہاں ہیں اور کس طرح سے علاقہ بنا رہے ہیں یا جانا رہا۔ صاحبہ نقشب گورنری کا محکمہ آلاہ آباد کو گیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے۔ منشی غلام غوث صاحب کہاں ہیں تو کہ میں مستحق۔ عدالت دیوانی کا محکمہ یہیں رہیگا یا آلاہ آباد جا ہیگا اسکا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ چاہیئے یہ بھی دین جاوے آج تمہارے اشار کا کاغذیم فلٹ پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجا گیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط پرسون اور وہ پاکٹ پانچ چار دن میں پہنچ جاوے گا۔

غالب یکشنبہ ۲۵ اپریل ۱۸۵۷ء

ایضاً مزاحفتہ۔ ایک امر عجیب کو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد تعجب غلط کر موجب غلط فہمی ہو گا میں اجرائی نیشن سرکار انگریزی سیمایوس تھا باری وہ نقشہ نیشنل اردن کا جو یہاں سے منکر صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے نسبت میرے صاف لکھ دیا تھا کہ شخص پانچ مستحق نہیں ہوں گورنمنٹ نے برخلاف یہاں کے حاکم کے رائے کے میری نیشن کے اجرا کا حکم دیا اور وہ حکم یہاں آیا اور شہر ہوا میں نے بھی سنا اب کہتے ہیں کہ ماہ آئندہ یعنی مئی کی پہلی کو نیشنل ہون کا ٹیٹا شروع ہو گا۔ دیکھا چاہیئے پہلے وہیے کر بابا میں کیا حکم ہوتا ہو۔ غالب ۱۶ اپریل ۱۸۵۷ء

ایضاً صاحبہ تمہارا خط آیا میں نے اپنے مطالب کا جواب پایا۔ اُمروں سنگیہ کے حال پر اس کے واسطے مجبور رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے اللہ اللہ ایک ہے میں کہ دوبار انکی بیڑیاں کٹ چکی ہیں اور ایک ہم ہیں کہ ایک اور پرچاس برس سے جو پھانسی کا بھندا لگے میں پڑا ہوں تو نہ بھندا ہی ٹوٹتا ہے نہ دم ہی نکلتا ہے اسکو سچاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لوں گا تو کیوں بلا میں ہستہ ہر وہ جو مصر

تم نے لکھا ہے وہ حکیم شتائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ میں مرقوم ہے
پسے با پدر بزرادی گفت کہ کرایا رشتو بہرہ جفت

گفت بابا زنا کن وزن نہ	پند از خلق گیر وارمن نہ
در زنا گر بگیرد ت عسے	بہر سکہ کو گرفت چون تو بے

زن کنی ہرگز نہ رہا نہ کند وہ تو بگذا ریش چہا نکند
بس اب تو تم سکندر آباد میں ہے کہیں اور کیوں جاؤ گے۔ بنگ گھر کا روپیہ
اٹھا چکے ہو۔ اب کہاں سے کھاؤ گے۔ میان نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ
تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے ایک خرچ ہے کہ وہ برابر چلا جاتا ہے جو ہوتا ہی وہ ہوا جاتا
ہو اختیار ہو تو کچھ کیا جائے۔ کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جائے مرزا عبد القادر بیدل خوب کہتا ہے
غبت جاہ و نفرت سیاب کد ام زین ہو سہا بگزیار مگرے گرد
مجھ کو دیکھو کہ نہ آزاد ہوں نہ مقید نہ رنجور ہوں نہ تندرست نہ خوش ہوں نہ ناخوش نہ مرہ ہوں
زندہ جیسے جاتا ہوں۔ یا تین کیے جاتا ہوں۔ روٹی روز کھاتا ہوں۔ شراب گاہ گاہ پئے جاتا
ہوں جب موت آئیگی مر رہوں گا۔ نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تقریر ہے پر سبیل حکایت ہی بارے
جہان رہو جس طرح ہو ہر نعمت میں ایک بار حظ لکھا کرو۔ کیشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۳۵۸ ع۔ ۴۔

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتیں ہیں پسند نہیں ۱۳۵۸ ع کے خط کا جواب ۱۳۵۸ ع میں پہنچا ہوا
مزایہ ہے کہ جب تمہیں کہا جائیگا تو یہ کہو گے کہ میں نے جو سرے ہی دن تو جواب لکھا ہے لطف نہیں ہے کہ
میں بھی سچا اور تم بھی سچے۔ آج کلے ہی امید سنگہ نہیں ہیں اور ابھی نہیں جائینگے۔ تمہارا مدد حاصل
ہو گیا ہے جس دن وہ آئے تھے اسی دن مجھے بھی کہہ گئے تھے میں مجھوں گیا اور اس خط میں تم کو نہ لکھا
صاحب وہ فرماتے تھے کہ میں نے کئی مجلد مرزا تقی کے دیوان کے اور کئی نسخے

بہائی مہر خان کے دو معجز ہیں۔ ایک خطبات جو سلاطین اور کو دین اور و سرورہ نام کہ جو لوگوں کا
 پیار سے کہیں یعنی عرف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو۔ گرتے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سے جو تھا
 ذکر میں ہی پہلے مہر خان کے معنی حاشیہ پر چڑ گئے ہیں مگر کہنے کی حاجت نہیں اور اگر کبھی دتو
 قباحت کیا ہو۔ بھائی صاحب کیون مصلائق فرمائیں۔ حال اوراق کی تحریر کا معلوم ہوا صاحبان
 کونسل کی ہر ولایت اگر یعنی میرے محکمہ میں منظور مقبول نام میرا بطرح چاہو لکھ دو
 بنام آنکہ اوتا مے ندارد پہر نامے کہ خوانی سر بہ آرد

شیفقت با تحقیق مولانا ہر ذرہ بمقدار کا سلام قبول کریں۔ کل آپ کو خط لکھ چکا ہوں آج ریل
 پہنچ جائیگا رات سے ایک بات اور خیال میں آئی ہو مگر چونکہ محکمہ کار فرمائی ہے کہتی ہوئے
 طر تار ہوں۔ ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں بات یہ ہو کہ دو جلدین طلائی لوح کی ولایت کیو اسطر
 تیار ہوئی اور وہ چار جلدین جو یہاں تکے حکام کیو اسطرے درکار ہو گئی۔ انکی صورت ہی پٹری ہو کہ
 سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد۔ کیون بہائی صاحب قرار داد اور تجویز یہی ہے اور پھر چھاپا
 کہ یہ چار جلدین کس کسکی نذر ہیں۔ نواب گورنر بہادر چیف کسٹرن بہادر۔ صاحب کسٹرن بہادر۔ ڈپٹی
 بہادر دہلی۔ یہ کیا میری بددعی ہے کہ خواب آؤ نشیمن صاحب کی نذر نہ بھیجوں۔

آخر گورنٹ کی نذر انہیں کی معرفت پہنچو نگاہ صاحب ایک جلد انکی نذر بہت ضروری ہو آپ
 گنجائش نکال کر جیسی یہ چار جلدین بنوائیں۔ ایک اور بھی ایسی ہی بنوائیں۔ یقین ہو کہ آپ
 اس سے کو پسند فرمائیں گے اور چار کیجیگا پانچ بنوائیں گے یہ عرض مقبول اور یہ گستاخی کہ بار بار
 آڑو تار ہوں معاف کیجئے۔ بھائی مزا تفتہ کل کے مرزا صاحب کے خط میں سے اس ماوہ
 تاریخ کا قطعہ لکھ لینا۔ تمکو لکھ چکا ہوں۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ بلکہ
 ایک خط مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ۔ صبح پنجشنبہ۔ سی ام ستمبر ۱۲۵۷ ع

ایضا اسی مزاقتہ تھے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو بھی اور میری اصلاح کو بھی ڈبویا۔ ہمارے کبابری
کا پیڑ۔ اپنا اشار کی اور اس کا پی کی مثال جب تپڑ کھلتی کہ تم یہاں ہوتے اور بگیا ت قلعہ کو پھرتے
چلتے دیکھتے۔ صورت ماہ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پاشے لیر لیر جوتی ٹوٹی۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ
بے تکلف۔ سنبھلتاں ایک مشوق خوب روئے۔ بدلیاں ہے۔ بہر حال دونوں لڑکوں کو دو جلدین
ویدین اور علم کو حکم دیدیا کہ اسی کا سبق دے۔ چنانچہ آج سے شروع ہو گیا۔ مرقومہ صبح
سہ شنبہ۔ ۹ مارچ اپریل ۱۸۷۶ء۔ غالب *

ایضا۔ آج پنجشنبہ کا دن اور نو مہر کو تمہارا خط آیا۔ اور میں آج ہی جواب کہتا ہوں۔ کیا تم
ہے کہ خط تمہارا پہنچتا ہے اور میرا خط نہیں پہنچتا میری خط کے نہ پہنچنے کی دلیل ہے کہ تم نے اصلاحی
غزل کی رسید نہیں لکھی۔ میں نے کتب کا پہنچنا تکو لکھا تھا اسکا تم نے ذکر نہ لکھا۔ صاحب جلدین پہنچ
گئیں اور تقسیم ہو گئیں۔ بات کتابین مزاراہ کی ابھی ہوئی موافق انکی تحریر سے آج شام تک اور
مطابق منشی شیو زین کی اطلاع کے کل تک میرے پاس پہنچ جائیں گی اور بھی منشی شیو زین نے
ادھر کی کتابوں کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت کلمہ
کہتے ہیں شاید میں تکو لکھ بھی چکا ہوں میرا قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا۔ یہ میرے
دوست ہیں۔ دلی ان دنوں میں آئے ہوئے تھے مجھ سے کل ملکر گئے ہیں انکو ایک کتاب ضرور بھیج دینا
بھائی میں ہرگز نہیں جانتا کہ میرا بادشاہ دہلی کون ہیں اور پھر ایسے کہ جو کہیں کے نصف میں کچھ ان کے
خاندان کا حال اور ان کے والد کا نام لکھتو تو میں غور کردن ورنہ میں تو اس نام کے آدمی سے
آشنا نہیں ہوں۔ پنجشنبہ ۱۸ نو مہر ۱۲۷۶ء وقت دوپہر *

ایضا بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکند آباد کو اور ایک علیگڑھ سے پہنچا۔ یقین ہے کہ بابو صاحب
تمہارے خط کے جواب میں کچھ حال لکھیں گے اور میں اپنے موافق اپنے وعدے کے مجھ کو لکھو گے

اب جب اس خط کا جواب میری پاس تک پہنچا تب تہا ایشوار کو پہنچیں گے ہاں ہی فیصل حسین خان ہاں ہاں
 نفی و مراخبر نہ کر دی بریکسیم نظر نہ کر دی
 یہاں پھر سنا گیا ہے کہ میرا حمیدین بڑا بیٹا اُن کا اُن کے کام پر مقرر ہوا اور میر
 ارشاد حسین بدستور نائب ہے۔ اسد اللہ - ۲۳ فروری ۱۹۵۷ء
 ایضاً صاحب۔ ایک خط تمہارا پرسون آیا اور میں مندرج تھا کہ میں میرے جاؤنگا۔ آج صبح کو ایک خط
 اور تمہارا آیا اور میں مندرج تھا کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور تجھ سے ملتا جاؤنگا۔ پرسون کے خط میں
 بھی اور آج کے خط میں بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہمنے پہنچا ہو۔ بیٹوں جون کو کچھ دواؤں
 پر رسد میں کوئی پارسل کوئی ہم فلٹ پاکٹ میرے پاس نہیں پہنچا۔ آخری ہم فلٹ پاکٹ دو
 مثنویوں کا وہ تھا کہ حسین ایک مثنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مر گیا اسکی اتھی ٹھیکتی سی
 اسکا عاشق سانس نہ کھڑا جلتا رہا سونے و مثنویوں کو میں نے اصلاح نہ کر سکا ہے پاس بھیجا ہے
 بلکہ یوں یاد پڑتا ہو کہ تینے اسکی رسید بھی لکھتے بھی ہو لیکن مجھ کو گمان یہ ہو کہ یہ امر ۲۰ جون سے آگے کا
 بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہیں آیا۔ صلاحی کو اغد ہر طرف کے عوا
 اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ میں نہیں رکھتا جو کاغذ مجھے تک نہ پہنچے میں ناچار ہوں
 بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تم پر فرض ہو۔ یا تو وہ نہ پہنچا یا تم نے اسکا جواب لکھنا ضرور نہ جانا
 وہ خط حسین میرا بادشاہ کا دلی آنا اور انکا مجھ سے ملنا اور تمہارا ذکر مجھے میں اور ان میں ہونا
 معذرا ہے آئندہ سنگہ کا دلی میں آنا اور مجھ میرے گھر آ جانا اور تمہارا نسخہ ذکر ہونا اور انکا یہ کہنا کہ
 انکا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو میں نے اسکا جواب لکھ بھیجا تھا اب میں کیا جانوں کہ
 تمکو یہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا۔ تمہارا وہ پارسل جسکو اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہیں آیا
 غالب۔ چار شنبہ - ۲۹ جون ۱۹۵۷ء عیسوی۔ وقت نیم روز

ایضا اچھا بھائی نہیں ملے دوہرتے چار سو ہون پانچ سو ہون سب بد لوڈ الٹا۔ کاغذ کا جو نقصان
ہو وہ مجھ سے منگو لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے میں ساری کتاب نکلتی ہو جائیگی اور میرے کمال
درجہ تک جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہر چند مسودہ میں بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا کہتے
مرا صاحب دو جلدیں درست کرینگے یہ تصویرت اور ہی لکھنے میں نے چہ جلدیں بارہ روپے کی لا
مین بکار سادی و ہنر و داری بر خور دانشی عبد اللطیف چاہن تہیں منتظر تھا کہ آیا بخا قبول کرنا
محبو کہو گے اور روپیہ نہیں منگو اؤ گے۔ ظاہر عبد اللطیف نے پہلو تھی کیا۔ مرا صاحب اگر فیصل
ہو تھے تو چہ جلدیں بنواتے نہ کہ وہ۔ البتہ اس احتمال کی گنجائش ہے کہ وہ بہت پر تکلف اور چار
پنست اسکے کچھ کم اگر یوں ہو تو یہ عارضی دلی میرا ہی مگر اطلاع ضرور ہے۔ راہی امید سنگہ کے نام کا
خط یا حیاتا رہنے دو جب وہ آئیں آنکو دیدو۔ یہ جو کہتے ہو کہ نہیں کا لفظ لکھ دیا تھا۔
اس سے معلوم ہوا کہ چھاپا شروع ہو کر ڈور تک پہنچ گیا۔ کیا عجب ہے کہ کتابیں جلد منطبع
ہو جائیں۔ ہمارے منشی شیو نرائن صاحب اپنے مطبع کے اخبار میں اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار
کیوں نہیں چھاپتی تاکہ درخواستیں خریداری فرماہم ہو جائیں۔ میرزا آفندہ سٹو۔ اندونین میرزا حکیم حسن
خان آفتاب علیا کے خریدار ہو جائیں اور شیو نرائن صاحب کو کہنے کہ براہ دینی مولانا جہ کو لکھا ہو حضرت لاؤ ہم جواب
میں نہیں لکھا تم اسنے کہو کہ وہ تمبر شہداء سے خریدار ہیں۔ آج ۶ اکتوبر کی ہی دو نمبر اخبار کے حکیم صاحب
نام کے مرزا خانچند کے کوہر کا پتہ لکھ کر روانہ کریں آئندہ ہفتہ ہیچے جائیں اور حکیم حسن علی خان کا
خریدار نہیں لکھ لیں دوسرے اخبار مذکور میں ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے اخبار کا ہوتا ہے
جہاں سے کہ وہ اخبار شروع ہوئے اسدن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کر کے ارسال
کریں کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت بیان سے بھیجی جائیگی۔ بھائی تم مرا صاحب اسکو کہو
جواب اور خبر اظاہر دو۔ نہیں کہ نہیں ہے مرا جاتا ہوں اور کسی دوستی کی خبر بھیجو۔ باقی جو چھاپے

خیر و عافیت مولوی صاحب کا احوال اس سے سوا گو الیاء کے فتنہ فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا ہو وہ الفاظ مناسب وقت میں ضرور لکھنا راجح جو وہاں آیا ہوا ہے اسکی حقیقت - دھوپور کارنگ صاحبان عالی شان کا ارادہ وہاں کے بند و بست کا کس طرح ہے - اگرہ کا حال کیا ہو وہاں رہنے والے کچھ خائف ہیں یا نہیں - غالب - گناشتہ شنبہ - ۱۹ جون ۱۸۵۵ء -
 ایضاً برخوردار مرزا تفتہ دوسرا سودہ بھی کل پہنچا - تم سچے اور میں محذور یا میری کہانی آخر جون میں صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ نیشن داران ماہ بہ ماہ نہ پائین سال میں دو بار بطریق ششماہی فصل بفصل پایا کریں - ناچار ساہوکار سے سود کاٹ کر وہیہ لیا گیا تا رہو کی زمین بلکہ صرف وہیہ سود چہرہ عینہ ہنک سیطرح کٹوان دینا پڑیگا ایک تم معقول کھائے میں جائیگی

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے ہی چلن پر مدار
محبو دیکھو کہ ہوں بقید حیات	اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

وٹس گیا برس سے اس تنگنا میں ہوتا تھا شات برس تک ماہ چار و پچھ دیا گیا کہ تین برس کا کر یہ کچھ اور پھر وہیہ کمشت دیا گیا - مالک نے مکان بیچ ڈالا - جسٹو لیا ہو اسے مجھ سے پیام بلکہ براجم کیا کہ مکان خالی کرو - مکان کہیں ملے تو میں اٹھوں بیدار دے مجھ کو عاجو کیا اور مدد لگا دو یہ صحن لاکھ کا جسکا دو گز عرض اور دس گز کا طول سمیں پاڑ بندہ گئی - رات کو وہیں سویا - گرمی کی شدت پاڑ کا قرب گمان یہ گز رہتا تھا کہ یہ کھڑک ہے اور مجھ کو بھانسی لیگی تین باتین سیطرح گزین -
 دو شنبہ ۹ جولائی کو دوپہر کو وقت ایک مکان ہاتھ آگیا وہاں چار ہاجان بیچ گئی یہ مکان نسبت اس مکان کے بہشت ہو اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلپاران کا - اگرچہ ہو ٹون کہ میں اگر اور محلہ میں بھی جا رہا تو قاصدان ڈاک وہیں پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوینٹن کے پتے سے آتے ہیں اور بے تکلفہ ہیں پہنچتے ہیں - بہر حال تم وہی دلی بلپارون کا محلہ لکھ کر خطا بھیجا کرو - دو سودے

تمہارے اور ایک سو دو بے صبریہ تین کا غد و ریش ہیں دو ایک دن میں بعد اصلاح ارسال کرو چنانچہ
 خاطر عاظم جمع ہے۔ صبح جمعہ ۲۸ جولائی ۱۲۸۵ ع۔

ایضاً کا شانہ دل کے ماہ دو ہفتہ منشی ہرگوپال تفتہ تحریر میں کیا کیا سحر طریاں کہ تے میں
 اب ضرور آپلا ہو کہ ہم بھی جواب اسی انداز سے لکھیں بنو صاحب تم جانتی ہو کہ زین العابدین خان
 میرا فرزند تھا اور باسکے دونوں بچے کہ وہ میرے پوتے ہیں میرے پاس ہے ہیں اور دمدم مجھ کو
 ہیں اور میں تھل کرتا ہوں خدا گواہ ہو کہ میں تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہوں پس تمہاری تالیف طبع
 میرے معنوی پوتے ہوئے جب ان عالم کے پوتوں کو مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے مجھ کو دہر
 سوچتا ہوں ننگے پاؤں پلنگ پر کتے ہیں کہ میں پانی لٹھکتا ہوں کہ میں کہیں خاص لڑتا ہوں
 میں نہیں ننگے آتا تو ان معنوی پوتوں سے کہ ان میں یہ باتیں نہیں ہیں کیوں گھبراؤ لگا آپ کو
 جلد میرے پاس بسیل ڈاک بھیج دیجئے کہ میں انکو دیکھوں۔ وعدہ کرتا ہوں کہ پھر جلد انکو ہر اک
 پاس بسیل ڈاک بھیج دوں گا۔ حق تعالیٰ تمہارے عالم صورت کے بچوں کو جیتا رکھے اور ان کو
 دولت و اقبال دے۔ اور تم انکی سرپرست سلامت رکھئے اور تمہاری معنوی بچوں یعنی تالیف طبع کو
 فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرما دے بابو صاحب کے نام کا خط اگلے خط کے جواب میں
 پہنچتا ہے انکو دیدیجیگا اور ہاں صاحب بابو صاحب و رحم آؤ کو جانے لگو تو مجھ کو اطلاع کرنا اور تاریخ
 روانگی لکھ بھیجتا تاکہ میں پیچھے نہ ہوں واللہ۔ اسد اللہ نگا شہ ۱۸ جون ۱۲۸۵ ع۔

ایضاً شیخ تفتہ منشی ہرگوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہیں آپ کا وہ خط جو اپنے کانپڑے
 پہنچا تھا پہنچا۔ بابو صاحب کو میرے سفر کا حال اور آپ کا لکھنا جانا اور وہاں کے شعرا سے ملنا سب معلوم ہوا
 اشعار خبابہ زند کے پہنچنے کے ایک ہفتہ کے بعد دست ہو گئے اور صلاح اور اشائے اور فواہر جیلا
 کہ میرے شیوہ ہو عمل میں آیا جیتک کہ انکایا تمہارا خط نہ آوے اور اقامت گاہ معلوم نہ ہو میں

کو اغرضوری کہاں بھیجوں اور کیونکر بھیجوں اب جو تمہاری لکھنے سے جانا کہ
 ۱۹ فروری تک کبر آباد آؤ گے تو میں نے یہ خط تمہارے نام لکھ کر لفافہ کر رکھا ہے آج منیسوین ہی سپو
 اکیسویں کو لفافہ اگرہ کو روانہ ہوگا۔ بابو صاحب کے میں نے خط سو اسی نہیں لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہی
 تھا وہ خاتمہ وراق اشعار پر لکھ دیا ہے تم کو چاہیے کہ انکی خدمت میں میرا سلام پہنچاؤ اور سفر کے
 انجام اور حصولِ مہم کی مبارکباد دو اور وراق اشعار گزراؤ اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر فرم
 ہو اسکو غور سے پڑھیے اور پناہ دستور العمل گردانیئے نہ کہ سرسری دیکھیے اور بھول جائیے پس تمام
 وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت میں تھا اب پھر تم سے کہتا ہوں کہ وہ جو تم نے اس شخص کو لی کا حال لکھا
 تھا معلوم ہوا ہر چند اعتراض انکا لیا اور پرسش انکی بیوزہ ہو مگر ہمارا یہ نصب نہیں کہ معترض کو
 جواب دین یا سائل سے بات نہ کریں تمہارے شعر پر اعتراض اس سے کہ وہ ہمارا دیکھا ہوا ہو گیا
 ہے پھر ہے اس سے یہی کام نہیں کہ وہ ماین یا نہ ماین کلام ہمارا اپنے نفس میں معقول و مستعار ہے
 جو ہر انداز ہو گا وہ سمجھ لیگا غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھیں نہ سمجھیں ہر کو تمام خلق کی تہذیب
 تعلیق سے کیا علاقہ تعلیم و تعلق کے واسطے دوستوں کے اور یاروں کے ہونہ واسطے اخیار کے۔
 تمہیں یاد ہو گا کہ میں نے تمہیں بار بار سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ ہو اور غیر کی غلطی سے کام نہ رکھو آج تمہارا
 کلام دیکھیں کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے مگر ہاں سے صوبہ پرچہ کم کوز خود پرچہ درست + والسلام
 والا کرام۔ اسلئے رقمزدہ ۱۹ فروری و مسئلہ نسبت و یکم فروری ۱۳۵۷ء +

ایضا منشی صاحب تمہارا خط اسدن یعنی کل بدھ کے دن پہنچا میں چاروں سکر کریں مبتلا ہوا
 مزہ یہ کہ جب دن سولہ چڑھا تو کھانا مطلق میں نے نہیں کھایا آج پنجشنبہ پانچواں دن ہو کہ نہ کھانا
 دن کو میٹھی نہ رات کو شراب۔ حرارت مزاج میں بہت ہو کر ناچار احتراز کرتا ہوں۔ بھالی اس لکھت
 دیکھو کہ پانچواں دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہیں لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہیں

ہوئی۔ بابو صاحب والا سنا قب خط تمہارا خرام کا دیکھا اب اس سال میں وہ آسانی نہ رہی اور بند شادی
سے بھاگتا ہی کیون تکلیف کریں اور اگر ہر حال انکی مرضی ہی تو خیر فرمان پذیر ہوں اشعار سابق و حال
میرے پاس ملت ہیں بعد چھو ہو نیکی نکو دیکھو لگا اور نکو بھیج دو لگا۔ اتنی سطرین مجھ سے بہتر ہر
ثقیل لکھی گئی ہیں اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ ۲ مارچ ۱۲۵۶ء۔

ایضاً۔ صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہو اور کیا واقعہ ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جس میں ہم تم با ہم
دوست تھے۔ اور طرح طرح کے ہم میں تم میں معاملات مہر و محبت درمیش آئے شعر کہے دیوان جج
کئے اسی زمانہ میں ایک بزرگ تھے کہ ہمارے ہمارے دوست دلی تھے اور منشی نبی بخش انکا نام اور حقیر
تخلص تھا ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط نہ وہ ہنسا ط بعد چند
کے پھر دو سر جنم ہو گئے۔ اگرچہ صحت میں جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہی یعنی ایک خط میں نے
منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا اسکا جواب مجھ کو آیا اور ایک خط تمہارا کہ تم بھی موسوم بنی ہو گوال
و تخلص تفتہ ہو لاج آیا اور میں جس شہر میں اسکا نام ملی اور اس محلہ کا نام تھیارون کا محلہ تھر
لیکن ایک دوست اس جنم کے دوستوں میں سے نہیں پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈ مٹنے کو مسلمان
اس شہر میں نہیں ملتا۔ کیا امیر کیا غریب۔ کیا اہل حرفہ اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں ہنود البتہ
کچھ کچھ آباد ہو گئے ہیں اب پوچھو کہ تو کیونکر سکون قدیم میں بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ عین حکیم محمد
خان کے مکان میں نو دہائی برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب بلکہ دیوار بدیوار میں۔
گھر حکیموں کے۔ اور وہ نوکر ہیں راجہ زرنہ سنگہ بہادر والی پٹیا لہ کے۔ راجہ نے صاحبان عالیشان
عہد کیا تھا کہ بروقت غارت دہلی یہ لوگ بچ رہیں چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہاں
آئیے تھے اور بھیہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں۔ مبالغہ نہ جانتا امیر غریب
سب نکل گئے جو رہ گئے تھے وہ نکالے گئے۔ جاگیر دار پشمار دو تہمند اہل حرفہ کوئی

ہی نہیں ہے مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمانِ قلعہ پر شدت ہو اور بار بار مسلسل اور
 وردار و گیر میں مبتلا ہیں مگر وہ نوکر جو اس سنگام میں نوکر ہوئے ہیں اور ہنگامے میں شریک ہو رہے ہیں
 عین غریب عروس برس تاریخ لکھتے اور شعر کے اصلاح دینے پر متعلق ہو ہوں خواہی اسکو نوکری سمجھو خواہی
 غزوہ ری جانو۔ اس وقت وہ آشوب میں کسی مصلحت میں میں نے دخل نہیں دیا۔ صرف اشعارِ کنیت بجا لاتا
 رہا اور نظر اپنی بگینا ہی پر شہر سے نکل نہیں گیا۔ یہاں شہر میں ہونا تھا کہ کو معلوم ہو کر چونکہ میری طرف
 بادشاہی دفتر میں سے یا خبروں کے بیان سے کوئی بات پائی نہیں گئی۔ لہذا طلبی نہیں ہوئی ورنہ
 جہان پور سے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے ہیں میری کیا حقیقت تھی غرض کہ
 اپنی مکائین میٹھا ہوں دروازہ سے باہر نہیں نکل سکتا سوار ہونا اور کہیں جانا تو بہت بڑی بات
 رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر میں ہے کون جو آوے گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہیں۔
 مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بندوبست یا زہم مٹی سے آجکے یعنی شبنہ پنجم و سہم
 شہداء تک بدستور ہے۔ کچھ نیکانہ بد حال ہو چکے ہیں معلوم بلکہ ہنوز ایسے امور کی طرف حکام کو
 توجہ بھی نہیں۔ دیکھیے انتظام کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر سے اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آئی جانے
 نہیں پاتا۔ تم نہ یہاں یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیے مسلمانوں کی آبادی کا حکم ہوتا
 ہے یا نہیں۔ بہر حال شہر صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا۔ ہر وقت تمہارا خط
 پہنچتا اور انہی وقت میں یہ خط لکھ کر ڈاک کے ہر کارہ کو دیا۔

ایضا آج پنجہ پار کو دوپہر کو وقت ڈاک کا ہر کارہ آیا اور تمہارا خط لایا۔ میں نے پڑھا اور جواب لکھا
 اور کلیان کو دیا وہ ڈاک کو لے گیا خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ میں تم کو کچھ چکا ہوں کہ دلی
 کا قصد کیوں کرو اور یہاں اگر کیا کرو گے۔ تنگ گھر میں سے خدا کرے تمہارا رویہ عجیب ہے
 یہاں میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی میں میرا نام مندرج نہیں نکلا کسی خبر نے نسبت میرے کوئی خبر

برخواہی کی نہیں دی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر میں جانتے ہیں۔ خزاری نہیں ہوں۔ پوش نہیں ہوں۔
 بلایا نہیں گیا۔ داروگیر سے محفوظ ہوں کیسے طرح کی باز پرس ہو تو بلا یا جاؤں مگر ان جیسا کہ بلایا
 نہیں کیا خود بھی بروے کار نہیں آیا۔ کسی حاکم سے نہیں ملا خط کسی کو نہیں لکھا۔ کسی سے درخواست
 ملاقات نہیں کی۔ سب سے بڑھن نہیں پایا۔ کہویش جینے کیونکر گزرے ہونگے۔ انجام کچھ نظر آیا نہیں
 کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہوں مگر زندگی و بال ہے۔ ہر گوبند سنگہ بیان آئی ہوئے ہیں کیا میرے پاس بھی
 تھے۔ والدعا۔ غالب۔ روز و شب سبھی مچھری شہداء وقت نیروز۔ ۴۔

ایضا کیون صاحب روٹھی ہو گیا کبھی تنوگے بھی۔ اور اگر کی طرح نہیں تھے تو روٹھتی کیونکہ وہ لکھو
 میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بغرو سے جیتا ہوں یعنی جس کا خط آیا میں نے جانا کہ وہ شخص
 تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہیں
 آتے ہوں بلکہ ایسا بھی نہ ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہر کارہ خط لاتا ہو۔ ایک دو صبح کو اور ایک شام
 کو میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن آگے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے۔ یہ کیا سبب ہے اس بارہ
 دن سے تمہارا خط نہیں آیا یعنی تم نہیں آئے خط لکھو۔ صاحب لکھنے کی وجہ لکھو تو وہ آگے میں
 بچل نہ کرو ایسا ہی ہے تو بزرگ بھیجے۔ غالب۔ سوموار۔ ۵۔ دسمبر ۱۸۵۷ء۔

ایضا ہاراج آپکا ہر بانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش نہ ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ ہر حال
 کہ نالائق و ذلیل ترین خلائق ہوں اپنا دغا گو بھتیجی ہو۔ کیا کروں اپنا شیوہ ترک نہیں کیا جاتا وہ دین
 ہندوستانی فارسی لکھنوالو کی محکوم نہیں آتی کہ بالکل بھاؤں کی طرح بلکہ شروع کریں میرے قصیدے
 دیکھو تشبیہ کے شعر بہت پاؤں گئے اور مدح کے شعر کمتر۔ شریں بھی یہی حال ہے۔ تو اب صاف خان
 کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ انکی مدح کتنی ہے میرا حیلہ یہ تھا درجیا تخلص کے دیوان
 کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ تو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرالیش جان جا کو ب بہادر کے

کھنسی ہے اسکو دیکھو کہ فقط ایک بیت میں انکا نام اور انکی مح آئی ہو اور باقی ساری شریں کچھ اور ہی اور
 صاحب میں اللہ باند کسی سنا ہوا ہو یا امیر زاویے کیوں کا دیا چہ لکھتا تو اسکی مح نہ کرتا کہ جتنی تھا
 مح کی ہو سکے اور بھاری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی مح کو بہت جانتے قصہ مختصر بھاری خاطر کی اور
 ایک فقرہ تھا کہ نام کا بد لکھ اس کے عوض ایک فقرہ اور لکھ دیا ہو اس سے زیادہ کبھی میری روش
 نہیں۔ ظاہر اتم خود فکر نہیں کرتے اور حضرات کے بہکانے میں آجاتے ہو وہ صاحب تو بیشتر اس نظم
 و شعر کو قبل کہ میں گئے کو سطر کہ اُنکے کان میں آواض سے آشنا نہیں جو لوگ کہ قاتل کو پاچھے لکھنوی والوں
 میں جا میں گئے وہ نظم و شعر کی خوبی کو پہچانیں گے۔ ہمارے شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا
 عارضہ ہو کہ حکومت کہتے ہو ما الجبین سے بھی نہ گیا۔ ایک نسخہ طب محمد حسین خانی میں لکھا ہے اور وہ
 بہت بے ضرر اور سود مند ہے مگر اثر اسکا دیر میں ظاہر ہوتا ہے وہ نسخہ بھی ہو کہ پان سات سیر
 پانی لیون اور اس میں پیچھے تولہ بھر جو ب چینی کوٹ کر ملاوین اور اسکو خوش کریں اسقدر کہ چہلکا
 پانی جلجاوے پھر اس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا میں بھر رکھیں اور جب پاسی ہو جاوے
 اسکو پین جو غذا کھایا کرتے ہیں کھایا کریں۔ پانی دن رات جب پیاس لگے یہی پین۔ تبرید
 کی حاجت پڑے یہی پانی میں پین روز خوش کروا کر چھوڑ کر رکھو چھوڑیں۔ برس دن میں اسکا
 فائدہ معلوم ہوگا میرا سلام کہہ کر نسخہ عرض کر دینا آگے اُنکو اختیار ہے +

ایضا تمہارا خط پہنچا مجکو بہت سچ ہوا۔ وقتی اُن چھوٹے لوگوں کا پالنا بہت دشوار ہوگا۔
 مکسب میں بھی تو یہی آفت میں گرفتار ہوں۔ صبر کرو اور صبر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ کچھ بن نہیں آتی
 میں سہل میں ہوں یہ سمجھنا کہ بیمار ہوں۔ غلط صحت کیواسطے مشہل لیا ہو تمہارے اشعار غور سے دیکھ کر
 بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفاظہ تمہارے نام کا بھیج دیا ہے جب تم آؤ گے تب وہ تم کو
 دیگے۔ جہاں جہاں تردد و تامل کی جگہ تھی وہ ظاہر کر دی ہو اور باقی اشعار بدستور رہنے

دیئے ہیں اب تم کو یہ چاہیئے کہ کول پہنچکر محکو خط لکھو۔ اس لفاظہ کی سید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو۔
 اس میں تساہل نہ کرو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب اب میرے کوروانہ کر دیا جائیگا آپ کی خاطر جمع ہے
 زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ اسد اللہ۔ نجات کا طالب غالب عفی عنہ +
 ایضاً صاحب نے لکھا تھا کہ میں جلد آگرہ جاؤنگا۔ تہا رہے اس خط کا جواب لکھ سکا جواب لکھ سکا تھا
 مگر کلیان کا پاؤں نہ چھ گیا تھا وہ چل نہیں سکتا تھا۔ مسلمان آدمی شہر میں شرک پرین ٹکٹ بھرت
 سکتا ناچار محکو خط نہ بھیج سکا بعد چند روز کے جو کہا راجھا ہوا تو میں نکو آگرہ میں چھکر سکند آباد خط
 نہ بھیج سکا مولوی قمر الدین خان کے خط میں نکو سلام لکھا۔ کل انکا خط آیا وہ لکھتی ہیں کہ میرا
 نفقہ ابھی بیان نہیں کئے ہوا سطر آج یہ قہہ نکو بھیجتا ہوں۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھو خدا کو کیا
 منظور ہے۔ حاکم اکبر نے ابھی کوئی نیا بندوبست جاری نہیں کیا۔ یہ صاحب میری آشتی قدم
 ہیں۔ مگر میں مل نہیں سکتا۔ خط بھیجا ہے۔ ہنوز کچھ جواب نہیں آیا۔ تم لکھو کہ اکبر آباد کب
 جاؤ گے۔ والدہا۔ غالب۔ ججہ۔ ۵۔ پنج شہادۃ +

ایضاً صاحب میرے سو اگر محکو خط لکھ چکا ہوں شاید نہ پہنچا ہو۔ ہوا سطرے از روئے جیسا ط لکھتا ہوں
 کہ نواب مصطفیٰ خان کے بلنے کو بسبل ڈاک میرے گھ گیا اور سہ شنبہ کے دن ولی آگیا اور چار شنبہ
 کے دن محکو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ امید سنگ بہادر میرے گھر آئے تھے تہا راجہ انکے دکھانے کو
 رکھ چھوڑا تھا وہ ان کو دکھایا۔ پڑھکر یہ فرمایا کہ کسی اور مندر میں قصدا قامت نہیں ہے۔ نیا ایک
 ٹیکہ بنایا چاہتا ہوں۔ آدمی بنداز بن گئے ہیں۔ کوئی مکان مول لین گے۔ دیان اپنی وضع پر
 ہونگا میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپ کا کلام بھٹی تک پہنچ گیا اب طہران کو بھی روانہ
 ہوا ہند گزرتی بہ نظر خود تھنتہ۔ بیا کہ نوبت شیرازہ وقت تبریز است
 صبح کیشنبہ۔ سیام جزوی ۱۵۵۹ ع +

ایضاً از عہد دولت برخوردار ہند۔ بدھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہا
 ڈاک کا ہر کارہ آیا۔ اور خط مع جبری لایا۔ خط کھولا سوروپیہ کی ہندوی بل جو کچھ کہئے وہ ملا۔ ایک
 آدمی رسید مہری لیکر نیل کے کٹرہ چلا گیا۔ سوروپے چہرہ شاہی لے آیا آئے جلنے کی دیر ہوئی اور
 بس چوبیس روپے دروغہ کی معرفت اسٹے تھے۔ وہ دیئے گئے۔ پچاس روپے محل میں
 پہنچے چوبیس روپے باقی رہے۔ وہ کس میں رکھ لئے روپے کو کہنے کیلئے بکس کھولا گیا۔ سو فیہ
 بھی لکھ لیا۔ کلیان سوڈالینے بازار گیا ہوئے۔ اگر جلد آ گیا تو آج ورنہ کل خط ڈاک میں بھیج دینگا
 خدا کو جیتارکھے اور جروسے۔ بھائی بڑی آجی ہے۔ انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر
 یہ کہ قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چار شنبہ ششہ ۶۔ وقت دوپہر

ایضاً صاحب تہا الخطیر عہ سے آیا۔ مرآۃ الصحائف کا تماشا دیکھا۔ سنبستان کا چھا پا خدا تھو
 مبارک کرے اور خدا ہی تمہاری آبرو کا نگہبان ہے بہت گزر گئی۔ تھوڑی رہی اچھی گزری۔ بچی
 گز جیاگی مین تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سوری کے کیا ماتہ آیا جو میر قصائد کے
 اشتہار سے مجھ کو نفع ہوگا سعدی نے بستان سو کیا پھل پایا جو سنبستان ہی پاؤ گے اللہ کے
 جو کچھ ہو مہم سعدی مہم سخن ہو نہ مخور ہے قصیدہ ہر نہ قصیدہ لا موجود الا اللہ جنابا یصاحب
 نواب مصطفیٰ خان صاحب ملاقات ہو تو میر اسلام کہنا ہمیشہ کی نشن کا جاری ہونا بہت خوشی
 کی بات ہے مگر خوشی سے تعجب نہ ہو کیا عجیب ہے کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی بات
 بروے کار آوے یعنی آپکا نشن بھی داگزاشت ہو جائے اللہ اللہ اللہ۔ صبح یکشنبہ ۲۰ جنوری ششہ ۱۵
 ایضاً بھائی مین بڑی کو پڑا اور پور چلا۔ یکشنبہ ۱۹ کو مراد نگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا آج
 شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفیٰ خان کے کہنے سے مقام کیا۔ یہاں سے یہ خط لکھ کر بھیجا۔ کل
 شاہجہان آباد پر سون گڈہ لکھنؤ رہو لگا۔ پھر مراد آباد ہوتا ہوا رام پور جاؤں گا۔ اب جو مجھ کو

خط ہیجو رام پور بھیجا۔ سرنامہ پر رامپور کا نام اور میرا نام کافی ہے اب یہی قدر لکھنا کافی تھا
 باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ رام پور سے لکھوں گا راقم غالب مرقومہ چائنگا شنبہ ۲۲ جنوری ۱۸۷۱ء
 ایضاً برجز دار سعادت آثار غنسی ہر گوپال سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اس لڑکے کے نکاح حالت مجمل لکھ چکا ہوں
 ہنوز کوئی رنگ قرار نہیں پایا یا بفضل نواب لفظٹ گورنر بہادر مراد آباد اور ہائے رامپور آئینگے بعد
 جانیے کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھہریگا۔ منظور محکومہ یہی کہ اگر یہاں رہنا ہو تو فوراً نکو
 بلا لو گنا جو دن زندگی کے باقی ہیں وہ باہم بسر ہو جائیں واللہ عار راقم غالب۔ یکم پانچ شمس
 ایضاً میرزا فتنہ کو دعا پیچھے۔ بہت دن سے خط کیوں نہیں لکھا۔ اگرہے میں ہوا نہیں میرزا حاتم علی
 صاحب کا شفقت نہ آیا۔ یہاں سے ہنکا جواب بھیجا گیا۔ وہاں سے اسکا جواب آگیا مگر مکرّمین
 صاحب کا خط پر سون آیا دو چار دن میں اسکا جواب لکھو گنا میرا حال بدستور ہے نہ امید میانی نہیں
 تا امدی بہا ایضاً صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب میں ہے دو ایک دن
 کے بعد جب جی یا تین کر نیکیو چاہیگا تب انکو خط لکھو گنا۔ تم اگر ملو تو ان سے کہدینا کہ یہاں قاسم علیخان
 کے شعر نے مجکو بڑا مرادیا۔ حسن اتفاق کہ یہ کئی دن ہوئے تھے جو میں نے ایک لاتی تھی اور ایک
 شالی رومال ڈھائی گز دلال کو دیا تھا اور وہ اسوقت روپیہ لیکر آیا تھا میں روپیہ لیکر اور
 خط پڑھ کر غیب ہنسا کہ خط اچھے وقت آیا۔ غالب۔ ۱۸ جولائی ۱۸۷۱ء

ایضاً صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور تمہارا کشف پتھا ہے۔ میں راہ دیکھ رہا کہ تمہارا خط
 آئے تو جواب لکھوں۔ کل تمہارا خط شام کو آیا۔ آج صبح کو جواب لکھا۔ بات یہ ہے کہ نامور آدمی
 کیوں سٹے محلہ کا پتہ ضرور نہیں۔ میں غیب آدمی ہوں مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے آتے
 ہیں تلف نہیں ہوتے۔ بعض فارسی خط پر محلہ کا پتہ نہیں ہوتا اور انگریزی خط پر تو سب ملتا
 ہی نہیں۔ شہر کا نام ہوتا ہے تین خط انگریزی ولایت سے مجھ کو آئے جانے انکی بلا کہ بل لاؤ گنا

کیا چیز ہے وہ تو نسبت میرے بہت بڑے آدمی ہیں۔ سینکڑوں خط انگریزی ہر روز آنکھ آتے ہیں
 خلاصہ یہ مین نے پھر آنکھ پاس آدمی بھیجا اور کچا خط اپنے نام کا بھیج دیا۔ انہوں نے میرے آدمی سے
 کہا کہ نوالی صبا کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ مین نے سنا جواب کیا کہتوں۔ محلے کا پتہ آپ بھی لکھ بھیجئے
 سو مین پہلے موقعی تک لکھ کر تمہاری خواہش کے موافق لکھتا ہوں۔ اُنکے مکان کا پتہ بلیارونکا
 محلہ۔ دتھون کا کوچہ۔ وستنبو کا یہ پتہ کلم مین نے ایک بار سات روپے کی ہنڈوی بھیج کر بارہ جلدین اور
 ایک خبری اُسے منگوائی پھر آنکھو ۱۸ آنے کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدین لکھ کر انہیں کے ہاتھوں میں
 بھیجا مین اور اُسکے بعد پھر اٹھارہ آنے کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدین دین سے مقررہ کنوینشن
 غرض اس تحریر پر یہ کہ مین بعد میں کچاں جلد کے سولہ جلدین اور اُسے لکھ کر ہوں مگر نقد ہرگز
 ہرگز قرض میں نہیں منگوائی ہیں۔ ایک بار ہنڈوی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہوں۔ مکو میری جانکی
 قسم سہل طور پر آنا لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابیں منگوائی ہیں اور نقد منگوائی ہیں یا نقد اور وہ جو
 لکھیں مجھ کو لکھ بھیجنا۔ شنبہ ۱۹ فروری ۱۸۵۹ء ع۔ غالب ۳

ایضاً صاحب ہم تمہارے اخبار نویس ہیں اور مکو خبر دیتے ہیں کہ بر خروار میرا بادشاہ آئے مین
 دیکھ کر خوش ہوا وہ اپنے بھائیوں سے مل کر شاد ہوئے۔ تہا حال سُندرہ مجھ کو سچ ہوا کیا کروں نہ
 اپنے سچ کا چارہ کر سکتا ہوں نہ اپنے عزیزان کی خبر لے سکتا ہوں۔ ہر آنچہ ساتی مار خیت عین
 الطاف است۔ آج چوتھا دن ہو یعنی محل کے دن کوئی پہر بھر دن چڑھا ہو گا کہ ناگاہ راجہ امید سنگھ
 بہادر میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہاں سے آئے ہو فرمایا کہ اگرہ سے آتا ہوں بساں
 کی گلی میں جو حکیموں کی کتے قریب ہے جو جس صاحب کی کوٹھی انہوں نے مولیٰ ہے اور اُسکے قریب
 کی زمین فسادہ بھی خریدی ہے اور اُسکو نواریہ ہیں۔ تمہارا مین نے نوکر کیا کہ ہر خط تم کو چوتے
 ہیں اور لکھتے ہیں کہ مین نے کئی خط بھیجے جواب نہیں آیا۔ بہر حال میرے پھوڑے نکل ہی ہیں

یہی بازید کو نہیں کیا شاید وہ آج گئے ہوں یا جاویں پھر اکبر آباد کو جائیں گے میں آج آؤں گی کو
پاس بھیجوں گا۔ کل میرا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تلو بہت پوچھتے تھے کہ آیا میرزا آفندہ کہاں
ہیں اور کس طرح ہیں بھائی انکو خط لکھوں گا۔ حریرہ ۱۷ جون ۱۸۵۹ء

ایضا صاحب تمہارا خط آیا۔ دل خوش ہوا تمہاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو اگر
تساؤ کا شکوہ ہے اس سال قیمت مطلق ہو چنانچہ حق تصنیف تم کو لکھا ہی بھائی میں کیا تم کو جھوٹ
لکھو گا اور شیوہ زین اگر ذکر اس سال قیمت کا نہیں لکھا کہ بے اس سال قیمت منگوائی میں تم کو میرے قسم اور میری
جان کی قسم شیوہ زین سے اتنا پوچھو کہ اس بچاؤ جلد کے بعد کی کتنی جلدیں غالب نے اور منگوائیں اور قیمت
بھیج کر منگوائیں یا قیمت اس سے لینی ہے۔ دیکھو میں نے قسم لکھی ہے یوں ہی عمل میں لانا۔ راجہ امتیہ سنگھ
صاحب یہیں ہیں مجھ سے ان نوین ملاقات نہیں ہوئی جو تمہارے خط کا ذکر آیا یقین ہو کہ پہنچ گیا
ہو گا اور مجھے تم لکھا تھا کہ اگر دسوں کا کوچہ نہ ملے گا تو وہ خط تیرے پاس آئے گا سو وہ میرے
پاس نہیں آیا صاحب تم کو ہم کیوں ہے ایک میرزا مورادی ہے اس کے نام کیوں نہ پہنچ گیا۔
ایضا اجمی مرزا آفندہ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو تمہارے حال کی بری پریشانی ہے
میں نے ان کو خط لکھا کیوں موقوف کیا ہے وہ مجھ کو لکھتے تھے کہ اگر آپ کو مرزا آفندہ کا حال
معلوم ہو تو مجھ کو ضرور لکھیے گا۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۷ فروری ۱۸۵۹ء

ایضا کیوں مرزا آفندہ تم بیوقوف یا میں گنہگار۔ یہ بھی تو مجھ کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو۔ ابھی ایک صاحب
میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول میں ہیں اب میں حیران ہوں
کہ خط کول ہیچون یا سکندر آباد۔ اگر کول ہیچون تو سکندر آباد کیسے لکھتوں۔ بہر حال سکندر آباد پہنچتا
ہوں خدا کے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا۔ میں نے ہر کارہ کو
راجہ امتیہ سنگھ بہادر کے گھر کا پتہ بنا کر دیا ہے بھوایا۔ یقین ہو کہ پہنچ گیا ہو گا۔ پانچ چاروں سے

سُتتا ہوں کہ وہ متھرا اور اکیر آباد کی طرف گئے ہیں مجھ سے مل کر نہیں گئے۔ بہر حال اس خط کا جواب بلا تھما
اور ضرور لکھو بھائی تم سیاح آدمی ہو جہاں جایا کرو جھکو لکھو بھیجا کرو کہ میں ہاں جاتا ہوں یا جہاں جاؤ
وہاں سے خط لکھو۔ تمہارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش

تھکو کیوں پسند ہے۔ محرمہ یکشنبہ ۲۷ مارچ ۱۸۵۹ء۔ غالب *

ایضاً۔ شنبہ ششم مئی ۱۸۵۹ء ہنگام نیمروز۔ بھائی اُس وقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی
جواب لکھتا ہوں۔ زرسہ سالہ محبت گزارن کہانتے ہوئے۔ سات سو پچاس پاتا ہوں۔ تین برس کے
دو ہزار دو سو پچاس پوٹو روپے مجھ پر خرچ کے ہوتے۔ کٹ گئے ڈیڑھ سو متفرقات میں گئے ہیں
دو ہزار روپے۔ میرا مختار کا ایک بنیا ہوا تین اسکا قرضہ اقدیم ہوں آج وہ دو ہزار لایا اسے اپنی پاس
رکھ لیٹا اور مجھ سے کہ میرا حساب کچھ بڑا۔ سات کم پندرہ سو اس کے سو ڈول کہہ دو قرض متفرق کا اسی سے حساب
کروایا۔ گیارہ سو کوئی روپے وہ نکلے پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے۔ چل میں یعنی دو ہزار میں
چھ سو کا گھانا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدو۔ مانتو سات روپے باقی کے تم لے لو
میں کہتا ہوں متفرقات گیارہ سو چکا دیئے نو سو باقی ہے۔ آدھے تو لے آدھے مجھ کو دے
پرسون چوتھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک نہیں چکا۔ میں جلدی نہیں کرتا دو ایک مہینہ
بیچ میں ہیں۔ ہفتہ بھر میں جھگڑا فیصل ہو جائیگا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جائے جلدن
برات سے پھر کراؤ۔ اُنی دن مجھ کو اپنے ورود سعود کی خبر دینا۔ والدعا۔ غالب *

ایضاً۔ نور نظر تخت جگر مرزا تفتہ تھکو معلوم ہے کہ اسے صاحب مکرّم معظّم راے اُمید سنگھ
بہادر یہ رقم لکھو بھیجینگے۔ تم اُسی رقم کو دیکھو یہی کہنے پاس حاضر ہونا اور جب تک ہاں میں تب تک حاضر ہونا
کرنا اور دس تین سو کے باب میں جو انکا حکم ہو سجالانا۔ اُنکو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا پچاس
کی قیمت عنایت کریں گے وہ لے لینا۔ جب کتاب چھپ چکے دس جلدیں رائے صاحب کے

وہ مجھ کو لکھتے تھے کہ یہ دستنویس پہلے اس سے کہ تم بھیجو مطبع مفید خلائق نے ہمارے پاس بھیجی ہو اور تم
 اوسکو دیکھ رہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمہارا خط مع کتاب کے پہنچا۔ اُنکے اس لکھنے سے یہ معلوم
 ہوا کہ مطبع میں سے گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہوگی۔ کیا اچھی بات ہو کہ وہاں بھی سیر کیجئے سو پہلے
 میرا کلام پہنچ جائیگا۔ میں چیف کمشنر پنجاب کو یہ کتاب بھیج چکا ہوں اور نواب گورنر جنرل
 کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکریٹری کی نذر یہ پارسل ان شاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائیں گے۔
 دیکھیں چیف کمشنر لکھتے ہیں اور گورنر کیا فرماتے ہیں۔ تاہناں دوستی کے بروہہ
 جالیاں قیام و تحن کا شیتم۔ شینہ ۲۲ نومبر ۱۸۵۷ ع۔ غالب۔

ایضاً میرزا قاسم صاحب پر سون تمہارا دوسرا خط پہنچا۔ تم سے پرا کیا ہو ایک فتوح کا منتظر ہو
 اس میں میں نے اپنے ضمیر میں تم کو شریک کر رکھا ہے۔ زمانہ فتوح کے آئین کا قریب آگیا ہے۔ ان شاء اللہ میر
 مع حصہ فتوح جلد پہنچے گا۔ پنڈت بدڑی نا تھہ یا بدڑی داس ڈاک نشی کرناں با آنکہ مجھ سے
 ملاقات ظاہری نہیں ہے مگر میں جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کیو
 بھیجتا تھا بعد اپنے فریضے میں نے اُسکو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام نشی ہر گویاں تفتہ کے پاس
 بھیج دیا کرو۔ اب تم کو لکھتا ہوں کہ تم میرے اس لکھنے کی آنکو اطلاع لکھو۔ میں زندہ ہوں اور
 نمبر میں جو اپنے کو مر دہ لکھا ہے وہ یا اعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہوں مر دہ نہیں
 سیر بھی نہیں بڑا ناتوان مفلس قرصدا کا نون کا ہر قسمت کا دیرہ رشتے بیزار مرگ کا امیدار۔ غالب
 ایضاً بھائی تم سے کہتے ہو کہ بہت مستور اصلاح کیو سٹے فراہم ہوئے ہیں مگر یہ سمجھنا کہ تمہاری
 ہی قصائد پڑی ہیں۔ نوا یصاحب کی غزلیں بھی اسی طرح وھری ہوئی ہیں برسات کا حال نہیں
 بھی معلوم ہوا میر بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے۔ کرایہ کی حویلی میں رہتا ہوں۔
 جولائی سے مینہ شروع ہوا شہر میں سینکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت

دن ترائیں دُچار بار برسی اور ہر بار اس دُرسے کہ تندی لڑی پھیلین بالاخانہ کا جوہر الان میرے بیٹھنے
 اٹھنے سوچنا گزرنے جینے مرنے کا محل اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہو گئی کہیں لگن کہیں چلیجی کہیں گالدا
 رکھ دیا قلمدان کتابیں اٹھا کر توشے خانہ کی کوٹھڑی میں رکھ دیئے۔ مالک مرتت کی طرف متوجہ نہیں۔
 کشی نوح میں تین جینے بنو کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی ہے۔ نواب صاحب کی غزلیں اور تہا
 قصائد دیکھے جائیں گے۔ میر بادشاہ میر سے پاس آئے تھے تہا ری خیر و عافیت اُنسی معلوم ہو
 تھی میر قاسم علی صاحب مجھ سے نہیں ملے۔ پرہون میر نواب مصطفیٰ خاں صاحب یہاں آئے ہوئے
 ہیں ایک ملاقات اُن سے ہوئی ہے ابھی یہیں رہیں گے۔ بیمار ہیں۔ حکیم احسن خان سالج ہیں فصہ
 ہو چکی ہے۔ جنکین لگ چکی ہیں۔ اب سہل کی فکر ہو سو اسکے سبط خیر و عافیت ہے۔ میں ناتوان
 ہوں گویا حصہ فراموش ہوں۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں ورنہ
 پڑا رہتا ہوں لیٹے خط لکھتا ہوں۔ لیٹے سووتا دیکھتا ہوں اللہ اللہ صبح جمعہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۸۷ء
 ایضاً پرہون تہا رخط آیا حال معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا۔ غزلیں دیکھ رہا تھا آج شام کو دیکھنا تمام
 ہوا تھا غزلیں کو کہہ دیتا تھا چاہتا تھا کہ اُنکو بند کر کے ہندوؤں۔ کل نو بجو دشمن کے ڈاک میں بھیج دوں۔
 خط کچھ ضرور نہیں میں اسی خیال میں تھا کہ ڈاک ہر کارہ آیا جانی جی کا خط لایا اسکو پڑھا اب مجھ کو ضرور
 کہ خلاصہ سکا تم کو لکھوں یہ قہر لکھا خلاصہ بطریق یکبارہ ہے کہ عرضی گزری دیوان گزرا راول جی کا نام
 کا خط گزرا۔ راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے۔ جانی جی نے جو ایک مستند اپنا
 سچا اللہ خان وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منظر جواب کا ہے راول جی نے جنٹ کے متقبلا
 کو گئے ہیں اور اب جنٹ علاقہ جے پور کی راہ سے نہیں آتا۔ اگرہ اور گوالیار۔ کرولی پوریا
 ہوا اجیرائی گا اور اس راہ میں جے پور کا محل نہیں۔ پس چاہیے کہ راول جی گئے پھر ورنہ
 اپنے آئے پر عرضی کا جواب ملے گا۔ اور اس میں دیوان کی رسید بھی ہوگی بہائی جانی جی کو بہت

دھوڑتے اور تمہارے بغیر بہت بچپن ہیں۔ یمن تم کو کچھ کہہ سکتا ہوں نہ انکو سمجھا سکتا ہوں
تم وہ کرو کہ جس میں سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ ہاں یہ بھی جانی جی نے لکھا تھا کہ
بہت دن کے بعد مٹی جی کا خدا آیا ہے۔ اسدا اللہ *

ایضاً بھائی پر سون شام کو ڈاک کا ہر کارہ آیا۔ اور ایک خط تمہارا اور ایک خط جانی جی کا
لایا۔ تمہارے خط میں اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط میں جیسور کے اخبار۔ دو دن سو جھگو
مرج الصدقہ اور یمن بہت بچپن ہوں ابھی اشعار کو دیکھ نہیں سکتا۔ بابو صاحب کے بھی ہوئے
کو اغذلو بھیجا ہوں اشعار بعد چند روز کے بھیجے جاویں گے۔ اسدا۔ مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۸۵۳ء
ایضاً صاحب تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ جہانیاں ز تو برگشتہ اندر غالب۔ تراچہ پاک
خداے کہ دشتی داری۔ خدا کی واسطے میری باب میں لوگوں نے کیا خبر مشہور کی ہے بہ نسبت
حکیم جن اللہ خان کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلط مان مرزا الہی بخش جو شانہ و شوین ہیں انکو حکم کراچی
جائیکار ہو اور وہ انکار کر رہے ہیں دیکھئے کیا حکم ہو حکیم جی کو انکی حویلیاں ملگئی ہیں اب مع
قبائل ان مکانوں میں جا رہے ہیں اتنا حکم آنکھ ہے کہ شہر سے باہر نہ جائیں۔ رہا یمن
تو میکسی وغیرہی تر کہ ہے پڑسد۔ نہ جزانہ سرائہ نفرین نہ آفرین نہ عدل نہ ظلم نہ لطف نہ قہر
ہاں پہلے تک نہ کو روٹی رات کو شراب پیتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب نہیں
کپڑا یا تم تنم کا بنا ہوا ابھی ہے اسکی کچھ فکر نہیں ہے مگر ٹکڑو میر سر کی قسم دیکھو ہر جگہ کہ میری خبر تم نے
کیا مٹی مجھے اس کے معلوم ہوئی ہے مرزا علی گاہ غالب۔ شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۳ء *

ایضاً صاحب عجبا اتفاق ہے آج جھگو ایک خط لکھا اور ایک خط جاگیری گانوں کی تہنیت میں
اپنے شفیق کو ڈاک میں بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو ضی الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بھیجا ہوا لایا
میں نے تم کو دیکھ لیتا ہوں مل نہیں لیتا۔ قصداً راجب میں اسکو بولا اسی حق میں یہ مطلع نکلا۔

اگر بگج گھر میلہ اوقا ویدہ باک کف جوا و ترا از برائے آن دارم

چاہتا تھا کہ تم کو لکھوں کہ ناگاہ تمہارا خط آیا مجھ کو لکھنا ضرور ہوا ان تہین دو خط بھیج میں ایک تو مجھ کو پوسٹ
اور ایک ب بارہ پرتین بیکے سیرنگ اس شعر کو اب چاہو پہننے دو۔ ہائے ہائے تم بھائی سے ملو عیا اللغات
کہلوائی جوار کا لغت دیکھا میرا ذکر کیا کہ وہ تمہارا جو یاے حال ہو دستبنو اور اسکے چھاپے کا ذکر کیا
البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونوں باب میں کچھ فرمائے اور مجھ کو دعا سلام کہہ دیجئے۔ چونکہ تم نے اپنے خط میں
کچھ نہیں لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہیں کہا۔ اگر انہوں نے کچھ نہیں کہا تو انکا تمام اد
اگر انکا کہا ہوا تھا تو تم نے نہیں کہا تو تمہارا کرم۔ بہر حال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجھ کو یاد دلایا ہے
یارب مباد کس را محذوم بے عنایت بدخواہی تم خواہی منشی بنی بخش سلمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ یاد
ہو یہ مصرع اگر بخیر سے باز جو گے تو بھی نہیں بندھے گا۔ اگر دستبنو کو سر سر غرض سے دیکھو گے تو اپنا
نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہے آخر روز و شب ۱۲ گزشت
ایضا جان من جانان من۔ کل میں نے تلو سکند آباد میں سمجھ کر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا
کہ تم اگر آباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہے شاید اٹنا نہ بھرے اگر پھر ایک کا تو خیر آج خط ملو
اگر آباد پہنچا ہو تو پہنچنے پر جواب لکھنا۔ تقطیع رباعی کی بہت خوب۔ مگر خیر ہر ایک بات کا وقت ہے
ہم کو ہر طرح لطف صحبت و لطف شعر اٹھا لینا۔ بھائی منشی بنی بخش صاحب کے نام کا خط پڑھ کر انکو
دیدنیا اور اسکا مضمون معلوم کر لینا۔ جس حاکم کو میں نے خط او قطعہ بھیجا ہے اسکے رشتہ دار
کوئی صاحب میں۔ من پھول انکا نام ہے مجھ سے نا آشنا محض ہیں اگر تعارف ہوتا استدا
کرنا کہ اس تحریر کو پیش کیجئے۔ کاش تم سے آشنا ہو تو تمہیں اوپر اوپر ایک خط لکھ کر انکو بھیجتے
کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور سگینا محض اور واجب الرحم ہے۔ اسکے حصول مطالب
میں سعی سے دریغ نہ کرنا۔ می توان آورد استنسا سفار شنامہ ۶ چرخ رونا

اگر دایم کز یاران کیت : باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے صدق میں کھ چکا ہوں
 تم بڑے لوگے دوبارہ لکھنا کیا ضرور۔ شبہ اسراج ۱۵۵۰ء۔ جواب طلب :
 ایضا میرے ہریان میری جان۔ میرزا قنفذہ بخندان۔ تہا اسکندر آباد اور میرے خط کا تمہاری پاپ
 پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا۔ زندہ رہو۔ اور خوش رہو۔ میں ترکی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہیں
 بیکہ مانگو آیا ہوں وہی اپنی گرہ کی نہیں کھاتا۔ سرکار سے ملتی ہے۔ وقت خلعت میری قسمت
 شمع کی بہت۔ نواب صاحب از روئے صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ہیں خزانہ
 فیض کے تولا رہے ہیں۔ جو شخص قزاقوں سے جو کچھ لکھو لایا ہو اس کے بٹنے میں میر نہیں لگتی۔ ایک لاکھ
 کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کر دیا ایک ہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ کیا اور سین
 ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نو کشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سن لیا واسطے
 منشی صاحب کی کچھ عطیتہ تقرر شدی جیسے تجویز ہو رہی مقدار چھپہ نہیں کھلی۔ بھائی مصطفیٰ خان
 صاحب بقریہ تہنیت منشدینی و شمول حسن ایلو لے ہیں ہوتے نہیں آئے۔ جشن یکم و سیمبر شریع
 ہر دو سیمبر کو خلعت کا آنا سموع۔ نجات کا طالب غالب۔ دو شبہ ۲۸ نومبر ۱۵۵۰ء وقت چاشت :
 ایضا میرزا قنفذہ جو کچھ منے لکھا یہ بیدردی ہو اور بگمانی معاذ اللہ تھے اور آرزوگی۔ مجبور ہوا
 ہے کہ میں ہندوستان میں ایک دست صادق الولا کہتا ہوں جس کا ہر گوپال نام اور تفتہ تخلص ہے
 تم ایسی کوتاہی بات لکھو گے کہ موجب ہلال ہو۔ رہا غماز کا کہنا اسکا حال یہ ہے کہ میر حقیقی بھائی کل ایک
 تھا وہ تین برس سے لیوانہ رہ کر مر گیا۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری برائی کہتا تو میں
 جھڑکتا تھا اور اس سے آرزو ہوتا بھائی مجھ میں کچھ اب باقی نہیں ہے برسات کی مصیبت گزر گئی
 لیکن بڑا بے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں بیٹھ بیٹھ رہتا۔ اکثر بیٹھے بیٹھے لکھتا ہوں
 مہذب بھی ہے کہ اب تمہاری مشق مجھے ہو گئی خاطر میری صحیح ہے کہ صلاح کی حاجت نہ پاؤں گا۔

اس سچی بات پر کہ قصائد سب عاشقانہ ہیں بکار آمد نہیں خیر کبھی دیکھ لو نگاہ جلدی کیا ہو تین
بات جمع ہوئیں۔ تیسری کاہلی۔ تمھاری کلام کا محتاج باصلاح نہونا۔ کسی قصیدہ کسی طرح کے نفع کا
تصور نہونا۔ نظر ان مراتب پر کاغذ پڑے رہے۔ لالہ بالکنندہ مصیبت کا ایک پارسل ہے کہ اُسکو بہت دن
ہوئے آج تک سرنامہ بھی نہیں کھولا نواب صاحب کی دل بندہ غزلین پڑی ہوئی ہیں۔
عشق نے غالب نکلتا کر دیا۔ ورنہ ہم بھی آدمی تھو کام کے

یہ قصیدہ تمہارا کل آیا۔ آج اس وقت کہ سورج بلند نہیں ہوا اُسکو دیکھا لغافہ کیا آدمی کے
ہاتھ ڈاک گھر بھجوا یا۔ غالب۔ ۲۷ نومبر ۱۸۷۷ء۔

ایضاً۔ منشی صاحب ۱۰ سال گزشتہ بیمار تھا۔ بیماری میں خدمت احباب سے مقصر نہیں رہا اب
مردہ ہونے کا کچھ کام نہیں کر سکتا۔ کشتروٹ پٹی کشتروٹ وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات ہو کر ڈپٹی کلکٹر
شہر سے کہ وہ ہتھم خانہ ہے ہر جینے میں ایک بار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملوں تو مختار کار کو تنخواہ نہ ملے۔

ذکر و در صاحب پٹی کلکٹر چہرہ جینے کی خدمت لیکر پہاڑ گئے۔ انکی جگہ ٹیکن صاحب مقرر ہوئے
اُن سے ناچار ملنا پڑا۔ وہ مذکرہ شعراء ہند کا انگریزی میں کہتے ہیں مجھ سے بھی انہوں نے مدد چاہی
میں نے سات کتابیں بھائی ضیاء الدین صاحب سے مستعار لیکر اُنکے پاس بھیج دیں پھر انہوں نے
مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے اُنکا حال لکھ بیج میں نے ۱۶ آدمی لکھ بھیجے بقید
اسکے کہ اب زندہ موجود ہیں اور اس سوا کی صورت یہ ہے کہ نواب ضیاء الدین احمد خان صاحب
بہادر رئیس لوہارو فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں فارسی میں تیر اور اردو میں
رشتان تخلص کرتے ہیں اسد اللہ خان غالب کے شاگرد۔ نواب عظمیٰ خان بہادر علاقہ دار
چاگیر آباد اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے ہیں اردو میں مومن خان
کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ منشی ہر گوپال معزز قانوں گو سکندر آیا و کے فارسی شعر کہتے ہیں

تفتہ تخلص کے تھے مین اسد اللہ خان غالب کے شاگرد۔ غالبؔ بعد میں فہرست کے ہیچیز کے انہوں نے کچھ اپنے
منشی سے لکھو لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا۔ مجھ کو ہر حال سے کچھ اطلاع نہیں تھی ہر خط کی رو سے میر نے
اطلاع پائی اب میں مولوی مظہر الحقؔ انکے منشی کو ملواؤنگا اور سب حال معلوم کرونگا اصل یہ ہے کہ ذکرہ گریز
زبان میں لکھا جاتا ہے اشعار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل نہ کیا جائیگا صرف شاعر کا اور اس کے استاد
کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن کا نام معہ تخلص درج ہوگا خدا کرے کچھ تکوفاۓ ہو جائے ورنہ
بظاہر سوائے درج ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہیں ہے۔ شکیں صاحب اب عدالت
کے جج ہو گئے۔ ڈگری و در صاحب در بہار سے آگئے اپنا کام کرنے لگے۔ شکیں صاحب
سے باہر دو کوس کے فاصلہ پر جا ہے۔ مہنڈا جاٹے کا موسم بڑا ہے کا نام دہان تک جانا
دشوار اور پھر کوئی مطلب نکلتا ہوا نظر میں نہیں۔ بہر حال مولوی مظہر الحقؔ پر سو کیشینہ
کے دن میرے پاس آئیں گے۔ حال معلوم کر کے اگر میرا جانا یا لکھنا تمہاری صلاح کا موجب ہوگا۔
توضر و جاؤں گا۔ غالب۔ روز جمعہ ۹ دسمبر ۱۳۲۷ ع۔

ایضاً بھائی کج صبح کو بسبب کیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کی
خدمت میں لکھ کر بھیجا۔ کلیان خط ڈاک میں ڈال کر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہر کارہ ایک خط تمہارا
اور ایک خط مرزا صاحب کا لایا۔ اب کیا کروں خیر چپ ہو رہا شکوہ محبت بڑھائیگا مرزا صاحب کی
عنایت کا شکر بجا لاتا ہوں یقین ہے کہ جلد میں میری خاطر خواہ بنجائیں گی کسوٹے کہ جو آجکے خط میں
انہوں نے لکھا ہے وہ بعینہ میرا مکتوب ضمیر ہے خدا انکو سلام رکھے میرا سلام کہدینا خدا کرے انکے خط
کا جواب کل پر سون پہنچونگا۔ راہ میں سنگ بہاؤ و خوبان روزگار میں سے میں فقیر کا سلام نیاز
انکو کہدینا۔ خدا کرے انکے سامنے کتابیں چھپ چکیں بائے جب وہ گویا تشریف لیجائیں
تو بلا اطلاع لکھنا۔ نہ سب کیجئے نوائے بنجانے سے خاطر جمع ہو گئی۔ بھائی مین فارسی کا

محقق ہوں۔ کاتبانِ اخبار کا جتنی رُوس و کاپی لکھی جاتی ہے فارسی کا عالم ہے علمِ اسکاغیاثِ الدین
 ارمیوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے۔ تصحیح سے غرض یہ ہے کہ کاپی سراسر موافق اُن اوراق کے
 نہ کہ فرنگیوں میں دیکھا جائے آگے اس سے کم کو بھی اور بھائی کو بھی لکھ چکا ہوں اب صرف اس
 کا اشارہ لکھنا منظور تھا آج حسبِ طرح مجھ کو تمہارا اور مرزا صاحب کا خط پہنچا۔ لازم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی
 الفاظِ اخبار پہنچ جاتا۔ مگر ہوقت تک نہیں پہنچا اور یہ دوپہر کا وقت ہے خیر پہنچ جائے گا۔
 میں نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیج دیا تھا انہوں نے تمہاری رائے منظور کی اب ہم وہ اجا
 جس طرح کہ تم نے لکھا ہے اُن کے پاس بھیج دو اور صاحبِ مطبع قیمتِ اخبار اور اجرتِ کاتب
 اُن کو لکھ بھیجئے اور اپنے نام اور سکن سے اُن کو اطلاع دیجئے۔ بس اُس کو اپنے طور پر روپیہ
 بھیج دیں گے۔ ہم تم کو اسطے شناسائی اُجدگر ہو گئے۔ ان اگر اچانک روپیہ کے پہنچنے
 میں دیر ہوگی تو میں کہہ رہا ہوں گا۔ یہ البتہ میرا ذمہ ہے۔

ایضاً مُشفق میرے کرم فرما میرے تمہارا خط اور تین دو ورقہ چھاپے کے پہنچے۔ شاید میرے
 دکھانے کی واسطے پہنچے ہیں اور نہ رسم تو یوں ہے کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مُصنّف کا نام
 اور مطبع کا نام چھاپتے ہیں اور دوسرے صفحہ پر لوحِ سیاہ قلم سے ہنسی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے اسکا
 جھیل پہلے لکھا غرض کہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حُسن خط اور الفاظ کی صحت سب پر پسند
 صحتِ الفاظ کا کیا کہنا ہے۔ واللہ نے مبالغہ کہتا ہوں کہ بھائی منشئی بنی بخش صاحبِ بدل
 متوجہ ہوں۔ تو اگر اچانک اصل نسخہ میں سب کو کاتب سے غلطی واقع ہوئی تو اسکو بھی صحیح کر دیں گے تم
 میرے لئے اب کو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم خط اور یہی طرزِ تصحیح چلی جائے
 جہل بھی مطبوع ہے۔ پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خدا چاہے تو پسند
 اور نظر فریب ہوگی۔ کاغذ کے باب میں یہ عرض ہے کہ فریخ کا کاغذ اچھا ہے۔ چھ

جلدین جو نذر حکام ہین وہ اس کاغذ پر ہون اور باقی چاہو شیو رام پوری پر اور چاہو نیلے کاغذ پر چھاپو
اور یہ بات کہ دو جلدین جو ولایت جانیوالی ہین وہ اس کاغذ پر چھاپی جادین اور باقی شیو رام پوری پر
نیلے کاغذ پر یہ تکلف محض ہے یہاں کی حاکمین کہہ رہے تھے کہ نذر کی کتابین اچھے کاغذ پر نہ ہون اگر
جو ایسا ہی صرف اور خرچ نہایت ناہو تو خیر دو جلدین اس کاغذ پر اور چار جلدین شیو رام پوری ہون۔
باقی جلدین میں مہین اختیار ہے۔ مان صاحب اگر ہو سکی تو کاپی کی سیاہی دڑا اور سیاہ اور شندہ ہو
اور آخر تک گنت بدلے آگے اس سے میں نے برخوردارشی عبداللطیف کو لکھا تھا کہ ان چہرے کتابوں کی
کچھ ترمیم اور آرائش کی فکر کریں معلوم نہیں تمہو وہ پیام انکو پہنچایا یا نہیں آپ اور منشی عبداللطیف
اور میرزا حاتم علی صاحب تہرہ باہم صلاح کریں اور کوئی بات خیال میں آوے تو بہتر در نہ ان چہرے خون
کی جلدین انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپیہ کی لاگت کی بنوادینا اور اسکا روپیہ تیاری سے پہلے
مجھ سے منگوالینا۔ آن کہ ہمہ در یک دم بہ نوید بشو پیدا آورو اگر در دم دیگر نہیسیکاش ہم زندان
اس میں نہیسیک لفظ کچھ میری سہل انکاری سے اور کچھ سہو کا تیسے رہ گیا ہے اسکو تیز جاگو
سے چھیل کر بہ نواسے لکھ دینا یعنی بہ نواسے مباشر ہم زندہ ضرور ضرور اور اسکا انتظار
نہ کیجو کہ جب یہاں چھاپا آئیگا تو بنادین گے نہ اصل کتاب میں غلط ہے نہ چھاپے میں غلط
اگر اجزائے اصل میرا میر علی صاحب گاپی نویس کے پاس ہوں تو انکو یا بھائی بنی بخش صاحب کے یہ
دکھا کر سمجھا دینا اور بنوادینا۔ از غائب رود سہ شنبہ۔ ہفت ستمبر ۱۲۵۷ ع۔
ایضا جیسے ہو اور خوش رہو۔ اسے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی بہ زیادہ خوشی کا
سبب یہ کہ تمہو تحریر کو تقریر کا پرداز دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ لطیف دیوان وغیرہ میں پہلے
سے جانتا ہوں۔ بنگ گھر کا روپیہ صرف کاغذ و کاپی ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے مخلص
سے جو حسب علی بیگ شہرہ نے جو فائدہ عجائب لکھا ہے غارستان کا شعر آپ مجھ کو بہت مراد تیا ہے

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ
مصرعہ ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فسانہ کیواسطے کتنا مناسب مثنوی عبد اللطیف کے گھر میں
اڑ کے کر پیدا ہوئی تھی مجھ کو بھی ہو چکی تھی اور تہنیت میں بھائی کو خط لکھ چکا ہوں اب آج اُن سے
ملو تو میرا سلام کہہ کر اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی مثنوی جب پورے معاودت
فرما دیں مجھ کو اطلاع دینا میرا حال بدستور ہے ہمارے پہلو ہمارے بستر ہمارے دروازے ہمارے
روز و رونا مٹے غالب۔

ایضاً بر خور دار تھا را خط پہنچا۔ اصلاحی غزلوں کی رسید معلوم ہوئی قطع اب تھا ہو گیا ہے۔ دو کون
کے دن ۹ ارنو کو سنا تھا بونکا پارسل بھیجا ہوا مولانا دہر پہنچا۔ زبان نہیں جو تریف کون شایانہ ایش
آفتاب کی سخی غائب تھی۔ مجھ کو فکر کہ کہیں انکار و پیہ تیار ہی میں صحت نہ ہو تھا میرے بھائی اسکا حال جو معلوم
ہو مجھ کو لکھ بھیجو۔ رفات کے چھاپے جانیں ہماری خوشی نہیں ہے۔ لڑکوں کی ضد نہ کرو اور اگر تمھاری سی میں
خوشی ہے تو صبر مجھ کو بچھو تم کو اختیار ہے۔ یہ امر میرے خلاف ہے میرا پوشا کی اور اپنی ناشناسی اگر تم کو لکھ چکا ہو
اب تمھاری اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمھارے اور امر آؤ سنگہ کے آشنا ہیں۔ کچھ اگے خاندان کا نام و
نشان دریافت ہو تو مجھ کو بھی لکھ بھیجو تاکہ میں جانوں کہ کیسے گروہ میں میں ہیانہ راست و صغ
گروہ دی نے مجھ کو بت پریشان کیا ہے اس واسطے خدا کے جوراوی نے روایت کی ہے وہ مجھ کو مزہ لکھو
اقتباس گئے کے ہنر والوں کی باتری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکم عنو تقصیر عام ہو گیا ہے لڑکوں
آتے جاتے ہیں اور آلات حرب پیکار دیکر توقع آزادی پاتے ہیں یہ شخص کیسے مجرم تھے جو قید
ہوئے۔ محرزہ صبح شنبہ ۲۰ نومبر ۱۹۴۷ء غالب۔

ایضاً بھائی وہ خط پہلا تم کو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا تو قریب کی نہ رہی۔ قریب
اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپا گیا۔ آخر عصا ریو نڈا اور رڈی کا تیل پیا

اس وقت تو بیچ گیا مگر قسطہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کہتا ہوں میری غذا تم جانتی ہو کہ تندرستی میں کیسا ہے
 دن میں دو بار آدھی آدھی غذا کھائی گویا دن میں ایک بار غذا تناول فرمائی۔ گلاب وریلی کا
 پتہ اور آلو بخارہ کا افشردہ سپردار رہا۔ کل سے خوف مرگ گیا ہو اور صورت زسیت کی نظر آئی ہے
 آج صبح کو بعد دوپہر کے تھوڑے گھنٹے لکھا ہے یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکوں صاب
 وہ جوینے ۲۲ شعر مرثیہ لکھ کر تھوڑے ہیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار دو سر مانم زدہ
 کو دید و کھسٹے کہ تمہاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک زدہ ہے اور یہ جو تم کہتے
 کہ کچھ اوپر اسی شعر میں سے ایک شعر بھی تو نے نہ لیا اسکا حال یہ ہے کہ وہ شعر سب ست گریبان
 تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یاد و شعر ہیں میں سے کیونکر لے جاتے اشعار سب میرے سپرد
 بے سقم بے عیب وہ جو تم کہتے ہو کہ صرف بابو برج موہن میز نم اور اس کل و دو سر مصرعہ میں بھول
 گیا ہوں مگر قافیہ میں من ہے یہ شعر غالب کو برا معلوم ہوا ہوگا واللہ باللہ جب تک تم نے
 نہیں لکھا میرے خیال میں بھی یہ بات تھی بہر حال بات وہی ہے جو میں اوپر لکھا آیا ہوں بار
 اب کہیے بھائی منشی بنی بخش صاحب اور مولوی قمر الدین خاں صاحب روزوں کے متوالے ہیں
 میں آئے یا نہیں آئے۔ آج ۱۰ شوال کی ہے۔ شش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کی واسطے
 ان کی خیر و عافیت لکھو اور یہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرا تو شاہ
 مجکو خط لکھیں۔ غالب۔ محرزہ و مرسلہ دو شنبہ ۲۴ رمی شہاد ع۔

ایضاً اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط لکھنے منظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا معلوم ہوا کہ
 دو دن کول میں رہ کر سکندر آباد گئے اور وہاں سے تمہارے خط لکھا ہے دیکھیے اب یہاں
 کب تک رہو اور اگر کب جاؤ۔ پرسون بر خور وارشید زین کا خط آیا تھا۔ کہتے تھے کہ
 کتابوں کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائیں۔ مرزا تہر بھی ایک ہفتہ

بتاتے ہیں کیجیے کس دن کتاہیں آجائیں۔ خدا کرے سب کام دخواہ بنا ہوں ہاں جھانکشی ہاں لکند یہیبر کے
ایک خط کا جواب ہمپر فرض ہے میں کیا کروں اس خط میں اٹھول اپنا سیر مسفر میں مصروف ہونا کھا تھا پس
میں ان کے خط کا جواب کھاں بھیجتا۔ اگر تم سے ملین تم میرا سلام کہدینا اور طبع اگرہ سے کتا ہونا حال تو تم خود
دریافت کر ہی لو گے میرے کہنے اور کہنے کی کیا حاجت۔ چار شنبہ سیدم نومبر ۱۸۵۵ء ایضاً یکشنبہ سوم
ذی قعدہ پنجم جون سال حال صلیح تمہارا خط صبح کو آیا میں دوپہر کو جواب لکھتا ہوں۔ تمہاری ناسا
گاری طبیعت مسکول کر طہاء حق تعالیٰ تلو نندہ اور تندرست اور خوش رکھے۔ اور اراق ثنوی بھیجے ہوئے
بہت دن ہوئے جس میں حکایت طالب علم اور سنار کی تھی واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق میں ہم غلط پاکت نہیں
خط میں لپیٹ کر چونکہ خط بڑا تھا دو ٹکٹ لگا کر ارسال کیے ہیں سید ملے تو اسکو دیکھ کر تاریخ معلوم ہو جائے۔
قیاس ایسا جانتا ہوں کہ ہاں سات دن ہوئے ہوں۔ بلشی نبی بخش کا خط بہت دن نہیں آیا گھر آؤ کتاہیں گنج
وہ خود مع بعض متعلقین اگرہ ایک ہار تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا جواب نہ آیا۔ اب تاجا پر خوروا
شیو نرہاں اُن کا حال پوچھوں گا۔ تم باہمہ کالات خفقانی بھی ہو رائے امید سنگہ سے خط کی امید کیوں رکھتے ہو
جب اگرہ جاؤ گے اور وہ وہاں ہوں گے تو ملاقات ہو جائے گی۔ میں خود واقعہ نہیں کہ وہ کھاں ہیں از روے
قیاس کہہ سکتا ہوں کہ اگرہ یا بند را بن کبھی کہیں اُن کا کوئی خط مجھ کو آیا ہو تو میں گتہا گار۔ غالب۔
ایضاً۔ نو صاحب کھڑی کھائی دن بھلاے کپڑے پھلے گھر کو آئے۔ ۸ جنوری ماہ و سال حال
دو شنبہ کے دن غضب آہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط معہ مضامین اور دناک بھلا ہوا
رامپور میں میں نے پایا۔ جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ کہ مراد آباد میں پہنچا رہا ہو گیا پانچ دن صدر
الصدر و صاحب کے ہاں پڑا رہا۔ اُنھوں نے بیمار داری اور غمخواری بہت کی۔ کیوں ترک لباس کرتے
پہننے کو تمہارے پاس سے کیا جسکو اتار کر پھینک دو گے ترک لباس سے قیہر تھی مصیبت نہ چاہی تھی بغیر
کھانے سپیے گزارہ نہ ہو گا سختی و سختی رنج و آرام کو ہوا کر و جس طرح ہوا اسی صورت میں ہر صورت

گزرنے دو۔ ۵ تا ۱۰ سے ہی بنے گی غالب ۶ واقعہ سخت ہے اور جان عزیز ۷ اس خط کی رسید کا طالب غالب۔ ایضاً ۵ میرزا تفتہ کو پیوستہ دل جا دارد ۶ ہر کجاہست خدا یا بسلامت و اثر ۷ صاحب کئی بار جی چاہا کہ تم کو خط لکھوں مگر منتظر کہاں بیچوں اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہو کہ حضرت ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں خط نہ بیچوں تو گنہگار مین نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ مین اصلاح کی مشقت کی طاقت نہیں رہی۔ معذرت تمہارا کلام پختگی کو پہنچ گیا ہے۔ اصلاح طلب نہیں رہا ہے نتیجہ اپنے کچھ کو ایک مدت تک آئیں تم کا رسکھا تا ہے جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو خود بے اعانت شیر نشکا کیا کرتا ہے یہ مین نہیں کھا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو جو غزل قصیدہ لکھا کرو نہ مسودہ بل ایک نقل اسکی ضرور مجھ کو بھیجا کرو۔ ایضاً ۵ شنبہ۔ ۳ ربیع الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل شعار کا ایک آنہ ٹکٹ لگا کر اور اس پر یہ لکھ کر کہ پارسل ہے خط نہیں ہے ڈاک مین بھیج دیا ڈاک منشی نے کھا کہ خطوں کے صندوق مین ڈال ورنہ خواندہ خدمتگار آدمی اسکا حکم بجالایا۔ اور اسکو خطوں کے صندوق میں ڈال آیا وہ لفظ کہ یہ خط نہیں ہے پارسل ہے دست آورہ معقول ہے۔ اگر وہاں کے ڈاکے تم سے خط کا محصول مانگیں تو تم اس جلد کے درپے سے گفتگو کر لینا۔ مکان میرے گھر کو قریب صمیم محمود خاں کے گھر کے نزدیک عطاری بھی پائیں ابھی قریب پائی ہے یہ کہ یہ کو موجود مکان یہ وعدہ ہے کہ ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دوں گا بعد ایک ہفتہ کے اگر تمہارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے دینے کا اختیار ہے۔ رام پور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ مین والی راہ پور کو کھ سکتا ہوں نہ اس لکھنؤ کی جہ نگو کھ سکتا ہوں اگر ریل میں بیٹھ کر آ جاؤ گے تو زبانی کہہ دوں گا غالب۔ ۶ ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی ہر گواہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ غالب کی دعاے درویشانہ قبول کریں۔ ہم تو آپ کو سکندر آباد قافو نگویوں کے محلہ میں بھیجے ہوئے ہیں اور آپ لکھنؤ راجہ مان سنگھ کی حویلی مطیع اودھ اخبار میں بیٹھے ہوئے رہا یہ حقہ لکھنؤ کا پی رہے ہیں اور منشی نوکشور

صاحب باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا نشی صاحب کو میرا سلام کھنا کج یکشبنہ ہے اخبار کا لفظ ابھی تک نہیں پہنچا ہر ہفتے کو یکشبنہ جمعہ کو پہنچا تھا مگر رات گئے کیا فرماتے ہو کیسے رٹیکشن صاحب کھاں رٹیکشن صاحب پچشبنہ کے دن ۱۹ جنوری سنہ ۱۳۵۷ء کو وہ پنجاب کو گئے ملتان یا پشاور کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں۔ میں اپنی ناقوانی کے سبب انکی ملاقات تو دیر کو نہیں کیا اور انکی کھات پر لو کر ہیں مٹھے مشاہیرہ پاتے ہیں۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب صبح یکشبنہ ۱۷ فروری ۱۳۵۷ء - ۶ - ایضاً۔ نوز چشم غالب از خود رفتہ مرزا تقی خدا کھو خوش اور تندرست رکے نہ دوست بخیل نہ یکن کاؤب۔ مگر بقول میر تقی - اتفاقات میں زمانہ کے بہر حال کچھ تیسری کی جاکے کی اور ان شاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا ہے

یا کرم خود مند در عالم یا مگر کس دریں زمانہ نکر و

اغنیاء دہر کی موج سرائی سو قون کرو۔ اشعار عاشقانہ بطریق غزل کھا کرو۔ اور خوش رہا کرو۔

نجات کا طالب - غالب - - - - - شبنہ ۲۴ نومبر ۱۳۵۷ء - ۶ -

ایضاً - صاحب بندہ یکن نے کس کا ایک ایک خانہ دیکھا۔ سوائے تین کاغذوں کی کوئی کاغذ تھرا نہ نکلا اور اس وقت بسبب کم فرصتی کے میں ردیف ان تینوں قصیدوں کی نہیں بنا سکتا اور وہ مقدمہ فقہ کا باقتضائے حالات زمانہ مست ہو گیا ہے مٹ نہیں گیا ویرا پید و درست آید

انشاء اللہ تعالیٰ - اب میرا حال ستو ہے

در نو میدی سے امید است یا مان شب یہ سپید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں محکومات پارپے اور تین رقم جو اہر خلعت ملتا تھا لارڈ کینگ صاحب میرا دربار خلعت بند کئے ہیں نا امید ہو کر بیٹھ رہا اور مدت الطیر کو ایس ہو رہا اب جو یہاں لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے ہیں میں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہ ملین گے کل انھوں نے مجھ کو بلا بھیجا

بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب لی میں دربار نہ کریں گے میرے ٹھہرتے ہوئے اور
میرے ٹھہر میں ان اضلاع کے علاقہ داروں اور مالگزاروں کا دربار کرتے ہوئے انہالہ جاؤں گے دلی کے
لوگوں کا دربار دیوان ہوگا تم بھی انہالہ جاؤ شریک دربار ہو کر خلعت معمولی لے آؤ۔ بھائی کیا کہوں کہ کیا میرے
دل پر گزری گویا مردہ جی اٹھا مگر ساتھ اس مسرت کے یہ بھی سنا گا کہ اگر کہ سامان سفر انہالہ
و مصارف بے انتہا کہاں سے لاؤں اور خطرہ یہ کہ نذر معمولی میری قصیدہ ہے۔ اُدھر قصیدہ کی فکر۔
اُدھر روپیہ کی تدبیر۔ اس ٹھکانے نہیں۔ شعر کا م دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان
میرے اضلاع کی شکل بھی آسان کر لیا لیکن ان دونوں میں نہ دن کو چین نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطرین تھیں
اصلی کی کئی سطرین جناب نواب صاحب لکھنؤ بھجادی ہیں جیتا رہا تو انہالہ سے اگر خط لکھو گا۔ روز چہار
۳۱ رمضان ۱۲ فروری + ایضاً۔ بھائی تم نے مجھے کونسا دو چار سو روپے کا نوکر یا پاشن دار قرار دیا
جو دن میں روپیہ ہینا قسط کی آرزو رکھتے ہو تمہاری باتوں پر کبھی ہنسی آتی ہے اگر اچانک تم کبھی
دہلی کے ڈبھی کلکٹر یا وکیل کہنی ہوتے تو مجھ کو بڑی شکل پر قبی بہر حال خوش رہو اور متفکر نہ ہو پانچ روپیہ
ہینا پاشن لکھدی میں سے قسط مقرر ہو گیا تا اداے در ابتداے جون ۱۲۵۰ یعنی ماہ آئندہ سے
پہلے قسط ہماری ہوگی۔ بابو صاحب کا خط تمہارے نام کا پونچا عجیب تماشا ہے وہ دنگ کے ہونیسے نجل
ہو نہیں آئیں ان کے عذر چاہنے سے مر جاتا ہوں۔ مائے اتفاق آج میں نے ان کو دکھا اور کل راجہ
صاحب کے مرثی کی خبر سنی واللہ بالہ اگر وہ دن پہلے خبر سن لیتا تو اگر میری جان پر آہستی تو بھی انکو نہ کہتا جے
کے آئے ہوئے روپیہ کی ہنڈوی اسوقت تک نہیں آئی شاید آج شام تک یا کل تک آ جاوے
خدا کرے وہ آج پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کر دیں ورنہ پھر خدا جانے کہاں کہاں جا بیٹھے اور روپیہ
بچھنے میں کتنی دیر بوجھائے گی۔ خدا کرے کہ زرمصارف ہر دیو سنگہ اسی میں کچھ لین میری کمال خوشی ہے
اور یہ ہو تو مرنے پر دیو سنگہ کو میری طرف سے ضرور دین بخشی صاحب کا ایک خط ہاتھ میں آیا تھا

کل اُس کا جواب ہاں میں کہ اور نہ ہو چکا۔ واللہ! از اسد اللہ۔ محرم ۲۷ و ۲۸ شنبہ ۱۲۵۳ھ۔
 ایضاً کل تہارا خط آیا۔ راز نہانی مجھے پر آشکارا ہوا۔ میں سمجھا ہوا تھا تم دیوانگی اور شور شراب کر رہے ہو
 اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تمہارے ہے۔ میں جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہوں تو اپنے نفس کو مٹا کر
 کہہ سکتا ہوں کہ اے دل تو اپنے عزیز کو جان کیجیگا سمجھ کر قصور کر کہ اگر تجھ پر یہ حادثہ پڑا ہوتا تو اس بلا
 میں گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا۔ حیا ذاباقتد۔ اب میں تم کو کہوں کہ بے حسرتی گوارا کرو اور رفاقت نہ چھوڑو
 بلکہ یہی زائد ہے جو دوست کہیے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر ہر حال دوست کی دوستی سے کام لے
 افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص ان میں تم میں ہے بدستور بلکہ روز افزون رہے ساتھ رہنا
 اور پاس رہنا نہیں ہے نہ سہی ۵

وصلے کہ دریاں ملال باشند	ہجران پر ازان وصال باشند
--------------------------	--------------------------

آدم بر سر مدعا تمہاری رائے ہو اس بات میں پسند عجیب طرح کا بیچ پڑا کہ نکل نہیں سکتا تم کو
 سمجھا سکتا ہوں اور نہ ان کو کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے تو اس موقع میں سوائے اسکے کہ تماشائی نیرنگ قضا
 و قدر بنا ہوں کچھ بن نہیں آتی ۵

ہشتم کہ تا کر و گار چساں	دریں آشکارا چہ دارد نہاں
--------------------------	--------------------------

بے پور کا امر محض اتفاقی ہے بے قصد و بے فکر و پیش آ یا ہے ہوسنا کا نہ ادھر متوجہ ہوا ہوں دیکھا
 ہو گیا ہوں بہرا ہو گیا ہوں۔ سرکار انگریزی میں بڑا پایہ رکھتا تھا۔ رئیس زادوں میں گناہاں تھا پورا خلعت
 پاتا تھا اب بدنام ہو گیا ہوں اور ایک بہت بڑا و صاحب لگ گیا ہے کسی ریاست میں دخل کر نہیں سکتا
 مگر ہاں استناد پاپیر بادشاہ بن کر راہ و رسم پیدا کروں کچھ فائدہ اٹھاؤں کچھ اپنے کسی عزیز کو دیاں
 دخل کروں دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے ۵

تا نہاں دوستی کے بروہ	حالیہ رقیتم و تخنے کا شیتم
-----------------------	----------------------------

صحافت کے پاس دیوان ابھی نہیں آیا۔ آج کل آجائیک کا پھر اس کے جزو دان کی تیاری کر کے روانہ کر دیں گا
ابھی کول میں آرام کرو اپنے بچوں میں اپنا دل بھلاؤ۔ اگر جی چاہے تو اکبر آباد چلے جائیو وہاں اپنا
دل پہلائیو۔ دیکھو اس خود داری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں السلام۔ اسد اللہ۔
جمعہ ۲۵ مئی ۱۰۰۰۔ ایضاً صبح دو شنبہ پنجم جمادی الاول و نور و ہم نومبر سال حال سبزی
تفہیم کل تہا لفظ مع کاغذ اشعار آیا۔ آج تکویہ خط لکھتا ہوں اور اُنسی خط کے ساتھ موسومہ میر بادشاہ
بھیجتا ہوں کاغذ اشعار کل یا پستل روڑا ہو گا۔ غن تالیف کو دوں مرتبہ شاعری جانتا ہوں اور تہاری
طرح سے یہی میر عقیدہ نہیں ہے کہ تالیف وفات لکھنے سے ادا سے حق محبت ہوتا ہے بہر حال
میں نے نشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھ کر بھیجا ہوتا ہوں خاندین خان صاحب نے پسند کیا قطعہ یہ ہے

شیخ نبی بخش کہ با حسن خلق	داشت مذاق سخن و فہم تیز
سال وفاتش ز پئے یادگار	بادل زار و مژدہ و جلد ریز
خواسم از غالب آشفتم سر	گفت مدہ طول و بگو رستخیز

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی
مرتب ہے جیسا کہ یہ مصرعہ ہے ۵۰ در سال غرس ہر آنکہ ماند بیند + انوری کے قصائد کو
دیکھو دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز میں لکھے ہیں جس میں اعداد و سال مطلوب نکل
آتے ہیں اور معنی کچھ نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب
اگر تاریخ ولادت یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شہ ناستحق تھا قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب
ادا سے حق مودت ہے تو میں حق وہی ادا کر چکا۔ زیادہ کیا کہوں۔ دو کا طالب غالب۔ +
ایضاً۔ کیون ہمارا کول میں آنا اور جناب نشی نبی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی اور
ہم کو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیونکر جانا کہ تم مجھ کو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھ کو

اپنے انکی اطلاع نہ دی نہ کہا کہ میں کچھ ٹکرا یا ہوں اور کتنے ہو گئے اور کب جاؤنگا اور بابو صاحب کھاں جاکر
 خیراب جو میں نے بچائی کر کے ٹکڑے خط لکھا ہے لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو اور کچھ ساری اپنی
 حقیقت لکھو تمہارے ہاتھ لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میرے پاس موجود ہیں اور اصلاح
 پانچکے ہیں اب میں حیران ہوں کہ کھاں بھجوں ہر چند انھوں نے کہا ہے کہ اکبر آباداشم علیخان
 بھیج دیں میں نے بھیجوں گا جب وہ اجیر یا بھرتور پہنچے کچھ خط لکھیں گے تو میں انکو وہ اوراق ارسال کر دوں گا
 یا تم جو لکھو گے اس پر عمل کروں گا بھائی ایک دن شراب نہ پیو یا کم پیو اور ہکو دو چار سطرین لکھو کہ ہمارا سر
 دھیان تم میں لگا ہوا ہے۔ اسد اللہ۔ رقمزدہ یکشنبہ چہارم جنوری ۱۲۵۷ء ایضاً صاحب تہساری سعادت مند
 ہزار ہزار آفریں ٹکڑوں ہی چاہیے تھا ایک کہہ سکتے تو ایک تلطیف متن لکھی تھی جیسا کہ عربی میں کہتے
 اور فاسی میں کاشکے۔ اب تم رو دو اسنو عرضی میری سر جان رئیس حنفی کشنر بہادر کو گزری اس پر خط ہو گیا عرضی مع
 کو اغذہ بھیجہ سائل بھیج دیا اور یہ لکھا جا کہ محرم صاحب کشنر دلی کو پیش کرو اب مرشدہ دار کو لازم تھا کہ میرا کام ملوث
 دستور کے خط لکھتا یہ ہوا وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی میرا پاس انکی میں نے خط صاحب کشنر چارلس سائڈز کے
 لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی انھیں ملفوف کر کے بھیج دی صاحب کشنر نے صاحب کلکٹر کے پاس
 یہ حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پیش کی کیفیت لکھو اب وہ مقدمہ صاحب کلکٹر کے ہاں آیا ہے ابھی صاحب
 کلکٹر نے تعینال س حکم کی نہیں کی پرسوں تو ان کے ہاں یہ رویکاری آئی ہے دیکھئے کچھ مجھ سے
 پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بیٹھتے ہیں دفتر کھاں رہا ہے جو اس کو دکھیں گے۔ بہر حال یہ خدا کا
 شکر ہے کہ ہاوشاہی دفتر میں سے میرا کچھ ثمنول فساد میں پایا نہیں گیا اور میں حکام کے نزدیک
 یہاں تک پاک ہوں کہ پیش کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہوئی یعنی سب
 جانتے ہیں کہ اسکو لگاؤ نہ تھا مولوی قمر الدین خان کا کول نہ جانا اور راہ سے پھر آنا معلوم ہوا حق تعالیٰ انکو
 زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا بھائی منشی نبی بخش صاحب کو سلام اور ان کے

بچوں کو دکھانا اور یہ خط ضرور ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی ہدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خدا اچھی کرے وہ عزت وہ ربط و ضبط جو ہم پیش زادوں کا تھا اب کھاں۔ روٹی کا ٹکڑا ہی بچائے تو غیرت ہے گورری کلکتہ اور گورری اگرہ اور غٹی اور کشتری و دیوانی و فہداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مثل اس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاو کہ یوں کرو۔ علم نے خط نہ لکھا صرف وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیجی خیر سے ہرچہ از دوست میرے دیکھو۔ سنو میرا راتفتہ اب میں جو اپنا حال لکھ لکھا کروں اور تم میرے بھائی کو اور مولوی قمر الدین خان کو دکھا دیا کرو۔ تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں۔ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۸۵۷ء۔ ایضاً۔ بھائی بان پٹن نے ذبتہ الاخبار دیکھا کہ رافی صاحب مرگئیں۔ کل ایک دست کا خط اکبر آباد سے آیا۔ لکھتا ہے کہ راجہ مرا۔ رافی مری۔ ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ صورت انتظام جانی جیسا تھ کے آنے پر موٹ ہے۔ یہاں تک کہ اس دست کی تحریر ہے۔ ظاہر اس کو بابو صاحب کا نام نہیں معلوم۔ ان کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اس دوست نے بطریق اخبار لکھا ہے اسکو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر خبر یہ ہے تو ہمارا دوست کا نام بنا رہیگا۔ امین یا رب العالمین۔ صاحب پور کا مقدمہ لایا آئی اس کے نہیں کہ اسکا خیال کریں ایک بنا ڈالی تھی وہ نہ اٹھی راجہ اڑکاس ہے اور چچو راہے اول جی اور سعد اٹھان چہ رہتے تو کوئی صورت نکل آتی اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ راجہ خیر سے دیوان کو پڑا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے یہ بھی تو آپ اردو سے قرینہ نشی ہر دو سنگہ کہتے ہیں انکا بیان کیونکر لکھیں ہو وہ بھی جو بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپے نقد اور خلعت مرزا صاحب کے اسے جو بڑھ چکا ہے ہولی ہو چکی اور میں بیکر چلا۔ پھاگن۔ چیت۔ یہاں کہ نہیں معلوم ہونی کس مہینہ میں ہوتی ہے آگے تو پھاگن میں ہوتی تھی۔ بندہ پر وہ بابو صاحب نے پہلی بار تو جھکو دو بندہ دیا بھی ہیں سو سو روپہ کی۔ ایک تو میرا محمد صہب کے کش کیواسطے۔ راجہ صاحب کی طرف سے تاج پور تولد کنور صاحب کے انعام میں اور ایک اپنی طرف سے جھکو بطریق ندر شاگردی بعد اس کے وہ سو سو روپہ ان سو سو روپہ کی

بعد چار چار پانچ پانچ جہینے کی آئیں مع میرا محمد بن صاحب کے صلہ کے روپیوں کے چار سو اور اس کے علاوہ
اور یہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے اسکا صاحب کنوڑ صاحب کی عمر پر جو آٹھ گروہ دو برس میں
تو دو برس میں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس میں۔ ہاں صاحب فرمائی میرا قاسم علی صاحب ہیں جو
میرے پورے دوست ہیں پرسوں یا اتروں جو ڈاک کا ہر کارہ بختا رخط لایا تھا وہ ایک خط
میرا صاحب کے نام کا کوئی میاں حکمت اللہ ہیں اگر میری مکان کے پتہ سے لایا تھا وہ میں نے لیکر
رکھ لیا ہے جب میرا صاحب جاویں تو تم انکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ حضرت اگر میرے دوست نہیں تو
اس خط کے واسطے آپ دلی لےئے۔ غالب۔

ایضا عجب شاہی بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ ہر دیو سنگہ آگیا اور پانسو روپیہ کی ہنڈوی لایا مگر
مصارف کی بابت انیس روپیہ کئی آئے اس ہنڈوی میں محبوب ہو گئے ہیں سو بیچنے پاس سے
لا کر پوری بانو کی ہنڈوی بچھو بھجھا ہوں میں نے انکو لکھا کہ مصارف ہر دیو سنگہ میں مجرا دو گنا
تخلیف نہ کرو مٹھ یہ میری طرف سے ہر دیو سنگہ کو اور دید و اونی کچھ کم ساٹھ چار سو کی ہنڈوی
جلد روانہ کرو۔ سو بھائی آج تک ہنڈوی نہیں آئی۔ میں حیران ہوں وجہ حیرانی کی کیا رہی ہوگی
کے بھر و سہرے قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کا کیا تھا آج جون کی باغیوں سے وعدہ تھا اضافہ
کرتے ہیں اور میں آج کل کر رہا ہوں۔ شرم کے مارے بابو صاحب کے کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں کہ وہ
پورا کر کے فکر میں ہو پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں تیس روپیہ کی کوئی ایسی بات ہے اگر مصارف ہر دیو سنگہ
میرے ہاں سے مجرا ہوئے تو کیا غضب ہوا۔ انیس اور پچیس۔ چون روپے نکال دیں وہ باقی ارسال کریں
خط کو جو میں نے بھیج دیا تھا وہ بھی نہیں آئے یا انہوں نے کسی بات سے کہ میں بھی نہیں جانتا کہ بابو صاحب کہا
ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھر توڑے ہیں۔ اچیر نیکی تو ظاہر کوئی وجہ نہیں ہے چار کثرت نہ ہمارے
عاجز ہر آج تک لکھا ہے تم اسکا جواب بچھو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ دنگ کی کیا ہوئی یا د

بابو صاحب کے پاس سے روپیہ کی ہنڈوی لائی گئی ہے

ایضاً میرا سلام پہنچے۔ خطا در کاغذ اشعار پہنچا۔ سابقہ حال بھی سب یوں ہی صحرے پہنکے اگرچہ گرمی زفر ہو گئی۔ مینہ برسے لگا ہواے نہر د چلنے لگی۔ مگر دل کندہ ہو اور جو اس ٹھکانے نہیں۔ بادشاہ کا قصیدہ مر سارا اور عید کا قصیدہ نئے نام لکھے سے کہہ کھا تھا اسکا خاتمہ ہزار مشقت رمضان میں کہہ یاد اور عید کو دونوں پڑھ دیئے۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پرسوں یا ترسوں بھجوں گا کہنے لیکر تم بھی دیکھنا۔ میں نے آنکھ لکھ بھجوائے کہ منشی ہر گوپال صاحب کو بھی دنیا کہ وہ پڑھیں اور میں تو نقل لے لیں گے۔ اور جو کچھ تمہارے خط میں لکھا تھا وہ جواب طلب نہیں یوں ہی جو تم سمجھو سو اللہ * ایضاً کیوں صاحب کا کیا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپکی ملاقات نہیں ہوئی نہ مرزا صاحب آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہاں ایک بار منشی شیونازین صاحب نے کرم کیا تھا اور خط میں یہ رقم لکھا کہ ایک فرماتی رہا ہے اس پر یہ تصور کر رہا ہوں کہ اگر ایک فرم نہ شرک باقی تھا تو اب قصیدہ بھجایا جاتا تھا۔ اور اگر فرم قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں منشی شروع ہو گئی ہوں گی تم مجھے میں تمہارے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور جناب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنکھ تمہارا اور انکا آنا بھجتا ہوں غریب گویا وہ مکالمہ ہی جواب ہم ہوا کرتا ہے پھر تم کہو مکالمہ کیوں موقوف ہے۔ اور اب کیا دیر ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فراغت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدیں صحائف کو دیدیں۔ میں اب ان کتابوں کا آنا کتب تصور کروں۔ دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی کہیں دیوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ ہاں صاحب نے کبھی کچھ حال قمر الدین صاحب کا نہ لکھا آگے اس سے تمہنے آگے تمبر میں انکا اگرہ کا آنا لکھا ہے وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے۔ وہاں تو منشی غلام غوث خان صاحب اپنا کام بتور کرتے ہیں پھر یہ حق میں کیا کر رہے ہیں کہیں کسی اور کام پر مین ہو گئے ہیں اسکا حال جلد کہو۔ مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ میں نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خان صاحب کو ایکہ گانوں جاگیر میں ملا ہے مولوی محمد

جب اُسکے بندوبست کو آیا جاسیے ہیں اُسکا ظہور کیوں نہیں ہوا آب ان سب باتوں کا جواب لکھیے
 جناب مرزا صاحب کے میرا سلام کہیے اور یہ پیام کہیے کہ کتاب کا حُسن کا نون سو سنا دل کو دیکھنے پر زیادہ
 مگر اُنکھوں کو رشک ہے کافوں پر اور کان چٹکتی کر رہی ہیں اُنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ اُنکھوں کا حق
 اُنکھوں کو تک بلیگا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہیے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی توجہ فرمائی
 آپ کی تحفیف تصدیق چاہتا ہوں۔ یعنی اگر کافی کا قصہ تمام ہو جاوے تو آپ کو آرام ہو جاوے۔
 جناب ششی شیو نرائن صاحب کی عنایتوں کا شکر میری زبانی ادا کیجیے گا۔ اور یہ کہیے گا کہ آپ کا خط
 چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور مہند کوئی امر جواب طلب تھا اس واسطے اُسکا جواب نہیں لکھا زیادہ

لکھا ششہ دروان داشتہ صبح شنبہ۔ ۱۶ اکتوبر ۱۳۵۷ ع۔ راقم غالب
 ایضاً صاحب عجب تماشا ہے تھکے کہے سے منشی شیو نرائن صاحب کو خط لکھا تھا
 سوکل اُنکا خط آیا اور اُنھوں نے دستنبو کی رسید لکھی ٹھاک کا ہر کارہ تو ان کے پاس نہ ہوگا
 آخر نہیں نے بھیجا ہو گا یہ کیا کہ تمنے بجو اسکی رسید اور میرے خط کا جواب لکھا اگر یہ گمان کیا
 جائے کہ تمنے رائی امید سنگ کی ملاقات ہو مینے کا خط کا لکھنا منحصر رکھ کر تو وہ بھی ہو چکی ہوگی
 تو منشی نے نظر آتی ہو کہ گویا تم الگ ہو گئے ہو کتاب طبع میں حوالے کر دی آپ اسکی تزیین تصحیح سے کچھ غرض
 نہیں پس اگر یوں ہی ہو تو میں انطباع سے درگزر۔ سینکڑوں مطالب مقاصد پر جائیں گے
 اس وحشت کی وجہ کیا اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اس کتابے رشو کی رسید لینے کی وجہ کیا ہے
 بے تکلف قیاس چاہتا ہوں کہ تم مجھے خفا ہو گئی ہو۔ خدا کی واسطے خفگی کی وجہ لکھو مجھ کو میں نے خط روانہ کیا
 بدہ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمہاری بخش کا بالکل یقین دہائیگا
 اور سبب جو معلوم نہ ہو گا میں تو اپنی نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا۔ خدا کی واسطے خداوند
 اگر خط تو خفگی کا سبب لکھو جانتا ہوں کہ تم رائی امید سنگ سے بھی نہ ملے ہو گے میرا بار بار

میں نے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ماں مرزا لفتہ و ستونہ کو اچھی طرح پڑھا دینے کے لیے اسے حال میں کہ
مجلوئیہ لکھ بولنے اور پہلے ہی کر نیکا گناں گزراؤ کوئی مطلب کو لکھنا نہ چاہیے مگر ضرورت کو کیا
کروں اپنا کہتا ہوں صاحب طبع نے خط کے لفافہ پر لکھا ہے مرزا نوشہ صاحب غالب غور کرو کہ یہ کتنا
یہ جوڑ چاہیے ہے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحہ اول کتاب تک بھی نہ لکھیں۔ کیا فارسی کا دیوان یا اردو دیوانچ
یا مہر نیروز چھاپہ کی یہ کوئی کتاب اس شہر میں نہیں بھی جو وہ میرزا نام لکھ دیتے تو یہی انکو میرزا نام نہیں دیتا
صرف اپنی نفرت عرف سے وجہ اس اوپلا کی نہیں ہے بلکہ سبب یہ کہ دلی کے حکام کو تو عرف معلوم ہے
حکومت سے دلایت سے یعنی وزراء کو محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی ہن لائق عرف کو نہیں جانتا
پس اگر صاحب طبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھ دیا تو میں غارت ہو گیا کھو گیا۔ میری محنت
رائگاں گئی گویا کتاب کسی اور کی ہو گئی۔ لکھتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام
مطبع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں۔ بدہ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ۔ غالب۔ -

ایضاً بجا آئی ہے۔ ۳۳ کتابیں بھی ہوئی برخواستہ شینوارین کی کل جمعہ کی ۱۲ نومبر کو پہنچیں کا غلدوریا
اور خط کا حسن و یکساں پرین از روی نقیص جانا کہ طلائی کام پر کیا ہیں و سن بہشت بجائیگی حوریں و یکساں شہرمانی
یہ تو سب سے مگر دیکھئے عجیب و انکا دیکھنا کہ کتابت تیر سو آب پر گمان تامل کا زور تو کیونکر جو۔ ہاں صاحب
جلد کے بنائینی نسبت ہی میر حق کا جلا و نہ بجای یعنی مدت مناسب و درز نگاہ اور ان حضرت کچھ عجیبگی اس
وقت کر لیجئے گا کہ وہ پارسل آں شریف کی محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے محکومہ ایک ایک
اپنی جان کی زیادہ عزیز ہے۔ یا الہی یہ خط لہ میں ہوا وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیر و حفظ و اماں میں عجیب
پہنچ جائے اور یہ ہو تو بجا آئے ہو کہ اس خط کا جواب لکھیں اُس میں یہ مرقوم ہو کہ آج مجھے کتابوں کا
پارسل روانہ کیا ہے۔ یارب این آرزوئے من چہ خوش است + تو بدیں آرزو مرا برآ
ترسلہ شنبہ - ۱۳ نومبر ۱۸۵۸ء علیسوی - +

ایضاً کہ غائب تھے اس تلخ کوئی میں صاف کہچ کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے *
 بندہ پرور پہلے تلوچھ لکھا جاتا ہے کہ میر کو دست قدیم میر کو دم حسین صاحب کچھ متیں میرا سلام کہنا اور کچھ کہنا
 اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم نہیں۔ مرزا حاتم علی صاحب قہر کی جناب میں میر
 سلام کہنا اور کچھ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا

شرط اسلام بود در زشایاں بالغیب + | اسے تو غائب ز نظر فہر تو ایمان من است

تمہاری پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُسکے دو دن یا تین دن کے بعد دو لکھ خط پہنچا سنو صاحب جس شخص کو
 جس شخص کا ذوق ہو اور وہ اُنہیں بے تکلف عمر بسر کرے اُس کا نام عیش ہے تمہاری توجہ مفرد بطرف شعر و سخن
 تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بجائی یہ جو تمہاری سخن گوشتی ہر اسکی شہرت میں میری بھی تو
 نام آوری ہے میرا حال سن فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور گل کہہ ہوئے ہمارے سب سے لگے لگے
 اپنے ہندی کلام میں سی ڈیڑھ شعر یعنی ایک قطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے سو گاہ گاہ جب اُٹھ کر لکھتا
 تب دشل پانچ بار کچھ قطع زبان پر آ جاتا ہے

زندگی اپنی جیسے شکل سے گزری غائب | ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراہٹوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں * اے مرگ ناگہاں تجھے
 کیا انتظار ہے * یہ کوئی نہ سمجھو کہ میں اپنی لے رفتی اور تیا ہی کے غم میں مرتا ہوں جو دکھ مجھ کو ہر سکا
 بیان تو معلوم مگر سن بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں ہر جوان رُوسیا کا لڑکھو ماتہ تر قتل ہو
 اس میں کوئی میرا لیکہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا پیر اور کوئی میرا شاگرد۔
 ہندوستان میں کچھ عزیز کچھ دوست۔ کچھ شاگرد کچھ معشوق ہووے سب کے سب خاک میں مل گئے۔ ایک عزیز کا نام
 کرتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہوا سکوزست کیونکر نہ دشوار ہو۔ اُو اتنے یار میر کے جواب
 مرونگا تو میر کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ قَرَأْنَا لَیْحَہٗ رَاجِعُونَ ۛ

بنام شانہ زادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق - تقصیر معارف - میں مٹھی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی وجہ استغاثہ کی یہ
 آپ نے مجھے اپنی حلقہ ارادت سے خارج کر دیا۔ عارضی جواب طلب کا جواب نہیں ایک عنایت نامہ اپنی
 اہل اہل میر و دیر پر چنگ - یہ جملہ مکتبہ لکھا ہوا تھا۔ میں اسکو پڑھ بھی نہ سکا معنی تو علاوہ ہر مکتبہ
 غرض لکھا اور جگہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا اب تک جواب نہیں پہنچا۔ جی گھبرا رہا ہے جب تک اسکا
 جواب نہ پاؤں لگا آرام نہ آئیگا۔ برغور و اقبال نشان میرزا شہاب الدین بہادر کی زبانی آپکو مزاج
 مبارک کی خیر و غایت سہی مگر وہ جو تحریر و تخطی سے تسلی ہوتی تیرہ کہاں حضرت اہل خالص
 و الرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص ہو مگر ان علم کی معافی لکھتے بھی زیادہ عفو مجرم کا طالب
 ایضاً درپیش شستم و در کامجوی استوار * بادشہ را بندہ کم خدمت پر خوار ہست *
 حضرت پیر و مرشد برحق - روز افزونی کا ہش ایس حد کو پہنچی ہے یہ تقسیم جزو لا تجزئی محال ہے
 آگے با دیر مہر نے لہو خشک کر دیا تھا اب آتش و مزخ نے رہا سہا جلا دیا۔ کل عنایت نامہ آیا آپ رقم
 فرماتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں بھیجا مجھ کو باوصف استیلائے لیسان خیال میں آتا ہے کہ
 میں حضرت کے فرمان کا جواب لکھ چکا ہوں ڈاکے اب ڈاکو ہو گئے ہیں اگر وہ لفاظ ڈاکے میں
 تلف ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ متوقع ہوں کہ آسکانہ پہنچنا میری نارسائی بخت کی تاثیر سمجھنا چاہیے
 میں مجرم نہ پھیروں - زیادہ عفو ادب بجات کا طالب غالب - روز و شب تیرا پرل شمس *
 ایضاً تم سلامت رہو ہزار برس * ہر برس کی ہون دن سچا پس ہزارہ آج منگل ۱۷ جون ۱۳۰۶
 ۱۲ بجے عنایت نامہ آیا - منظرہ و یکسر سفید صبح ملا و سمجھا - نگا ایک چھوٹی سی حس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا
 ہوا تھا خط پڑھ کر وہ حال طاری ہوا کہ نگاہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا - اگر جان عزیز نہ ہوتی
 تو سر پھوڑتا اور کیون کلاس غم کی تاب نہ لےتا کہ میں اپنے کو کچھ اگر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا

لغافہ لکھنوی اقبال نشان شہالین خان سے لکھوا کر پیرنگ رسال کیا۔ اس فرمان کو اس لغافہ کی رسید نہ پائی۔ ظاہر اٹواک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر روح کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ بتایا کہ یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لغافہ میں لمبیٹ کر روانہ کی اب جب آپ اور لغافہ بھیجیں گے تو مطالبہ باقی کا جواب مدد اور قیاساً بھجوں گا۔ زیادہ حد ادب ۴۔

بنام سید بدرالدین احمد المعروف فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرّم و معظّم خباب فقیر صاحب دامت برکاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حال معام ہوا۔ بابو صاحب کے واسطے میزاجی بہت جلا۔ زمانہ ان دنوں میں ان سے برسر امتحان ہے پروردگار انکو سلامت رکھتے اور صبر و شکیب عطا کرے۔ علاقہ مسعدت روزگار کی وہ صورت شدائد رنج سفر کی وہ حالت ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ ان سب باتوں سے علاوہ یہ کتنی بڑی موصیبت ہو کہ جوان داماد بڑ جائے اور بیٹی بوجہ ہو جاوے۔ مرگ و زلیلت کا سرشتہ خدا کے ہاتھ پر آدمی کیا کرے دل پر میرے جو گزری ہے وہ میرا دل جاتا ہے ہاں بحسب ہر تعزیت نامہ لکھنا چاہئے حیران ہوں اگر خط لکھوں تو کس تہہ سی لکھوں ناچار بھی تامل ہو جب بھرت پو آجائیں تو آپ انکی آنکلی اطلاع دیکھنا کچھ بھیجوں گا۔ نواب علی نقی خان صاحب کے خط کو جواب میں جواب لکھا تھا وہ مجھ کو یاد رہیگا جب نواب صاحب آجائیں گے میں انکو بھادو لگا آپ ہندی اور فارسی نثر مانگتے ہیں فارسی غزل تو شاید انکی بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں چا لکھی ہیں سو وہ یا تمہاری وہ سنت حسین مزار صاحب کے پاس یا ضیاء الدین صاحب پاس۔ میری پاس کہاں ہے یہاں اتنا تحقیق نہیں کہ ہاں سو دیوان لکھو اگر نقل آترو اگر بھیجیں۔ سید محمد صاحب کو اور انکو دلو بھجائے میری دعا پہنچے۔ اسد شہد گناشتہ چار شنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۸۶ ہجری۔ ۳۱ جنوری ۱۸۷۰ء

ایضا مخدوم مگرم جناب فقیر صاحب کی خدمت عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن سے آپ نے مجھ کو
 یاد نہیں کیا اور مجھ کو کچھ آپ کا حال معلوم نہیں۔ بابو صاحب خدا جانے کہاں ہیں اور کس کام میں
 آ رہے ہیں کچھ حال مجھ کو معلوم نہیں منشی ہر گوپال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا حال اکثر اور تمہاری
 خیر و عافیت گاہ گاہ دریافت ہو جاتی تھی سو وہ بہت دنوں سے علی گڑھ میں ہیں۔ اگرچہ خط -
 ان کے آتے رہتے ہیں مگر ان کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں۔
 اور تم سے تو بعد ہی ہے پھر تمہاری خیر و عافیت کیا
 کہ میں بہر حال مقصود اس تحریر سے ہے کہ نواب میر علی نقی خان صاحب آپ سے ملیں گے یہ بہت عجیب خان
 ہیں نواب ذوالفقار خاں اور نواب اسد خاں کی اولاد میں سے ہیں اور تمہاری مہر و نصیب یعنی نواب میر
 خاں مخدوم کے بڑے دوست ہیں آپ نوکری کی جستجو کو بھلو ہیں آپ ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ
 فرو گزشتہ نہ کریں وراج کا حال سب بہر ظاہر کریں اور رانی سرکار کو ملو ادیں اور بابو صاحب سے جو ان کو
 ملو ایسے تو یہ میرا خط جو آپ کے نام کا ہے جناب بابو صاحب کو پڑھوا دیجئے کیا خوب ہو کہ اس سرکار میں نوکر
 ہو جائیں اور اگر نوکری کی صورت نہ ہو تو وراج سے انکی خدمت یا میں شائستہ عمل میں آویں نواب سنگھ
 عالمگیر کے وزیر تھے اور فتح میر انکا بٹھایا ہوا تھا جب فتح میر نے ذوالفقار کو مار ڈالا تو اوردے
 کتبہ تواریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہو گئی اور خود فتح میر پر کیا گزری قصہ کوتاہ انکی تقریب میں جم وراج
 آپ صرف کریں کہ اور حیدر آباد کی ہمدرد میں کوشش کریں گے احسان بھٹی ہو گا۔ زیادہ زیادہ اسد اللہ +
 ایضا سید صاحب جمیل المناقب علیہ السلام اقبال تو اماں مجھ کو اپنی یاد سے غافل اور سید کی بھگت ناری
 فخر نہ سمجھیں پر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب غریب ہے یہ نہیں اور انکا بھائی باہم موافق رہینگے تو کوئی صورت
 نکل آئے گی صاف و ناطق سیم و زور و پیاثر فی منتہا ہوں کہ کچھ نہیں ان جاوید سوسیدہ کے اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ
 ہونگی کراچی کا فقیر ہو جائیگا میں نے کیا دلوں اور بھلاؤں کیا۔ کئی دن ہوئے کہ میں میں صاحب کو ان کی ہمدردی

میاں بھی بیٹھا تھا اب ہم اُن دونوں صاحبوں میں بھی باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت زدہ
 تھے قضا و قدر کو چھوڑ دینے تک تقدیر کے تماشائی رہو۔ گھانا نہیں ٹوٹا نہیں نقد مال کا پتہ نہیں املاک کا
 کر یہ بٹا رہیگا گھبرائے کیوں ہو یہ ولی والوں کی نقحانی کے حالات میں تہا را بختیاری یعنی حیدر علی
 خاں پھکیا۔ عوارض کی آندھی دفع ہو گئی۔ توقع زیست کی قوی ہے صرف طاقت کا آئنا باقی ہے صدر
 بڑا اٹھایا۔ پھینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جاوینگے انتشار اللہ علی العظیم صبح و شنبہ ۲۹^{۳۳}
 الیہ تھا۔ پیر و شنبہ اُن نوں دن ہے حسین مرزا صاحب کے ارے گئے اگر ہوئے تو ان کے ہوتے چھتا کہ حضرت
 میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اُسپر کس نے چھپوائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور حضرت
 کیا سمجھے اب حقیقت مجھ سے سنیئے ۱۸۳۷ء یعنی سال گزشتہ میں طبع ہوا ان بھی کچھ رسالے میں آئیں گے مولدیں
 از یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ دلی آئے ہیں میں نے یہ پکار کر یہ تمہارے کلام کی سبب نہیں ہے تم مانگتے اور میں دیتا تو
 گنہگار تھا اب کوئی جلد داتی نہیں ہے را دیوان اگر بخیر کا منتخب کہتے ہو تو وہ اس حد میں ہی اور کا پھر دو جگہ
 چھپا گیا اور تیسری جگہ اگر وہ میں چھپ رہا ہے فارسی کا دیوان میں چھپیں برک علی صدر ہوا جب چھپا تھا
 پھر نہیں چھپا۔ مگر اُس سال گزشتہ میں منشی نو کشور نے شہاب الدین خاں کو لکھ کر کیا کہ فارسی جو ضیا الابرار
 خاں غدر کے بعد بڑی محنت جمع کیا تھا وہ منگایا اور پھر پنا سر میں کیا وہ پچاس جزیں ہیں کوئی مصرع میرا
 اس طرح نہیں اب سنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے روپیہ کی فکر میں ہوں ہاتھ آجائے تو وہ بھیج کر دینا
 منگلہ اداں جب آجائیں گے ایک ایک پیکر بھی بھیجوں گا۔ نواب علی الدین خاں جو اب کراہی میں ہیں وہ بھی خوش ہوا
 میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارکباد دینا۔ ایضاً حضرت آپ کے خط کا جواب پتے میں دنگا سنا ہے وہ بھی
 کہ میں منتظر رہا میاں کے آئیکا آپ جو وہ مجھ سے مل گئے او مان کی زبانی سارا حال سن لیا تو اب کہنے
 بیٹھا۔ سبب اسب ایک منشی محمد تقی ہی تو نہیں تھا تو سارا روہن ہے محمد تقی ایک کی دو منشی تین منشی آجائیں
 کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چار یا سات مدعی۔ ایک ان میں سے کی بی بی بھی رہی نہ وہ حکام میں جنگوں میں

جانتا تھا نہ وہ علم ہے جس کی میری ملاقات تھی نہ وہ عدالت کے قواعد ہیں جنکو پچاس برس میں دیکھا ہے
ایک کونے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تاشا دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حفیظ دروڑ ہاں ہے
تہا رے بھائی غلام حسین خاں مرحوم کا بیٹا پیر حسن خاں خدا ہی خدا ہے جو بچے آج تیرھواں دن
کہ نہ تپ مفارقت کرتی ہے نہ دست بند ہوتے ہیں نہ تھے موقوف ہوتی ہے چاہائی کاٹ دی ہے
جو اس زائل ہو گئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا کام تمام ہے والسلام والا کرام مرقومہ ۲۴ رومی قعدہ
سلسلہ ہجری۔ عافیت کا طالب ناب۔

ابن ام چودھری غید الغفور المختص سرور

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بڑھ کا بیچ انسانی
کی چوبیسویں دسمبر کی پہلی کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبد الرحیم خاں کوئی نامی اور نامور
نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں طبابت کرنے لگے ہیں سیر بھی آشنا ہیں
صرف سلام علیک نہ یادہ ربط نہیں ہے سو ان کا حال مجھ کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں
آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے
حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی واللہ را بئذ نہ بچھے نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار اس کا
خط پھر آپ کو بھیجا ہوں۔ حضرت سے کچھ نہ فرمایا گا اگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے لکھ دوں
ضرور اور جلد بشیق مکرّم جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہنچے۔ +
ایضاً۔ جناب عالی آج آپ کا تقدیر ۱۰ مرقومہ بارہم ایمان طابقی خیم پارچہ بتبرہ روزہ و شہادہ
پڑھنا پہلے قرآن تادیخہ کے ساتھ تھا پتی پڑھیں ابھی پھر خط کے پیچھے بہت خوش ہوا
ایک کیا ہے خاک ہے خیر اور دھڑ پادھر جواب لکھا خدا کرے کہ میرا خط جلد پہنچے ورنہ یہ آپ کو خیال
ہو گا کہ غائب ہمارے خط کا جواب نہ لکھا حقیقت میری جملایہ ہے کہ راہ و رسم مراسلات حکام عالی

مقام سے بدستور جاری ہوئی ہے نواب لفظٹ گورنر بہاؤ و غربت شمال کو نسخہ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا
اُن کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت وقبول صدق ارادت و موثقت بسبیل ڈاک آگیا پھر قصیدہ بہاؤ
تہنیت و مدحت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب
اور کاغذ افشانی ازان بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفظٹ گورنر بہاؤ و قطر و پنجاب کی
بیج میں توسط صاحب کنشہر بہاؤ درہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ توسط کنشہر بہاؤ درہلی
مجا آگیا پشور بھی تک چلو نہیں لی بسبیل گئی حضرت کو اطلاع دی گئی پیر و مرشد عالم میں اور میں مل
ہوں انکی تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم کیا لایا۔ اسی حضرت جناب مخدوم مکرم چودھری
غلام رسول صاحب کی خدمت میں انہیں لفظ میں رسم مبارکباد آڈا کی گئی تھی نہ عبارت آرائی نہ بیع
آرائی کچھ عجیب نہیں کہ وہ بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائے آپ کا بھی تو ساج کا خط چلو آپ کو
اہل میں پہنچا ہے جناب شیخ صاحب کیوں مجھ کو خوب کرتے ہیں اس باب میں اس زیادہ عرض
نہیں کر سکتا کہ افادہ مشنرک ہے قصیدہ وثنوی بھیج دیجئے لطف اکھاؤں کا اور جو کچھ میرے
خیال میں آئے گا بے تکلف عرض کروں گا۔ میرا سلام کہیے اور شنوی اور قصیدہ اُن سے لیکر بلکہ بھیج
اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیے اور کہیے کہ حضرت غلام مکرم کو چاہیے وہی
الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو یہ شادی بعد ہزار مسرت آپ کو مبارک ہو اور اُن کی
اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو فیض علیجاں صاحب میرا سلام پہنچائیے
آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مزاج ہو گا خط کا لفظ خاص میں ملخوفہ کر کے بھیجا ہوں یہ آج پہنچا
اور آج ہی میں نے اس کا جواب لکھا۔ کاتب وہ ہی ہے جو لفظ ملخوفہ کا کاتب ہے ابھی ہے
ایضاً جناب چودھری صاحب آپ کے لطف نامہ کے درود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے
کی مسرت باعث اس کے ہوئی کہ آپ کو بھیج کر لکھتے دوں اور آپ کے خط کو ابھی لکھا ہے ابھی

لکھتوں۔ بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپ کے خط کو پڑھ کر کار پرواز ان ڈاک پاس رسید بھیجوانی انھوں نے کتاب یکمک میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندرہ راؤ کی رسید یہ موجود ہے۔ اب پارسل کی جو ابد ہی وہاں والوں کے ذمہ ہے یہ سنکر میں نے یہ مناسب جانا کہ وہ رسید آپ کے پاس بھیجوں آپ سکندرہ راؤ کے ڈاکخانہ میں بھیجوا کر اسے پارسل منگوالیں اور اب اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت میں ضرور نہیں والٹام +

ایکٹا جناب جو دھری صاحب کی یاد آوری اور مہر گستری کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کا خط مع نصیحت و تنوی پہونچا۔ تنوی کو جہاں نہ بطریق پیچہ فٹ پاکستان بھیجتا ہوں اور یہ خط جہاں نہ ارسال کرتا ہوں لفظ اس کے بھی آپ کے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماہر اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے سے نظر تابستان پر اس عزم کا ملتی رکھنا معلوم ہوا آپ کے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپ کو منع کیا ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا کہ رہنا شہر میں یہ حصہ الی ہزارت عالم احوال ضرور رکھتا ہو۔ اگر خبر نہ ہو تو نہ ہوا کرتا ہو جائے تو ابدتہ قیامت نہ ہا کہیں یہ گمان نہ کیجئے گا کہ دلی کی عملداری میرٹھ اور اگرہ اور بلاد شریقیہ کی مثل ہے۔ یہ پنجاب احاطہ میں شامل نہیں نہ قانون نہ آئیں جس حاکم کی جو رائے میں ہو وہ ویسا ہی کرے ہر حال سے اسی واسے زحرومی دیدار دگر بیچ + انشاء اللہ العظیم و وقین جینے میں یہاں بھی صورت اس دمان کی ہو جائیگی مگر میری آرزو بابت اس صورت میں بھی برہنہ کیگی میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ تم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں اگر زمانہ میری خواہش کی موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں ماہرہ کو آتا ہوں حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام بیٹھا رہنے دینا صاحب یہ تنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں

کیا گیا گھاؤ پڑے ہوں گے تب یہ تراوش فوننا بہ ظہور میں آئی ہوگی۔ مزایہ ہے کہ عنوان بیان سے
 حق بجانب فہم کے معلوم ہوتا ہے چونکہ اصل کا تقدیری نظریں نہیں اور حقیقت حال مجہر مجہول ہو
 اس واسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا۔ حکمت اصلاح کو آپ بنظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں
 میں نے بحسب دستور ہر جگہ منشاء اصلاح لکھ دیا ہے شیخ صاحب میر اسلام کہنے کا اور کہنے کا کیا کر ل
 دور ہوں معذور ہوں مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا۔ خدا تبارک و تعالیٰ
 والسلام + ایضاً شفیق مکرّم مظہر لطف و مکرّم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام
 یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا بیچ و تشویش مٹا یا۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی
 حصول ہوئی میرا داد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باپ میرا بڑا پار تھا میری طرف سے خاطر جمع
 کر دیجیے گا اب سہیل چچی نکل آئی۔ چودھری صاحب کے ذریعے سے مجھ کو محکمہ بھجنا ہو گا۔ بھجوا دوں گا
 جناب چودھری صاحب کج کج کا میرا خطا کا سہ گدا ئی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل کہ مولوی
 باقر علی دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلتا ہے مسمیٰ بدلی اردو اخبار۔
 بعض اشخاص نین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر اچھا نا آپ یا کسی آپ کے دوست کے پاس
 جمع ہوتے چلے آئے ہیں تو اکتوبر ۱۳۲۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھ جائیں
 جس میں بھادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں دوق کے دو سکھ ان کے نام کے ہیکر نذر کر نیکا
 ذکر مندرج ہو سب تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بکسبہ میرے پاس بھیج دیجئے آپ کو معلوم رہے کہ
 اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ ۱۳۲۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور دوق نے اسی مہینے میں
 یاد و ایک مہینے کے بعد سکے کہہ کر گورائے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیں
 جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر بمثل کسی اور شہر میں کوئی آپ کے دوست
 جامع ہو اور آپ کو اُس پر علم ہو تو وہاں سے منگوانیجئے۔ والسلام مع الاکرام +

ایک شفیق میرے عنایت فرما۔ تمہاری مہربانی کا شکر بجالانا ہوں نہایت سچی بیٹی کی کہ آپ کی
 طرف سے حضور میں آئی میں نے کلکتہ میں ہتھم مطیع جام جہاں ناکو کچھ بھیج دیا ہے اور ترک سچی
 کیا ہے آپ بھی فکر نہ کیجئے اگر کہیں سے آپ کے پاس جائے تو مجھ کو بھیج دیجئے میرے پاس ایک کتابیں
 لکھو اطلاع دیدوں گا۔ عنایت الہی کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا۔ اسکی پریش زبانی میں خدمتگاری کی
 رہا ہوں وہ تپ پاؤں اپنا کام بھیج دیں میرا سلام اور یہ پیام کہیئے گا۔ صاحب تم نے ہماری بیٹی
 کو بھیج دیا کہ وہ خداوند نیکین و نیکوین کو فرمادیں کہ غالب کہ میری دعا لکھو بھیجنا ہر حال
 میرا سلام و نیاز عرض کیجئے اور ان کے مرن مبارک کی خیر و عافیت کہیئے اور یہ کہیئے کہ اگر خداوند
 وہ تپ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام پہنچائیے گا
 اور دعا دعا کو سلام شوق کہیئے گا۔

ایک شفیق میرے شفیق دلی ہو و صبری عبد الغفور صاحب کے خدا سلامت رکھے ویکھو میرا حال
 اب یہ عالم ہے کہ تمہارے نام کیجئے تمہارے چچا صاحب کا نام نکھاتھا اس طرح سابق کے خط میں
 سر سے ماسے پڑکھا گیا ہو گا۔

کون بہیں کہ چرخوں میں چکر نہ ہر شمش	اگر ہر شمش جو اسے کہ غائبش نامہ
جو خط کہ آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں ان کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سچی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دلشین اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی استاد کہتا ہے۔	
تعمیرستان قسمت راجہ سودا ز میر کامل	کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرو سکندر را
وہ تیار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئے گا میں اپنے خدا سے امید دار ہوں کہ میرا کام بغیر اس کے نہ ہوگا کہ بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا شعر کیا آواز کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا نہ ہمارے دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ سودا نہ بھجھو سے لیکر جمع کریا کرتے تھے سوانح لاکھوں	

روپے کے گھرن گئے جس میں ہزاروں روپے کے کتب خانے بھی گئے ہمیں مجموعہ پریشان بھی
خارت ہوئے میں خود اس شہنوی کیا اس خطہ خون در جگر ہوں ہاے کیا پیر تھی پارسل میں خط و کتابت مل
اندیشہ ہر خدا نے بچا یا چونکہ آپ وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا ازراہ احتیاط پارسل میں سکاں میں
ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق سے شریعہ اسلام بود و زرش ایمان بالغیب ہاے تو غائب
ز نظر ہر تو ایمان من است ہاے آپ اس خط کا جواب بعد کہنے اس شعر کے مختصر التماس چنانچہ میری
طرف سے تحریر جو خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی لیکن اغلب اکثر ابتدا بہ تحریر ہوگی یہ خط ناچار از روئے احتیاط
واپس بھیجا ہوں واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک دکان خدا پر اپنے ہاتھ سے
نقل کر کے بھیج دیجئے تاکہ مجھ پر نصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا کہا ہاے جناب جو میری غلام و دل
صاحب کی خدمت میں سلام نیاز است و شیخ عطا حسین صاحب جناب میں سلام۔

ایضاً۔ میرے شفیق دل کو میرا سلام پہنچے کل انشاء کا پابل پہنچا اور آج خط انشاء کا ام ہمارا
اور آپ کا تخلص سرور ہمارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ ہمارستان سرور اچھا نام ہے
قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا کہ اس خط کو اگر یہ وعدہ پہنچ جائیگا تو لطف نہ بادہ دیگا اور اگر نہ پہنچے گا تو غفلت
تکایت نہ ہوگا رفع فتنہ و فساد اور ہلا میں سلم یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے اگر نہ
عمو نا پڑے ٹھہر گئے۔ یہ دروغ ان کے چین حال سے عورتیں نہیں سکتا میں اساتیر و
مردہ شعر کیا کہیگا غزل کا ڈھنگ بھول گیا معشوق کس کو قراروں جو غزل کی شوخیمیں
رہا قصیدہ مروج کون ہے ہاے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے

سے درینا نیست محروم نہ از ادب و دین | اسے نہ پڑا نیست معشوقے مفراد و غزل
گوشت سکہ دہا میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر کرتا ہے شعر نمایاں نہیں آتا
ریاست دودمانی کاسات پارچہ اور تین رقم چھ سترچ مالائے مرادید جگولیا کرتا ہے اسے نوب

گور زجنرل پہاڑ یہاں آتے ہیں دربار میں بلا سے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ
 لکھوں صناعت شعر افسانے و جوارح کا کام نہیں دل چاہیئے دماغ چاہیئے ذوق چاہیئے۔ ہنر
 چاہیئے۔ یہ سال کھان سے لاؤں جو شعر لکھوں۔ چونسٹھ برس کی عمر و لولہ شباب کھان۔ رعایت
 فن اس کے اسباب کھان۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایضاً۔ پیر و مرشد سلام نیاز پہنچے۔ کف انخسب صور جنوبی میں سے ایک صورت ہی اس کے
 طلوع کا حال عجوبہ معلوم نہیں۔ اختر شناسان ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں ورنہ ان کی زبان میں
 اس کا نام بھی یقین ہے کہ ہوگا۔ قبول و عاقبت طلوع منجمہ مضامین شعری ہے جیسے تان کا پر تو نام
 میں پھٹ جانا اور مژدہ سے افعی کا اندھا ہو جانا۔ نصف الدولہ نے افعی تلاش کر کے منگوایا اور قطعات
 زمرہ اس کے محاذی شہم رکھے کچھ اثر ہوا۔ ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں
 پھیلا سکا بھی نہیں۔ تحویل آفتاب محل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۱۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے
 کبھی ۱۲ کبھی ۱۳ بھی آ پڑتی ہے۔ اس سے تھا و ز نہیں رہا طالع وقت تحویل درست کرنا بے کتب فن
 اور مبلغ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں

ندا تم کہ گیتی چہ سال سے رود + چہ نیکو چہ بد درجہاں سے رود

مین تو اب روز شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری اب دیکھئے موت کیسی ہو

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ + مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے۔ سکے کا دار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھترا
 یا کوئی گراب کس سے لکھوں کس کو گواہ لاؤں۔ یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں۔
 یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گزرا نے بادشاہ نے پسند کیئے
 مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقد ہیں میں تھے انھوں نے دلی اردو اخبار میں یہ دونوں سکے چھپائے

اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جھوٹے اوس زمانے میں مرشد آباد اور کلکتہ میں بیٹے
سنے ہیں اور انکو یاد ہیں اب یہ دونوں سکے سرکار کے نزدیک میسر کیے ہوئے اور گزرنے ہوئے ثابت
ہوئے۔ بیش نے ہر چند قلم و ہند میں آئی اور وہ اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا لکھیں ہاتھ نہ کیا یہ دھبہ مجھ پر رہا
پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضاے
اکھی کے ہے اس گلہ کیا ۵

چوں جنبش سپہر بہ فرمان داد درست بیداد بنودا پنچہ بھما آسماں دہر۔
یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بسبیل شکایت۔ گویند از ابو الحسن خرقانی رحمہ اللہ علیہ پیش
رفت کہ چہ حال داری فرمود کہ ام حال خواہد بود کہے را کہ خدا از دے فرض طلب و پیوستن وزن
مال خواہد و ملک الموت جان قصہ مختصر اب زیست باسید مرگ ہی۔ قاطع منقطع دیکھا جائے اور بے حیف
و بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعا اقربونی عمر و دولت پہنچے
ایضا میرے شفق آپ کا خط آیا اور اس کے آنے نے تمہاری خوش کا دوسو سو سیر دل سے مٹایا ایک
قاعدہ آپ کو بتاتا ہوں اگر اسکو منظور کیجئے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال ٹھ جائے گا اور حسرتی کا
دور دوسر جاتا رہیگا آدھ آنہ نہ سہی ایک نہ سہی آپ بھی خط میرنگ بھیجا کیجئے اور میں بھی میرنگ بھیجا
کروں۔ پیڑ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں اس قاعدہ کا جیسا کہ میں ماضع ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور
یہ خط میرنگ بھیجا پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کل چڑھا ہوا روپیہ مل گیا بعد اسے قرض موٹے
بچے۔ اب ماہ ماہ روپیہ ملتا ہے مگر یہی تیس مہینے ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر میں گئے ستمبر ۱۸۷۷ء سے تنخواہ
ششماہی ہو جائیگی۔ اس سے بڑھکر بات ہے کہ چار روپیہ نیکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کر لیا اس حساب
میر کھتہ میں صائی روپیہ ہینا آیا سو سے کے ساٹھ رہیں گے۔ کچھ رام پور سے ماہ ماہ آتا ہے یہ دونو
آمنہ میں ملکر خوش ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھ رہا ہے بڑے بڑے کامی بازار خاصان زار اور

مرد و ہمارا اور خانم کا بازار کہ ہر ایک سچا خود ایک قصہ اب پتہ بھی نہیں کہ کہاں صاحبان ممکن
 ہو وہ کائنات نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور وہ مکان کہاں تھی برسات بھری نہ نہیں برسا
 اب ہمیشہ اور کھنڈ کی طغیانی سے مکانات گر گئے۔ غلہ گران ہو موت ازراں میوہ کے مول اناج بکتا
 ہے ماش کی دال ۸ سیر۔ باجہ ۱۲ سیر گہو ۱۳ سیر چنے ۶ سیر مکی ۱۰ سیر ترکاری ہنگی۔ ان سب
 باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہو کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز
 اور لو چلتی ہو چٹھہ اساک کی سی گرمی پڑتی ہو حضرت رخصت درجہ جناب صاحب عالم کینچمت میں
 دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی ہاں سار تمام عرض کرتا ہوں حضرت کو کس ماہ سے میرے آنے کا انتظار
 میں نہ مرشد زادہ کے خط میں کہ اپنا عزم بکھیا کسی نے آپ سے میری زبانی کھا کہ آپ روز روانگی کے تقرر
 سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپ کی قدیم ہی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو صد زیادہ ہے اور
 ایسا جانتا ہوں کہ یہ کار و گور میں لچاؤں کا تنخواہ کے اجر کا حال اور مستقبل میں آسکے وصول کی صورت
 ان سطور کے جو آئنا مذکور ہے جو دھری عبد الغفور صاحب کینچمت میں بھی گئی ہے مع روداد شہر معلوم
 کر لیجئے گا۔ لالہ گو بند پشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دنیا دار نہیں فقیر خاکساروں تو اضع میری
 خیر۔ انجیل مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب ہوا انشاء العزیز وہ فقیر رضی اللہ عنہ
 رہیں جہاں مستطاف حضرت محمد امیر جہان کے خدیوین مسلم دنیا زیر اثر ہو کر میرے پاس حاضر کا سلام لیا
 کہی ہو نہیں سکتا کہ کوئی ذریعہ انتقام لے لیا اور نوید مقدم مبارک بہت خوش ہوا یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی
 اور بے ایمانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس کا یہ ہے یہ خلافت واقع کسی نے آپ سے کہا ہو
 میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلم خون کا شکار ہوا رہا ہوں۔ دروازہ سے باہر قدم
 نہیں رکھتا نہ پکڑا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کیسی غایت
 کی اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال و ابرو میں کسی طرح کافر قہ نہیں آیا۔ تنخواہ جسکو حضرت

یونینہ لقب دیا ہے اس حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہو گا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد اور
 مشتاق تصور فرماتے رہیے گا۔ مرشد زادہ مرتضوی دودماں سید شاہ عالم کو سلام و دعا
 فرمائی صاحب مجھے ملاقات کثرت سے نہیں ہے ان کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں
 محکوم افراط ضعف طاقت نہیں اگر محب اتفاق کہیں ملاقات ہوگی تو آپ کا سلام کہدوں گا
 آپ اپنے اہوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجئے گا۔ بندہ شاہ تہاہیم و شاہ خوان شاہ
 ایضاً میرے مشفق چودھری عبدالغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجئے گا کجاوٹنگر گزرا
 اور قصیدہ سابق کی اب تک اصلاح نہ پائی ہے شمسار تصور فرمائیں اہران دو نو قصیدہ دن کے
 باہم پہونچنے کا انتظار کریں۔

نوید وصل دیم سے دہستارہ شناس + نکرہ ظرف نکاس ہے گرد اختر من +
 تحقیق کہ اب روسی محن جناب فیض انصاف جان مایع مجمع بیم و راحت فروزند شمع
 مستغرق شاہد شاہ ذات حضرت سادات عالم صاحب قوسی صفات کی طرف اور پیرا نقل کا ہر
 پہلے کچھ باتیں کیادیں انظر میں خارج از بحث معلوم ہوں گے اسی جاتی ہیں میں پانچ برس کا تھانہ
 میرا پورا نوبہر کا تھا چار ماہ کی جاگیر کے عوض میری اور میرے شوکر کا حقیقی کیواسے شامل
 جاگیر نواب محمد بخش خاں ۵ ہزار روپیہ سال مقرر ہو انہوں نے نہ دینے لگے تین ہزار روپیہ سال
 اب اس خاص میری ذات کا حقہ سادہ سات سو روپیہ سال میں سرکار انگریزی میں پانچ
 ظاہر کیا کہ کو لبرک صاحب ہوا ورنہ ریڈنٹ دہلی اور استرنگ صاحب دہلی کو گورنمنٹ کا کوٹہ
 میرا حق دلائے ریڈنٹ مسترد ہو گیا سرکار گورنمنٹ دہلی ناگاہ مرگئے بعد ازاں نہ ماننے کے باوجود
 دہلی نے پاس دینے میں تاخیر کیا۔ ان کے فیصلے کے چار سو روپیہ سال و میرے اس مقرر کے دو برس مر گئے
 واجد علی شاہ اودھ کی سرکار سے جملہ گج گشتی پانچ سو روپیہ سال مقرر ہو دہلی دوسری بار دہ

نہ جیسے یعنی اگر چہ جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی۔ اور تباہی سلطنت دوہٹی برس میں ہوئی۔ ولی
 کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس محکوم روٹی دے کر گزری۔ ایسے طالع مری کش اور کسب
 کھاں پیدا ہوتے ہیں۔ اب مین جو والی دکن کی طرف رجوع کروں یا در ہے کہ متوسط یا مر جاوے گا
 یا معزول ہو جائے گا۔ اور اگر دونوں واقع نہ ہوئے تو کوشش اسکی ضائع جائیگی اور والی شہر محکوم کچھ
 دیگا اور اچانک اگر اس کے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائیگی۔ اور ملک میں گدھے کے بل بھر جائیں گے
 لے خداوند بندہ پروریہ سب باتیں وقوعی اور واقعی ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کر کے قصیدہ کا
 قصد کروں۔ قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کرے گا سوائے ایک ملکہ کے کہ وہ چچا پن بچپن برس کی
 مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہیں رہی کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں
 کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ مین نے یہ شریکوں کر کبھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے
 عبد القادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے ۷ عالم ہمارا فسانہ ماور و دیا بیچ و پیمان
 عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سو روپیہ رام پور کے سٹاٹھ روپیہ پنشن کے روٹی
 کھانے کو بہت ہیں مگر انی اور ازانی امور عامہ میں سے ہے۔ دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے
 جاتے ہیں۔ قافلے کے قافلے کا مادہ رحیل ہیں۔ دیکھو نشی بی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے
 ماہ گزشتہ میں گزر گئے۔ مجھ میں قصیدے کے بچنے کی قوت کھاں اگر ادا کروں تو فرصت
 کھاں۔ قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دکن کو بھیجیں۔ متوسط کی پیش کرے کیا موقع پائے
 پیش کیلے پر کیا پیش آئے۔ ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیونکر جیوں گا۔ انا للہ وانا الیہ
 راجعون ۷ لا الہ الا اللہ ولا معبود الا اللہ ولا من جود الا اللہ کان اللہ ولم یکن شی واللہ الا ان
 سماکان + ابضا جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے۔ اپنے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال
 کچھ نہ لکھا۔ اگر پیر و مرشد بھی نہ بچتے تو میں کیونکر اطلاق پاتا۔ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصول صحت

کی دُعا کیونکہ مانگتا کُل سے وقتِ خاص میں میں دُعا مانگتا ہوں یقین ہے کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤ گے ازان بعد یہ خط پاؤ گے۔ اکثر صاحبِ طراف و جوانب سے ماہِ نیم ماہ بھیجے کا حکم بھیجے نہیں اور میں جی میں کھتا ہوں کہ جب مہرِ نیروز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہِ نیم ماہ کو لے کر کیا کریں گے صاحبِ مہرِ نیروز کے دیا چہ میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام پرستان ہے۔ اور اس کے دو مجلد ہیں پہلی جلد میں ابتدائے خلقتِ عالم سے ہایوں کی سلطنت کا ذکر۔ دوسرے حصے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ کا نام مہرِ نیروز دوسرے حصہ کا نام ماہِ نیم ماہ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا۔ چھاپا گیا۔ باجا بجا گیا قصہ تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیرِ قزلباش کا نام و نشان مٹ گیا۔ آن دفتر اکاؤنٹور دو کاؤنٹصاب بڑو و قصاب در راہ مرؤ۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہو وہ بھیجوں کھان سے۔ پیر و مرشد کو میری بندگی۔ اور صاحبزادوں کو دُعا۔ خداوند مجھے مایہرہ بلا تے ہیں اور میرا قصہ مجھے یاد دلاتے ہیں۔ ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی شیخِ محسن الدین مرحوم سے بطریقِ تمنا لکھا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کھان سے لاؤں طاقت کھاں پاؤں۔ نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنی آموں کی گنجائش نہا رمنہ میں آم نہ کھانا تھا۔ کھانے کے بعد میں آم نہ کھانا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں بین الطعام بیت ہاں۔ آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلف عرض کرتا ہوں اتنے آم کھانا تھا کہ پیٹ پھر جاتا تھا اور دُم بیٹھ میں نہ سہاتا تھا۔ اب بھی اسی وقت کھانا ہوں مگر دنل بارہ۔ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات سے دریا کہ عہدِ جوانی گزشت + جوانی گوزند کافی گزشت + اب اسکے واسطے کیا سفر کریں مگر حضرت کا دیکھنا

اسکے واسطے تھل رنج سفر ہوں تو جاڑے میں برسات میں سے ای واکھروئی دیدار گر ایچ +
 ایضاً - بندہ پرور بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سرتاسر پر دستخط اور کے اور نام آپ کا
 پایا۔ دستخط دیکھ کر مفہوم ہوا۔ خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بجا رخصت
 وارزہ رہو رہیں۔ اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے پکھنے سے معذور ہیں۔ خدا وہ دل دکھا
 کہ تمہارا خط تمہارا دستخطی آئے۔ سرتاسر دیکھ کر دل کو فرحت ہو خط پڑھ کر دوفی مسترت جو جب
 ایک ایسا خط نہ آئے گا۔ دل سے اندوہ اگرام نہ پاس کے گا۔ قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا
 جناب یزدی میں سرگرم و عار ہوں گا۔ آپ کے عم عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام
 مع صنوف اشتیاق و اوف احترام۔ جناب چودہری صاحب آؤ ہم تم حضرت صاحب
 عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں ان کے کھنکھائے مبارک لگیں۔ میں سلام کروں گا
 تم معرفت ہونا کہ غالب ہی ہے۔ اہل دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے۔ میں نے عزم
 قدبوسی کیا مگر میرے مرشد نے مجھے روک لیا۔ فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے عرض
 کرتا ہوں کہ احمد علیہ حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے۔ ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسین
 تیری بہت تعریف کرتے رہتے ہیں۔ جناب یہ ان کی خوبیاں ہیں میں ایسا نہیں ہوں
 چھپاؤ کہتے ہیں۔ کاش وہ میری رہنمائی کا حال کہتے ضعف قوی و ضحلال کہتے تاکہ
 میں ان کے کلام کی تصدیق کرتا۔ انکی غمخواری اور درد مند نوازی کا دم بھرتا رہے
 درکشاکش ضعف نگاہ بروان از تن + این کہ من نمی میرم ز ناتوانیاست
 حضرت نے میری گرفتاری کا نیارنگ نکالا۔ بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا۔ مجھ میں
 اتنی طاقت پرواز کھاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمیں پر سے اٹھاؤں
 حضرت سچ تو یوں ہے کہ غمخوار سے روزگار نہ چکے گھیر لیا ہے۔ سانس نہیں لے سکتا۔

اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سوطے سے خیال میں آئی۔ پر دل نے جس طرح تسلی نہ پائی اب دو
باتیں سوچا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں تو یہی رہا کروں گا۔ دوسری کہ آخر ایک
ایک دن مروت گا۔ یہ صغریٰ و کبریٰ دل نشین ہے پیچھے اس کا تسکین ہم یہاں سے
مختصر مرنے پر ہوسکی آسیدہ ناہیدی اسکی دیکھا جائیے۔

اسے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام پیش کیا کہ خدائی نہیں رہا۔ اپنے سب بھائیوں کو
مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجئے گا۔

ایضاً۔ جناب چودھری صاحب۔ سیاہی چھکی۔ کاغذ پتلا۔ پیر مرشد کی عبارت ایک طرف
آپکی تحریر بھی معشوق ہو گئی۔ بہرا ہوا ہوں۔ مگر حضرت اسے ہنوز باقی ہے۔ تمہاری عبارت
کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے اس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوا
سعادت توام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہوتا تو یہ سے پھر میں ایمان نصیب نہ وہ خط بدستور
آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں۔ اگر کوئی مستعد کاغذ پتلا نہ ہو تو اسکی نقل کر کے پھر مجھے بھیج دیجئے
تاکہ اس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں لیکن بہت جلد بہت جلد۔ آپ کی
نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ اچھے ہیں انکھ لندہ۔

ایضاً۔ بندہ پڑ پڑ سوں تمہارا خط آیا۔ آج جواب لکھ رکھتا ہوں کل ڈاک میں بھیجواؤں گا
میرا حال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمہارا ڈھنگ ہے وہ ہی میرا رنگ ہے۔ شور وادراہم خوش نامیں
اور بیخ عام یہ ایک اجمال۔ دوسرا اجمال سنو کہ مہینا بھر سے صاحب خزانہ ہوں۔ جس کی ایک ایک
پانگ پر پڑا رہتا ہوں محل سرائے اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو باسکول
صبح کو نہ بچے کھانا نہیں آجاتا ہے۔ پانگ کے کھانے پر آج نہ دھو کر کھانا کھا رہا ہوں۔
دھوئے۔ کالی کی پانگ سے چار پانگ سے کھانا کھا رہا ہوں۔

کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے اس صاحب فرائض ہونے کو دیکھو
 اور دم پانچم تقاضا کے بول کو دیکھو۔ پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک دفعہ جاتا ہوں مگر صغوبت
 تصور کرو ایک پھوڑا دایئیں پہنچے میں جسکو ساعد کہتے ہیں۔ دو پہوڑے بائیں پہنچے میں یہاں
 نہیں بائیں پانویں کھنکھ پادشہت پاسے لیکر اسی پنڈلی تک درم اور درم بھی سخت روادعا
 محلات کچھ ہوا اب تجویز ہے کہ نیب کا جھڑنا باندھیں۔ جب پکے چھوٹے تب مرہم لگائیے۔ کہوت
 پانچ جراثیم کا عمل ہو تو قیام کہاں ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھا آیا ہوں محل جزوی ہے۔ میرا قیاس
 اسکا مقتضی ہے کہ سیر و مشہد حضرت صاحب عالم مجھ سے آدروہ ہیں وروجہ اسکی یہ ہے کہ میں نے
 ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس قسم میں ایک میزان عرض کرتا ہوں حضرت صاحب ان
 صاحبوں کا کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قلیل اور واقف سے لئے کر بیدل ادنا صریح علی تک اس
 میزان میں تولیں۔ رودکی و فردوسی سے لیکر خاقانی و سنائی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ
 ان حضرات کا کلام مقوڑی و مقوڑی تفاوت کے ایک ضلع پر ہے پھر حضرت سعدی طرز خاص کے
 موجود ہوئے۔ فغانی اور ایک شیعہ خاص کا مبدع ہو اخیال ہائے نازک معانی بلند لایا۔ اس شیعہ کی تکمیل کی
 ظہوری و نظری و عرفی و ذوقی سے بیجان اللہ قاب سخن میں جان پڑ گئی۔ اس روش کو بعد اسکے
 صاحبان طبع نے سلامت کا چبا دیا۔ صاحب کلیم و سلیم قدسی و حکیم شفقانی اس مرہ میں ہیں وہ کی
 و سعدی و فردوسی یہ شیعہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے سبب ہل متنع ہوئے
 کے رواج نہ پایا۔ فغانی کا انداز پھیلا۔ اور اسپین کے نئے رنگ پیدا ہونے لگے تو ابطریں تین ہریرین
 ہیں خاقانی اسکے اقران۔ ظہوری اسکے امثال۔ صاحب اسکے نظائر خالص اللہ ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام
 ان تینوں طرزوں میں گس طرز پر ہے بے شبہ فراڈ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے پس تو ہمنے جانا کہ ان
 طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے۔ اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہے۔

دارالضرب شاہی کا سکہ نہیں ہے نکال سے باہر ہے۔ داد و اد۔ انصاف انصاف ۵

اگرچہ شاعران نغز گفتار	ذیک جام اندر بزم سخن مست
وے بابادہ بعضے حریفان	خمار چشم ساقی نیز پیوست
شو منکر کہ در اشعار این قوم	در اسے شاعری چیزے دگرہست

وہ چیز دگر بار سیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اُر دو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ۵

بدنام ہو گے جانے بھی دو امتحان کو	رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
دکھلائیے لیجاسے تجھے مصر کا بازار	خواہاں نہیں لیکن کوئی وہاں جنس کا
قائم اور تجھے طلب کی کیونکر مانوں	ہے تو ناداں مگر تا بھی بد آموز نہیں
موسن چاکم میرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

سناخ کے ہاں کتر اور تش کے بایشتر بہتیز نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آیا کیا آفے
ایٹا ہوا ہوں۔ مہدم پاؤں کے ورم کی میس ہوش اڑا دے دیتی ہے۔ اِنَّ لِلّٰهِ دَانَ اِلَيْهِ رُجْعُوْنَ
ایضاً۔ ایک عبارت کہتا ہوں چونکہ لغاف جناب چودہری محمد الغفور صاحب کے نام کا پہلے وہ پڑھیں
پھر میر میر شد کی نظر سے گزرائیں۔ پھر مرشد زادہ شاہ معلم صاحب کو دکھائیں۔ برس دن سے فساد
خون کے عوارض میں مبتلا ہوں تبور وادرام میں لد رہا ہوں برس دن میں دل و جاع سمیتے سمیتے روح تحلیل
ہوئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوٹے توخیر۔ مگر دونوں پنڈلیوں میں پنڈیوں کے
قریب دو پھوٹے ہیں۔ کھڑا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چروانے لگیں اور گیتنٹھنے لگیں بائیں
پانچ لکھ تاسے جہاں وہ پھوٹا ہے۔ پنڈلی پر ورم ہے۔ رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پلنگ کے پاس حاجتی
لگی رہتی کھوہل پٹا بعد رفع حاجت پھر میٹ رہا۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح

یکھم موقوف خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چھوہری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جو اب کچھ سکا۔ آج اپنے کو طے دیکر موبنایا۔ جب یہ عبارت لکھی چھوہری صاحب کو سلام شاہ عالم کو سلام حضرت صاحب کو بندگی

بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے حسین مجتہد العہد میر سرفراز حسین کو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دعا اور پھر یہ بیان کہ عذر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا بعد دربار اور خلعت اور ملاقات سکرٹری کو یہ سب موقوف۔ اب جو نفلٹ گورنر بہار پنجاب سے تو انھوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ ہم اپنی طرف سے ازراہ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کابھی اور بار اور خلعت کھل گیا۔ انہاں جاؤ گے تو پاؤ گے میں نہاں نہ جاسکا بالفعل نائب گورنر کے خلعت قیامت کی، اس خلعت کو بشرط حیات اور وقت یہ موقوف رکھا۔ ملٹن صاحب الوری میں آگئے۔ راجہ صاحب بارہ روز کو تھے ہیں۔ اہل غراض کے غراض جو حضور میں گذرتے ہیں حضور پنچوں کے پاس بھیج دیتے ہیں جزیط یعنی حکم خربہ سی اختیار پانہ کا بھی نہیں آیا۔ یقین ہو کہ لاڈ صاحب بے افتام سفر جب شیلے پھیں گے تو خزیط جاری ہوگا۔ آج جمعہ ساتویں سال کی اور تائیسویں راج کی ہے چار گھڑی دن چڑھا ہے میں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھا دو۔ اب شیلہ غورے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں تفصیل اسکی یہ کہ جبکہ مہینے میں سیدہ ہاتھ ایک ٹھنسی ہوئی چنسی پھوٹا ہوئی پھوٹا پھوٹا کوئی نہ پڑھا کر غار ہو گیا اب بقدر ایک کف دست وہ گوشت مردار ہو گیا انہاں نہ جانے کی بھی پی وچ ہوئی۔ دو ہفتہ سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالاڈاکٹر روز آتا ہے آج اس نے ارادہ اس مردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہوگا۔ میں جلد جلد یہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں تاکہ پھر ہاتھ کے پڑے اڑا دوں۔ نجات کا طالب غالب +

ایضاً۔ نور چشم راحت جان۔ میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو۔ تہا رو دستخطی خط نے
میر ساتھ دہ کیا جو بوسے پیر بن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم ڈور سے میں جو ان ہیں
تو انہیں یانا تو ان ہیں جسے بیش قیمت ہیں یعنی بہر حال غنیمت ہے کوئی جلا بھنا کہتا ہے
یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ یاد رکھنا افسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی میں ہوں بس پیر صیوں پر قطر ہے کہ وہ میر مہدی اسے وہ میر
سرفراز حسین اسے۔ وہ یوسف مرزا اسے۔ وہ میرن اسے۔ وہ یوسف علیخان اسے مگر ہودوں کا
نام نہیں لیتا۔ پھر شے ہوؤں میں کچھ گئے ہیں۔ اللہ اللہ۔ ہزاروں کامیں ماتم دار ہوا۔ میں
مرونگا تو مجھ کو روئے گا سنو غالب روزنا پٹینا کیا کچھ احتلاط کی باتیں کرو۔ کہو میر سرفراز حسین
کہ یہ خط میر مہدی کو بڑھواؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر اشرف علی
صاحب سیر پاس اسے تھے کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاؤ لگا میں انکی زبانی کچھ پیام
میرن صاحب کو بھیجے اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ صاحب اب بن
نہیں ہو۔ غلام اشرف نہیں ہو۔ اگر منظور کیجئے تو میں صوفی ہوں ہمداد دست کا دم بہر تابوں میں جس کے
دل بہت آدہ کہ ج اکبر مست + تم سے کب انکار کرتا ہوں اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش۔ اگر
غلام اشرف جانو تو راضی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ۔ دن کو نہ سبھی پہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور
جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال بکتے ہو وہ سچ ہے۔ راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔ مگر جہا راجہ مسلمانوں کا
دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں۔ کیا جمع برہم ہوا ہے۔ مجھ کو کیسا غم ہوا
تم اس جگہ سے جدا ہو۔ مگر اندیشہ کیا ہے میر قربان علی صاحب جیسا لکھیں لیا کرو میر مہدی صاحب
سارا خط پڑھ کر کہیں گے مجھ کو دعا بھی نہ بھی۔ بھائی میری دعا پہنچے میر نصیر الدین لکھن سیر باں سے تھے
اب میں نہیں جانتا یہاں ہیں یا وہاں۔ ہوں تو دعا کہنا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی

حاجت کیا دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے۔ بھلا کہیں تو سہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے +

ابن ام میر ہمدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو۔ ہر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگزد و لیکن مجھے افسوس سب بات کا ہو کہ نہ یہاری
سیری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلافت میری مرضی کے ہوئی جس طرح یہ آئے ہیں اگرچہ میری
طبیعت اور میری فرائض کے منافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصور اور قیاس کے
مطابق ہے یعنی میں یہی سمجھا تھا کہ البتہ دیوں ہوں ہو گا۔ دیں اور دو چھپ چکا ہے لکھنؤ کے
چھاپے خانے نے جس کل دیوان چھاپا تھا اسکو آسمان پر چڑھا دیا۔ جس خط سے الفاظ کو چھکا دیا۔
دلی پر اور اس کے پانی پر اور اس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحب دیوان کو اس طرح یاد کرنا
جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کا پی دیکھتا رہا ہوں۔ کا پی نگار اور تھا متوسط جو کا پی میرے
پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے حق تصنیف ایک محکوم ملا۔ خورک رہا ہوں تو وہ
الفاظ جون کے توں ہیں۔ یعنی کا پی نگار نے نہ پائے ناچار غلط نامہ لکھا وہ چھاپا۔ بہر حال خوش
و ناخوش کی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے تو اسی ہفتہ میں تین مجلد اصحاب ثلاثہ کے پاس
پہنچ جائیں نہ میں خوش ہو ہوں نہ تم خوش ہو گے۔ اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہاں خریداریں۔ قیمت
لکھ رہے ہیں۔ دلائل نہیں۔ سوداگر نہیں مہتمم مطبع نہیں۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مہتمم
مرزا احمد مطبع شاہدہ میں محمد حسین خاں تی شہر رائمان کے کو بیچے میں۔ مصوروں کی جو ملی کے
پاس قیمت کتاب ۲۰ محصول ڈاک خریدار کے دے۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو۔ دو چار دس
پانچ جلدیں جبکہ دنگانی ہوں۔ محمد حسین خاں کے نام پر دہلی رائمان کے کو بیچے مصوروں کی
جو ملی کا پتہ لکھ کر خط ڈاک میں بھیجو اور کتاب ڈاک میں پہنچ جائے گی قیمت چاہو نقد چاہو
ٹھٹ ارسال کرو محکوم اور تم کو کیا جو سکھے اس کو یہ جواب دے دو۔ دبا تھی کھاں جو میں بکول

کہ اب کم ہے یا زیادہ۔ ایک چھپا سٹھ برس کا مرد۔ ایک چونتیس برس کی عورت۔ ان دونوں میں سے ایک بھی مرنا تو ہم جانتے کہ دیا آئی تھی۔ تفت بریں دیا پنجشنبہ ہر ماہ اگست کے پہینے کا حال کچھ معلوم نہیں کل شام کو دو دو موٹے سے رکھ کر کئی آدمی دیکھا کیے ہال نظر نہیں آیا۔ نجات کا طالب غالب +

ایضاً۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے۔ اگلے نفا فوں میں سے ایک بیزنگ لفافہ پڑا ہے کتاب میں سے یہ کاغذ پھاڑ کر تکو خط لکھتا ہوں اور بیزنگ لفافے میں لپیٹ کر بھیجتا ہوں۔
 انگلیں نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہنچ گئی ہے۔ آج کاغذ ٹکٹ منگالوں کا شیشہ ہر نومبر صبح کا وقت ہے جس کو عوام بڑی فخر کہتے ہیں پرسوں تمہارا خط آیا تھا آج ہی جا ہا کہ ابھی تکو خط لکھوں اس واسطے یہ چند سطرین لکھیں برخوردار میر نصیر الدین پرائی میٹی کا قدم مبارک نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈا نہ جائے گا۔ ہاں عظیم النساء بیگم نام اچھا ہے کہ اس میں ایک رعایت شاہ محمد عظیم صاحب رحمہ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تکو کیا ہوا ہے کہ تم اُن کو اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہیں کہا کرتے یہ بے ادبی اچھی نہیں میری طرف کو بہت بہت دعا کہنا۔ اور میری طرف سے پیار کرنا۔ شہر کا حال میں کیا جانوں کیا ہے پون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہو گئی ہے۔ سوائے انانج اور آپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں جس پر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان نکلے گا۔ دوکانیں حویلیاں ڈوبائی جاویں گی۔ دار البقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کو نچہ شاہو کا بڑا حد تک ڈھیلے گا۔ دو طرف سے پھاؤ چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سن رہے ہیں دیکھیے دلی آئیں یا نہیں آئیں تو دوبار کریں یا نہیں۔ دوبار کریں تو میں گنہگار بلایا جاؤں یا نہیں۔ بلایا جاؤں تو خلعت پاؤں یا نہیں پنشن کا کہیں

ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۵۹۹ء +
 ایضاً۔ میاں کنج کیشنبہ کا دن ساتویں فروری کی اور شاید بائیسویں جمادی الثانی کی ہے
 دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے استاد حامد کے کوچے کے میرے پاس آئے اور
 انھوں نے تمہارا خط لکھا ہوا اور جمادی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط ہرگز مجھے تک نہیں پہنچا۔
 اور نہ میں شہر سے کہیں گیا۔ جہاں رہتا تھا وہیں ہوں۔ خدا جانے وہ خط مقرر کیوں ہوا۔
 بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا خط آوے اور میں پھیروں۔ تم خود کہتے ہو کہ اس پر یہ لکھا ہوا آیا
 کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے۔ میں ہوتا اور یہ لکھتا کہ میں نہیں ہوں۔ اگر وہ اور اور کول سے
 برابر خط چلے آتے ہیں۔ تمہاری والدہ کا ہرنا سنکر مجھ کو بڑا غم ہوا۔ خدا تلو صبر دے اور اس
 عقیقہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بہائی میرزا یوسف خان دیوانہ ہی مر گیا۔ کیسا پیش اور کھاں اس کا
 رہنا یہاں جان کے لائے پڑے ہیں۔ ہے مومن زن اک تلامذہ خون کاش یہی ہو +
 آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے اگر زندگی ہے اور پھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائیگی
 تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں۔ اگر آؤ تو بے ٹکٹ کے نہ آنا۔ میرا احمد علی صاحب کو کہتے ہو کہ یہاں
 ہیں مجھ کو نہیں معلوم کہ کہاں ہیں مجھے ملتے تو اچھا کرتے مین مخفی نہیں ہوں نہ روپوش
 ہوں۔ حکام جانتے ہیں کہ یہاں ہے مگر نہ باز پرس گرو دار میں آیا ہوں نہ خود اپنی طرف سے قصد
 ملاقات کا کیا ہے بلکہ ہمہ امین بھی نہیں ہوں دیکھئے انجام کار کیا ہے۔ نہز کیا لکھوں گا اور
 نظم کیا لکھوں گا۔ وہ نثر جو تم دیکھ گئے ہو وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کئے گئے ہیں۔
 بیچنا ممکن نہیں جب آؤ گے یا چھو جیتا پاؤ گے تو دیکھ لو گے میکش چین میں کیا تین بنا پتھر
 ہی۔ سلطان جی میں تھا کہ اب شہر میں آگیا ہے دو تین بار میرے پاس ہوئی یا پانچ ستاون سی نہیں آیا کہتا تھا کہ
 نبی کو اور کہہ کہ ہر روز میری علی کیسے ہے مجھ کو خود ہلا کوئی کہ نہیں دیتا پتھر تیرے میرے صفا کی خبر دیتا ہے

ہوئی مگر نہ معلوم ہوا کہ وہ وہاں مع قابل ہیں یا تہا ہیں اگر تہا ہیں تو قابل کہاں ہیں۔ تہا سے
چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں ہیں اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں
نہ لکھا۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یک جا ہو۔ گو انکو ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں
تم اور وہ برابر ہو۔ خط پہنچنے میں تردد نہ کرو۔ اور ڈاک میں بے تامل بھیجا کرو۔ زیادہ زیادہ۔
غالب بیکتبہ فہم ^{۱۸۵۱} عروجی وقت رسیدن نامہ۔

ایضاً۔ نور چشم میر محمدی کو بعد دوا کے معلوم ہوا کہ کلیات فارسی کا پہنچنا محکو معلوم ہوا۔
میاں اسین اعلاط بہت ہیں۔ مبارک ہو تمہیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور
بھائی خدا کرے محکو بھی۔ صاحب اجٹ بہادر راجستان کا حکم الود کے اجٹ کو ایک کہ تم پہلی
ستمبر کو راج کے کاغذ جو تہا سے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تہا سے تحت میں ہے
وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ۔ ستمبر کی بیویں کو ہم الود جائیں گے راجہ صاحب کو
سند پر بٹھائیں گے خلعت شاہی انہیں پہنائیں گے۔ ۵ ستمبر پر دواؤ واد و بٹھنہ ۱۲
اگست ۱۸۴۳ء۔ از غالب۔ ایضاً۔ پر خوردار کامگار میر محمدی دہلوی۔ اردو بازار کے
مولوی صاحب کو اسے ولایت مر تفضوی پر علی عباس ابن علی کا سایہ۔ راجہ صاحب کے
سلوک کا حال ہم پہلے ہی سن چکے تھے احمد اللہ علی کل خاں۔ دیکھئے اب معاودت کب کرتے
ہیں موافق اپنے وعدہ کے ہم کو کب طلب کرتے ہیں۔ گلگتہ جاتے وقت فرما گئے نہیں
کہ میں اگر اس کو بلاؤں گا البتہ اگر وہ بلا میں گئے تو میں کیونکر نہ جاؤں گا۔ ظاہر ہمارے
تہا سے واسطے زمانہ اتہا سے مصیبت اور وقت پیش آمد دولت ہے۔ اب محکو میرن
صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ منقریب بنیں گے اگر میری قسمت ایسے گی تم کامیابی کا
سامان کر رکھنا۔ میرن صاحب کو مجھ پر ہر بان کر رکھنا۔ بھائی صاحب یہ جو میرن صاحب

میں یا میرن صاحب میں حضور کے بڑے صاحب ہیں جس گروہ میں جسکو چاہیں حضور سے
 ملو ادین فرقہ شعرا میں سے جسکو جو کچھ چاہیں ولو ادیں انکو اور مجتہد العصر کو میری دعا کہتا
 نجات کا طالب غالب۔ ایضاً۔ میاں تمہاری تخریر کا جواب ہے کہ وہ تصویر جو میں نے
 میاں محمد افضل کو دی تھی وہ انھوں نے واپس دی اور اسکی نقل کے باب میں کھا کہ ابھی
 تیار نہیں ہے جب تیار ہو جائے گی میں انکو روپیہ دیکرے لوگ کا خاطر جمع رکھو نشین سراسر
 سبکو شمایا ہلنے کا حکم ہو گیا۔ ہر مہینے میں سو دسے لو اور کھا دیکر تھیری کرکڑا کر گیا ہے وہ
 اونچے اونچے در۔ اور وہ بڑی بڑی کوٹھڑیاں دور وہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں آہنی
 سڑک کا آنا اور اسکی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے چار دن سے پروا ہو چلتی ہے۔ اڑتے
 ہیں مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ مینہ نہیں برستا۔ گہو۔ چنا۔ باجراتینوں اناج ایک بھاؤ میں
 نویر ساڑھے نویر میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو میں اچھی طرح نہیں سمجھا کہ جنید میں
 ہیں۔ بابیاں ہیں۔ میر نصیر الدین دوبار میرے پاس آئے اب مجکو معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔
 قاسم علیخان قطب قطاب الیکدن کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں
 آخر وہ شادی بھی کب ہونیوالی ہے اور کھاں ہونیوالی ہے اس خط کا جواب لکھو تو سب
 حالات مفصل لکھو۔ غالب صبح چار شنبہ نہم جنوری ۱۲۶۷ء۔

ایضاً میاں تمہارے خط کا جواب مختصر تین باتوں پر ہے دو کا جواب کہتا ہوں تیسری بات کا
 جواب تم بتاؤ کہ تمہیں کیا لکھوں پہلی بات میاں محمد افضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھینچا کرتا
 اور تم انتظار دوسری بات میر نصیر الدین آئے اور تینوں صاحبوں کا جنید کے جانے کا حال
 مفصل معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرما دے تیسری بات میرن صاحب کو جب
 تک تم نہ کہو میں دلی نہ بلکاوں گویا انکے عاشق تمہیں ہو میں نہیں۔ بھائی ہوش میں آؤ۔

خور کر دیہندہ درمچہ میں نہیں کہ اُن کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوان۔ اور اگر زیادہ ہوتو
تیس روپیہ مہینہ مقرر کروں کہ بھائی یہ لو اور دریہ اور چاؤڑی اور اجیری دروازہ کا بازار اور لاہوری
دروازہ کا بازار تپتے پھر واد رُود بازار اور خاص بازار اور بلاتی یکیم کا کوچہ اور خان دوراں کی
حیثی کے کھنڈر گنتے پھر وادی میر مہدی تو در ماندہ و عاجز پانی پت میں پڑا ہے۔ میرن صاحب
وہاں پڑے ہوئے دتی دیکھنے کو ترسا کرین۔ سرفراز حسین کو کرمی ڈھونڈتا پھرے۔ اوڈین
ان غہاے جاگداز کی تاب لاؤں۔ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا ہے اسے بسا آرزو
کہ خاک شدہ + اللہ اللہ اللہ۔ سہ شنبہ ہر جمادی الثانی۔ ۱۱۰۴ ستمبر
ایضاً قرۃ العینین میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہوں گے اور کہتے
ہوں گے کہ دیکھو ہمیں خط نہیں کہتا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں کاش پوچھو کہ صاحب کیا ہے +
ماجرایہ ہے کہ تمہارا بھی تو کوئی خط نہیں آیا میں جس کا جواب کہتا۔ میرن صاحب تمہاری غیرت
پوچھنی اور کہدینا کہ میری دعا کچھ بھیجنا۔ بس شاہی دم باقی ہے۔ کل میرن صاحب آئے پوچھا کہ اور
سے کوئی خط آیا فرمایا کہ اس ہفتہ میں کوئی خط نہیں آیا کیا کھوں کیا حال ہو پیش ازین شاعر ہرگز
بس جو ہم ناامیدی خاک میں بلجائیں گے + یہ جو اک لذت ہماری سعی بیجا حاصل میں ہے اب
اس زمرہ کا ہی محل نہ رہا۔ یعنی سعی بے حاصل کی لذت خاک میں گئی نابھد وراثا الیہ راجعون
مرگ ناگاہ طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۱۰۴ شعبان ۱۲۰۴ ہجری۔

ایضاً صاحب دو خط تمہارے بسبیل ڈاک آئے۔ کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب انجینی
سانوے سلونے ڈاڑھی منڈے، بڑی بڑی آنکھوں واسے تشریف لائے تمہارا خط دیا۔ میر
ان کی ملاقات کی تقریب میں تھا بارے اُن سے ام شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی توتو

استفسار ہوا معلوم ہوا سید ہیں۔ پیشہ پوچھا حکیم نکلے۔ یعنی حکیم اشرف علی۔ میں ان کی خوش ہوا
 خوب آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں۔ کتنے اور مجھے ہو مصطلحات الشعر اصطلاحات الشعر اجماعی
 وہ کتاب تمہاری ہے میں نے غصہ نہیں کی۔ میرے پاس مستعار ہے دیکھ چکونگا بھی دیکھا
 تقاضا کیوں کرو۔ میان محمد افضل تصور کچھ بیچ رہے ہیں جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔
 سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائیں۔ غالب صبح چار شنبہ ہفتہ رمضان
 ہفتہ ماسچر ایضاً میاں نگوشتن کی کیا جلدی ہے۔ ہر بار نیشن کو کیوں پوچھتے ہو نیشن جابری
 اور میں تمکو اطلاع نہ دوں۔ ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہو اور کب ہو۔ میرن صاحب
 جیو رہو پوچھے۔ تم شاہ پوری بتاتے ہو۔ شاید سچ ہی ہو۔ ہاں میر محمود علی اور میر پیر راہو اور افضل
 تو تھے گردیکھا چاہیے درخت جگہ سے اکھڑ کر بدشواری جتنا ہے۔ خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے
 کہ اب بچھڑے ہوئے پارکھیں قیامت ہی کو جمع ہوں تو ہوں۔ سو وہاں کیا خاک جمع ہوں گے
 سستی الگ۔ شیعہ الگ ایک جدا۔ بڑ جدا۔ میر سرفراز حسین کو دعا میر نصیر الدین کو پہلے بندگی
 پھر دعا کتاب کا نام دستور رکھا گیا۔ اگر وہ میں چھاپی جاتی ہے تم سے مہار کا تھکے اور اراق بکھے
 لوں گا تب ایک کتاب تلو دوں گا۔ از غالب روز و روزنامہ شنبہ ۱۷ ستمبر ۱۳۷۶ء
 ایضاً۔ میر مہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی
 تراویح ناغہ ہوئی ہے میں اس مہینے میں رامپور کیوں رہتا۔ نواب صاحب منع ہے اور بہت
 منع کرتے رہے برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ
 چاند رات کیدن یہاں آپہونچا کیشنبہ کو غرہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن صبح کو حامد علی خاں کی مسجد
 میں جا کر جناب مولوی جعفر علی صاحب قرآن سنتا ہوں۔ شبکو مسجد جامع جا کر نماز تراویح پڑھتا ہوں
 کبھی جوبی میں آتی ہے تو وقت صوم ہوتا بلیغ میں جا کر رونہ کھوتا ہوں اور سر و پانی پیتا ہوں

واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا وہاں
 انھوں نے میرزا کو میں دم کر دیا تنہا بھیج دینے میں دہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی
 عمر بھر رہے اس سبب جلد چلا آیا۔ ورنہ گرنی برسات وہاں کاٹا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد رسالت
 جاؤں گا اور بہت دن تک یہاں نہ آؤں گا۔ قرار دیا یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۲۵۵ء سے کہ
 جسکو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ بجا بھیجتے ہیں اب جو میں وہاں گیا تو سو روپیے مہینا
 بنام دعوت آؤر دیا یعنی رامپور رہیوں تو دو سو روپیے مہینا پاؤں اور دلی رہوں تو سو روپیے
 بھائی سودو سو میں کلام نہیں۔ کلام سمیں ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں چکو
 نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دوستانہ ہی معافقہ و تعظیم جس طرح اجابت نکسم ہو وہ صورت
 ملاقات کی ہو۔ لڑکوں سے پیش نذر دلوائی تھی۔ بس بہر حال غنیمت ہے رزق کے
 اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیئے۔ کمی کا شکوہ کیا۔ انگریز کی سرکار سے دس ہزار روپیہ سال ٹھہرے آئیں
 چکو ملے ساڑھے سات سو روپیے سال۔ ایک صاحب نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیے سال دعوت
 میں دہا یہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بسیار ہر بان دوستانہ القاب
 خلعت سات پارچہ اور جیفہ و سرخ و مالاسے مرزا رید۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے برابر پیار کرتے
 تھے بخشی۔ ناظر حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان یہاں وہی نقشہ ہے
 کوٹھری میں بیٹھا ہوں ٹیٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آ رہی ہے۔ پانی کلا جھر دھرا ہوا، حقہ پی رہا ہوں
 یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہیہ باتیں کر لیں سر فراز حسین اور میرن صاحب اور
 میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور میری دعا کہدیتا جمعہ ۱۲ اپریل۔
 ایضاً۔ جو یاسے حال دہلی والوں سلام نو مسجد جامعہ الگداشت ہو گئی چتلی قبر کی طرف میر ہو
 کہا بیوں نے دکانیں بنالیں۔ اندام غنی کہو تر سبکے لگا۔ دس آدمی ہتھم ٹھہرے مرزا کھی بخش۔

مولوی صدر الدین فیض حسین خاں تین یہ سات اور ۴ جمادی الاول سال حال
 جمعہ کیدن ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ قید فرنگ قید جسم سے رہا ہو سے **اَنَا لَیْسَ رَاجِعُونَ**
 جاڑ پڑ رہا ہے ہمارے پاس شراب آج کی اور ہے کل سے رات کو زری انگٹھی پر گزارا ہے۔
 بوتل گلاس موقوف راجہ پٹیلہ مر گیا۔ ہند رسنگہ اسکے خلف پر خطاب فروزدی اور القاب بحال
 و برقرار رہا۔ بالفعل دیوان نہال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہر اجورنگ اس ریاست کا ہو والا ہے
 وہ نواب گورنر جنرل بہادر کے اسنے پر کھلے گا۔ اور وہ فروزی ہینے میں بھاں آئیں گے اور کی
 ریاست کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انہیں اختیار دیں گے یعنی پٹیلہ اور الور کے
 راج کا انتظام اسی وقت پر ہو گا۔ بالفعل اسی صاحب ریخت الور اور دلی ہوتے ہوتے ہوئے
 میرٹھ گئے ہیں راجہ صاحب تجارت تک انکی مشایعت کر گئے۔ بھاں اسی صاحب کوئی صاحب
 سنگھ ٹھیکہ دار الور کی سڑک کا ہے اس کچھ کھا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں بچوں کو
 اختیار ہم کچھ حکم ندین گے۔ اسفندیاریک متونی کا کوئی متبنی مستعدی پر ورش ہوا اسکو بھی
 بھی جواب ملا۔ اب اور بولو کیا کہوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ یوسف علی خاں اور لالہ میر سنگھ
 بیٹھے ہیں۔ کھانا تیار ہے۔ خط لکھ کر بند کر آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا وہاں ایک
 والان میں دھوپ آتی ہے اس میں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤں گا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن
 میں بھگو کر کھاؤں گا میرے ہاتھ دھوؤں گا۔ باہر آؤں گا پھر اسکے بعد خدا جانے کون کون کیا
 صحبت ہوگی۔ مجنہد العصر میر سرفراز حسین صنا اور ذاکر حسین میر فضل علی عرف میرن صاحب
 دُعا منگل کا دن جمادی الثانی ۱۲ دسمبر پھر دن چڑھے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۵ ذیقعدہ دہلی باہم۔ صاحب کج تھا را خط دوپہر کو آیا۔ اس میں میں نے
 سودہ تاریخ کا پایا۔ علمند ان میں رکھ لیا خط پڑھ کر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا کل کہتے تھے

کہ انستیس روپیے کو تین گاڑیاں مقرر ہو گئی ہیں۔ میں کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا۔
اب اس وقت جو میں یہ خط لکھ رہا ہوں پہروں باقی ہے لکھ کر کھانا رکھ چڑوں گا شام کو مجھے
میرے گھر ضرور آئیں گے اگر آج آئیں گے تو واسطے تو دیر کے اور اگر نہ جائیں گے تو موافق
معمول کے آئیں گے۔ ان کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھ کر خط بند کر کے
بھیج دوں گا۔ خدا کرے اور دو کی نثر کا لفظ انہوں نے ڈاک میں بھیج دیا ہو شام کو مجھے دے
جائیں گے تو میں کل اس خط کے ساتھ اسے بھی بھجوا دوں۔ مہاراج اگر دورہ کو گئے تو کیا
اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لمبا چڑا سفر کیوں کریں گے۔ آٹھ سات دن میں پھر آئیں گے
یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب کہیں جائیو۔ میرن صاحب کی تمہاری چوہا چاٹی کے بچنے کا
مجھ میں دم نہیں۔ تم جانو وہ جانیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو ۶۰ صفحہ چھاپے
گئے تھے کہ مولوی ہادی علی صحیح بیمار ہو گئے۔ کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا۔ اب
دیکھیے کب چھاپہ شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپہ ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ لکھی گئی۔ میں نے
پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے درکشی ہے۔ اب پچاس روپیے بھیج کر آٹھ پچاس جلدیں
منگاؤں دیکھیے نومن تیل کب میسر ہو۔ اور رادھا کب لپچے۔ میاں کل شام کو میر سرفراز حسین سے
گھر نہیں اسے یا تو اور کو مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے میں تو آج جمعہ ۱۷ مئی صبح کیفیت
یہ خط لک میں بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب۔ ایضاً۔ صاحب یہ تماشا دیکھو میں تو تیسے پوچھتا
ہوں کہ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھے نہیں
نہیں جانتے میر سرفراز حسین آئے ہیں اور میر کہاں نہیں آئے۔ لا احوال ولا قوۃ انرا لیکسلے کو بھی نہیں
آئے۔ سو سو جنکو میں اپنا سمجھتا ہوں وہ مجھ کو بیگانہ جانتے ہیں اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا ولی میر سرفراز
اور مجتہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیونکر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۰ جمادی الثانی کی اور انہوں نے

کی صبح کی وقت منہ اندھیرے اسی وقت میری آنکھ کھلی تھی لیکن میں بیٹھا ہوا ہڑاٹھا کہ ناگاہ
 میر نصیر الدین صاحب شریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن صاحب بھی جاتے
 ہیں میں سمجھا میر سر فراز حسین جب بعد تکرا معلوم ہوا تو میر حسن مجھے پورے آئے اور خدا جانے
 کہاں اترے اور اب کہاں جاتے ہیں۔ مجھے غیب سمجھا یا میرا ہوا سمجھا کہ میراں نہ آئے اور
 مجھے نہ ملے اپنی سسرال میں ہے۔ اور میکے کو چھوڑا۔ واللہ میرا ہی کچھ دیکھنے کو بہت چاہتا تھا
 اب اٹھا ہوں۔ سردی رفع ہوئے وہو پٹکل لے آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں۔ میں کچھت
 بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں اب میر احمد علی کی بی بی پاس حبش خاں کے
 پھاٹک دی بھیجو گلا جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائے گا اور آدمی دیکھ آئے گا اور یہ بھی
 معلوم کر آئے گا کہ میر حسن صاحب ہیں تو میں سوار ہو کر جاؤں گا اور ان سے ملوں گا تم خط کا جواب
 جلد بھجو اور اپنے چا کے ہاں آنے کا منشا اور ان کا احوال مفصل بھجو تصویر کا حال آگے کچھ چکا ہوں
 خاطر جمع رکھو اور مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال بھجو۔ نجات کا طالب غالب صبح جمعہ ۱۲ جنوری ۱۸۷۱ء
 ایضاً میاں رام کے کھاں پھر رہے ہوا دھڑاؤ خیرین سنو۔ دربار لارڈ صاحب کا میر ٹھ میں ہوا
 دلی کے علاقہ کے جاگیردار بموجب حکم کشتہ دہلی میر ٹھ گئے موافق دستور قدیم مل آئے غرض کہ چیشنبہ
 ۲۹ دسمبر کو پہر دن چہرے لارڈ صاحب یہاں پہنچے۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے تلے ڈیرے ہوئے
 اسی وقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو گیا میر منشی سے ملا ان خیمہ میں بیٹھ کر صاب سکرٹ کو خبر کرو
 وائے جواب ایک فرصت نہیں یہ جواب سنکر نو مہدی کی پوٹ باندھ کر لے آیا۔ ہر چند پیش کے باب میں
 ہنوز لاؤنٹم نہیں مگر کچھ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے لارڈ صاحب کل پارپسوں چاہیو اس میں
 یہاں کچھ کلام و پیام نہیں ممکن تحریر ڈاک میں بھیجی جائے گی دیکھیے کیا صورت و پیش آئیگی مسلمانوں کی
 املاک کے واکزاشت کا حکم عام ہو گیا ہے چلو کر ایہ پر ملی ہے ان کو کو را یہ معاف ہو گیا ہے کج کیشنبہ

یہ حکم جنوری ۱۸۳۷ء پر دین چڑھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جا تو آؤ۔ اپنی املاک قبضہ پاؤ جا ہو نہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میر سرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب کو میری دعائیں کہنا اور حکیم میرا شرف علی کو بعد دعا کے یہ کہدینا کہ وہ جو ب جو تم نے عجوبہ دی تھیں۔ انکا نسخہ جلد لکھ کر بھیج دو۔ والدہ موجودہ ماسواہ معدوم اپنی مرگ کا طالب غالب۔ ایضاً۔ بر خور دار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا کہ الور کا کچھ حال معلوم کر لوں اور کپتانا الکر نڈر کا خط آئے اور میں اسکو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو اسوقت تمہارے خط کا جواب لکھوں۔ چونکہ آجک ان کا خط نہ آیا۔ میں سوچا کہ اگر اسی انتظار میں رہوں گا۔ اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیا را میر مہدی خفا ہو گا نا چار جو کچھ الور کا حال سنائے اور کچھ اپنا حال بکھتا ہوں۔ ہر چند میں دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور پر اپنا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ ان کو راؤ راجہ نے صاحب اجنٹ سے اجازت لیکر بلایا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب اجنٹ الور نے راجہ کے باغ نور قافل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ ان کا راجہ انکو مل جائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دونوں میں بہت خوش ہیں پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کے داستان کی اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے سترہ بوتلیں بادہ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیا کرتے ہیں ۵

کسے کہیں مرادش میتہ بود اگر جم نباشد سکند بود

میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں۔ ایضاً ای جناب میرن صاحب السلام علیکم حضرت آداب۔ لکھو صاحب کج اجازت ہو میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور کی اطلاع کرتا ہوں۔ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست

ہو گئے ہیں بخارجا تارہا ہے صرف پیش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں اپنے ہر خط
 میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں۔ نہیں میرن صاحب اسکے
 خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہو گا جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپ کے
 فرزند ہیں آپ سے خفا کیوں ہوئے گئے۔ بھائی! آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں
 باز رکھتے ہو۔ سبحان اللہ ای لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے
 اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کھو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میری جہدی کو خط لکھوں کیا عرض
 کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا تو میں شنتا اور خط اٹھاتا انج میں ہاں نہیں ہوں تو نہیں
 چاہتا کہ تمہارا خط جائے میں اب بچہ بن کر روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط
 شوق سے لکھتے گا۔ میان بیٹھو ہوش کی خبر لو تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ میں بوڑھا
 آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں میں اگیا اور آج تک اسے خط نہیں لکھا۔ لاجل ملاقوۃ۔ سنو میری جہدی
 صاحب میرا کچھ گناہ نہیں میرے خط کا جواب لکھو تب تو رفع ہوگی پیش کے رفع ہوئی خبر شتاب
 پر ہیز کا بھی خیال کہا کرو۔ یہ بڑی بات ہے کہ ہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔ تمہارا پرہیز اگر ہوگا
 بھی تو عصمت بی بی ازبے چادری ہوگا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبان پر
 معلوم ہوں گے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میرا شرف علی میں دران میں کچھ کوسل تو ہو رہی ہے پنجشنبہ رو
 کا دن ٹھہرا تو ہوا اگر چل نکلیں پہنچ جائیں تو ان سے یہ پوچھو کہ جتنا ملک انگلستان کی سالگرہ کی رخصتی کی محفل میں تمہارا
 کیا گنت آئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ فارسی منہ ہو کہ دفتر لگاؤ خورد اسکے معنی کیا ہیں چھوڑو نہ چھوڑو
 نہ بتائیں اس وقت کہ آمد صی چلی پھر منہ آیا۔ اب میں برس رہا ہوں۔ سرنامہ ہیکر چھوڑ دوں گا
 جب ترشح موقوف ہو جائیگا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میرا سر فراز حسین کو دعا ہے تو اللہ اللہ
 تم پانی پت کے سلطان العلماء اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں قبلہ و کعبہ کہتے

یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔ ایضاً اما امیر اپنا رامیر مہدی آیا۔ او بھائی مزان تو اچھا،
 بیٹھو یہ راہو رہے دارا سرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے پانی سبحان اللہ شہر سے
 متن سو قدم پر ایک دریا ہے اور کسی اُس کا نام ہے بے شبہ چشمہ آب حیات کی کوئی سوت نہیں
 ملی ہے خیر لگوں بھی ہے تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔
 تمہارا خط پہنچا تو دعبث۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک نشی میرا دوست نہ عرف پہننے کی جاتا
 نہ محلے کی جاتا ہے۔ سو اس خط پہنچ گیا اور جواب لیا کیجئے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب اور صحت مرغوبہ
 اسوقت جہاں ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا کہ
 دونوں میر ساتھ آئے ہیں۔ اسوقت اس زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ ایضاً اکو میاں سید زادہ آزادہ
 دلی کے عاشق ولدادہ۔ ڈھلے ہوئے اردو بازار کے سہمنے واسے محمد سے لکھنو کو برا کہنے واسے
 نہ دلیں مہر و آذر م نہ آنکھ میں حیا و شرم۔ نظام الدین ممنوں کھا۔ ذوق کہاں بومن خاں کہاں ایک
 آزرودہ سو خاموش۔ دوسرا غالب بیخود و مدہوش۔ نہ مخموری رہی نہ مخدانی کس تے برتا پانی ہا دلی
 واسے دلی۔ بھاڑ میں جائے دلی۔ منو صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خان
 ولد سردار خاں لدولا در خاں۔ اور تانا اُس احمد حسین خاں کے غلام حسین خان ولد صاحب خاں اس شخص کا
 حال از رو تحقیق مشروح مفصل لکھو۔ قوم کیا ہے عمر کیا ہے جاتی کیا ہے۔ احمد حسین خان کی لیاقت
 خانی کا کیا رنگ ہو طبیعت کا کیا ڈھنگ ہو۔ بھائی لکھ اور جلد لکھ۔ ایضاً۔ سید خدا کی پناہ عبات
 پہننے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سار جہاں کو اٹھایا ہے۔ ایک غریب مظلوم کے چہرہ
 نورانی پر جہاں سا نکلا ہے نکو سرمایہ آلائش گفتار ہم پہنچا ہے میری دعا انکو پہنچاؤ۔ اور ان کی
 خیر دعا فیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور
 اوائل ماہ اگلہ پری میں روک ٹوک کی شدت ہوتی تھی آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم

ہو جاتی تھی اس پہننے میں کبھی صورت یہی ہے کج ۲۰ پانچ کی ہے پانچ چار دن پہننے میں
باقی ہیں۔ آج ویسی ہی تیز ہے خدا اپنے بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک نعمت کی
ہے اور اس غمزدگی میں ایک گونہ خوشی اور کسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہو گا کہ ایک دستبند
نواب لکھنؤ گورنر بہادر کی نذر بھی تھی آج پانچواں دن ہے کہ نواب لکھنؤ گورنر بہادر کا
خط مقام الہیاد سے سبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی
تحمین مہربانی کے کلمات کبھی تلو خدا یہاں لایا گیا تو اسکی زیارت کرنا پیش کے ملنے کا بھی حکم
آج کل آیا جاتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے پاس بھی کتاب کی تحمین
اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں۔ میر سرفراز
حصین اور میر نصیر الدین کو دعا کہدینا اور یہ خط دکھا دینا۔

ایضاً بخور دار نور چشم میر مہدی کو بعد دعائے حیات وصحت کے معلوم ہو۔ بھائی تم نے بخار کو
کیوں آنے دیا تب کو کیوں چڑھنے دیا۔ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم
مانع نہ آئے تب اتن ہلکا آئی تھی جو اسکو روکتے ہوئے شریف علی بھی آگئے ہیں
کہتے تھے کہ میں نے نسخہ ہلکا آج ڈاک میں بھیجا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوا تو کیا عجیب
ہے کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل تہا رسے واسطے بہت کڑھتا ہو حق تعالیٰ
تکو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر محکومتائے منو میاں سرفراز حصین ہزار برس میں
تمنے محکومت ایک خط لکھا وہی اس طرح کہ جیسا جلال سیر کہا ہے ۵ بغیر در شکر آبست رو با دار و ۶
پڑھتا ہوں اس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے کونسی بات ہو محکومت کیا پیغام کچھ نہیں
شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ ادھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یارب من نامہ میر سنام کا آغاز تحریر میں القاب
میر اپھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھکڑا ۱۰ یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں

کھوں میری بلا کھئے۔ اچھے تم خط لکھو گے اور اسمیں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور میرن صاحب کا نام اور ان کے لئے سلام تک بھی آئیں ہو گا تو میں اسکا جواب آنکھوں سے لکھوں گا۔ اور ہاں میاں تم نے میرا شرف علی کو کیا کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اس کا مرنا سنا ہو گا۔ اُس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں کیا چچا کو نہ معلوم ہو گا کہ کون سی لڑکی مری کاش اس کے باپ کا نام کہتے تاکہ میں جانتا کہ کونسی بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلاؤں۔ اس امر میں حق بجانب اس مظلوم کے ہے تو ضیح بقید قلم لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جو اطلب تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر پہنچنے کے لائق تھے اس واسطے ایک نفاذ تمہاری پسند کا تمہاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میر پاس آئے تھے ان کو دیکھ کر دل خوش ہوا تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الوری گئے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور ایک دن پانی پت سے چلے وہ ادھر گئے ہیں اور ادھر آیا۔ ظاہر پارسل کہے ہو پتھنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں انکی کتاب لکھی اب ان کیوں کہ پہنچے گی۔ خدا خیر کرے۔ میاں لڑکے سنو میاں نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ

محمد اعظم صاحب کے۔ وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا اس واسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پہنچتا ہوں اور پھر تمہارے علاقہ سے دُعا صوفی صافی ہوں۔ اور حضرت صوفیہ خدیجہ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں کہ حفظ مراتب کئی زندقہ ہے۔ یہ جواب ہے تمہارا اس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی یہ بات اچھی نہیں میں تو ڈر گیا کہ اگر تمہارا خط میں انکو دُعا سلام لکھوں گا تو اسے تم کا ہے کو کہو گے

پیر زادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین انکی بندگی مجھ سے کھی ہو خدا کی واسطے میری حالت سے کہہ دینا۔
 ایضا میری جان سندوستان صاحب کشنر بہادر دہلی یعنی جناب سائڈرس صاحب سادرس
 مجھ کو بلایا۔ پچھنبہ ۲۴ فروری کو میں گیا۔ صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے میں اُن کا پھر آیا۔ جمعہ ۲۵ فروری
 سر گیا ملاقات ہوئی۔ کرنسی دی۔ بعد پریش منہج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اٹھا کر پڑھتے رہے
 جب پڑھ چکے تو مجھے کھا کہ یہ خط ہے منگلو صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تہارے باب میں
 کہتے ہیں کہ اُن کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ معظمہ سے خلعت کیا
 مانگتے ہو۔ حقیقت یہی گئی ایک کاغذ آمدہ ولایت لے گیا تھا وہ پڑھو ادیا پھر پوچھا تم نے کتاب
 کیسی لکھی ہے اسکی حقیقت بیان کی کھا ایک منگلو صاحب نے دیکھنے کو مانگتی ہے اور ایک ہمدو
 میں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پریش کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا
 دیکھو میر ہمدی حاکم پنجاب کو مقدمہ ولایت کی کیا خبر کتابوں سے کیا اطلاع پریش کی پریش سی
 کیا تھا۔ یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے۔
 غرض کہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعلیل تھا۔ میں اپنے گھر رہا۔ دو شنبہ ۲۶ فروری کو گیا۔ باہر کے کمرے
 میں بیٹھ کر اطلاع کروائی۔ کھا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گدھے پکٹان کی چھٹی آئی سواری
 مانگی۔ جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کھا وہ کتابیں حاضر ہیں کھانشی جیون لال کو دجاؤ
 وہ اُدھر سوار ہو گئے میں اُدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت اتفاقات
 سے باتیں کرتے رہے۔ کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا تھا وہ دکھائے۔ ایک خط
 منگلو صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کیساتھ یہ بھی بھیجا
 جاوے بہت اچھا لکھ رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کھا کہ ہم نے تمہاری پریش کے باب میں اجرٹن
 صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو عرض کیا بہتر۔ اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تم کو معلوم

گئے ہوئے تھے کل وہ اسے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اسکے موافق عمل کروں گا جب بلا میں تب جاؤں گا۔ دیکھو سید اسد اللہ انصاف علیہ السلام کی مدد کو کراپنے غلام کس طرح سے بچایا ۱۱ جہینے تک بھوکھا پیاسا بھی نہ رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا دہندہ ہے میرے تققد کا حکم بھیجوا یا۔ حکام سے مجھ کو عزت دلوائی۔ میرے صبر و ثبات کی داد ملی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کہا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا میرا سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور نصیر الدین چلغ و دہلوی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا۔ ایضا واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے بشر میں غم و نمایاں کرنے لگے کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے چارے کو تھک کر دیا ہے آج جمعبندی کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں۔ بھائی تم تو اردو کے مرزا قاتیل بن گئے ہو۔ اردو ہاندار میں ہنر کے کنارے رہتے تھے روئیل بن گئے ہو کیا قاتیل کیا روئیل یہ سب سنہی کی باتیں ہیں تو سناؤ اب تمہاری دلی کی باتیں ہیں چوک میں بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے عوض کے پاس جو کنواں تھا اُس میں شگ و شست و قاشاک ڈال کر بند کر دیا۔ بتی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانیں ڈھاکر راستہ چڑھا کر کیا۔ شہر کی آبادی کا کھانصن عام کچھ نہیں ہے۔ پٹن داروں سے طاہر کھانصن کام کچھ نہیں۔ تاج محل۔ مرزا قیصر۔ مرزا جوان بخت کے سامنے ولایت علی بیگ جیپور کی زوجہ ان سب کی آگہ آباد سے رہائی ہو گئی دیکھئے کیپ بین رین یا لندن جائیں خلق نے اُردو سے تپاس جیسا کہ دلی کی خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑادی ہو سو سار شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۸۵۹ء میں عموماً شہر میں آہاؤ کئے جائینگے اور پٹن داروں کو جھولیاں بھر بھر کر روپیہ دیئے جائیں گے خیر آج بدھ کا دن ۱۱ دسمبر

کی ہے اب شبہ کو بڑا دن اور اگلے شبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے میں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو۔ اب صورت کیا ہے اور آئندہ عزیمت کیا ہے میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار۔ میرن صاحب کھاں ہیں کوئی جائے اور بلا لائے حضرت آئیے سلام علیکم۔ مزاج مبارک کہیئے مولوی منظر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجایا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین علیکم اور یہ ستم پیشہ میر جہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں کیا کروں میں کہیں تم کہیں ماں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جاہوں گے تو انتقام لیا جائے گا۔ ہے ہے کیوں کر ایک جاہوں گے دیکھئے زمانہ اور کیا دکھاتا ہے اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً۔ میری جان تو کیا کر رہا ہے۔ بچیے سے سیانا سودا واندہ صبر و تسلیم و توکل و رضا شبوہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا۔ جو تم مجھ کو سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باز ہوتا ہوں کہ مرغی مول لونگا اور اس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہو گا بھائی یہ تو میں نے اپنا راز دل تم سے کھا تھا کہ آرزوئوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا۔ ایک حسرت کا بیان تھا نہ خواہش کا۔ دیکھا اس نشن قدیم کا حال۔ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جب تک اسے پاؤں کھیں اور کیونکر چلا جاؤں۔ حاکم اکبر کے آنکلی خیر گرم ہے دیکھئے کب آئے آئے تو مجھے بھی دبار میں بلائے یا نہ بلاتے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ میں ایک اور بیچ

آپڑا اسکو دیکھ لوں اور پھر صرف اُسی کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونیکے بعد پیش کر ملنے
 کا تردد بدستور رہے گا۔ سبک سیر کیو جاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں پیش جاری
 ہوئے پر بھی تو سوال یہ پور کے کھیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں۔ تین برس
 ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ چپکے ہو رہو اور مجھ کو کسی عالم میں غلبہ
 اور مضطر گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا عمل میں آتا ہے۔ صاحب
 میرن صاحب نے دو سطریں دستخط خاص سے لکھی تھیں اللہ میں کچھ بھما کہ یہ اس مقدمہ کا ذکر ہے۔
 ایضاً سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا
 ہم زبان کر لینا۔ میں میر جہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مڑتا ہوں۔ میر سر فراز حسین نہیں کہ اُن کو
 پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آگئے۔ کہاں تھے میرن صاحب
 سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق دار نہیں۔ بندہ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں نہ ہمارے
 بھائی نے سخت مشوش بلکہ بغل در آتش کر رکھا ایک سلام اصلاح کیواسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد
 محرم کے میں بھی آؤنگا۔ میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کچھ چوں وہ آئیں گے
 تو یہیں اُن کو دوں گا۔ محرم تمام ہوا آج سہ شنبہ غزوہ صف ہے حضرت کا پتا نہیں ظاہر برسات
 نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو مجھلا سنو ایک فذر کالوں کا ایک ہنگامہ
 گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت و ہما کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات
 جمع حالات کی جامع ہے۔ آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آ جاتا ہے جس طرح بجلی
 چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی گرتا رہے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُن کو جگنو سمجھ بیٹتے
 ہیں اندھیری راتوں میں چروں کی بن ائی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری
 کاحال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزار ہا مکان گر گئے سینکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے

گلی گلی ندی بہ رہی ہے قصہ مختصر وہ ان کاں تھا کہ مینہ نہ برسنا انان نہ پیدا ہوا۔ یہ پرن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوٹے ہوئے دانے بہ گئے جنہوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بونے سے رہ گئے۔ سن لیا دلی کا حال اسکے سوا کوئی نہی بات نہیں ہے جناب میرن صاحب کے دھما

ایضاً

بے مے نہ کند در کف من خامہ روانی سہر دست ہوا آتش بے دو و کجائی
میر ہندی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے انگلیشی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دوترو
کہتا ہوں۔ ہاتھ تپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی نہیں۔ مگر بے آتش سیال کھاں کہ جب
دو برجے پی بے فور رارگ و پئے میں دوڑ گئی دل تو انا ہو گیا۔ داغ روشن ہو گیا نفس ناطقہ کو
تو احمد ہم پہنچا۔ ساقی کوڑ کا بندہ اور تشنہ لب۔ ہاے غضب ہاے غضب۔ میان
تم پیشین کھ رہے ہو۔ گورنر جنرل کھاں اور پیشین کھاں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب
کمشنر بہادر۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اس کا
مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے تو دربار و خلعت کے لائے پڑے ہیں تم کو پیشین کا
فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میر نام فرد میں نہیں لکھا۔ میں نے اس کا پیل نواب
لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے۔ دیکھیے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال جو کچھ
ہو گا تم کو لکھا جائے گا۔ اچی وہ یوسف ہند نہ سہی۔ یوسف دہر سہی۔ یوسف عصر
سہی۔ یوسف کشور سہی۔ انکی زینچا نے ستم بر بار رکھا ہے مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت
کہ گئے ہیں کہ میں ساٹھ سہ ساتھ رو پیئے ہینا بھیجے جاؤ گا۔ اب انکا تقاضا ہے رجیم تمش روز
آنا ہو اور کہتا ہو کہ بھو بھا جان کو لکھو کہ بھو بھو جان بھو کی مرقی ہیں۔ خرچ جلد بھیجو۔ ورنہ نالاش
کیجا نیگی اور تم کو گواہ قرار دیا جائیگا بہر حال میرن صاحب کو عبارت پر دہوا دینا میرن فرار حسین

میر نصیر الدین کو دعا۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ یوسف مفت کشور کو دعا۔
 ایضاً۔ وہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے بکھنے کا فائدہ۔ بات تہی ہی کہ میر لیلک
 مجکو ملا میرا کچھونا مجکو ملا۔ میرا جام مجکو ملا۔ میرا بیت انخلا مجکو ملا۔ رات کا وہ شور کوئی آئیو کوئی آئیو فرد
 ہو گیا میری جان بچی۔ میرے آدمیوں کی جان بچی۔ اکنون شب بن شب است روزم رود است
 بھی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا
 اگر پہنچتا تو بیشک وہ تمہاری نظر سے گذرتا اور میرن صاحب اسکی اصل حقیقت تم سے پوچھتے
 اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس داہیات کے بدلے مجکو وہ رو داد کہتے جو میرن
 صاحب میں اور تم میں پیش آنی پس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو۔ اگر
 خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب کھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا
 اب ان سے سیر خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے جن بھی کیا چیز ہے۔ قادر کا اتنا خوف
 نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم امن سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈر و سیر
 خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے۔ نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں سیر خط کا جواب
 ان سے لکھو اگر بھجواؤ۔ بہان کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم۔ ہوا گرم۔ تپہن
 مستولی۔ انج ہنگا۔ بچا رہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا میرا داد علی آشوب کا بیٹا۔ میر
 شب گزشتہ کو گزر گیا۔ آج صبح کو اسکو دفن کر آئے جو ان صلاح پر سیر گارہ موتیوں کا
 پیش نماز تھا۔ انا یندونا الیہ راجعون۔ مجتہد العصر کا حکم بحال لاؤن گا اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام
 ریاست کو لکھوں گا۔ رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کریاں گا اور مدار المہام امرواؤ
 لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب اس میں
 لکھا۔ ہم بھی تمہاری طرز کا اتباع کریں گے۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ

اگر تم میں ان میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میرا حمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی آنکو معلوم ہو کہ
حفیظ بہان آیا ہوا ہے۔ قبائل تہار سے یہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر
ورنہ بہان کیوں نہ چلے آوے

میں بھولا نہیں تھکوا سے میری جاں کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں کان
برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا تہر ہے۔ قاسم جان کی گلی سعادت خان کی نہر ہے۔ میں جس مکان
میں رہتا ہوں۔ عالم بیگ خاں کے کمرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کو دالان کو
جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا۔ سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے
چھتیس چلنی ہو گئی ہیں۔ مینہ گھڑی بھر سے تو چھت گھنٹہ بھر سے۔ کتابیں قلمدان۔ توشہ
خانہ میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا۔ کھیں چمچی و صری ہوئی۔ جنٹ کھان بیٹھ کر کھوں۔ پانچ چار دن
سے فرصت آ۔ مالک مکان کو فکر مرمت ہو۔ آج ایک اسن کی صورت نظر آئی کھا کہ آؤ میرا ہدی کہ
خط کا جواب لکھوں۔ آلوں کی نافوشی۔ راہ کی سخت کشی۔ تپ کی حرارت۔ گرمی کی شرارت۔ یا سکل
عالم۔ کٹر تہ اندوہ و غم۔ حال کی فکر۔ مستقبل کا خیال۔ تباہی کا سرخ۔ آوارگی کا لال۔ جو کچھ کھوہ
کم ہے۔ ہاں فعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سنتے ہیں کہ نوہر میں ہمارا چہ کو اختیار ملی گا۔
مگر وہ اختیار ایسا ہو گا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضہ قدرت میں رکھا
آؤ می کو بدنام کیا ہے۔ بارے رفع مرض کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو۔ تندرستی
حاصل ہو گئی ہو میرا صاحب کہتے ہیں سے تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ہائے پیش مصرع
مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب ہم پہنچا یا ہے مجھ کو پسند آیا ہے سے
تنگدستی اگر نہ ہو سالک تندرستی ہزار نعمت ہے
یتہد العصر میرا سرفراز حسین صاحب کو دعا۔ آہا ہا میرا فضل علی صاحب کھاں ہیں ہضرت

یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں سچ۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جیپور کے
 مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کھلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا انکو ہماری عاہلہ
 ایضاً میری جان کو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم و ادات سے بیٹھیں۔ اگر خط
 پہنچا ہی تو جواب ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب خطاب لکھنے لگے کل حکیم انصاف علی آئے تھے سر منڈوا
 ڈالا سپہ محرقین دو مسک پر عمل کیا ہی میں نے کھاسر منڈوا یا ہے۔ تو ڈاڑھی رکھو۔ کہنوں کے دہان کجا
 آرام کہ چامہ ندارم۔ واللہ ان کی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب ہر گز
 اور برقرار و بحال رہے خدا کا شکر بجالایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خبر سی چامہ اسلام کھنا
 اور مہارک بادینا۔ خبردار بھول نہ جائیو۔ تمہاری شکایت ہمارے بیجا کا جواب ہے کہ تم جو خط لکھو
 پانی پت بھیجتا اور کرناں کی روانگی کی اطلاع دی تھی۔ میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کہ ناں سے
 خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں۔
 تبریدی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بیمار ہے ایاز کو خط دے کر
 ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمہارا گلہ بچا یا بچا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرناں پہنچ کر خط لکھنے
 میں کیوں دیر کی اور ہاں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہاری قلم سے نہیں نکلتا
 ان کی خیر و عافیت نہ ان کی بندگی نہ لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے یہ باتیں سچی نہیں
 میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تمہا تمہارے ساتھ گئے ہیں واللہ ان کی پانی بہت میں
 میں دہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلا لیں گے یا خود بعد چند روز کے یہاں آجائیں گے
 یہ دو باتیں جواب طلب ہیں میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھتے کا سبب اور میرن صاحب کے
 بود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میر بشن۔ اس کا ذکر نہ کرو۔ اگر ملے گا تو گوا حلال و بجائیگی
 شہر کی آبادی کا چرچا ہوا۔ کہ ایک مکان ملنے لگے۔ چار ہاں سو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ

قاعدہ مٹ گیا اب خدا جاتے کیا دستور جاری ہوا ہے۔ آئندہ کیا ہوگا۔ سلطان العلماء مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر ان کے مزاج علم و عمل پر بندگی چاہیے مگر خیر میں عزیز داری و یگانگی کی راہ سے دعا کرتا ہوں۔ میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سپاریا۔
میر نصیر الدین دعا دیا وہ کیا لکھوں۔

ایضاً۔ میاں کیوں ناسپاسی و نفاق شناسی کرتے ہو چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لائق کھاں چشم بیمار صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جسکو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں۔ تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر منہسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو۔ تم زہر کی عادت رکھتے ہو۔ عوارض چشم سے نکلو کیا علاقہ میر نور چشم کی آنکھ کیوں دکھتی۔ میں نے خط تمہیں جان کر نہیں لکھا۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں ہاں آؤں گا۔ مجھ کو خط بھیجنے میں تاثر ہوا۔ لکھتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو۔ تین برس دو ہزار دو سو پچاس روپیے ہوئے۔ سو دہ خرق کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیرہ سو متفرقات میں اٹھ گئے۔ مختار کار دو ہزار لایا۔ چونکہ میں اس کا قرضدار ہوں روپیہ اس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ حساب کیا۔ سو و مول سات کم پندرہ سو ہوئے میں نے کہا میرا قرضہ متفرقات حساب کر۔ کچھ ادھر گیا رہ سو روپیے نکلے۔ میں لکھتا ہوں یہ گیا رہ سو بانٹ دو سو بچے آدھے تو سب آدھے مجھے دے وہ کہتا ہو پندرہ سو مجھ کو دو پانسو سات تم لو۔ یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا۔ خزانہ سے روپیہ آگیا ہے۔ میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں نہیں بات رہ گئی پٹ رہ گئی۔ حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے ہیں جیسا ننگا بھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ میرا دل و گیر سے بچا کر امت اسد اللہی ہے ان میسوں کا ہاتھ آنا عطیہ اللہی ہے۔ حاکم شہر لکھو کہ یہ شخص ہرگز نشن پانیکا مستحق نہیں

حاکم صدر نجکویشن دلوائے اور پورا دلوائے۔ میرن صاحب دعا لکھتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں۔ جواب ترکی بہتر کی جواب عربی بعرنی جو انھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دعا لکھوں کیا لکھوں نہیں بھی وہ مجتہد ہوں جو اکر میں میرے تو فرزند ہیں۔ میں دعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا۔

ایضاً۔ بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے۔ قلعہ۔ چاندنی چوک۔ ہرگز مجمع بازار مسجد جامع کا ہر وقت سیر چمناس کے پل کی۔ ہر سال میلہ پھول والو کی یہ پانچو باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کھاں۔ ہاں کوئی شہر قلم و ہند میں نام کا تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادرہ اردو سمبر کو پھاں داخل ہو گئے کیسے کھاں اترتے ہیں اور کیونکر دوبار کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیر دار تھے کہ ان کا الگ الگ ربار ہوتا تھا بھیر بہادر گڑھ۔ بلب گڑھ۔ فرخ نگر۔ دوجانہ۔ پاٹودی۔ لوہارو۔ چار معدوم محض ہیں جو باقی رہے۔ انہیں دوجانہ لوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کشنر بہادر ان دونوں کو پھاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام داسے ہماجن لوگ سب موجود۔ اہل اسلام میں صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں۔ سلطان جی میں مولوی صدر الدین خان۔ بلی ماروں میں سنگ نیا موسوم اسد تینوں مردود و مطر و دو محروم و غنوم سے توڑ بیٹھے جبکہ جام و سب پھر ہم کو کیا آسمان سے بادہ کلغام گر برسا کرے تم آتے ہو چلے آؤ۔ جان نثار خان کے پھتے کی۔ خان چند کے کوچ کی سرک کچھ جاؤ۔ ہلاقی بیگم کے کوچ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر بہتر گزمیدان نکلتا سن جاؤ۔ غالب افسر دہل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سر فراد حسین کو دعا حکیم الملک حکیم میر شرف علی کو دعا۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا۔ یوسف ہند میر افضل علی کو دعا۔ غالب۔

ایضا۔ جان غالب تمہارا خط پوچھا غزل صلاح کے بعد پوچھتی ہے۔ ہر ایک پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے۔ مصرع بدلے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہو گیا ای میر جہدی تجھے شرم نہیں آتی میاں یہاں ہلی کی نیاں ہے۔ ارے اب اہل دہلی ہند وہیں یا اہل عرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں جس کی ٹٹی پروا ہو ارب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا۔ اب میر خیراتی کی حویلی میں پھت سمست بدلی ہوئی ہے بہر حال میگزرد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کناں بند ہو گیا۔ لال ٹکی سے کنوئیں یک قلم کھاری ہو گئے۔ خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسوں میں سوار ہو کر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا۔ مسجد جامع سے سلج گھاٹ دروازہ نکلتے کبالتھ ایک صحرانقی ووق ہے۔ اینٹوں کے ڈھیر چوڑے ہیں وہاں گڑھا نہیں تو ہوا کا مکان ہو جا یا در و مرزا گوہر کے باغ کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اب وہ باغ کے صحن کے برابر ہو گیا بہانہ کے راج گھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا تفصیل کے کنگو سے کھلے رہے ہیں باقی سب ٹ گیا کشمیری دروازہ کا حال قلم دیکھ گئے ہوا اب اتنی سڑک کیواسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک میدان ہو گیا۔ پنجابی کٹرہ۔ ڈھوبی واڑہ۔ راجی گنج۔ سعادت خان کا کٹرہ۔ جرنیل کی بی بی کی حویلی۔ راجیداس گودام واسے کے مکانات۔ صاحب رام کا باغ حویلی۔ جس سے کسی کا پتا نہیں لیتا قصہ مختصر شہر صحر ہو گیا تھا اب جو کنوئیں جاتے رہے اور پانی گویا بیاپ ہو گیا۔ تو یہ صحر صحر آ کر بیا ہو جا لگا اللہ اللہ دلی واسے بتکتاں کی بان کو اچھا کھے جاتے ہیں اسے حن عقدا در کبند خدا آرد بازار نہ رہا اردو کہاں لی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہو گیا پانی ہے نہ قلعہ شہر نہ بازار نہ نہر اور کال حال کچھ اور بھی ادر انقلاب کیا کام۔ اگر نہ رونی کا کوئی خط نہیں یا ظاہر لگی

مصاحبت نہیں نہ مجکو ضرور خط لکھتا رہتا میر سرفراز حسین امیرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا۔
 ایضاً جان غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجکو غو و فوس تھا پانچویں دن غذا کھائی اب چھاپا
 تندرست ہون ڈی الحجہ سلاہ تک کھٹکا نہیں ہے محرم کی پہلی تاریخ سے الد مالک ہے
 میر نصیر الدین اسے کئی بار میں آنکو دیکھا نہیں اب کی بار دو میں مجکو غفلت بہت ہی اکثر آجاتی
 آنے کی خبر نہیں فی جبکہ اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے۔ تہاری آنکھوں کے غبار کی وجہ سے
 کہ جو مکان ولی میں ڈھاکے اور جہاں جہاں سرکیں نکلیں جتنی گرد و اڑی اس کو آپ نے ازراہ
 محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہر حال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین
 کا خط آیا تھا۔ میں نے میرن صاحب کی ازردگی کے خوف سے اس کا جواب نہیں لکھا۔ میر رقم
 ان دونوں صاحبوں کو بڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع
 ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس گفت پر اطلاع پائیں۔ + حسین
 ایضاً سید صاحب کل پیر دن رہے تہا را خط پہنچا یقین ہو کہ اسی وقت یا شام کو میر سرفراز
 تہارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہو ان کی زبانی سن لو گے میں کیا کہوں میں نے
 بھی جو کچھ سنا ہوا انھیں سے سنا ہے ان کا اس طرح نا اچھا آنا میری تمنا اور میری تہنیت سے
 خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میرے تصور کے مطابق جو میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ ہو گا
 سو روپیہ کی ناحق زیر باری ہوئی چونکہ زیر باری میرے بہرہ سے بہرہ ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی
 میں نے اس چھپا سٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور رویا ہیاں بہت اٹھائی ہیں
 جہاں ہزاروں غ ہیں ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیر باری کی دل کوڑا تھا۔ وہاں کو
 کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں بھی ایک تیر باقی تھا قبل ایسا عام۔ تو میری یہی سخت
 کال ایک بڑا۔ وہاں کیوں نہ ہوسان انھیں نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگ ناگھانی اور ہے
 میاں سلسلہ کی بات غلط تھی مگر میں نے وباے عام میں مرزا اپنے لائق نہ سجدہ دینی اسپیں
 سیری کسیر نشان تھی بعد رفع فساد ہوا سجدہ لیا جائیگا۔ کلیات اردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب اسی تھیں
 غایت اسی ہینہ میں ایک نسخہ بیسیل ڈاک تم کو پہنچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کو چھاپو کی بھی تدبیر
 ہو رہی ہو اگر ڈول بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جائیگا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں
 اگر مقدور مساعدت کرے گا تو میں بے شرکت غیر اسکو چھپواؤں گا۔ مگر یہ خیال محال ہو سیر مقدور
 کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے واللہ علیٰ کل شئی قانیو خدا کا بندہ ہوں علیٰ غلام۔
 میرزا احمد اکرم۔ میرزا خداوند سخی، علی دارم چہ غم دارم۔ وبا کی کینج مدہم ہو گئی ہو۔ پان سات دن
 بڑا زور و شور رہا پر سون خواجہ مرزا ولد خواجہ امان تاح اپنی بی بی تچوک دلی میں یکا کل بات کو
 اس کا نو بر کل بیٹا بیضہ کر کے مر گیا انکا اللہ فراتا لکھو دا جعوت۔ اور میں بھی باہو الگ نظر
 مدرنی شہر پہر الگ صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرزا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں اور مجھ میں
 متوسط تھا۔ اس جرم میں ماخوذ ہو کر مرا۔ خیر یہ عالم اسباب اسکے حالات کہلو کیا۔ ایضاً۔ ہاں صفا
 کیا چاہتے ہو مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیج دیا۔ اب اور کیا لکھوں تم میرے
 ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں فقیر نہیں تھا لکھوں۔ تمہارا دل غ چل گیا ہو لغافہ کو کرید اگر وہ
 مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤں گے کیا یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں
 خیریت ہو ماں کی خیر و عافیت مطلوب ہے، خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا۔ جی خوش ہوا
 مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ بر فور دار میر سرفراز حسین کو دینا اور دعا لکھنا۔ اور ہاں حکیم
 میرا شرف علی اور میر فضل علی کو بھی دعا لکھنا۔ لازماً معاوت مندی یہ ہو کہ ہمیشہ اسی طرح خط لکھو
 رہو کیوں سچ کہو اگلوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ ہاں کیا اچھا شیدہ ہے جب تک

یوں نہ لکھو وہ خط ہی نہیں ہے۔ چاہے اب ہے۔ آری بے باران ہے نخل بے فرو۔ غازیہ علیہ السلام
چراغ بے نور ہے ہم جانتے ہیں تم زندہ تم جانتے ہو ہم زندہ ہیں۔ امر ضروری لکھ لیا۔ زوالہ کو
اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہو تو بھائی
ساکر تین سطرین دیسی بھی میں نے لکھ دیں کیا قضا نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی غیر ہنر
بھی وہ عبارت مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھی قصور معاف کر دینا ہو۔ میر
نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے۔ فارسی میں نے کہاں لکھی کہ تمہارا چچا کو یا لکھو
بھجروں نواب فیض محمد خان کے بھائی حسن علیخان مرگئے۔ حامد علیخان کی ایک لکھ تھی خزانہ
کسی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلوہ اور غریبار ہو گیا تھا آج اس نے غسل صحت کیا۔
باقر علی خان کو چینیہ بھر سے تپ آئی ہو حسین علیخان گئے گلے میں دو غنہ دو ہو گئے ہیں۔ شہر
چپ چاپ نہ نکھیں پھاوڑا بختا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہو۔ نہ آہنی سڑک آتی ہو
نہ نکھیں دھڑمہ بنتا ہو ولی شہر خوشنود کا غنہ بڑا گیا اور نہ تمہارا دل کی خوشی کیو اسطے ابھی اور کہتا۔
ایضاً سید صاحب تمہارے خط کے آئینے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو سکیں نہ مانہ
وہ آیا ہو کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ہائی اسود ہے
ان دونوں میں ڈبائی روپیے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے بھان احمد باجوہ اس تہیتی
پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپیے گئے بلا سے آبرو بھی۔ اب میر سرفراز حسین کچا پیسے کہ انور چلے
جائیں شاید گئے بند و بست میں کوئی صورت ذکر کی کی نکل آئے۔ میری دعا کہو اور یہ کہو کہ
اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجھ کو لکھیں بپتن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کھوں۔ حاکم
خط کا جواب نہیں لکھتا۔ عملہ میں ہر جہد تقصیر کیجئے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی لکھ نہیں
بتاتا بہر حال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے سے معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ

قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پیش پانیکا استحقاق رکھتا ہوں پس اس زیادہ
مجھے معلوم نہ کسی کو خبر میان کیا باتیں کرتے ہو۔ میں کتابیں کھاں چھپواتا روٹی کھانیکو نہیں
شراب پینے کو نہیں، جاڑے آتے ہیں بھان تو شک کی فکر ہے کتابیں کیا چھپواؤں گا منشی
امید سنگہ اندور والے دلی آئے تھے سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست ان کو میرے
گھر لے آیا انھوں نے وہ نسخہ دکھایا۔ چھپوانے کا قصد کیا۔ اگر وہ میں میرا شاگرد رشید منشی
ہر گوپال تفتہ تھا۔ اسکو میں نے لکھا اس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ مسودہ بھیجا گیا۔
ہر نی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی امید سنگہ نے لیں۔ پچیس روپیہ چھاپے خانہ میں
بطریق ہندو منشی بیجو ادے صاحب مطبع نے بشمول سچی منشی ہر گوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا
اگر وہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہیئے ہو۔ حکام نے بہکمال خوشی جازت دی پانسو جلد چھاپی
جاتی ہو اس پچاس جلد میں شاید پچیس جلد منشی امید سنگہ مجکو دینگے میں عزیزوں کو مانٹ دوں گا
پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر
میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ارمی شہ اسم سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۷ء
تک حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اسکی اطلاع دیدی ہو۔ امین الدین خاں کی جاگیر کے
بلنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا۔ ان کو جاگیر اگست میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر
میں گئے کیا کرتا اگر موقوف نہ کرتا۔ منشی امید سنگہ اندور جانے والے تھے اگر ختم
کر کے مسودہ ان کے سامنے اگر نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔

ایضا خوبی دین و دنیا روزی باد۔ میرا شرف علی صاحب تمہارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا
تھا کہ تیرا خط میرا نام کا میرے ہنام کے ہاتھ چاڑا۔ صاحب تصور تمہارا کیوں ایسی شہر میں
سہتے ہو بھان دوسرا میرا مہدی بھی ہو مجکو دیکھو کہ میں کب دلی میں رہتا ہوں نہ کوئی اپنا ہنام

ہونے دیا نہ کوئی اپنا عرف سننے دیا نہ اپنا ہم تخلص بہم پہنچایا۔ فقط پیش کی صورت یہ ہو کہ کو سوال کیفیت طلب ہوئی اُس نے بھی نہیں۔ کل ہفتہ کا دن ساتویں اگست کی منجھو جوٹن صاحب بھٹا نے بلایا کچھ سہل سوال مجھ سے کئے گئے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواہ ملے اور جلد ملے زرد اگر ہے تو اس میں ہے کہ وہ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آئندہ کو مقرر ہوتی ہے۔ غلام محمد الدین خان کی دو ایک رو بکاریاں ہوئی ہیں صورت اچھتی ہے۔ خدا چاہے تو رہائی ہو جائے صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا۔ دفتر بند کیا اور یہ لکھ دیا کہ کلمہ اگست سنہ ۱۳۵۷ تک میں نے وہ مہینے کا حال لکھا اور آئندہ لکھنا سو قوف کیا تھکوا گئے اس کی کچھ تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بیجو۔ اب پھر تھکوا کھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ میں اُسکے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر پیش دوں۔ ہاں صاحب میرا شرف علی صاحب بھی بھی فرماتے تھے کہ میرید سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجائیں تو منجھو اطلاع کرنا۔

ایضاً۔ مارڈالا یا تیری جواب طلبی نے اس جرح کج رفتار کا ہر مہینے اس کا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و گوشہ تھا۔ چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے۔

سو ہی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اسے فلک اور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک گرد دیکھنا یاد رہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے۔ کل سے منجھوئے کش بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیوں کیا لکھوں صحت میں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہیں آتی مجھ سے خط پڑھو اتنے آسوں سے پیاس نہیں بجھتی۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کر سکتی۔ بہر حال کچھ لکھتا ہوں دیکھو لکھتا ہوں۔ سنو پیش کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم۔ ویراید درست آید۔ بھی میں تم بہت آزرده ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار سرت نہ کچھ تہذیب بلکہ

اس طرح سے نکاح ہے کہ گویا انکا تندرست ہونا مکتوباً گوار ہوا ہے مکتبے میں کہ میرن صاحب سے
 ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اُچھلتے کودتے پھرتے ہیں اسکے یہ معنی کہ ہو گیا غضبناک
 یہ کیوں اچھڑ گئے یہ باتیں تمہاری ہکو پسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہو گا بہ تغیر الفاظ
 بکتا ہوں ۛ کیوں نہ میرن کو مغنم جانوں - دلی والوں میں اک بچا ہے یہ ۛ میر تقی کا
 مقطع یوں ہے ۛ میر کو کیوں نہ مغنم جانیں ۛ اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ ۛ
 میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے - آرسے میاں تم نے کچھ اور بھی سنا
 کل یوسف مرزا کا خط لکھو ۛ سے آیا وہ بکتا ہے کہ نصیر خاں عرف نواب جان والد ان کا
 دائم الحبس ہو گیا حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی یوسف مرزا تو جھوٹ کا ہے کوٹھے کا خدا کر
 اُس نے جھوٹ سنا ہو - تو بھی اب تم چاہو جاؤ اپنے گھر میں روٹی کھانے جاتا ہوں اندر
 باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علی خاں بھی - صرف ایک میں اور ایک میر علی بیٹا
 حسین علی خاں یہ ہم روزہ خور ہیں - وہی حسین علی خاں جس کا روزمرہ ہے کھلونے
 منگا دو - میں بھی بچار جاؤں گا - میر سر فر از حسین کو دعا کہنا اور یہ خط ان کو ضرور سنا دینا
 برخوردار میر نصیر الدین کو دعا پہونچے -

ایضاً - میر ہمدی سچیتے رہو - آفرین صد آفرین - اردو عبارت بکھنے کا اچھا ٹھنک پیدا
 کیا ہے کہ مجھ کو رشک آنے لگا - سندولی کے تمام مال متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب عاظر
 میں گئی یہی طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصار یوں کے محلہ کا
 رہنے والا نوٹ سے لیا - مگر میں نے اسکو ہٹل کیا - العدرکت دے میری پنشن اور ولایت
 کے انعام کا حال کیا ہو حقہ سمجھ لو ولد الرحمن الطاف خفیہ ایک طرز خاص پر تحریر ہوئی - نواب
 گورنر ہرنل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلاں شخص کی پنشن کے چڑھے ہوئے

روپیہ کے یک مشت پانے کی اور آئندہ ماہ ماہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری بھجوا
 ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیج دیں سو یہاں اسکی تعمیل بطور مناسب
 ہوگی حکم پیش دو وہی سند میں سب روپیہ مل جائیگا اور ہاں صاحب کشتہ بہا در نے یہ بھی لکھا کہ اگر تم کو
 ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانہ سے منگواؤ۔ میں نے لکھا صاحب یہ کیسی بات ہو کہ آؤ دن کو برس
 دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلو اتنے ہو فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ اور اجرا کا
 حکم لجا دیں گا۔ آؤروں کو یہ بات برسوں میں یہ سسرانگی۔ میں چپ ہو رہا۔ آج دو شبہ حکم شعبان
 اور شہتم پانچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سو روپیہ منگالوں پر یا رولایت کے
 انعام کی توقع خدا ہی سے ہے حکم کے ساتھ اسکی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہو مگر یہ بھی حکم ہے
 کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھئے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب پی را کیا بکتے ہیں۔ حاکم
 پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہو کہ دستہ منگوا کر اور تم دیکھ کر لکھو کہ وہ کیسی ہو اور اس میں کیا لکھا
 ہے چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی لکھ کر مجھ سے مانگی اور میں نے دی۔ اب لکھو حاکم پنجاب کیا بکتا
 اسوقت تمہارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجھ کو باتیں کر نیکیا مراما تو دونوں کا جواب بھی لکھ کر روانہ
 کیا۔ اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب۔ میر نصیر الدین کو دعا +
 ایضاً۔ سید صاحب نہ تم مجرم نہ میں گنہگار۔ تم مجبور میں لاچار۔ لو اب کھانی سنو۔ میری سرگزشت
 میری زبانی سنو۔ لو اب مصطفیٰ خاں بیعا دسات برس کے قید ہو گئے تھے سو انکی تقصیر یہاں ہوئی۔
 اور ان کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پیشین کر
 باب میں ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا لاچار وہ رہا ہو کر میر ٹھہری میں ایک دوست مکان میں ٹھہرے ہیں۔ میں
 بھر واستماع اس خبر کے ڈاک میں بیٹھ کر میر ٹھہریاں کو دیکھا۔ چاروں وہاں رہا۔ پھر ڈاک میں پڑ گیا کہ آیا
 تاریخ آئے جانیکی یا نہیں مگر ہفتہ کو گیا مشکل کو آیا۔ آج بدھ دوم فروری ہے مجھ کو آئے ہوئے

نوان دن ہو۔ انتظار میں تھا کہ تنہا را خط آئے تو اس کا جواب لکھا جائے کہ صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو
 میں جواب لکھتا ہوں۔ روز اس شہر میں ایک حکم نیا ہوتا ہے۔ کچھ سچہ میں نہیں لکھا کہ کیا ہوتا ہے
 میرے سے اگر دیکھا کہ جہاں بڑی شدت ہو اور یہ حالت ہو کہ گوروں کی پاسانی پر قناعت نہیں ہے
 لاہوری دروازہ کا تھانہ اور منڈھا بھاڑ کر سڑک پر بیٹھا ہے جو باہر کے گوروں کی آنکھ بھاڑتا ہے اس کو کڑا
 حالات میں بھیجتا ہے حاکم کے ہاں پانچ پانچ بیدار گئے ہیں یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید
 رہتا ہے اس علاوہ سبھی نون پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ تقیم ہو اور کون ٹکٹ رکھتا ہے
 تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جعدا سیر پاس می آیا۔ میں نے کہا بھائی تو مجھے نقشے
 میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ عبارت یہ کہ اسد اللہ خان پنشن دار مسلمانوں کو حکم پٹیاں
 والے کے بھائی کی جو ملی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کھیں گیا۔ نہ اور نہ گوروں کے زمانہ میں
 نکلا اور نکالا گیا۔ کرنیل برون صاحب بہادر کی زبانی حکم پراسکی اقامت کا مدار ہے جب تک کسی حاکم نے
 وہ حکم نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔ یہ عبارت جعدا نے محلہ کے نقشے کیساتھ
 کو توالی میں بھیج دی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان وکان کیوں بناتے ہیں
 جو مکان بن چکے ہیں انہیں ڈھا دو۔ اور آئندہ کو ممانعت کا حکم سنا دو۔ اور یہ بھی مشہور
 ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر مقدور
 نذرانہ دے۔ اسکا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دسے اور ٹکٹ نے گھر برباد
 ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے کہ جب تک یہ صورت ہے دیکھیے شہر کے بننے کی کون ہوتی
 ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کئے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ
 شہر میں آتے ہیں اَللّٰمْتُ لِلّٰہِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ نور چشم میر سرفراز حسین اور رفو دار میر نصیر الدین کو دعا
 اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

ایضاً میری جان خدائے کو ایک سو بیس برس کی عمر دے بوڑھا ہونے آیا۔ ڈاڑھی میں بال سفید آ گئے۔ گربات بھینچی نہ آئی۔ پنشن کے باب میں اُنکھے ہو اور کیا بچا اُنکھے ہو۔ یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۹۷۷ء سے پنشن نہیں ملا۔ پھر فروری ۱۹۷۹ء بایکسوان ہینڈ ہے۔ چند اشخاص کو اس بایکس ہینڈ میں سال بھر کاروپہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آئندہ ماہ ماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہو اتم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اسکو کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی اٹلی ہے سے چل بولائے گئی تو کاہے سے پٹنوں راب ذ علی بخش خان پچاس روپیہ ہینڈ پاتے تھے بایکس ہینڈ کے گیارہ سو ہوتے ہیں ان کو چھ سو روپیہ مل گئے۔ باقی روپیہ چھ سو روپیہ آئندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خان سو روپیہ ہینڈ کا پنشن دار۔ بایکس ہینڈ کے بایکس روپیہ ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ ہینڈ۔ بایکس ہینڈ کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں۔ اسکو اٹھارہ سو ملے۔ مناجت محمد ارشد روپیہ ہینڈ کا سکے لبر سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا اسی طرح پندرہ سو لے آدمیوں کو بلائے۔ آئندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں۔ بلکہ پھر مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کسی خطرہ پر خط لکھے تو اخیر خط صاحب کشن بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ مجاویں ہیں وہ سو روپیہ نہ لے اور پھر صاحب کشن بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ ہینڈ پانچواں سال بھر کے ساڑھے سات سو روپیہ ہوتے ہیں۔ سب پنشن داروں کو سال سال بھر کاروپہ بلکہ سو روپیہ کیسے ملتے ہیں شل اور دن کے مجھے بھی سال بھر کاروپہ مل جائے ابھی امین کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈھوڑا کر ٹکٹ چھوڑا کر اجڑن صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ

پہلے گئے۔ دلی کے محتاج باہر دے ہوئے میں منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جپ معاودت
 کریں گے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی اور نئی صورت نکل آئے میرسر فر از حسین اور میر
 نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہنچیں۔ برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا
 بیچ میچ میرا علیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جو وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بیچنے
 کی واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہو ہیں بھوک
 لگی ہو تین خط لکھتے ہوئے رکھے تھے میں لکھا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو لغافہ میں لکھ کر
 ٹکٹ لگا کر سزا نامہ بھجوا دیاں کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ اور ہاں ایک چھپر بھی تھی کہ دیکھوں میرا
 میر مہدی تھا ہو کر کیا باتیں بتاتا ہے سودی ہوا تم نے چلے پھوٹے پھوٹے۔ لو اب بتاؤ خط کہتے
 بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا گردہ جو کچھ سننے سنا ہو گا بے مل باتیں
 ہیں ہنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر۔ یہاں کے حاکم نے اگر ایک بکاری
 لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا امین کیا ضرر۔ یہاں تک بکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آگئے
 دن بھی غصہ ڈارہ گیا۔ میں نے کس بند کیا۔ باہر تختوں پر آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ روشن ہوا۔ منشی
 سید احمد حسین سرمانے کی طرف منوڑے پر بیٹھے ہیں۔ میں ہلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم
 و چراغ دو دامن علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوڑا ماتھ میں اور ایک آدمی ساتھ اس کے
 سر پر ایک ڈکر اسپر گھاس ہری بچتی ہوئی۔ میں نے کھا ابا یا سلطان العلماء مولانا سر فر از
 حسین ملوئی نے دوبارہ رسالہ بھی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہی فیض
 خاص نہیں عام ہر شراب نہیں آم ہے۔ خیر عظیمہ بھی بے خلل ہی بلکہ نعم البدل ہو ایک
 ایک آم کو ایک ایک سبز بھر گھاس بھمایا وہ انگوڑے سے جبراً ہوا اگر وہ کس حکمت سے بھرا ہو کہ پیٹھ
 گھاس میں سے ایک نظر بھی نہیں گرا، عیساں کہتا تھا کہ یہ اتنی تھے پندرہ بگڑ گئی بلکہ ستر گئے۔

تا ان کی بڑائی اور دون میں سرایت نہ کرے تو کرے میں سے پھینک دے۔ یکنے کہا بھائی
یہ کیا کم ہو مگر یکن تمہاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا۔ تمہارے پاس روپیہ کہاں جو کتنے
آدم خریدے۔ خانہ آباد و دولت زیادہ۔ لیکو ایک انگریزی شراب ہوتی ہے جو قوام کی بہت لطیف
اور رنگت کی بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قد کا قوام تہلا دیکھو اس وقت کے معنی
کسی فرہنگ سرور میں ہو تو مجتہد العصر اور حکیم میرا شرف علی کو کہ وہ ان کے علم کی گنجی میں
اور کئے ٹکے کی کتابیں چالیس پچاس سو روپیہ کو لے گئے ہیں۔ میری دعا کہ دینا۔
ایضا کیوں یا کیا کہتی ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں تمہارا خط پڑھ کر دو بار یہ شعر پڑھا
وعدہ وصل چون شود نزدیک بہ ایش شوق تیر نہ تر گرد و

کلو کو مولوی منظر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیے گا نہیں میں
آتا ہوں۔ بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں ان کو بلاتا۔
انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں میں حاضر ہوتا ہوں۔ دو گھنٹی
کے بعد وہ آئے۔ ادھر کی بات ادھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی
خط پڑھوایا۔ اچھی کیون حضرت آپ میرا صاحب کو نہیں بلاتے۔ حسب میں تو انکو لکھ چکا
ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا انکو بتا لکھتا ہوں کہ وہاں ٹھہر کر عجیب اطلاع کرو میں شہر میں
بلاؤنگا۔ صاحب اب یہ ضرور آئیں گے۔ آخر کار ان سے اجازت لیکر اب تک لکھتا ہوں کہ ان سے
مختصر یہ کہہ دو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو۔ یہ کہتا ہوں کہ
عید کرو تو باسی عید یہاں کرو۔ یہ میرا حال سنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجھ کو آ گیا ہے۔ اس
طرف سے خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا کھا کھا کر کاٹا۔ آئندہ خدا رزاق ہو کچھ اور کھانی کو
بلاؤ غم تو ہے۔ بس صاحب ایک چیز کھانی کو ہوئی اگر غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے۔

میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور سپار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور شفیع محمد صاحب کو اودھ کے مغل صاحب کے سلام کہنا۔ میرن صاحب نے سلام نہ دُعا۔ یہ خط پڑھا دو اور امھر کو روانہ کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہو کیون وہ شہر سب باہر پھڑپھڑا کر اُڑیوں کے بلانے کی راہ دیکھیں۔ شکر مین۔ کراچی مین جو پہلے مین۔ یعنی ڈاک مین آئیں۔ بلیمار کے محلے مین میرنگان پر اتریں۔ میرنگان مین بیگ کے مکان مین مولوی منظر علی رہتے ہیں میرنگان کے مکین مین ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو ذہنار کوئی نہیں روکتا۔ یہ صلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچنے ہی چل دین تو عیند بھی پہن کرین۔ +۔

ایضا بیان کیوں تعجب کے تھے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نے آنے سے وہ مانا تھی طرح ہے۔ حاکم کو مانا آنا جانا لوکری کی تلاش مین حسین مرزا صاحب بھی دین ہیں۔ وہاں کے حکام سے ملتے ہیں وہاں پنشن کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ مین ایک دو خط لکھو آتے ہیں جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی لکھنؤ مین وہ امن امان پر ہندوستانی عمارت مین ایسا امن امان ہو گا کہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عمارت مین یہ چین ہو گا۔ اُمر اور شرفاء کی حکام سے ملاقاتیں بقدر تہ تعظیم و توقیر پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال لطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں اور ایک سفود مان کے صاحب نے شہر بہادر عظیم نے جو دیکھا کہ عملہ مین ہندو بھرتی ہوئے ہیں اہل اسلام نہیں ہیں ہندو کو اور علاقوں پر بھیج دیا اور انکی جگہ سب مسلمانوں کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دلی ہی ٹوٹ پڑی ہو۔ لکھنؤ کے ہوا اور شہر دین عمارت کی وہ صورت ہو جو عذر سے پہلے تھی۔ اب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ مین نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی درون شہر دلی بشرط اذخالی جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رہا ہے۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ

چھب چکا ہی کل اتوار یوم الغیسل ہے پرسون دُشنبہ سے دیکھئے یہ کاغذ کو تو تقسیم ہوں یہ
کیفیت شہر کی ہو۔ خصوصاً میرا حال سنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسون کو تو ال کو حکم آیا ہو کہ اللہ
خاں نیشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بمقدور اور محتاج ہے یا نہیں۔ کو تو ال نے موافق صوابیہ کے
مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں سو کل چار گواہ کو تو ال چوتھے جائیں گے اور میری بمقدوری ظاہر
کرائیں گے۔ تم کہیں نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی پڑھا ہوا روپیہ لمبا لنگا اور آئندہ کو نیشن جاری
ہو جائیگا۔ نہ صاحب تو یہ ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس سخت ٹھہروں گا۔ چھ مہینے یا برس
کا روپیہ علی الحساب پانیکا۔ میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں اُس طلب کے جواب میں بھی
کیون نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کے بھیج دو تو میں آؤں۔ دیکھو اب میں
پانچ دن میں حساب کھلا جاتا ہے۔ میرے سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور میری طرف سے کلو لگا
اور پیا کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا۔ اور میرن صاحب کو مبارکباد کہنا۔ غالب۔

بنام شاہ عالم صاحب

مخدوم نادۃ والا تبار حضرت شاہ عالم صاحب سلام و دعائی درویشانہ قبول فرمائیں مع
وطن پہنچنا اور زیرِ رگون کے قدبوس اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو
یوسف از صبر بکنہاں آمدۃ لفرقا و قات و سفر رہو و شدت تم و مقتضی اسکی ہوئی کہ ہنوز
تمہارے مسودات دیکھے نہیں گئے تا نزول بارانِ رحمت الہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو اپنے
مامون صاحب کے تیار متقدماں اور اپنے بھائیوں کو سلام مخصوصانہ کہیے گا۔ اور اپنے والد ماجد
یعنے میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت آپ کے اور اشتیاقِ برتے پہنچائیے گا
اور عرض کیجئے گا کہ آرزوئے دیدارِ حد سے گزر گئی سیار جب تک حضرت عالم کو مارہرہ میں اور

الوارالدولہ کو کالی میں دیکھ لوں اور ان سے ہم کلام نہ ہو لوں میری رُوح کو قبض کا حکم نہ ہو
 سہ ماہ میں دو مہینے باقی ہیں انکے محترم سے اُس دسی الحجۃ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے
 شفقی مگر می چودھری عبد الغفور صاحب کو میرا سلام کہیے گا اور یہ پیام پہنچائیے گا کہ حضرت
 صاحب عالم کی تمنا ہے ویدا بقید ماہرہ کنایہ اس سے ہو کہ اوکسی کا بھی ویدا رطلو ہے
 خواہش اصل مقدر ہو جو نہ کو نہیں بد اُنکے اس خط کا جواب جو پر سون مجھ کو پہنچائے موم جامہ میں
 لپیٹ کر بھیجوں گا انشاء اللہ العزیز۔ مان جناب شاہ عالم صاحب پھر رُوتے سخن آپ کی طرف سے
 جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی یہاں تشریف لائے اور میرے مکن سے ایک تیر پرتا کے
 فاصلہ پر چاندنی چوک میں قطب الدین سوداگر کی حویلی میں اترے ہیں۔ مرفی صاحب کا کام
 اُنکے پُرو ہوئے۔ یعنی ڈیڑھی کلکٹر اور ڈیڑھی محیٹریٹ ہیں۔ اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدا
 دیوانی کا بھی کرتے ہیں لیکن ہنوز قائم مقام ہیں۔ وہ صاحب جسکا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت
 سپاٹو گیا ہو۔ لیکن فقیر بھی اُنکے مکان پر چلا گیا تھا۔ جس صورت اور حسن صہرت دونوں
 اُن میں جھج ہیں آنکھیں اُنکے حسن صورت سے روشن ہو گئیں اور دل اُن کی حسن سیرت سے خوش
 ہو گیا وہ خاک پاک بلگرام میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا۔
 ایضا خدم زادہ عالی شان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم ابن امان عروشان
 علم و ہنر سے برخوردار ہیں۔ ہمارے حضرت ہکو مجبول گئے۔ مان تیج ہے اُنکا لطف چودھری
 عبد الغفور صاحب کے جو ہر مہر و محبت کا عرض تھا۔ جب جو ہر نہ رہا تو عرض کہاں۔ بہر حال جناب
 حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطرین اُن کی نظر سے گزریاں
 چودھری عبد الغفور صاحب کو سلام کہیے گا اور یہ پوچھیے گا کہ قصید کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا
 میرا گناہ ہے یا اسکے سوا کوئی اور قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجیے۔ اگر کوئی اور جرم بھی ہے

تو مجھے اطلاع دیجئے۔ ان پیام کی تبلیغ کے بعد پھر اردوئے معلیٰ آپ کی طرف سے آپ کا خط میرے نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی سیروزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ مجھ کو دیا جو آدمی خط لیکر گیا تھا وہ دوبار جواب لکھنے کو گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت سید یحییٰ نے اُس کے جواب سے قطع نظر کر کے اپنی خدمت گزاروں کی آپ کو اطلاع دی۔ یا سہ تھانی لکھ چکا تھا کہ ایک چپڑہی آیا اور اُس نے خط تمہارے نام کا لکھ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا مع ان کے خط کے ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی رات ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حاکم الدین سوداگر کی حویلی میں رہتے ہیں۔ باقی ان کے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔ اپنی مامی صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہنچائیے گا۔ والسلام

بنام صاحب المصباح

پیر مرشد اہل مطلع و حسن مطلع کو کیا بھون اور اُس کا شکر کیوں کر بجالاؤں۔ خدا کی بندہ نوازیان میں کہ مجھے ننگ فریش کو اپنے خاصان گاہ ہے بھلا کہو تا ہی۔ ظاہر میرے مقدر میں یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ میں اس فانی عالم میں جیتا نک رہا اللہ اللہ ایسے کشتی۔ سوختی کو یوں بچایا اور پھر اس کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائین بلوغ تصور کرتا ہوں واسطے خدا کے اور اشعار نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعویٰ خدائی کرنے میں مجاہدانہ کرے گا کتاب افادت مآب بیچ آہنگ نسخہ لطیف تشریف تالیف۔ اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا۔ مگر چودہری صاحب اور حضرت سید امیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اہم معام ہوئے پھر بھی دوسرے اہم میں تردد ہوں کہ آیا میرا قیاس

مطابق واقع ہے یا نہیں۔ ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونوں میں
 تردد باقی نہیں مہذاتہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ
 میرا ایک سببی بھائی ہو۔ نواب ضیاء الدین خان سلمہ اللہ تعالیٰ وہ میری نظم و شعر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ
 مجموعہ شعر اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانہ میں تھے وہ کتب خانہ
 ڈر کر عرض کرتا ہوں بیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہو گا اسٹ گیا ایک ورق نہیں ۱۰۰ ہاں چھاپے
 کی بیخ آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور معیوبت دو عیب ہیں ایک تو یہ کہ جو بعد از طبع از قسم شعر
 تحریر ہوا ہے وہ اس میں نہیں۔ دوسرے کا اپنی نوئیں نے وہ اصلاح میری شر کو دی ہے کہ
 میرا جی جانتا ہے۔ اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغراق ہے۔ نئے بیانات یہ ہے کہ
 کوئی صفحہ غلط سے خالی نہیں۔ بہر حال اگر فرمائے تو لیکر بھجودن۔ مخدوم زادہ ہائے
 دلاتا بار پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر پہلے اُن کی خدمت میں اور پھر سید مقبول عالم
 کی خدمت میں سلام مسنون اور ہشتیاق روز افزون عرض کرتا ہوں۔ ۴
 ایضاً بعد از خداوند و لغت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قبلہ روح و رواں جناب صاحب
 صاحب کو بندگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد۔ کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال
 احتمال قوی کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہو آجائے تو
 اُسے بٹھاتا ہوں ورنہ طرار ہوتا ہوں۔ جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں آج
 دوپہر کو میر عبد الغنی صاحب آئے میں بے کلامہ و پیر میں پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اُن کو دیکھ کر اٹھا
 مصافحہ کیا اُنہوں نے جناب شاہ عالم کا خط مع سودا ستاشار دیا اور فرمایا کہ پرسون جاؤں گا
 عرض کیا کہ کل ضرور آپ تشریف لائیں خط کا جواب اصلاحی سودہ لیجائیں وہ تشریف
 لیکر میں لیٹ رہا دکن سوئی کی عادت نہیں ہو۔ جی میں کہا اُوں بیکار کیوں رہو۔ خط کا جواب

بتنام مولوی عبد الغفور خان بہادر شاخ

جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ اسد اللہ اور تخلص بہ غالب ہے مکرمت
حال کا شاکر اور آئندہ افزائش عنایت کا طالب ہے۔ ذکرے مثال کو عطیۂ کبریٰ اور مہبت
عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے
اس کی پیچیدہ چیز سمجھان کو قابل خطاب و لائق عطا کر کتاب جاننا میں دروغ گو نہیں۔ خوشامد میر
غوث نہیں۔ دیوان فیض عنوان اہم بہم پہنچی ہے ذکر ہمیشہ اس کا نام بجا ہے الفاظ میں معانی
بلند۔ مضمون عمدہ۔ بندش دلپسند۔ ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق میں بیباک و گستاخ ہیں
شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پُرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ اُن سے بڑھ کر
بصیغہ مبالغہ بے مبالغہ نسلخ ہیں۔ تم دانا سے رموز آرد و زبان ہو۔ سمرانیہ زرش قلم و ہندوستان
ہو خاک کرنے ابتداء میں آرد و زبان میں سخن سرائی کی ہے۔ پھر اوسط عمر میں بادشاہ

دہلی کا لوکر موکر چند روز اسی دوش پر خامہ فرسائی کی ہو۔ نظم و شعر کا عاشق و مائل ہوں۔ ہندوستان
میں رہتا ہوں مگر تیغ و صفائی کا گھائل ہوں جہانگیر و چل سکافارسی زبان میں بہت بٹکا۔
ابن فارسی کی فکر نہ اُردو کا ذکر نہ دنیا میں توقع نہ بعقبی کی اُمید میں ہوں۔ اور اندوہ ناکامی جاوید
جیسا کہ خود ایک قصیدہ لغت کی تشبیب میں کہتا ہوں۔

چشم کشودہ اندک بردار ہاے من زاینده تا امیدم و از رفتہ شرمسار
ایک مہر بریں مینا میں رہا آب اور کہاں تک ہونگا۔ ایک اُردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا
ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا۔ تین سانسے شرکے پہ پانچ نسخے مرتب گوئیادور کیا
کہ ہونگا۔ مدح کا صلہ نہ ملا غول کی داو نہ پائی۔ ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول طالب علیانی
لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی دہن بر چہرہ زخمے بود ہر شد

سج تو یوں ہو کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا۔ طبیعت میں وہ مزہ شرم
وہ شور نہ رہا۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا بلکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اسی سبب سے فن کلام میں
گفتگو کر لیتا ہوں۔ حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ معروض گفتار میں موافق سوال جواب دیتا
ہوں۔ روز و شب فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہاں کیا پیش آتا ہو اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیوں
بخشا جاتا ہے حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جواہر کی بادی اور مجبور ارسال نامہ کی سبیل کے
بادی ہوئے ہیں جینک میں جیتا رہوں نامہ پیام سے شاد۔ اور بعد میرے مرثیہ
دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہیے گا۔ والسلام بالوقت الاحترام

بنام مزار یوسف علیخان صاحب مخزن

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجہ کہ ان جان بن جاتے ہو۔ واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لٹا مگر میرا
کلام میری پاس کب تھا کہ نہ لٹتا۔ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب اور ناظر حسین مزار صاحب

ہندی فارسی نظم و نثر کے مسودات مجبوس لکیر اپنی پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو ان لوگوں پر جھاڑو بھر گئی نہ کتابیں
 نہ اسباب ہا بھر آئیں اپنا کلام کہنا منے لائوں ہاں کو طلاع دیتا ہوں کہ مہی کی گہا ہوں شمع سے جولا فی
 اکتیسویں شمع تک ہندوستان کا اپنا حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ شرفارسی زبان قدیم میں ہے کہ جس
 کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبانیں حضرت قنک فیت جانا
 ملکہ معظمہ انگلستان کی ستایش میں اس شکرسیاۃ شامل ہے یہ کتاب مطبع مینڈخلایق اگر وہ میں نشی بنی کہیں
 حقیر اور مزاحاتم علی بیگ و نثی ہر گویا لفظیہ کے تمام میں جھاپی گئی ہے فی الحال مجبور میری نظم و نثر کا اسکو
 سوا اور کہیں نہیں اگر خباثت نثی ایر علیخان صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستبنہ
 مطبع مینڈخلایق سے نگالیں اور ملاحظہ فرمائیں ۵

بنام قاضی عبد جمیل صاحب

مخدوم مکرم و عظیم خانبابہ لوی عبد جمیل صاحب کچھ مدتیں ابلاغ سلام سنوں الاسلام کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ
 آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے پہلے خط
 حاشیہ پر اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی سطر کی بھکی کہ حروف اچھی طرح پڑھیں جاتے
 اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن با اینہم اسکے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا
 پڑتا ہے علاوہ اسکے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چاہئے اس خط کو آپ کی خدمت میں اپن بھیجا ہوں تاکہ آپ
 یہ جانیں کہ آپ کا خط بھاڑ کر پھینک دیا ہو گا اور معہذا میرا اندیشہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے آپ خود دیکھیں
 کہ میں اصلاح کہاں چاہئے و سطر اصلاح کے جو غزل بھیجے ہیں میں الافراد و بین المصنوعین فاضلہ
 زیادہ چھوڑے آپ کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف روشن ہیں مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کچھ
 معدوم۔ آپ کی خاطر سے کچھ کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں
 مسودہ تو آپ کے پاس ہو گا اس سے مقابلہ کر کے معلوم کر لیجئے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح

اور کوئی ریت موقوف ہوئی نہ تھا۔ یہاں تک کہ میں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں تہذیب کا جو عجیب و غریب
 عوامی کرسمس ہے، ہائیکے مصرعہ طرحی کو کیا کیجئے گا اور اسپر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا۔ میں بھی اس
 محفل میں جانا ہوں اور کبھی نہیں جانا اور یہ محبت خود چند روزہ ہی ہو سکودہم کہاں۔ کیا معلوم ہرگز
 نہ ہو اور ان کے ہوتو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً قبلہ لکھو خط کے پہنچنے میں تردد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اوراق بڑے آتے ہیں۔
 گاہ گاہ انگریزی بھی۔ ڈاک کے ہر کسبے بھی سیرا گھر جانتے ہیں پوسٹ ماسٹر سیرا نشانی عجیب و
 درست خط پہنچتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے، محکمہ بھی ضرور نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں
 کہ آپ لکھنا کہتے ہیں اور محکمہ لکھنا کہتے ہیں خط پہنچتا ہے خاصہ کہ خط کا کوئی تلامذہ نہیں ہوا جو
 اپنے بھیجا دہ تجھ کو بھیجے۔ بات یہ ہے کہ شوق خط و کتابت کا جواب کیا تھا کہ آپ نے میرا خط لکھ کر
 چھوڑ کر طلبہ کی پریس پر مار رکھا ہے جب مطلب ضروری التعمیر نہ ہو تو کیا لکھوں۔ آپ کے خط میں
 تین مطلب اب کہنے کے قابل تھے ایک تو درباری جو آپ نے اس سنگٹا فرینش کی طرح میں لکھی ہے
 اس کا جواب مل گیا ہے۔ اور کونش اور آداب۔ دوسرا تو خانہ کتبہ کی پیچھے کا دوسو سو ہٹکا جو آگے
 تیسرا جواب ملوی امتیاز خانہ کتبہ میر۔ ہاں آنا اور میرا وقت مکان پر موجود نہ ہوتا تھا
 چھوڑا رہا ہے۔ مگر آپ نے میں تو میرا سلام کہتے اور میرا مال ان سے بیان کیجئے جس کا ہر روز قلم
 جاتا ہوں ظاہر ہو لو چھٹا۔ اول روز لکھے ہو گئے جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکا
 ہوتے ہیں۔ میرا یہ صاحب شہتے حقہ پتی۔ اگر قلم جاتا ہوں تو پھر میں چڑھتا ہوں زیادہ اس کی کیا کہاں
 ایضاً پیر و شہد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا میں کافی تکریم و احترام میں سند نشانی کی تہنیت کیو
 رامپو آیا۔ میں کہاں اور یہ ملی کہاں۔ اگر کوئی کہہ دیاں پہنچا بشرط حیات آخر و مہر کے ملی جاوے گا
 نہایت گاہ بہ گاہ کی سیر کہاں جو داس نایب گاہ کی سیر میں جسکو دینا کہتے ہیں دل بھر گیا اب

عالمِ سنجی کا مشاق ہوں لا اکر الا اللہ لا موجود الا اللہ لا موشرفی الوجود الا اللہ
 ایضاً قبلہ ایک سو تیس پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھتے۔ دس قلم اور چھٹانک بھر سیاہی کہا کہ جو
 کردی ہو خدا کو بچھاؤ گتہ آپ کے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں ہوں بڑھاپوں اور ناتواں گویا نیچاں
 رہ گیا ہوں۔ ایک کم ستر برس نیا میں ہا۔ کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ فسوس صدر ہزار فوس۔ وہ
 غزان کہا لایا تھا وہاں پہنچی۔ جہاں ابیں جانوالا ہوں میں تمام۔ مدعا کی گم ہو گئی۔
 ایضاً جناب صنی صاحب کو سلام اور قصید کی بندگی۔ اگر مجھ کو قوتِ ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا
 قصید کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی حج میں ایک قصید لکھتا۔ بات یہ ہو کہ میں اسے نہ لکھتا۔
 تندرست ہوں مگر بڑھاپا ہوں کچھ طاقت باقی تھی وہ اس کتاب میں لکھ دی گئی اب ایک دم بے مزاج
 متحرک ہوں کچھ مریض ہوں ہر روز اس میں جیسا شہزاد میں شروع اور تمام آکاؤں کا ذکر
 ایضاً جناب خدام کرم کو میری بندگی۔ تفقہ نامہ مرقومہ تحریر کیا پایا۔ حضرت کے مستطاع
 خدا کا شکر بجالایا۔ کوئی خاصہ تحفیض میں آؤ کر لی گنا نوشائٹ جاؤ ایک عہدہ ایک بیکار آپکا
 دو تھانہ سلامت۔ ہاں وہ جو اپنے ابنِ الخال کا اس محکمہ میں کیل بنوینکا کھڑکا ہے البتہ بجا ہے۔ جیسا کہ
 ظاہر کر چکے ہیں تو آپکو اسکا اندیشہ کیا ہو۔ حاکم سمجھ لیگا۔ وہ کیل میں محکمہ صنی میں نہیں گئے
 صدر امین اور شرفین حج میں کام کر گئے۔ میں تندرست ہوں نہ بخور ہوں زندہ ہوں۔ دیکھتے
 کب پاتے ہیں اور جب تک جیتا ہوں اؤ کیا دکھاتے ہیں۔ والسلام الوقت الاحرام
 ایضاً جناب صنی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔ مگر ہی مولوی غلام غوث صاحب صاحب میرا
 قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں۔ چھوڑ نہیں کہیں نہیں مگر صنف کی وہ سند ہے جو دنیا کی نیا
 صنف کی ہے نہ برس ان صاحب خدائش بابوں تشریف لائے بنائے بنائے نہیں تھا بے بیاندہ اور اندیشہ
 پیپر کے نقل کیا۔ رہن کہاں جواب پھر تولیدم مصالح ہو۔ بہر حال زندہ ہوں اور ناتواں اور

اور آپ کی پرستش کے دوستانہ کامنوں احسان۔ والسلام مع الاکرام۔
 ایضاً جناب مولوی صاحب آپ کے دونوں خط پہنچے۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ۔ اٹھ بھر پڑھا
 رہتا ہوں۔ صہل صاحب فرارش میں ہوں۔ بیس دن سے پاؤں پر دم ہو گیا ہے۔ کف پاؤں پشت پاسے
 نوبت گزر کر پٹلی تک آس ہے۔ جوتی میں پاؤں سماتا نہیں۔ پوائے براز کیواسطے اٹھنا دشوار ہے۔
 سب باتیں ایک طرف درو محلل روح ہے۔ شالہ میں میرا نہ مرنے صاف میری تکذیب کے واسطے تھا
 مگر اس تین برس میں ہر روز مرگ تو کا فر آچکھتا رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست کی
 نہیں پھر میں کیوں جیتا ہوں روح میرے اب جسم میں سطح گھبراتی ہے جی طرح طائر قفس میں۔
 کوئی شغل کوئی تھلا ط کوئی طلبہ کوئی مجمع پسند نہیں۔ کتاب سے نفرت شعر و نفرت جسم و نفرت روح
 نفرت۔ یہ جو کچھ لکھا ہے سب بے مبالغہ اور بیان واقع سے جو نرم آنرہ زکریٰ منزل و بیان بروم۔ لیے
 مختصہ میں اگر تحریر جواب میں حاضر ہوں تو معاف ہوں مجھے کیوں شرمندہ کیا۔ میں اس شان و دعا کو
 قابل نہیں مگر چوتوں کا شیوہ ہے۔ بروں کو اچھا کہنا۔ اس طرح گھبرائی عوض میں آداب بجا لاتا ہوں
 ایضاً جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے۔ عنایت نامہ کے ورود نے شادماں کیا مگر بیہوش ہو گیا
 تھی آہوں حیران کیا۔ ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشابہ ہوں آموں کے باب میں جو
 کچھ لکھا ہے کیوں لکھا۔ اہا کو دوام کیا ضرور ہے۔ خصوصاً جبکہ بذات خود حادث ہو حضرت ابوسا
 ہر جبکہ کم عمر اور جو کچھ ہے وہ خشک ہے۔ نیز ہے۔ ام کہان سے ہوں نہ جہا وٹ نہ برسات۔ دریا پایا
 ہو گئے۔ کنوئیں ٹوٹ گئے اثمار میں طراوت کہاں سے ہو۔ جناب اسکا خیال نفراویں۔
 اپنے کشف کو غلط کر دو نگاہ شکا آئینہ تک جیوں گا آپ کے موہنی آم کھاؤں گا۔
 ایضاً حضرت بہت دلوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا۔ سال گزشتہ ان دونوں میں میں
 اسپر تھا پارچ شمع یہاں آگیا ہوں اب یہیں ہوں۔ میں نے آپ کا حظ پایا ہے

آپ نے ستر پر رامپو کا نام لکھا تھا تو عالمی الی رامپو کو صدی سال سلامت کھڑا نکالا عیثہ ماہ باجکوب
 پہنچا ہوا کریم گسٹری اور استاد پروری کر رہی ہیں میرے بچ سفر ٹھانے کی اور رامپو جانکی حاجت نہیں
 خلیفہ حسین علی صاحب رامپو میں مجھے ملے ہونگے مگر واللہ محکوم یا درہنہ لیمان کا مرض لاحق ہو حافظہ گویا نہ رہا
 شامہ ضعیف۔ سامعہ باطل باصرہ میں نقصان نہیں البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے پیری و عذیب
 جنین گفتہ اندہ بہر حال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رامپور گئی ہیں تو البتہ وہ آپکے پیام جو کئی زبان
 کے متحول تھو بہ ستور انکی تحویل میں ہوا و مجبوتہ کاش پہنچے۔ یہ شہر بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ کتبہ
 کتاب فروش سے کہہ دینا اگر میری نظم و شعر کے سالو میں سے کوئی سالہ جائیگا تو وہ مل لیکر خدمت میں بھیج دیا
 جائیگا بکاسب دل ہی تو ہوتا نہ سنگ و خشت دروہی نہ بھرائے کیوں ایک دوست کے پاس بقیتہ الہیہ
 الغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے اس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دوں گا۔

یہ ایضاً پروردگار فقیر ہمیشہ آپکی خدمت نگہاری میں حاضر رہا ہوں جو حکم آپکا ہوتا ہے اسکو بجالانا ہوں
 مگر معدوم کو موجود کرنا میرے مسع قدسے باہر ہے۔ اس میں میں کہہ سکتا آپنے قافیہ و رد دل لکھا ہے
 میں لکھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اس میں کاش شعر لیکر میرا کلام
 گمان کیا ہوا ہر چند میں نے خیال کیا ہے میں میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان نختہ چھاپے کا یہاں
 کہیں کہیں ہے اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اسکو بھی دیکھا وہ غزل نکلی۔ سنئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کئی غزل
 میرا نام پر لوگ پڑھ دیتی ہیں۔ چنانچہ انہیں نوٹیں لکھیں کہ یہ میرا ہے اگر وہ لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجیے
 اسداو لینے کے دینی پڑے ہیں میں نے کہا لا حول لا قوۃ۔ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھے لعنت ہی طرح
 زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا اسداو اس جفا پر تب توں سے وفا کی
 میرے شیر شاہش محبت خدا کی میں نے شکر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا مطلع ہے یہ بقول اسکو محبت
 خدا کی اور اگر میل ہو تو مجھے لعنت۔ اسداو شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتگو نہیں ہے

بجلا ان نوٹش نہیں اس لفظ بھی ہر شعر پر لکھ لکھا گیا اللہ باللہ شعر خدنگ ننگ کے قافیہ کا میر نہیں
 ایضا آداب بجا لاتا ہوں پکا نواز شنائہ پیچا۔ غزلین کہیں گئیں فقیر کا قاعدہ ہر کہ اگر کلام میں غلط و
 استقامد دیکھتا ہوں تعریف کرویتا ہوں اور اگر قسم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں
 کہ ان غزلوں میں اصلاح کی جگہ نہیں سچاں ریکر غار فضل میں ایسے ثمر مای پیشیں گے کہ پہنچنا نوید ہزار گوشت
 سینت شادمانی ہو۔ شیر مرغہ شعاع شمار ہو اسکی تعریف کیا کروں۔ کلام سن سبیں کیا چاہتا ہوں کہ میں
 یاد رہا اور یاد رکھا کہ خیال آیا۔ پروردگار کو بیا اینچہ رواں پروری و گرم ستری سلامت ہے۔ جو کہے کہ
 دو پہر کو وقت کہاں پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لکھ کر اور آم کے دو ٹوک سے خالی دیکر روانہ کیا۔ یہاں
 سے اسکو جب بھگم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع ہے۔ - -

بنام مروان علیخان رعنا

خانصاحب العینان مروان علیخان صاحب کو فقیر غالب کا سلام۔ نظم و شعر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا
 آج اس فن میں تم کہتا ہو۔ خدا کو سلامت کہو۔ بھائی جفا کے مٹوٹ ہو نہیں اہل ملی لکھنو کو باہم
 اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہیگا کہ جفا کیا۔ ماں بیگم ان میں جہاں بولتے ہیں کہ تہنی آیا۔ اگر جفا کو مذکر
 نہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم پیدا نہ کرے۔ اور جفا مؤنث ہے شبہ شک۔ والسلام مع الاکرام۔ - -
 ایضا خانصاحب شفیق عالی شان کو میرا سلام۔ کل تمہارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفظ آج پہنچا
 گوروانہ ہوا۔ کاغذ شہر میں نہ دیکھ لیا۔ کہیں اصلاح کی حاجت تھی۔ نالہ در الخ شعر رعنا
 گزرا ہو مرانہ دل چرخ کہن ہے۔ تھاروچ کا ہم نہ بھرا جا کے وطن سے۔ نالہ دل نہایا۔ نواب صاحب
 اردو کا تذکرہ لکھتے ہیں فاضل غزل تمہاری بیاد لکھی دیکھ صاحب تم نے اپنی مسکن کا پتہ لکھا سو میں نے
 دوسرے دن تمہاری خط کا جواب لکھا۔ فشی تو لکھو صاحب یہاں آؤ گے مجھ سے ملنے بہت خوب صورت
 خوش سیرت سادہ منہ و متقول پسند آدمی ہیں۔ تمہارے وہ تاج اور میں انکا شاد خواں۔ - -

بنام مولوی عبدالرزاق شاکر

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی عبدالرزاق شاکر کینچہ میں بعد اسلام رہا تھا جس کے مولوی صاحب الدین
مولوی مفتی اللہ خاں دکنیہ میں فقیہ کرام اسلام پہنچا ہے۔ میں تم سے عرض کرتا ہوں کہ اپنے حق صاحب کے کچھ کچھ
باوجود شدت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے۔ چہاں کہہ کر اجڑا ہوا کر رہیں گے آپ کے سامنے اگر
بہی طرہی تھی جس کے دو شعر قطعہ بند بھی ہیں۔

از زندہ گوہر چمن اندر زمانہ نیست	خود را بجا کبر و بزرگ حسد را فکرم
منصور فرقت علی اللہیاں منم	آوازہ اتنا اسد اللہ در فکرم

خدا کی حضرت کو بھی واقعہ یاد ہو۔ اتحاد الہی دلیل ثبوت روحانی ہو۔ حق کی مکتبی میر تقی علیاں کو
سلام پہنچے۔ سال گذشتہ کی تعطیل کی طرح دلی اگر مجھ سے بدلے نہ چلے جائیگا پھر نہ تو الیہ ہو کلام
اشعار بعد حک اصلاح کے پہنچے ہیں یہ ترمیم میری ارزش کی فوق ہو کہ میں آپ کے کلام میں خلل تو نہ کرے
بندہ نواز زبان فانی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے شروع کر کے پیرانہ سحرنا و صنعت کو صدقہ صحت پر تھی
جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں ہی حرارت غزنی کو زوال ہے اور یہ حال ہے۔

مضحل ہو گئے قوی غالب	وہ عناصر میں اعتدال کہاں
----------------------	--------------------------

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب ستون کو جن سو کتابت رہتی ہو اردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں جن
جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط لکھے اور بھیجے تھے ان میں سے جو صاحب الی الان موجود
ہیں انہیں بھی عند الضرورت ہی زبان مرقع میں مکاتیب مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ باقی کو تو
اور رسالوں انشور اور کتابوں کی مجموعہ اجرا چاہا ہو کہ اس طرہ اقصائی محم میں پھیل گئے حال کی شہر کو
کون فراہم کری جو شہرین کہ مجموعہ دیکھا ہو کہ جہاں جہاں شہر ہو گئیں ہیں اور آئندہ ہوں ان میں کو صاحب
احدیت جلت عنانہ مقبول قلوب بل شیخ مطیع طبائع ارباب فن فرمائیے اور میں اب انتظار کرتا ہوں کہ

یہ پنج سکر آفتاب لب لبام اور جو ہم اہل صریح جہانی و آلام روحانی سے زندہ و گورہوں کچھ پاؤ خدا بھی چاہے
 نظم و شری قلم و کاغذ نظام انیز و دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا اگر اسے چاہا تو قیامت
 میرا نام و نشان باقی و قائم رہے گا۔ پس امیدوار ہوں کہ آپ نہیں نذر و محقرہ یعنی تحریرات روزمرہ اور وہ
 ساوہ و سرسری کو نہایت جانکر قبول فرمائے ہیں اور درویش و دلشیں و فروماندہ کشاکش
 معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگیں۔ اللہ بس ماسوا ہوں ۛ

ایضا قلیہ و کہہ فقیر یا در کا پتہ شنبہ چار شنبہ۔ ان دونوں دلوں میں سوائے عازم
 رام پور ہووے گا۔ تقریباً ہاں کے جانیکی میس مرحوم کی تعزیت اور میس حال کی تہنیت و چار پونہ
 وہاں رہنا ہوگا اب کونئی خط آپ بھیجیں تو پتہ بھیجیں مکان کا پتہ لکھنا ضروری نہیں شہر کا نام اور میس کا نام
 ہے محض اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتی ہیں و حفظ میں اٹھانا ہوں۔
 حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوست غمگسار یار و فاسشار علامہ روزگار ختم العلماء المشہور
 مولوی مفتی صد الدین خاں صاحب بیاد و صد الصد و سابق دہلی المتخلص آرزوہ دام بقاؤہ حضور
 کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے سیرے ساتھ شریک لب ہو کر مرے لوٹے اور آپ کی شیرینی گفتار
 و صفات میں تا دیر غدیا البیاں اور طرب للسان سے اور مجھ سے بقدر میر معلوم او بیاں کے آپ کے
 صفات حمید سے واقف ہو کر بہت شاد و خوش رہے ہوئے نادیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ
 بحثائے ملاقات سلام کہنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیے گا۔

بنام مولوی عزیز الدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو ویسا ہی آباد جاتے ہو جیسی آگے تھی۔
 قاسم جان کی گلی میر خیرانی کے چھاٹے سے فتح اللہ بیگ خاں کے چھاٹے تک بے چراغ ہو۔ ہاں
 اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسن خاں کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں

و اکثر حصہ رہتی میں باد کا لے حصہ کر مکانوں میں ایک حصہ علیشان گلستان شریف کہتے ہیں۔
 سینا والد نچاں لورنگے بھائی مع قبائل و عشائر لوہارو ہیں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں غاسٹری ہو
 آدمی کا نام نہیں۔ تہا کے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ لاہور گئی ہوئی ہو کبھی کی دکائیں
 سکتے تھتے ہیں۔ مولوی صدر الدین خاں لاہور ہیں۔ ایندو بخش شراب علی ان لوگوں سے میر کا قاتل
 نہیں ہیں آپ بکھری حکیم حسن خاں و سیاں غلام بخت اور بیابہ بیگم بھئی بخش خاں ساکن وہ
 اہلی ہرین ہو گئیں۔ محفل کے پاس بھتیہا ہوں خط و درود عتیقاہ سیرنگ بھیا ہو پوٹ پٹا اکثر تصنیف
 ہو چکا ہیں چنانچہ قاضی عبد اللیل صاحب خط جس کا اپنے کو لکھا ہوا انھیں پھوٹ جائیں اگر
 دیکھا ہو آپ ان سے صلہ سلام کیجئے اور خط کے پہنچنے کی راگ کو خبر پہنچائیے

بنام مفتی سید عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نور شہنامہ آیا۔ میں اس کو جزیہ لایا۔ آپ کی تین میر میری اسطے سراٹھ فر دینا خواہ ہے
 فقیر امیدوار کہ یہ فقیر میری اسطر پکھا جائے نہ پیش نظر و حواس بلکہ اگر دیکھا جائے میں جو
 بھی لایا ہو گویا کسٹ پر ہوتا چڑھایا ہو ہٹ و صدم ہوں نہ مجھے اپنی بات کی حق ہو دیا ہے و خاتمہ
 میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے۔ کلام کی حقیقت کی راہ چھڑا چاہتا ہوں۔ طرز عبارت کی
 جدا چاہتا ہوں۔ گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ علم و ہنر سے
 عاری ہوں۔ لیکن بچپن برس سے جو سخن گزاری ہوں مبداء فیاض کا بچہ احسان عظیم ہے
 میرا سچ اوطیع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک نصابیت اتلی اور ہندی لایا ہوں مطابقت
 اہل پارسی کے منطق کا بھی مزہ آئی لایا ہوں۔ مناسبت خدا واد۔ تربیت استاد۔ حسن قیج کہیں
 پہنچانے فارسی غرض جاننے لگا۔ بعد میں تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قانع رہاں کا
 لکھنا کیا ہے گویا اسی کڑی میں اباں کیا۔ لکھنا کیا تھا کہ بہانہ ملامت کا ہدف ہوا ہو کہ یہ تنگ

ساحض کا بر سلف ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہو۔ عرض کیا ہوں کہ حضرت
 برہان قاطع اور قاطع برہان کی ایک غلطی ہو۔ برہان قاطع نے کیا اٹھانینوین سکھ قلع کیا ہو جو آپ نے
 قاطع لقب یا ہو برہان جب تک غیر کسی برہان کو قلع کرے کہ نہ برہان قاطع نام پائیگی۔ برہان قاطع
 کی صحت میں جتنی تقریر کیجئے گا وہ قاطع برہان کی صحت ہو نہ کہ کام پائیگی۔ قطعہ تاریخ کا کیا کہنا گویا یہ
 کتاب مشوق اور یہ قطعہ اسکا کہ نہ ہو خواہ قطعہ قصداً کانیا نہ اہر بندہ قلمبردار ہوں بعد عرض سلام شعر
 پسند آیکا شکر گرا ہوں آپ کے علم فیض و فہم وادراک کی جو تعریف کیجا عودہ حق ہے لیکن میری شعر
 کی تعریف صرف خریداری و دکان سے رونق ہے۔

بنام عہد الدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب

سماعت اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں طال بقاؤہ۔ ہزار ارحمہ بھنجا۔ جو دم ہے غنیمت سے ہفت
 کہیں میں خیال و لطف جیتا ہوں بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں قلم ہاتھ میں ہے ہرچی لکھتی کو چاہتا
 ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہو تو کہہ لیتے کہ نہ راتا شد و آتا آئیہ راجوون۔ نو ہوس کا
 حال معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اسکا ان کو صبری اور زندہ رکھے۔ میں بوں بھتا ہوں کہ یہ چھو کر قسمت الی اور حشر
 والی جی۔ تمہاری ہستانی شکوہ و پیرالدین کو اور سکائی کو اور اسکی بہن کو دعا کہتی ہیں اور میں پیار
 کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۹ جنوری ۱۳۵۷ء

ایضا میاں حقیقت جاسٹ زیادہ نہیں ہو کہ اب تک جیتا ہوں بھاگ نہیں گیا۔ نکالا نہیں گیا۔
 کتابیں کسی جگہ میں اب تک بلا نہیں گیا۔ معرض باز پرس میں آیا۔ آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔
 شیرزاں خاں نے مجھے اگر لکھا تھا میں ایک قصہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کیرفے بنام پیر الدین کے
 اچھو چھوڑا کہ اسکو تمہارے پاس بھیجوں۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا۔ ناچار پیر الدین کے پاس بھیجتا
 ہوں اگرچہ جاتی تو اگر وہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا۔ میں یہاں سے اگر کو روانہ کروں گا

عربی۔ مرسل۔ دو شنبہ۔ بنام حکیم غلام نجف خاں صاحب

ایضاً صبح شنبہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۷ء۔ اقبال نشان عضد الدین حکیم غلام نجف خان کو غالب شیاہ کی عمارت پر
 پہنچ کر خط معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پر پھر کھینچنے سے تشویش ہے۔ خدا کی قسم میں یہاں خوش اور تندرست
 ہوں۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے کہ پھر دن پڑھے تاکہ میرا دم بھی دلی کھا چکے ہیں شام کا کھانا بھی
 سویرے آتا ہے۔ کئی طرح کا سالن۔ پلاؤ۔ تبخن۔ ہندسے۔ دونوں وقت روٹیاں خمیری۔ چباتیاں۔ مٹر
 اچار۔ میں بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلو چھا ہو گیا ہے۔ سقا۔ شعلی۔ خاکروب سرکار سے متین ہے
 بھام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہے۔ آجکے ملاقاتیں ہوئی ہیں عظیم تواضع اخلاق کسی بات میں کمی نہیں
 ظہیر الدین بھادو کو دوا پہنچے۔ یہ خط لیکر تم اپنی دوا کی صاحب کے پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ
 اور اسے کہہ دو کہ وہ بات جو میں نے تم سے کہی تھی غلط ہے اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔ باقی خیر و عافیت +
 ایضاً میاں بھٹا راجہ پھنسا۔ آج میں نے اسکو اپنے خط میں غصہ کر کے لکھ کر روانہ کیا۔ تم جو کہتی ہو کہ
 تم نے کبھی خط نہیں لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو آپ بھی نہ لکھتے۔ انصاف کرو کہ آپ کو کیا
 لکھوں کچھ لکھ سکتا ہوں کچھ قابل لکھنے کو ہے تم نے جو لکھا تھا تو کیا لکھا اور آپ جو میں نے لکھا ہے تو کیا
 ہوں بل تنہا ہی ہو کہ اب تک ہم تم جیتے ہیں یا وہ اس سے تم لکھو گے نہ میں لکھوں گا ظہیر الدین کو دوا
 کہنا اور میرے پیر سے پیار کرنا۔ تمکو اور ظہیر الدین کو اور اسکی ماں کو اور اسکی بہن کو اور اسکی لڑکی کو تمہاری ماں
 دوا کہتی ہے اور ڈرائیں تی فریادیں جن کا نام کا ہے انکو دوا کر دینا۔ انکو غصہ شہید و مرید شہید +
 ایضاً میاں بھٹا مبارک ہو کہ حکیم جیسا پر سہوہ سپاہی جو کہ اوپر تین تھا اٹھ گیا اور انکو حکم ہوا کہ اپنی
 وضع پر رہو۔ مگر شہر میں تو باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور ہر طرف میں ایک بار پھر میں حاضر ہوا کرو
 چنانچہ وہ پھر باغ کے پھولوں سے مزینا گرجے مکان میں آ رہے۔ مگر وہ کہتا تھا یہ آگئی زبانی ہے
 جی انکے کہہ کر کو چاہتا ہے مگر انرا دھیمانہ نہیں سکتا۔ مگر اب یہاں سے بھی رہائی پائی ہے
 سنا ہے کہ وہ خانہ آگے پاس آئے ہیں انہیں ہے کہ وہ ملاقات ہر چلے جائیگے یہاں سے مرے گے

قدم شریف میں تہو میں آج پانچاں دن جو حکیم محمد خاں مع قبائل اور مشائخ شہزادہ کو گئے ہیں مقصد
 وقت اپنی سکونت کا مکان چوڑا کر یہاں آ رہے ہوں طرح کہ مجلس میں زمانہ اور دیر خانہ میں مردانہ۔
 پنشن کی درخواست کا بھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا۔ کلکٹر کے کیفیت طلب فی ہجری۔ دیکھئے کہ ہفتے
 جانے کے پنشن ملے یا جواب۔ چھپنہ ۱۱ شعبان ۱۲۸۷ھ مطابق یکم مئی ۱۸۷۰ء *
 ایضاً بجائی ہوش میں آؤ۔ میں نے خدا کا بھجواؤ میں کب لکھا کہ شیرزاں کا خط ہمارے پاس
 بھیجا ہوں اس پر ایک طرف لکھا تھا کہ شیرزاں خاں میری خطیں بندگی کتنی تھی اور میں بندگی اس میں نہیں
 تھکتی رہا۔ میں تہہ تیہ ہی تھی۔ وہی لکھی ہوئی گویا بستی ہوئی تھی جو حضرت بھگتی غلام علی صاحب
 ایضاً کیاں چاول پر۔ جڑھو نہیں۔ لہو نہیں۔ پتل نہیں۔ بنی یاد تھہ کر دہنے اور چوڑا
 آتش۔ ایک روپیہ خرید کر کے بچھڑ۔ یا در جو شہ چاول قابض ہوتے ہیں اور پتا چاول قابض نہیں ہوتے۔
 یہ ہر تہہ تیہ۔ شام کو میر محمد الدین کو تہہ کہ حکیم غلام نجف خاں کے پاس ایک کتاب ہے بجائی میں بارہ
 برو کی ایک کتاب شریک لکھوائی ہے یہ معلوم کرو کہ وہ صاحب روپیہ کے بھڑو کہیں گے اور رو کس قدر لکھ
 سکتے ہیں یہ تو اب لکھو اور پھر وہ پھر کے بعد ان کو میر سے پاس ہی بھجود تاکہ میں ان کو کاغذ اور
 روانہ کروں۔ ظہیر الدین کو دھاکو اور اس کا حال لکھو۔ غالب *
 ایضاً حکیم غلام نجف خاں سنو اگر شہنہ مجھے بنایا ہو لینے استا اور باب کہتے ہو یہ امر از روی تمہیں
 تو خیر اگر اگر اس کا عقار ہو تو میری عرض مانو اور میرا شک کی تفصیر صاف کرو۔ بجائی انصاف کرو
 اگر حکیم حسن خاں سے رجوع کی اور وہ تھا کہ بجائی بھی میں کہ لکھو اس وقت تھا بھی ہوا اگر گھر اگر حکیم
 محمد خاں کے پاس گیا تو اس کے پاس سے لکھو نسبت تانگی ہوا بتائیں شہنہ ہو پس یہ غریب
 تہہ تیہ اگر گیا تو تہہ تیہ ہی علاقہ میں گیا وہ بھی گھر اگر اور خفقان سے تنگ کر۔ اب حاضر ہوا
 تو لازم ہے کہ اس پر نسبت بیان کے توجہ زیادہ فرماؤ اور بالکل سکا محالہ کہ واقعات طالب غالب

الصامیاء پہلی طبع الدین کا حال لکھو پھر حکم صحت کی حقیقت لکھو کہیں اور جائینگے یا یہاں آئینگے
 اگر یہاں آئینگے تو کب تک آئینگے پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو اور میں لکھوں کہ تم نے غالب کے
 خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام الدین اور میر خط کا جواب نہ لکھیں۔
 خدا جانے میر کیا تصویر تھی جو نجات کا خدا سے اس وقت سے پہلے تم کے جواب کا طالب غالب +
 ایضاً بھائی میں کو کیا بتاؤں کہ میں کچھ ہوں۔ طاقت یک قلم جاتی رہی تھی پھوڑا بدستور ہے۔
 سنا ہے کہ خیر محل اندیشہ نہیں ہے برس میں کہ ماؤہ نکل جائیگا اس کا روز یادہ خستہ و سہرہ ہوں فیض کے
 وہ شمع جانی ہے ان دنوں حد کو پہنچ گیا ہے ہر حال سے مرگے است بنام زندگی جانی چھتر
 غور کی جگہ ہے ایک مکان لکشا۔ کوچہ کی سیر۔ بازار کا ماشہ۔ دو کمرے۔ دو کھڑکیاں آئینہ
 صحن وسیع۔ اسکو چھوڑ کر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے دروازہ و قمار کی دکان کو
 بغیر چلنے کے راہ نہ ملے اور پھر ڈیڑھ سی پر حلال خورد و نجامج۔ گوہ کے ڈھیر۔ کہیں حلال خوروں کا سچہ
 کب رہا ہے کہیں بیل بند ہوا ہے کہیں گور اڑا ہوا ہے عیاذ اللہ خدا نہ لیجائے ایسی مکان میں
 تنہا وہ سوئے کیوں نہیں بھیجا۔ میں خدمتگاری کو تادہ ہوں۔ نجات کا طالب غالب +
 ایضاً صاحبہ تم سچ کہتی ہو۔ بھائی فضل اللہ خاں کی غمخواری و پردکاری کا کیا کہنا ہے مگر اوسے
 مجھ کو کہنا نہیں یاد کہنا کہ وہاں ہی مجھ کو کچھ نہ آئیگا بغرض حال اگر ملا تو ڈھالی سو روپیہ سو وہ بھی مجھ
 بھائی فضل اللہ خاں کا دنیا ہو انکا قرض آوا کیا جائیگا۔ اچھا نا اگر خدا سے میرے مقصد سے کر پانے کو
 کا حکم ہوا وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو میاں فضل کو دیکر مجھ کو کہنا باقی کیو طویس طرح
 کہوں طرح کرنا۔ جو صاحبہ شیخ جلی نیا خیالی پلاؤ پکا لیا۔ اب وادہ سو۔ نواب صاحب کا اخلاص التفات
 رونق خروں جو آج مشکل کا دن ۳ جمادی الثانی کی اور ۲ اکتوبر کی ہے کھانگی اور گھوڑوں اور بیلوں
 کھانسنے کی نقدی ہو گئی لیکن میں میرا قائدہ ہو نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی ہی جشن شہزادہ

ہفتہ ہفتہ کی تہ کی ہر چیز کے رخصت ہو گا خدا چاہے تو آخر و سب ترک کر دیتا ہو۔ ظہیر الدین خاں کو دعا
 ایضا صاحب کل آخر روز تہا را سزا آید میں نے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ پھر بھائی صیاء الدین خاں صاحب کو پاس
 پہنچوایا۔ یہ سن کر کہ انہوں نے پڑھ لیا ہو گا مکتبہ میں کیا ہو گا۔ تمہارے بیان ہو نہیں سکتا ہمارا جی گھبراتا ہے کبھی
 ابھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہے کہ وہ اب خیر سیر کی آفتاب کے گھر برس کے چھینے کے دن آہ دکھاؤ گے۔
 یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو یہ تو ہے زمین سخت ہو آسمان دوسرے جہاں خوب پڑھا
 تو گھر سے غفلت سڑوی ہو اگر رہا ہے اگر کجی بندوبست جدید مارا۔ عرق کے نہ کہنچر کی قید
 نسا۔ ادا و صراط و ازہ آیکاری ہو۔ اودھ و لایقی عرق کی قیمت بھاری ہو۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون
 مولوی فضل رسول صاحب چید آباد گئے ہیں۔ مولوی غلام امام شہید آگے سو دہاں میں محی الدولہ صاحب
 سوتی نے ان صورتوں کو دہاں بلایا ہے پر یہ نہیں معلوم کہ وہاں انکو کیا پیش آیا ہو اگر تم معلوم کرو
 یا کچھ معلوم ہو گیا تو مجھ کو خبر دے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ کیوں ظہیر الدین کیا میں اس لائق تھا کہ تو ایک
 سچو الگ کہتا یا اپنا بچے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی لکھتا۔ حکیم غلام نجف خاں خط لکھتے
 بیٹھے تیری زندگی لکھ دی۔ تیرے دوستوں کو بھی خبر نہیں اس زندگی کو آگے نیکی چھو کیا خوشی۔ غالب صاحب
 ایضا بھائی میرا کرستو۔ ہر شخص کو غم موافق اسکی طبیعت کو ہوتا ہو۔ ایک تہائی سو فوریہ ایک
 تہائی منظر ہے۔ تامل میری موت ہے۔ میں کبھی اس گرفتاری کو خوش نہیں رہا بیٹا بھائی ایک
 سبکی اذیت تھی اگرچہ مجھ کو دولت تہائی میسر آجاتی لیکن اس تہائی چند روزہ اور تجرید ستار کی کیا
 خوشی۔ خدائے لاو لہ رکھا تھا شکر بجالاتا تھا خدائے میرا شکر مقبول منظور کیا یہ بھلا بھی قیاداری
 کی شکل کا ہے یعنی جس کو کا طوق ہے اس کی درتہ کیٹیاں بھی پگٹیں خیر اسکا کیا رونا ہوتا
 قیاداری پر جناب حکم صاحب ایک روزہ اور عیادت یہاں آؤ کیا کہوں کہ انکے دیکھو سول کیا
 نہیں ہوا جو خدا انکو زندہ رکھتا ہے میں کثیر الاحباب شخص جو اس سے ملے ہوں بلکہ ہزاروں دوست

اس ہاتھ میں مڑ گئے۔ حضورؐ اس فتنہ و آشوب میں توشیح کوئی لایا نہ چکا۔ اس لئے کہ
جو دوست اب باقی ہیں بہت عزیز ہیں۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اب ان اجابیہ کی کوئی تیرتا نہ رہے
کیا مئے کہ جو ہیں مردان کوئی میرا پو کرنا والا اور مجھ پر روئید والا بھی تو دنیا میں ہو۔ مصطفیٰ خاں کا
حال سنا ہوگا۔ خدا کرے مڑھ میں چھوٹ جاوے نہ جس وقت سالہ کی اب اس ناز پرور ہیں
کہاں۔ چھ مہینے کش کا حال کچھ معلوم ہوا یا نہیں موقوف ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی نہیں رہا
تھا ہی نہیں۔ نیشن کی درخواست کتنی ہو بشرط اجرائی میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہاں وہاں بھی
ایک تو یہ کہ میری صفائی اور بیگناہی کی دلیل ہے۔ دوسرے کہ موافق قول عوام چلے جائے ہوگا
مجھ کو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیا قانع البال اور خوشحال ہوتا
خط ہر جو میں کہہ رہا ہوں خدا جانے نیشن جاری ہو گیا ہوگا۔ احتمال نقیض فتنہ بشرط تجرید
اجرائی نیشن میں سوچتا ہوں اور وہ سوچوں میں تبدیل کا شعور مجھ کو فرہ دیا ہوگا۔ نہ تیار
ماں سحر نویدی و صبح ماراؤم سپیدی و چو حاصل است نا ایدیدی بخار ویتا بفرق عقی ویتا
جی شویاتیں کر نیو چا یا جو کچھ دلیں تھا وہ تم سے کہا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ از غالب
ایضاً جان جانان و از جان و جانان عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالیٰ قبلہ ہے تو
معلوم ہوا کہ بعد قتل ہوئے دن وحی کے کہ وہ اس میں عزیز بھی تھے یہ سب ماں کو لکھائے گئے مگر
صورت نہیں معلوم کہ کیوں کر نکلے۔ پیادہ یا سوار تھے تلک دست یا مالدار۔ ستورات کو تو تھیں وہ بھی
تو کو کا حال کیا ہوا اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں رہے اور کہاں پہنچے۔ سرکار انگریزی
میسٹر فیس نوڈ تلفذ و ترجمہ ہیں یا نہیں۔ رنگ کیا نظر آتا ہو۔ جبر کس کی توقع ہے یا نہیں کفصل
خاں کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرا مغل میرا حقیقی بجایا کہ وہ منشی
خلیل اللہ خاں مرحوم کا خویش ہے اسکی بی بی ہو اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں او فانی ہے

یہ کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو ہکا حال ان افراد لکھیے۔ خواجہ جان خواجہ جان
 کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضروری تحریر فرماؤ اور اس صبا آپ جانتی ہو گئے علی محمد خاں کو
 جو میرٹھی عزیز اللہ خاں کا خویش ہے اگر کچھ اسکا بھی ذکر آتا ہو تو میں اسکا خیر طلبوں۔ صبا چاہیے
 ایضاً بھائی تمہارے قصبہ کا جواب پہلے مکو شیرزا خاں سے دیا ہوگا۔ پھر ظہیر الدین نے تم سے کہا
 ہوگا۔ کہ کوئی طرح شہر میں تمہاری تکی بھی بھیری یا نہیں تبتیس کوس اور آدھ کوس کا براہ راست
 میری جان تم ہنوز وہ جانے میں ہو چکا ہے تم جانتی ہو کہ میل شہر میں ہنا با جارت سڑک کو نہیں
 اور باہر نکلتا ہے ٹکٹ ممکن نہیں پھر کیا کروں کہ نکرواں آؤں شہر میں تم جوتو جرات کر کے تہا
 پاس چلا آتا۔ شیرزا خاں صبا ایک بار آئے تھے کہ تھے کہ پھر بھی آؤ گا مگر نہیں آئے۔ خدا جانے
 والد کی رٹائی ہوئی یا نہیں۔ اگر تھے ملیں تو میر سلام کہنا اور انکو پیر پاس بھیجنا اور انکو کوڈ لگا
 جو حال انکی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجھ کو لکھ دیجو۔ ظہیر الدین کو دعا۔ ادغالب
 ایضاً بھائی ان غلام محمد الدین خاں کی رٹائی زندگی دوبارہ ہو خدا نکو مبارک کرے سنا ہو لو اور
 بھی ان دونوں صاحب کو لکھ گیا۔ یہ بھی ایک تہنیت ہے۔ خدا سب کا بخلا کرے مجھ کو بھی کشتی نے بلا بھیجا تھا
 صرف اتنا ہی پوچھا کہ غلام میں تم کہاں تھے جو مناسب جواب دیا کہ ایک خط آمد ولایت میں ہے پڑھا ہے
 تفصیل کہ نہیں سکتا۔ انفرادہ اسے نشن کا بجالا برقرار رہنا معلوم ہوتا ہے مگر پندرہ مہینے پچھلے ملے
 نظر نہیں آتے یہاں یہ اللہ میں کیا فساد برپا ہوا ہے۔ خدا خیر کرے۔ واسطے خدا کے جو تم کو معلوم ہوا ہو
 اور جو معلوم ہو جائے اس سے مجھ کو بھی اطلاع دینا۔ غالب
 ایضاً بھائی سجاد و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں کو میری تہنیت ہے۔ تمہاری تحریر بھی تم
 چڑگانہ خط کیون لکھا کرو۔ خط لکھا اور میرنگ یا پوسٹ پیڈ بطرح چاہا اپنے آدمی کے اتھو ڈاکٹر
 بھیج دیا مکان کا تہ ضرور نہیں۔ ڈاکٹر میر گھر کے پاس ڈاک منشی میرا نشان ایم ایک نام کرو آج یا

ڈیوڑھی پر جاؤ اور جتنے خط جمع ہیں وہ لوہنگی مضبوط کاغذ کا لفافہ کروا کر پیرنگ لکھ کر کلیان کے ہاتھ دے دو۔
 گھر میں بھرا دو۔ اور اپنے خط میں ج حال شہر میں تو وہ مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور طبعیر الین
 خاں کو مدعا کہنا۔ کہ میرا حال سنو بے عظیم و توقیر ملاقاتیں میں ہوتی ہیں ایک مکان کہ وہ میں مکان فون
 شتمل ہیں بڑی کو ملا ہے۔ یہاں چھ تو دو کو بھی سیر نہیں خشتی مکان گنتی کے ہیں۔ کچی دیواریں
 کھیریل سارے شہر کی آبادی اسطرح چہرے مجھ کو مکان میں ہے یہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ گفتگو
 دریاں نہیں آئی میں خود اسے ابتدا کر دیکھا وہ بھی مجھے سیو بالمشافہہ لکھیں گے مگر وہ سٹ کار پر اڑا
 سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں۔ میں سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی
 صورت قرار پائیگی لیکن آخر تک کہ جمعہ ٹھوٹاں دن میرے پہنچنے کو ہی کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا
 دونوں وقت سرکار سے آتا ہوا وہ سب کو کافی ہوتا ہو۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ پانی کا شک
 کس شے سے آد کروں۔ ایک یا ہر کوئی۔ سبحان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ بچوں والا لگان کرے کہ ہسپکا
 شربت ہے۔ صفا۔ شہک۔ گوارا۔ میرے نفوذ۔ اس ٹھنڈے میں قبض و انقباض کے صدر سے محفوظ
 ہوں۔ صبح بھوک خوب لگتی ہو لڑکے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر باں ایک عنایت آد دن کے
 کچھ بیمار ہو۔ خیر چھا ہو جائیگا۔ واللہ عا۔ جمعہ۔ ۳ فروری سنہ ۱۲۸۶ء۔

ایضاً میاں تھوڑا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ باسٹوچ شنبہ ۱۴ فروری صبح کی وقت
 یہ لفافہ پہنچا۔ اور سیوقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹ گورنر بہادر کا نہیں۔ یہ خط نواب گورنر جنرل
 چیف سکریٹری کا ہی ترجمہ سکایا ہے۔ از دفتر خانہ سکریٹری اعظم۔ حکم دیا جاتا ہے کہ عرضیہ ذیل
 کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد فرمائیں گے۔ از کمیٹی
 ۲۸ جنوری سنہ ۱۲۸۶ء یہاں لکایا ہے کہ نواب لفٹ گورنر بہادر اگر مراد آباد آیا چاہتے ہیں
 مراد آباد یہاں سے بارہ کوں ہے۔ نواب صاحب جمع چار دن میں پھر آئیں گے اگر انکی ملاقات کو مراد آباد

جائینگے۔ میں بھی ساتھ جاؤنگا۔ اگرچہ گورنر غربت خاں کو دلی سی کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا انگلو
 درمیاں آتی ہر جو واقع ہوگا تمہیں لکھونگا۔ یہ تم کیا کہتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو ونگو جو خط
 لکھتا ہوں گویا تمہاری آستانی کو لکھتا ہوں۔ کیا تم سے نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ
 اپنے انگو خیاں ہوگا کہ انگریزی خط میں کیا لکھتا ہو۔ تم بہ خط میرا قلم میں لکھو جاؤ اور حرف بحرف پڑھو
 لکھ کے دونوں اچھی طرح ہیں کبھی میرا دل جھلاتے ہیں کبھی مجھ کو ستاتے ہیں۔ بکریاں کہوتر۔ بیڑیں
 ٹھل۔ کنکوا۔ سب سامان درست ہو۔ فروری مہینے کے دو دو روپے لیکر دس دن میں اٹھا ڈالے
 پھر برسوں چھوٹے صاحب ہو کہ دادا جاں کچھ ہنگو قرض حسنہ دو۔ ایک روپیہ دونو کو قرض حسنہ
 دیا گیا۔ آج ۱۴ مہینہ دوڑے دیکھو کئے بار قرض لینے یہاں نگارنگ نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا
 اور جو قرار پائے گا وہ مفصل لکھونگا تو تم اپنی والد کو سنا دینا اور اس بھائی یہ بھی گھر میں پوچھ لینا کہ
 کدازا قلم نے اندر یا ہر کی تنخواہ بانٹ دی میں نے تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی
 بھیج دی ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۴ فروری ۱۲۷۱ھ ع ۴

ایضاً صاحب تھاکے دو خط متواتر آئے۔ ظہیر الدین خاں کا اگرہ جانا میرا خط اسکا مہو تمہاری
 پاس پہنچا اور اسکا اگرہ کوروانہ ہونا۔ ظہیر الدین کی داوی کا بجا رفتہ رفتہ وسال پنجو ہونا کدازا قلم
 کا مجھ پر خفا ہونا مکان کے روکنی کی جارت کا مانگنا۔ فضل حسن سے میرے واسطو در یوزہ تفقد کرنا
 یہ بلرج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط منے کیوں کھولا وہ مملو بال غضب ہے تم پر خفا ہوگا اس کی
 داوی اس مسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہو۔ ایک نسخہ اسکے پاس ماہ لکھ کا ہو وہ کھوادا و
 ذرا خبر لیتے رہو۔ کدازا قلم لڑکا ہے وہ مجھ سے کیا ہوگا روپیہ جو خزانہ میں جمع ہوگا آخر وہی لایے گا
 تنہا میں ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میرا تنگ دیا اور چھٹا عیسے کا دبانٹا مکان کے
 روکنے کو اور کس طرح نکھوں۔ شہاب الدین خاں کو لکھتا۔ شمشاد علی بیگ کو لکھا۔ اب کو لکھتا ہوں

ستمبر کے ہر دور آیا ہوں۔ اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر چھٹیلے آکر دوں گا۔ بلکہ اگر موقع ملے گا تو یہ سہ ہر ماہ
 بطریق ہندوی بھیج دوں گا۔ سچیل خاں صاحب کے میری دعا کہو اور یہ ڈیڑھ سی کی بیڑھی بنوا دیں اور جو بیڑھی
 پانچانہ کی صورت درست کر دیں۔ ہاؤسٹ اس قسمت پر لعنت کہ میاں فضل حسن میرے مرنے اور
 بنیں اور پھر وادی محرومی کہ مطلب تری ہو خدا کرے نہ ہو۔ لوڈوں کا احسان نہ رہتا قل ہے فضل اللہ
 میرا بھائی جو اسکا احسان مجھ کو اراستہ بار اسے کہا اور نہ رارہا کہو نکلا۔ خیر جو ہوا سو ہوا آب آب ہیں
 زہار نہ کہئے گا اور نہ کہئے گا اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو۔ والہ لا۔ نواب صاحب دوسری آج شام کو یا کل آج
 خیر جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ نجات کا طالب آلب یکشنبہ ۱۲ نومبر ۱۲۷۶ء صبح کا وقت۔
 ایضاً شنبہ ۳ ذیقعد۔ یکم اپریل۔ میاں تھارا گلہ میرے سرچشم پر لیکن میرا حال سن لو اور اپنے ہوش
 پر عمل کرو۔ پہلے پھر لہیر لہیر کا خط آیا۔ پڑھتی ہی اسکا جواب لکھ رکھا دوسرے دن اک میں بھجوا یا مضمون
 بتغیر الفاظ۔ یہ تم جو چھوٹے بھنسی میں مبتلا تھے ہو اسکا سبب یہ مجھ میں تمہارا لہو ملتا ہو اور میں
 احتراق خون کا پتلا ہوں۔ پھر تمہارا خط آیا۔ تیسرے دن اسکا جواب بھجوا یا۔ مضمون کہ تم سے
 تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے بلکیا اور ہاں پہنچو ہی مجھ کو خط لکھا
 رسید ڈاک گھر سے ملتی نہیں۔ خط و دونوں بیٹھے تھے۔ یہاں کے ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ
 میرے وہ دو دن خارہ گئے ہوں۔ شیخ پور کی ڈاک کے ہر کاروں نے نہ پہنچایا میرا کیا قصور
 البتہ نہ نامہ پر صرف بستی کا نام اور تمہارا نام تھا۔ محلہ کا نام نہ تھا۔ شاید اس سبب سو خط نہ پہنچا
 ایسے وقت تمہارا خط آیا۔ میں نے بیٹے بیٹے یہ سطر لکھی اب عنایت اللہ کو تمہارے گھر پہنچا
 اور بھجوا منگواتا ہوں کہ بتاواں سے کیا لکھا جاتا ہو۔ جو صاحب عنایت اللہ آیا اور یہ پرنہ لکھا
 یہ سزا کا لکھا ہوں مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھیج دوں گا۔ حکیم ظہیر الدین خاں کو دعا
 بیٹا اب ہر وقت تمہیں ہم نہیں دعا پر قناعت کر۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ اوپر لکھا آیا ہوں بھجوا

جھوٹے پرہت توجہی کہ پیش یاد۔ نواب سلطانے خاں کل شہر میں لگے۔ مع قبائل آئے ہیں فی میں جھوٹے
 لڑکوں کے ختنے اور فی الحقیقت میں مح علی خاں کی شادی کرینگے تاج باجواں ن بڑ شہر میں ن کرانٹے بڑ
 اوپر بڑے کہیں کہیں اس بڑے بھی۔ نواب سلطانے گورنر ہمارے جدید کے دربار میں تھیلا اور محضیات میری تھیلا
 سے زیادہ کی۔ آؤ گے تو مفصل میں لو گے۔ نجات کا طالب غالب۔ +

ایضا میاں آج صبح کو تم آئے تھے۔ میں اس کے قصہ میں اچھا کہ تم سے کہنا بھول گیا۔ اب میر
 عنایت حسین صاحب تھے اس میں پہنچتے ہیں۔ جن میں یہ تم کو شش چاہیں تاکو میری جان کی تم
 بدل توجہ ہو کر اس کام کو انجام دے۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر صورت سہی خدا کے ہاں سے
 تم کو کڑا اجر ملے گا اور میں تمہارا ممنون ہو گا۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضا میاں میں توجہ ہو کر اس میں مراد نگین ما۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرے ٹھہ پہنچا۔
 نواب سلطانے خاں ایک دن کہ لیا آج شنبہ ۱۰ جنوری یہاں مقام آؤ۔ نو بج گئے ہیں بیٹھا ہوا
 یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مفت کا کھانا ہے۔ خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گا۔ کل ناشا چہاں ٹور۔ پرسوں
 کدہ مکیشیر ہو گا۔ مراد یاد سے پھر کو خط لکھو گا۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھ کر ہو آگے آؤ
 کو بھو آؤ ہیں تم اس پہنچ نام کے خدا کو لیکر ڈٹو رہی پر جانا اور ستا فہی کو پڑھ کر سناوینا اور
 خیر عافیت کہدینا۔ جاؤ نہ صاحب کے میرا سلام نیاز اور ہیلیرین ہاتھ کو دے کہدینا ہاں
 جہاں میں اندر سے ملتا ہوں کو مقامات مختلف کا عام کہ کیا ہوں اب اس شخص تم کو پوچھا
 کہ اس سے پردہ نہ کرنا درصا کہدینا کہ رام پور کو گیا۔ پوچھ لی۔ سب کا معلوم ہو جائے

نواب سلطانے خاں۔ مرقومہ چانت گاہ۔ شنبہ ۱۰ جنوری۔
 ایضا میاں غوردار حکیم غلام شمس خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی وہ دوا ہے۔ یہ دوا اور
 پھر پھر دن چڑھا ہنگامہ نہیں لگتا۔ پاکی پر ملو آؤ پہنچاؤ۔ رحمانی اللہ علیہ اللہ تعالیٰ

دونوں لڑکے دونوں کا طیاں اور تھوڑی سی چھریں کبابی جاتے ہیں رات بخیر گزریے بشرط حیات
کل رام پو کھنچ جائینگے گھبراہوا ہوں تیرا دن بچا خانہ پھرنے کو۔ لڑکے بخیر وعافیت ہیں اپنی
استانی سے کہنا۔ مرزا شہاب الدین خاں کو نواب ضیاء الدین خاں کو سلام۔ میرا قہقہہ ان دونوں صاحبزادوں
پر چا دینا۔ ضرور ضرور۔ ظہیر الدین کو عمامے خا ہو گا اسکو میری بندگی کہنا۔ غالب +

بنام حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب

پنجشنبہ ۲ نومبر ۱۸۶۵ء۔ اقبال انشان حکیم ظہیر الدین احمد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا
پہنچے۔ کہو میاں تمہارا راج کیسا ہوا اور تمہارے بھائی مرزا تفضل حسین خاں کیسے ہیں اگر
تو میری دعا کہنا اور راج کی خبر پوچھنا۔ اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ تمہارا خط
میرے خط کے جواب میں تھا اُس میں اور کوئی بات جواب طلب تھی۔ سزا میں ظہیر الدین تمہاری دعا
کے پاس بھی چلے جاؤ اور ان سے میری اور دونوں کی خبر وعافیت کہو اور پوچھو کہ مرزا شہاب الدین خاں
اکتوبر کی مہینے کی خواہ کے پاس پہنچا دیئے یا نہیں۔ کدرا تھو ڈیوڑھی پر اگر حنفیہ کا قبا
وغیرہ کی خواہ بانٹ گیا یا نہیں۔ اچھا میرا بیٹا۔ یہ دونوں باتیں اپنی دادی سے پوچھا کر بتاؤ۔
دیر نہ کہجو۔ خط کے جواب کا طالب۔ غالب +

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خان بنام محمد علی شاہ

جناب فقیر صاحب پر اسما حب قبلہ و کبرہ دو وہاں فی حضور میل نوریش و تہنیم پہنچا ہوں اور
ہزار زبان سے اس توپ کے رحمت فرمایا کا شکر ادا ہوں۔ بھانجی صاحبہ کی دعا کہنا اور کہنا کہ
وہم بند اور بھگ کر شیک سے بجلی کو بیخ۔ گوشت کا کدو سے۔ اور نہایت خوشی کی
استغفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جھوٹے۔ مرزا شہاب الدین کی دعا کہنا اور کہنا کہ
وہ تو چاہتا کہ بغیر ان عوام کے صرف اسکی اولاد سے وہم کا کھانا بنایا جائے۔

مرزا شہاب الدین کی دعا کہنا اور کہنا کہ
وہم بند اور بھگ کر شیک سے بجلی کو بیخ۔ گوشت کا کدو سے۔ اور نہایت خوشی کی
استغفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جھوٹے۔ مرزا شہاب الدین کی دعا کہنا اور کہنا کہ
وہ تو چاہتا کہ بغیر ان عوام کے صرف اسکی اولاد سے وہم کا کھانا بنایا جائے۔

اگل دہکائیں تو وہیال ہو۔ گولہ چتر اچھائیں مہر میں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف اگلی واد پر دیا ہے
 نئی ترکیب دنیا کا و بار ہر ایک واد اور نہیں بھیہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شک کی صدا سنائی ہو۔ من
 سننے تو سیتے اسکا کلیجہ بھٹ جائے۔ آواز کا صد اگرچہ صد صورت سے دونا ہو مگر میں ہی کہتوں
 ہر کہ شور کا نمونا ہو۔ کیا خدا کی قدرت کے دیکھو تو کیسی مدت ہی تو پ گولہ تو پ ہی میں جای اور جو
 روبرو آئے وہ ڈھ جائے وانا آدمی ہے زنجیری گولہ کہتے ہیں کہ توپ میں سو نکل گئے پھر کلچ رہتا ہو
 اچھے میری چاچا جان توپ کو سنو بنائی اور تھکے ہاتھ کہاں سے آئی جو دیکھتا ہو وہ حیران ہوتا ہو
 اب شہر میں جا بجا اسی کا بیان ہے۔ حق تعالیٰ شانہ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے۔
 اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عز و کرامت رکھے۔

بنام نواب میرا برہیم علیخان صاحب بہادر المتخلص بوقا

وہی نعمت کو غالب کی زندگی پر سبب ضعف پیری کے خدمتگاری میں منکشف ہو جا تو موعا ہوں
 قاصر بھی نہ ہوگا ان شاء اللہ العظیم۔ دوزلوئیں سے ایک نزل بعد اصلاح پہنچتی ہو دوسری نزل ہفتہ آئند میں
 پہنچ جائیگی ضلع اودھ و دوام مرض سے علاوہ اختلال اس کا کیا حال تھوں۔ دو تین دن ہو کہ قبلا کہیں
 میرا علم علیخان کا خط آیا وہ کہتی ہیں کہ آرزوہ تخلص کی دو غلیل اصلاح پہنچیں دیکھتے ہیں سہو کہ کسی
 غلیل کسکو پہنچیں مزا میں ہو کہ پنا بھی یاد نہیں تاکہ آرزوہ کا نام کیا ہو وہ کون ہو اور کہاں کا ہو
 شاید پنا خدا کو حضرت کی غلیل بھی ہوگی خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غلیل میر صاحب کی طرح
 میرا پنا بھی ہو تو میر صاحب کی خدمت میں پہنچوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو ان غزلوں کو جواب آئی ہیں دیکھو نگا
 لکھتے ہیں سکی عمر کی خوبی ہو یا یہ صاحب قبلا کہ خط پر صواب ہو۔ لطف کرم کا طالب آلب۔ ۲۰ اکتوبر ۱۲۶۶
 ایضاً یہ صاحب قبلا نواب میرا برہیم علیخان بہادر غالب علیشاہ کا سلام وہ غزل جسکا مطلع یہ ہے
 شمع قتل سے پڑا گوہر گوئی ہو پھر کلچر بھیجے اوقصد عرف کیجئے یہ غزل جو غزل کے بعد بھی

فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہی میر صاحب قبلہ سید عالم علیہاں بہادر کی دو غزلیں ہنچیں مگر وہ کبھی نہیں کہیں کہ جب
 کے ہینو میں طبع کو جاؤ لگا اور وہاں سے تیری ماں آؤنگا کچھ حساب خبری ۲۷۔ اور از رویت ۲۶۔
 کی ہی غزلیں نکلی موجود مگر کچھ نہیں سکتا آپ میری بیگناہی کے گواہ رہیں قبلہ صنعت مصحفی کی دیا
 حواہن بجا نہیں اس ہینو یعنی جہاں آٹھویں تاریخ سے ہتھرواں میں شروع ہو گیا ہو۔ خدا یا اعتباراً درود و غیر
 منقولہ محض صحیح پان سات باوام کا شیر ۱۲ بجو آب گوشت۔ شام کو چار کباب تلی ہوئی بس آگے خدا کا
 نام مان حضرت جناب حکیم سید محمد حسن صاحب کی تحریر سے کچھ حال سازی کا عنوان اجاب سے معلوم ہوا اور وہ
 علم باعث توزع ضمیر ہے متوقع ہوں کہ اس فتاوہ کے رنج ہو نیسے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کو اگر ہنسی
 اور غلط کا جواب مع رسید غزل جلد رسال فرمائیے گا۔ اسد بے دستگاہ۔ پنجم دسمبر ۱۲۷۶ ع۔

وجیب کی تاریخ اور پر لکھ آیا ہوں۔ - + -

ایضاً پیر شہنشاہ سید ابراہیم علیہاں جناب کو بندگی غزل پہنچتی ہو خطا زوری حدیثا بزرگ بھیجا ہے قبلہ کی بھلائی
 میر عالم علیہاں جناب مجھ پر کون خفا ہے کہ اپنی غزل نہیں بھیجتی یہ امر انکے خاطر نشاں ہو جائے کہ غالب کی یاد
 کا غلام اور خدمت کا لاشیکو آمادہ ہو جواب کا طالب غالب۔ ہنم ربیع الثانی ۱۲۷۶ ہجری۔

ایضاً بذمت قبلہ سید محمد حسن صاحب مودودی تسلیم۔ و جناب میرا ابراہیم علیہاں بہادر کہ نیش مقبول باد
 تصویر ہر نویر مجھے پہنچی اور میں رسید لکھ بھیجی۔ عجب ہو کہ آپ کو اس کے پہنچنے میں تروہ ہو اسان فقیر نے جوابی
 خاکساری تصویریاں داد خاں کی معرفت نذر کی ہے یقین ہے کہ وہ بھی پہنچی ہوگی دو نو غزلیں بعد
 اصلاح پہنچتا ہوں اپنی غزل آپ سے دیں اور سید صاحب کی غزل انکو حوالہ کر دیں بجا کا طالب غالب مجھے
 ایضاً جناب نقد من متساب تید صاحب۔ و قبلہ الاما قب عالیشان نواب سید ابراہیم علیہاں بہادر
 مدظلہ العالی بعد بندگی عرض ہے حضرت سید محمد حسن خاں صاحب مدظلہ العالی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ
 کھر مولود سید ہوا ام ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب مودود کا جو انہوں یہاں

نکستہ خطا

حکیم سید محمد حسن صاحب کو لکھا گیا ہے کہ انکے پاس پہنچا ہے

کھینچا تھا وہ بھی چھپوادی اور تین قطعہ تاریخی بیماری لال غنظم اور میر غفر الدین مہتمم مطبع جویہاں تاریخی کھی
تھیں وہ چھپوادیں چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہوں رباعی

حق داوید سید زپئے الفاش	فرخ پسر کی وہ جہت است اگر امش
تاریخ و لاوتش بود بے کم و بیش	ارشاد حسین خاں کہ باشند منش
غالب جال سینین جبرہ ی	معلوم کن از حجتہ فسر زند
چون بھید بست ۱۲۴ و چار ماند	این ست شمار عمر و بلند

یہ تو ظاہر ہے کہ ۱۲۵ھ میں جبیتہ فرزند کے احوال میں سے ۱۲۵ھ لے لے لی تو اکیس سو پچیس تھے ہیں تو پچیس عمر
دعا کی عمر مولود قرار دیا حقیقتاً اس مولود کو تہا رکنی عمر طبعی کو پہنچائی۔ خط کی سید کا طالب غالب ۶

بنام مولوی احمد حسن قزوینی صاحب قزوینی

باب یکہ خط جو مجھ کو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کہ کاتب اپنے کو احمد حسن قزوینی بتلایا ہے اور اسے ظہار کثانی ہے میر لفظ
سے یہ بھیائی ہے کہ مجھ کو انکی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی سوچتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی خانہ لیا
خراب عشرہ قتالہ کے مرحلہ کارہ پہنچا ہوں شاید اگر جو نگا تو ہکا بھی مجھ کو علم نہ ہوگا کہ میں کن ہوں کیا ہوں
۵۶ برس کی عمر مرنے کو ہے ظاہر ہی میں سے سادہ شامہ بطل جو ان ملتی میں سے حافظہ نازل۔ سبب بیان کج
اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدایا کیا اس عمر میں سبب می ایسے خرف ہو جاتے ہیں۔
چیراں ہوں کہ آپ کو سید لکھوں۔ مولوی لکھوں۔ خان لکھوں۔ خط میں تو خیر کچھ لکھ دنگا خط کا کیا
عنوان لکھوں۔ بندہ پر و فقیر معاف رہے۔ حضرت کا دل غبار کدورت سے صاف ہے مولوی عبد الجلیل صاحب
بریلوی کو جانتا ہوں بلکہ انکا احسان ثناء ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر انکے خطوط آتے
ستے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھ کو یاد دلاتے رہتے ہیں نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ بنایا وہ فرمایا
اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد نہ دلائیں بہر حال تہا را دعا گو ہوں۔ خیر میں جو ہوں۔ اس خط

جواب میں کہ یہ ایسا لکھو کہ چچا جان جاؤں کہ تمہارے ملاقات میں ہوئی تھیں سید ج جان جاؤں نہ کرے
 شیوہ انداز کا دھنگ چچا خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر شاعر بھی تخلص کیا ہے نامہ نگار کا جا
 سید اجمال ہے کہ سیاست سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایت سے محفوظ رہا ہوں بیوفائی کا دل نہیں
 ہر پیش قدمی کو بدستور حکم اجرا ہے۔ زندگی کا رنگ چچا دیکھتا ہوں۔ دیکھتی ہیں کہ بعد کیا دیکھتا ہوں
 یہ مکر مخدوم کہ پہلے ہمنا یعنی جناب لوی احمد حسن صاحب عالی مقام ظاہر بہت درویش نواز ہیں کہ اس
 گوشہ نشین کو حضرت نے سلام بکھا ہے۔ میرے طرف سے سلام یا شتیاق تمام پہنچا ہے۔ والسلام راقم جواب کا
 طالب۔ اسد اللہ المتخلص بہ غالب ۶۔

ایضا مخدوم مکر مملوئی سید احمد حسن خاں صاحب باور گریں کہ یہ درویش گوشہ نشین تھا اور دوست
 تھا اور آغا گوہر تھاری شری طرہ پسند تھاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمت گزار سی منظور

عقبتی نے غالب نکت کر دیا | ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۶۵ برس کی عمر ہوئی پنہال توئی ضعیف غلغ۔ فکر مرگ۔ غم عقبی۔ جواب مجھ کو کچھ گھر میں اب نہیں
 ہوں نظم و شعر کا کام صرف بچاؤن سکی مشق کے زور سے چلتا ہے ورنہ جوہر فکر کی خشنگی کہاں۔ گوشت
 پہلوان بیچ بتاتا ہے زونہیں لو اسکتا۔ بہر حال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیے اور کہیو کہ آپ نے تکلف اپنا کلام
 پہنچا کر میں یہاں سے بعد حاکم صلاح خدمتیں پہنچ جایا کریگا۔ غالب۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۲ء ۶۵

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب دودی

حضرت قبلہ پہلے التماس ہے کہ آپ سید صحیح نسب تمام مرتبہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلیلہ و کثرہ
 جیسا آپ محکم قبلہ و کتبہ ہیں تو پھر آپ کو کیا لکھوں۔ خدا کو اور غور کیجئے کہ قبلہ قبلہ اور کتبہ کتبہ یہ کی ترکیب ہے
 چونکہ آپ نے مجھ کو استاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجئے زہار قبلہ قبلہ کتبہ کتبہ
 سہوہ اور کتبہ یہ نسبت قبلہ عیاد آیا ہے۔ آپ کا عطا وقت نامہ پہنچا۔ میرے پہلے خط کا بدیر پہنچا اور اس کی

دیر ہی کا سبب مجھ کو معلوم ہوا۔ اب اس کا خیال رکھوں یہ کہ معلوم ہو کہ آپ کے کسی خط کا جواب میری
 ذمہ داری نہیں ہو رہا تھا جس خط کا جواب نہیں پہنچا اس کو یہ سمجھو کہ وہ خط راہ میں تلف ہو گیا اور میرے
 پاس نہیں پہنچا۔ بہاگتستان احمد حسن + یہ سچ کیا بڑا ہی سہل حیدر و جان محمد حسن +
 یہ اس سے بھی بہتر ہے۔ انہیں دونوں سے ایک ہی جمع ہو کر کھدوا لیجئے۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہو
 ایضاً حضرت پروہد غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل سہو لکھ گیا ہوں دونوں غزلیں
 پہنچتی ہیں جناب لوی انصاری صاحب سے مجھ کو تعارف ہی ہے انکو میرا سلام کہئے اور کہئے کہ حضرت جناب
 مولوی صدر الدین صاحب بہت دن حالات میں رہے۔ کدھ میں مقدمہ پیش ہو اور وکایاں ہوئیں۔
 آخر صاحبان کو رشکے جان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف۔ جائداد ضبط۔ ناجائز تہہ تباہ لاہور گئے
 فنانشل کٹر اور لفٹ گورنر نے ازراہ کٹر حکم نصف جاوا و اگڈاشت کی ان نصف جاوا و پرائیڈ میں
 اپنی حویلی میں رہتے ہیں۔ کرایہ پر محاش کا مدار ہو۔ اگرچہ یہ عداوت کی گڑبڑ سے کو کافی ہو کسواسطے
 ایک آپ اور ایک بی بی قیس چالیس روپے کی آمد لیکن چونکہ امام بخش جبررسی کی اولاد ان کی عترت
 ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہیں لہذا فراغ مالی سے نہیں گزرتی۔ ضعف پیری نے بہت گھیر لیا ہو
 عشرہ نامہ کے اخیر میں میں خدا سلامت کچھ بہت غنیمت ہیں غالب یکشنبہ ۹ جون ۱۹۰۷ء
 ایضاً سید صاحب قبلہ عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا۔ پس پیش کیا فٹ نامہ پروہد سید ابیہم علیہ صلیا
 بہادر اور ایک عطاوت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علیہاں بہادر کا پہنچا جس کی کاغذ نامہ اور لاہور علی خانہ زاد
 لیکن پوڑھا و ناتواں و سلو بہاوس اور کچھ مسلمان خدمت بجالانے میں عذر کروں تو گنہگار نہ
 توقف کا مضائقہ نہیں لیکھ انفسا لا سہا۔ خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو مہمور اور
 سلطنت کو بہتر سمجھتے ہو جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ قطب الدین ابن سراج الانا خیر الدین
 علیہ الرحمۃ کا حال پوچھتے ہو۔ این قرآن کا و عذر و گاؤر اقصا ببرد و قصاب در راہ مرو۔

بادشاہ کو دم تک بیٹیں تھیں خود میان کا و حبیہ بنو کا گھر سطح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی۔ کا غذا کا
چیز اسونیکا تاشینہ کا بال باقی نہ رہا۔ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ مقبرہ اچھا گیا ایک چھو
کا نوکی آبادی تھی انکی اولاد کے لوگ تمام اس موضع میں سکونت پذیر تھے اب ایک محل ہے اور یہاں قبر
اسکے سوا کچھ نہیں وہاں گورنر نے دلو اگر گولی سے بچو ہونگے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہاں ہیں انکے پاس
شیخ کا کلام بھی تھا کچھ ہر کات بھی تھے۔ اب جب یہ لوگ ہی نہیں تو کس سو پوچھوں۔ کیا کروں
کہیں یہ مدعا حاصل نہ ہو سکیگا۔ سید صاحب قبلہ کیوں تکلیف کرتے ہیں اگر یہی مرضی تو اتنا ہی وہ
تکلیف محض ہے۔ فقیر بے سوال ہوں اگر کچھ بھیج دیں گے روز نہ کرونگا کہ بیش پر نظر کریں جنور کا چاہیں
نوٹ خط میں لپیٹ کر بھیج دیں والسلام۔ از اسد اللہ۔ روز شنبہ۔ یکم ستمبر ۱۲۶۷ شیعہ +

ایضاً پرومٹ شدہ تین برس عوارض اختراق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جاں کی
بھی خبر نہیں رہی آپکے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہوگا۔ کوئی عنوان نگشودہ پڑا رہا ہوگا
البتہ حاجی مصطفیٰ خاں کا آنا محکوم یاد ہو۔ یقین کرتا ہوں کہ انہوں نے ارزو سے مشاہدہ میری
حسنگی تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا اب میں اپنی زبان سے یہ کیونکر کہوں کہ اچھا ہوں مگر بھلا
اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ بوڑھا۔ بہرا۔ اپا بچ۔ بدحواس۔ ناتوان فلک نہ آدمی ہو
عہد کرتا ہوں کہ جب آپکا خط آئیگا اُسکا جواب لکھو گا۔ جب غزل آئیگی اُسکو دیکھ کر پھر بھیجوں گا
مگر حضرت کے سکن کا پتا بھول گیا ہوں یہ خط تو مصطفیٰ خاں سوداگر کو بھیجے دیتا ہوں
وہ آپ کو بھیج دینگے۔ آئندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے۔ اس میں سکون مقام و شہر کا نام
لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۳ جولائی ۱۲۶۷ شیعہ +

ایضاً حضرت پرومٹ شدہ داندنوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچتے ہوں بارشاد کیونافق
جواب آدائے ہوئے ہوں تو موجب مآل خاطر اقدس نہ ہو

اتفاق سفر افتادہ برپیری غالب
انجمن از پائے نیامد ز عصاے آمد

راہپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار و زینہ خوار ہوں۔ میں حال نے مسند نشینی کا جشن کیا دعا گو چر دوت
کو در دولت پر جانا جب ہوا ہنتم لکھنؤ کو دلی سے راہپور روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہاں پہنچا
بعد ختنامہ نرم عازم وطن ہوا ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ غرض راہ میں بیاموہا۔ پانچ دن مراوا
میں صاحب کش رہا جب کیا فرسودہ مردان ناتواں بٹھا دیا ہوں۔ جواب خطوط مجموعہ لکھ
ہوں۔ نواب میر جعفر علی خاں مہرورد معذور کا خاندان سبحان اللہ

ایں سلسلہ از ظلام ثواب ست
ایں خانہ تمام آفتاب ست

نواب میر غلام بابا خاں میرے دوست اور میرے محسن میں راہ و رسم نامہ پیام مدت سے مامور جاری ہو
آپ کا حکم و تکلف نوکھا جناب میرا برائیم علی خاں صاحب اور حضرت میر علی خاں صاحب کی خدمت گزاری کو
اپنا شرف و شرف جان و نگاہ اس وقت کہیں کھلا ہوا خطوط اطراف و جوانب دیکھ رہا ہوں پہلے حضرت کے خط
جواب بطریق اختصار لکھا ہے اب جب اس کا جواب لکھنا ہے فقیر حکم بجالاؤ گا۔ اللہ چار شنبہ ۱۷ مارچ ۱۲۸۵
ایضا پرورد شد۔ آپ کو میری حال کی بھی خبر ہو۔ ضعف نہایت کو پہنچ گیا۔ عیش پیدا ہو گیا۔ بیانی میں
نہ تر پڑا۔ جو اس مختل ہو گئے۔ جہاں تک ہو سکا جواب کی خدمت بجالایا۔ اوراق شمار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا
اور اصلاح دیتا تھا اب آئندہ سوچتی طرح سوچتے نہ ہاتھ سے سوچتی طرح لکھا جا سکتے ہیں کہ شاہ شریعت علی
کو سبب کہ برکت خدا تعالیٰ فرض امیر نے سنت معاف کر دی تھی میں توقع ہوں کہ میری دوست مدت
اصلاح اشعار معاف کریں خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکا لکھا کر دینا۔ زیادہ حد اب راقم اللہ خاں
ایضا پرورد شد۔ یکم محرم کا خط کل ۱۷ محرم کو پہنچا آج ۱۹ کو جواب لکھتا ہوں آپ راہ میرے برائیم
علی خاں میری علم علی خاں برپیری جان شاری مضی امضی اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب بھیج دیکھیے
اوپر پہلے میں خود آفرما اب اصلاح میری یاد لگا کر میری قلم و کلمہ واسطے خدا کو شکر و منقولہ رسالہ فرما دینا

اسکی صلاح میری صحت سے باہر ہے میرا نہیں ہو خطیر رنگ بھیج دیا۔ یہ خطا میرا گنہگار نہیں کہ میں نے
کے تلف ہو نیکا احتمال ہوا وہ یہ رنگ کا نہیں اللہ شہنہ دوم جون ۱۳۳۷ء

ایضاً قبلہ اسکے ہر کارہ کے کل وہ خطا کبار پانچواں ایک کا خط مع غزل و ایک نوایہ میرا برہم علیخان
خط مع غزل چہ تین باتیں ضروری لکھتی تھیں اسو سٹو یہ خط آج روانہ کرتا ہوں ایک بات یہ کہ غزل کا کاغذ
بھیجتا ہوں اسکو چار سکون پانی میں صوسکوں شہیدی کی غزل ان قافیوں میں تیرہ دینا ایسی ہو کہ
ان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہیے آپ اور غزل لکھو اسکو ہرگز دیوان میں نہ رکھیے یہ بھی اس ضمن میں

کہ میرا برہم علیخان صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی سید کل کے خط میں لکھ بھیجی آپ اپنے خط میں کس لاء سے

لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی لگتی ہیں اسی فصل میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپ کی یہ غزل سلا کر سٹو اور

سنا کر سٹو اور تار پانچویں بنا سے سجھ لیکر اس اصلاح دیکر آج پانچواں ان ہو کر ڈاک میں بھیج چکا ہوں اور

دوسری بات یہ ہو کہ آپ یہ صاحب کا حال مفصل لکھیے۔ ایسا کئے لاکھ کا ملک بدودہ کی سرکار سے

جاری عرض کو ملا ہو کہ ان کو دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہو گئے اس عاج میں حسام الدین حسین بڑی مغرور

اور مکرّم متوسل تھے اور حیران جاگیر کہتے تھے۔ تیدا برہم علیخان صاحب اُنہی خاندان میں سے ہیں اور

ہاں یہ بھی لکھو کہ میرا عالم علیخان کو ان سے اور آپ کو دونوں صاحبوں کو کیا قریب ہے۔ تیسری بات یہ ہو کہ

جینٹ بھیج کر تو اہل کلکتہ کی طرح آدھا آدھا دوبار کر کے نہ بھیجے گا۔ میرا نام کا نفاذ جس شہر چلے

اسی شہر کے ڈاک گھر میں ہ جائے تو رہ جائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں بھیج کر کیا اسکا ہو کہ لکھ

ایضاً حضرت یا آپ کو جدوجہد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام تو اتروا وداشتار پھر یہ پھنکار کہ سورہ پیر تو

کی سید توبارا لگتے ہو۔ میرا برہم علیخان صاحب کی غزل جسکا ایک شعر یہ ہے

علی علی جو کہا تا سحر تو توں مجھے کہ ذوالفقار سے کشتی ہو کبہا می

بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپ سکا تھا صاف کئے جائے ہیں غزلیں کبی رستی ہیں کہاں تلب و تلب

آپکی غزلوں کے ساتھ دو غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں بہترین کا آدمی پھر بخوردائی غذا کی قلم مفقود اٹھیں ہر ملک
 آپ کو شہ پنی لیتا ہوں نہ روٹی نہ بولی نہ پلاؤ نہ خشک۔ آنکھ کی بینائی میں فرق۔ ماتہ کی گیرائی میں
 فرق۔ عرشہ مستولی۔ حافظہ معدم۔ جہاں جو کاغذ سادہ وہیں ہا۔ میر عالم علیخان صاحب کی دو غزلیں آئی
 ہوئی کہیں جھک کر بھول گیا ہوں خلاصہ کہ نوٹ عطیہ سید صاحب کا آپ کے خط میں پہنچا روپیہ وصول ہوا
 مساجد خراج ہوا۔ انکی ایک غزل ساری رات ہماری رات۔ جسکا ایک شراب پر لکھ آیا ہوں بعد اصلاح
 پہنچ چکا پھل اور کوئی غزل انکی اب میرے پاس نہیں اور جناب میر عالم علیخان صاحب کی دو غزلیں
 یاد ہو کر آتی ہیں اگر عجائبی نگلی تو بعد اصلاح بھیج دوں گا۔ آپکی غزلیں شمار سے باہر ہیں کہیں میں دیکھو لکھا
 کتابوں میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ مدعا یہ آپ اور دونوں سید صاحب۔ اسکا التزام کریں کہ ایک غزل پنج خط میں
 جب کہ اور اسکا جواب پہنچ جائے تب دوسری غزل خط میں لفوف ہو کر پہنچ جائے اور خط ہر خط کا جواب
 آپ یہ میر خط فور سے پڑھ لیں اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھوادیں از رو سے احتیاطاً پیر
 بھیجتا ہوں۔ اسد یک رنگ۔ ۱۸ اکتوبر ۱۳۳۷ ع۔

ایضاً سید صاحب قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب پنجاب کو سلام پہنچے۔ وہ
 جو آپ سے سن رہے ہیں کہ اب غالب مرض سے افاقت ہو سو محض غلط ہو۔ آگے ناتواں تھا اب
 نیچاں ہوں۔ خط لکھ نہیں سکتا ایک لڑکے سو یہ چند سطریں لکھوا دی ہیں مج میں
 کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہو آپ سید ہیں اور بزرگ ہیں میرے چھٹیں دعا کریں کہ اب
 تندرستی سے آگے نہ بڑھوں۔ اور اگر زندگی ور ہے تو حق تعالیٰ تھوڑی صحت اور طاقت
 عنایت کرے تاکہ دوستوں کی خدمت بجالاتا رہوں۔ غالب۔ ۲۰ جولائی ۱۳۳۷ ع۔
 ایضاً جناب سید صاحب۔ و قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب پنجاب کی بدگی مقبول ہو
 اور یہ میں بھی قبول ہو کہ جناب سالی القاب نواب ابراہیم علیاں بہادر کیخیز تین ستر کی غزل

باری بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمتیں میرا سلام پہنچا معلوم ہوا اگرچہ میں صورت میں چلنا پھرنا خدمت بجالانی نہیں ہو سکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر ہو گیا عنایت کی نظر سے میرا حال یہ جو اپنے نکھار کو نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا ہوا ہوا اپنی محکومہ تاریخ تولد کا خیال کریگا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کروں گا تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہو گئی ہوگی وہ بھیجی اور یہ جواب اپنے اپنی اور نواب صاحب کی عزتوں کی اصلاح کے واسطے لکھا ہو مجھے اس حکم کی تعمیل مل منظور ہے جس میں ہر ایک میں زندہ ہوں اس میں ہر ایک خدمت بجالاؤں گا۔ ۱۴ جولائی ۱۳۵۸ھ

بنام فضل حسین خاں صاحب

کیوں صاحب چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و استادی سب پر پانی بھر گیا۔ اگر کوئی ہزار پانسویں ہوتی اور میں سو مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید ٹھہر دینا یہ کی سودہ بھی میں یہ نہیں کہتا کہ محکومہ یا تو محکومہ مبارک ہو محکومہ مستعار دو۔ میں اسکو دیکھ لوں جو میرے پاس نہیں ہے اسکی نقل کروں پھر محکومہ واپس بھیجوں سطح طلب پر نہ دینا دلیل اسکی ہے کہ محکومہ چھوٹا جاننا میرا اعتبار نہیں یا کہ محکومہ آزاد دینا اور سنا بادل منظور ہے وہ کتاب بھی سیر آدمی کو دید و بالہ طلسمات میں سے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کر کے محکومہ ہیجہ دل۔ اگر محکومہ واپس نہ دوں تو مجھ پر لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب جاہل رقعہ کو نہ دو تو محکومہ آفرین۔ غالب +

بنام مرزا حاتم علی صاحب قہر

بہت ہی غم گیتی شراب کم کیا ہے	غلام ساقی کو شربتوں محکومہ کیا ہے
سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی	یقین ہو سکو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

علامہ محبت ازلی کو رحمت مان کر اور پیوند غلامی خباب رضی علی کو سج جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بیانی اگرچہ سبکو عزیز ہو مگر شہوانی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ مانا کہ روشناسی ہوگی

اجل میں آئی یہ بھی دلیل آشنائی ہی کیا فرض ہی کہ جینک ید وادید نہ ہو اپنی کو بیگانہ یکہ گز ہمیں البتہ ہم
 تم دوست و یزینہ ہیں اگر ہمیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہی خدا کرے خط ہمیں میں نے
 اچانک سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہوا چنانہ اگر نہ دیکھا ہوتا تو اب مرزا قاضی سے لیکر پڑھ بیٹھے گا
 اور خط کو لکھو کے احسان کو اس کے خط کے پڑھ لینی خود بالا لکھ گیا مای میو جان جا کو ب کیا جان مارا گیا ہو۔ سچ او
 شیو بہا کہ اردو کو فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی غیبت و لو تا یہ بھی نہیں میں ہی کہ جنک تیار
 مائی ہوں۔ ہزار باد دوست مرگئے کسکو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں۔ جیوں تو کوئی عجز نہیں
 مروں تو کوئی عزادار نہیں۔ غولیں آچی و لکھیں سبحان اللہ چشم بدو در۔ اردو کی راہ کو تو سالک
 گویا اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی بھی خوبی میں کم نہیں۔ شق شرط ہے اگر کہے جاوے
 لکھ پاؤ گے۔ میرا تو گویا بقول طالب آملی اب یہ حال ہے

اب از گفتن چنان بستم کہ گوی
 دہن بر چہرہ ز منے بود پر شد
 جب آپ نے بغیر خط کے بھیجی خط لکھا ہوتا تو کیونکر لکھا اپنی خط کو جواب کی نہ تمنا ہو۔ پہلو تو اپنا حال
 لکھئے کہ میں سننا تھا کہ کہیں صدائیں ہیں پھر اگر آباد میں کیوں نہ نشین ہیں اس نہ بگام میں آپ کی
 محبت و حکام کو کسی ہی جا بجا ہو سنا کہ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں اور وہ دہزار روپے
 جیتا جو انکو مرکاراگری ہو ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں مای لکھنو چہ نہیں کھلتا کہ اس ہارستان
 کیا گری۔ احوال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے۔ خاندان شجاع الدولہ کے زان مرد کا انجام کیا ہوا۔
 قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت کیا ہو گئی ان کرنا ہوں کہ نسبت میرے ملک کو یہ زیادہ آگہی
 ہوگی امید ہوں کہ جب آپ پر معلوم ہو وہ چھپ چھپاں ہو۔ تہا مسکن مبارک کا کشمیری بازار سے زیادہ نہیں
 معلوم غلام ہر اس قدر کافی ہو گا کہ وہ آپ زیادہ لکھتی۔ مرزا قاضی کو دعا کہیے گا اور انکو خوش کی کہنے
 کی اطلاع دیجئے گا جس میں آپ کے خط کی انہوں نے نوید لکھی تھی۔ والسلام

ایضا بھائی صاحب از روئے تحریر مرزا الفتہ ایک چھپتا ہوئی نئی کسٹریف متوجہ ہونا معلوم
 ہوا پھر بھائی منشی بنی بخش نے دوبار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علی صاحب نے
 لکھا ہو گا یا ربان کچھ خط آگئی مرزا صاحب نے اگر لکھا ہو گا تو اس کا خط کیوں آتا این طرح عقائد
 یوں سمجھنا کہ لکھنا مقتضای کیلی ہے جب اپنا کام سمجھ لے تو مجھ کو لکھنا کیا ضرور ہے مگر اسکو
 کیا کروں کہ جو طبع لب باتوں کا جواب نہیں۔ مطبع اخبار آفاقا المتاب میں کم ستمبر ۱۸۵۷ء
 حال ہے حکیم حسن شاہ خان کا نام لکھوا دینا اور دو نمبروں کا اخبار لکھا بھجوا دینا اور آئندہ ہر ہفتہ اسکے
 ارسال کا طرہ ٹھیکر دینا۔ کیوں صاحب۔ یہ امر کیا دشوار تھا کہ اپنے ذہن کیا اور اگر دشوار تھا تو اسکی اطلاع
 کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہیں یا نہیں۔ مرزا
 کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں۔ کیا انہوں نے بھی وہ خط لکھ نہیں پڑھایا ہر چند عقل و دلی
 کوئی درنگ کیوجہ خیال میں آئی اب حصول مدعا سے قطع نظر۔ میں بھی سوچ رہا ہوں کہ مجھوں
 چھ مہینے بعد برس ن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں
 میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آجاتا۔ کوئی عذر ایسا
 میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔
 ایضا صاحب میرے۔ عہدہ وکالت مبارک ہو۔ مکتوبوں سے کام لیا کیجئے۔ پرپوں
 کو نسخہ کیا کیجئے۔ شنوی پہنچی۔ جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بول چال ہر انداز
 اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف۔ جیشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے
 اس شنوی نے اگلی شنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا۔ بیان بخشایش ہم گنگاروں تک کیوں
 پہنچے گا گنگاراں اس راہ سے کہ مستحق کرامت گنگا راند پخشش کا متوقع
 ہوں۔ میں ابھی تک بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے۔ اور مضمون کیا کیا ہے۔

مرزا یوسف علیخان صاحب ٹھہر دس مہینے سے مع عیال و اطفال ہی شہر میں مقیم ہیں۔
 میرے سکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہوا نہیں رہتے ہیں۔ اُن کو خط بھیجو تو میرے
 مکان کا پتہ لکھ دینا اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ میرے خط کے سزا نامہ پر محکمہ کا نام لکھنا
 ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یار عزیز کے خط پر میرے مکان کے
 قریب کا پتہ ضرور ہے۔ دو روز سے شعل مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمہارا ذکر خیر بتا رہے تو
 اب ہر وقت یہیں تشریف لکھتے ہیں۔ رات کو تو پھر چھ گھڑی کی نشست رہتی تھی اب بھی ہیں
 اٹھ گئے ہیں۔ تم کو سلام کہتے ہیں اور شعل مہر کو تراج اور بیان نجشائش کے مشتاق ہیں۔
 ایضاً جناب مرزا صاحب کا غم فرانا مہینچا۔ میں نے پڑھا۔ یوسف علیخان عزیز کو پڑھا دیا۔
 انہوں نے جو میرے سامنے اُس مرحومہ اور آپ کا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اُسکی اطاعت اور تمہاری اُس
 محبت سخت مال ہوا اور سچ کمال ہوا۔ سنا صاحب شعر میں فردوسی اور فقر میں حسن بصری
 اور عشاق میں مجنون یہ تین آدمی تین فن میں ہر قدر پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال بھیہ ہے کہ
 فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا یہ ہو کہ حسن بصری سے ملکر کھائے۔ عاشق کی غود بھیہ ہو کہ
 مجنون کی سمجھ جی نصیب ہو۔ لیلیٰ اُسکے سامنے مری تھی۔ تمہاری محبوبہ تمہارے سامنے
 بلکہ تم اُس سے بڑھ کر ہوئے کہ لیلیٰ اپنی گھر میں اور تمہاری دوستی تمہارے گھر میں مری۔ بھی مغل بچے بھی
 غضب ہوتے ہیں جبر مارتے ہیں اُسکو مار کہتے ہیں۔ میں بھی مغل بچہ ہوں۔ عمر بھر میں
 ایک بڑی ستم پیشہ ڈوٹنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا اُن دونوں کو بخشے اور تم دونوں
 کو بھی کہ زخم فرگ دست کھا ہوئے ہیں مغفرت کرے۔ چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے
 بالآخر یہ کوچ چھٹ گیا اس فن میں بیگانہ محض ہو گیا ہوں لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ آدھیں یاد آتی ہیں
 اُسکا مرزا زندگی بھر نہ بھولوں گا۔ جانتا ہوں کہ تمہاری دلپر کیا گزرتی ہوگی صبر اور ایہ کلام عشق مجازی چھوڑ دو

سعدی اگر عاشقی کنی جوانی بہ عشق محمد بس ست وال محمد بہ اللہ بس ماسوا ہوں۔

ایضا شیخ طرہ اسلام بود و زرش ایماں بالغیب بہ ای تو غائب نظر مہر تو ایمان من ست
حلیہ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتی ہو کہ مرزا یوسف علیخان عزیز نے جو کچھ کہتے کہا اسکا منہ بچہ
کبھی میں نے بزم احباب میں کہا ہو گا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھو کو جی چاہتا ہوں۔ سنتا ہوں کہ وہ طمان
کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا جس نے میں کہ وہ نواب حامد علیخان کی نوکر تھی اور میں مجھنے
بے تکلفانہ رابطہ تھا تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اسنے تمہاری شہزادی تفریق کو
دکھائے۔ بہر حال تمہارا حلیہ دیکھ کر تمہارے کیشہ قامت ہونے پر مجبور شک آیا ہو کسو اسطے میرا قد
بھی درازی میں گشت نہا ہو۔ تمہارے گندمی رنگ پر رشک آیا کسو اسطے کہ جب میں جیتا تھا تو میرا
چنٹی تھا اور دیدہ لوگ سکی ستایش کیا کرتے تھے اب جو بھی مجکوہ پناہ یاد آتا ہوں تو چھاتی پر سانپ
پھر جاتا ہے ہاں مجبور شک آیا اور میں نے خون جگر کھایا تو سہات پر کہ ڈاڑھی گھٹی ہوئی
وہ مٹے یاد آ گئے۔ کیا کہوں جی پر کیا گزی۔ بقول شیخ علی حزیں

نادر ستم بود ز دم چاک گریباں	شرمندگی از حسرتہ پشیمند ندام
------------------------------	------------------------------

جب اٹھی مچھ میں بال سفید آ گئے تیسرے دن چوٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگو
اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کو دانت ٹوٹ گئے ناچارستی بھی چوڑی اور ڈاڑھی بھی گر گیا
کہتے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہر عام۔ ملا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچ بند۔ وہابی سقہ
بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کچڑا۔ منہ پر ڈاڑھی سر پر بال۔ فقیر نے جسن ڈاڑھی لکھی اسی دن سر ہٹایا
لا حول لا قوۃ الا باللہ العلی اعظم کیا کیا ہا ہوں۔ صاحب بندہ نے دستنویاں شرف الابرار
جارج فریڈرک ایڈمنٹسن صاحب کنٹنٹ گورنر بہادر خوب و شمال کی نذر بھیجی تھی سو انکا
خامی خط محررہ ہم پر مایح شکر تحسین آفرین اظہار خوشنودی بطریق ڈاک آ گیا پھر میں نے

تہنیت میں لفٹ گورنری کے قیصر فارسی بھیجا اسکی رسیدیں نظم کی تعریف اور اپنی صناعتی
 ترغیب فارسی سبیل ڈاکہ قومیہ چارم آگیا۔ پھر ایک قیصر فارسی مرح و تہنیت میں جناب بارٹ
 نگری صاحب بہادری لفٹ گورنر بہادر پنجاب کنج تہنیں بوسطہ صاحب کشن بہادر دہلی بھیجا تھا کمال
 دہری خط بذریعہ صاحب کشن بہادر دہلی آگیا۔ منشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب جمع کے
 یہم ہو جاتے ہیں۔ دیر آید درست آید۔ اناج کھانا بھی نہیں ہوں آوہ سپر گوشت دن کو اور
 دو بھر شراب رات کو ملے جاتی ہے۔

ہر اکبات میں کہتی تو تم کہ تو کیا ہے۔ بہت نہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے۔
 اگر تم فقیر سچو میں اور غل کے طاق ذوق لگا پھر تو غزال خط سے پہلے بھجی ہوگی رہا سلام و آہنچاؤ
 ایضا مرزا صاحب ہم کو یہ باتیں پسند نہیں سنیں بھری برسی عمر ہے۔ سچا سن سن عالم رنگ بونکی سیر کی
 ابتدا و شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہکو زہد و مع منطور نہیں۔ ہم مانع فسق و فجور نہیں
 پیو۔ کھاؤ۔ فرے اڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی کتھی بنو شہد کی کتھی نہ بنو۔ سومیر اس نصیحت پر
 عمل باہر کسی کے فریاد غم کرے جواب نہ کرے کیسی اشک افشانی کہاں کی مرثیہ خوانی آزاد
 کا شکر بجالاؤ۔ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چٹا جان نہ سہتا جان سہی
 میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی اور ایک قصر ملا اور ایک
 ملی۔ اتنا مت جاودانی ہو۔ اور اسی ایک نیکیت کے ساتھ زندگانی ہو اس تصور سے جی گھبراتا
 اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہے وہ حواریہ بن ہو جائیگی طبعیت کیوں نہ گھبرا جائیگی۔ وہی زمردین کا
 اور وہی طوبی کی ایک شاخ چشم بد دور۔ وہی ایک حور۔ بھائی بھائی آؤ کہیں نور دل لگاؤ۔
 زن نوگن سے دوست در تو بہار کہ تقویم پار سینہ نماید بکار
 مرزا سطر کے اشعار کی تفسیر کا منہ بس دیکھا فکر۔ آپسند۔ ذکر بھر جہت ناپسند

اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علیخان غزنوی کے حوالہ کیا تاکہ میری نواب محمد علی خان صاحب
 کی خدمت میں سلام عرض کرنا ہوں پروردگار انکو سلامت رکھے۔ مولوی عبدالہاچہ کو میرا سلام
 دوم دیکھو مجھے فارسی کی عبارت میں خط لکھوایا۔ میں منتظر رہا کہ آپ لکھنو جائیں گے وہ عبارت جناب
 کعبہ کو دکھائیں گے انکو مزاج اقدس کی خیر و عافیت محکو رقم فرمائیں گے۔ میں کیا جانوں کہ حضرت میر تقی
 میں جلوہ افروز ہیں۔ یار درخشاں من گرد چہاں میگرم۔ اب مجھ کو اُن سے ایسا دعا ہے کہ دستخط
 خاص سے محکو خط لکھیں اور لکھنؤ نہ جانے کا سبب اور جناب قبلہ کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو وہ
 سب اس خط میں درج کریں۔ + -

ایضاً مرابادہ دلیہا میں توان بخشیدہ خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم +
 کل دوشنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور سیرنگ ڈاک میں بھیج دیا
 دوپہر کو ڈاک ہر کارہ آیا۔ مہاراجا اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب
 آپ سے مانگتا ہوں وہ نہیں پہنچا کچھ شکوہ سوشتر مندی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی وہ
 ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکال کر گایکس میں سو وہ تمہاری نام کا خط لکھ کر بھجوا
 ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے لیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میر قصہ معاف ہو
 بعد چاہی ہو غفورم کے آپ کے کل خط کا جواب لکھتا ہوں۔ سبحان اللہ جلدوں کی آرائش کے باب میں کیا
 اچھی فکر کی تھی۔ میرے دلیس بھی ایسی ہی تھیں یقین ہو کہ متاع شاہواری ہو جائیں گے۔ اہل
 اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چک جائیں گے اسکا خیال اُن چار جلدوں میں ہے۔ بارہ روپیہ کی ہنڈوی
 پہنچتے ہی روپیہ وصول کر کے محکو اطلاع دیجئے گا ورنہ میں شوش رہوں گا حضرت یہاں دو چتریں بھیج
 ہیں انکے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ لوگ کہتی ہیں کہ اگر میں شہر جاری
 ہو گیا ہوں اور دھنڈو رپٹ گیا ہو کہ کہنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا

دوسری خبر یہ کہ خانبخش صاحب درگزنٹ ملکتہ کے چیف سکرٹری آکر آباد کے لفٹ گورنر ہو گئے۔ جنہیں دونوں جہتی میں خدا کریم ہوں اور سچ ہونا انکا آپ کے لکھنؤ پر منحصر ہے ہاں صاحب ایک بات ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان نو میں لکھا ہے ہینسٹنچ اور عکداری شاہی ساٹھ بیت کے منظوریہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کا غنڈہ بہت لکھا ہے۔ پھر خیال میں آیا کہ دس سطر کے سطر کتاب لکھی گئی ہو یہ یعنی چھاپا ہوئی اگر یہ چھٹے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی ہو آپ نشی نبی بخش صاحب اور مرز افتخار منشی شیونز این صاحب سے کہنا اسکا طور درست کریں اور پھر مجھے کلام دیں تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیج دوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ چھپ کر کتاب کے اور لکھا جائے پہلی کتاب کے دوسرے کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح الگ ہو اور پہلے صفحہ پر جسطح کتاب کا نام چھاپتے ہیں اس طرح یہ بھی چھاپا جائے کہ قصیدہ درج خباب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہا۔ میرا نام کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہو گا۔ ہندوی کی رسید اس مطالب خاص کا جواب با صواب یعنی نوید قبول جلد لکھیے۔

ایضاً بندہ پرور۔ آپ کا مہربانی نام آیا۔ آپ کی مہر انگیز اور محبت خیر باتوں نے غم بکھی بھلایا۔ کہاں دھیاں لڑ لہئے کہاں سے دستہ کی مناسبت کی واسطے پر بیٹا ڈھونڈھا نکالے آفرین آفرین صد ہزار آفرین۔ تیسرا مصرع اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے۔ تاہم خود سال خویش دادنشاں بد مرز افتخار کا خط ہاتھ رس ہے آیا انکے لڑکے بالے اچھے ہیں اب گھبراہٹ نہیں وہ آئے کے آئے ہیں۔ اگر تمہیں بدوں آرام نہیں تو ان کو بغیر تمہارے چین کہاں۔ صاحب بندہ اثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہوں خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو۔

ہم تم ایک قلم کے غلام ہیں تم جو مجھ سے محبت کرو گے یا میری نگہ ساری میں محبت کرو گے کیا تم کو غیر جانہ
جو تمہارا احسان بانوں۔ تم سہرا پاؤں وفا ہو۔ واللہ اسم باہمی ہو ۱۲ مبالغہ اس کتاب کے تصحیح میں سو سٹے
کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہی صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت
بڑی خرافات ہے۔ باری بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہو
منتوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں۔ منشی زاین صاحب نے میری کاپی کئی
بھیجی تھی۔ سب طرح حیر پسند آئی۔ چنانچہ انکو لکھ بھیجا ہے اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی لگاتے
اچھی ہو ۱۲ حضرت چار جلدیں پہلے کے حکام کو دو رنگا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا۔ اللہ اعلم
کیا غفلت ہو اور کیا اعتماد ہو زندگی پر۔ بہر حال ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدوں کی کچھ
تزیین اور آرائش کیجاوے آپ اور بھائی صاحب اور انکا فرزند رشید منشی عبداللطیف اور منشی شیخ
یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور اجلاس کونسل امرتسر کیجاوے کہ کیا جادوی معجزا دو روپیہ کتاب کے زیادہ
کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں پچھ روپیہ میں اور دو جلدیں پچھ روپیہ میں تیار ہوں
پھر سوچا ہوں کہ یا رب آرائش کی گنجائش کہاں۔ ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی اور
دو کتابوں کی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جادوی قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا کہ بیا جائے کہ تیری کونسل
مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ بھیج دیجئے ۱۲ مطالبہ مقنا
تمام ہوئے اور ہم تم بزبان قلم باہم گر ہم کلام ہوئے۔ ۵۔

ایضا مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہر
کس سے بزبان قلم باتیں کیا کروں سحر میں صال کے فریاد کیا کروں کیا تم مجھے بات کرنیکی قسم کھائی ہے
آتا تو کہو کہ یہ کیا بات تمہارے جی میں آئی ہے برسوں ہو گئے کہ ہمارا خط نہیں آیا اپنی خیر و عافیت
لکھی نہ کتابوں کا بوجھ آیا۔ ہاں مرزا الفتہ نے ہاتھ رس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچ

کتابوں کے آغاؤں کے نکو دیو یا ہوں اور انھوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے تو یہ بہت ہو جو تہذیب کا جو خیر ہے
 کہ وہ کتابوں کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر کتابوں کی جلدیں بنجائیں کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابوں کو تیار
 ہو نہیں دے سکے تھے جہتم مطبع کا خط پر سون آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد مہنائی
 لینے سات جلدوں کی ہی ہفتہ میں بخاری ماہیں پہنچ جائیں گی اب حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں آئیں گی
 ہر چند کارگوں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو کر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگہانی اور دل کی پریشانی دور ہو خدا کری
 ان تین جلدوں کے ساتھ یاد دین روز کے آگے بھیچو یہ سات جلدیں آجی عنایتی بھی آئیں خاص عام کو
 جا بجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام سیر پاس کبھی کچھ نہیں ہا۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے
 تھے جو میں نے کہا انھوں نے لکھ لیا۔ ان دونوں کے گھر لٹ گئے۔ ہزاروں روپے کی کتابخانے برباد ہو گئے۔
 اب میں اپنے کلام کے دیکھ کر کوترتا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زرنمہ پرواز
 بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اسنے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا تھیں سمجھنا کہ مجھ کو روٹنا آیا۔ غزل کو
 بھجھا ہوں اور صلہ میں اس خط کے جواب چاہتا ہوں غزل

در منت کش دوانہ ہوا	مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں قریبوں کو	اک تماشا ہوا رگلا نہ ہوا
رہنری ہے کہ دستانی ہے	لے کے دل دستان دوانہ ہوا
زخم گروہ گیا ہو نہ ٹھما	کام کر رک گیا روانہ ہوا
کتنے شیریں ہیں تیر لب کہ قریب	کالیاں کھا کے نہ مزانہ ہوا
کیا وہ نمرود کی حسدائی تھی	بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی	حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا
کچھ تو پڑھئے کہ لوگ کہتے ہیں	آج غالب غزل سرا نہ ہوا

ایضا بھائی صاحب آپ کے خاتمہ شکلب کے صریح تحت ابونکی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچا یا ایک
 مجک ابونکی لوح کا خط طلائی مانند شجاع آقا نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے مجکو تو موجب اس مصرع
 کے **خاموشی ز شاعری تو حد شاعری شست** دل میں خوش ہو کر چپ ہٹا ہے حضرت مدح کو ایک
 موقع ضرور ہے مجکو آپ کے حکم کا بجالانا منظور ہے۔ اس نذر کے بعد جب کئی انکساعت نامہ آئیں گے تو
 بندہ درگاہ مدح گشتری کا جو ہر دکھائیں گے ان نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آجائیں گے ات تو فرمائیے کہ تہ
 انتظار کیا انجام پائیگی اور کتابونکی رونکی کی خبر مجکو کیا پائیگی آپ کے فرط توجہ کا طبع یقین ہے۔
 سیاہ قلم کی پانچوں حصین بھی اگر ننگی ہوں تو عجیب نہیں ہے۔ جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کو اختتام پر ہوتا ہے
 معلوم ہوتا ہے کہ بھائی بنی بخش صاحب اور ہمارے شفیق ششی شیدو مزین صاحب کی ہمت اسکے انجام ہوئے
 مصرع ہے **یارب سی کو تو برکے جینے میں کیا نام پا جائے** چالیس جلدوں کا پشاور میری پانچواں
 مرز افتخار کو کیا دوں اور کیا لکھوں مگر دوا دوں دروغ لکھوں صاحب اے جیل منجم کرو کام میں تجھ کو
ایز فرستد خبر در چہ باشی ز دو باش خدا اگر خیر شر کی تحریر انجام پائی ہو اور قصیدہ کے
 چھاپنے کی نوبت آگئی ہو قصیدہ کا شعر سے پہلو لگانا ازراہ کرم دعا ہے ورنہ نشر میں اور صنعت
 اور نظم کا اور انداز ہو۔ یہ سکا دیا چہ کیوں ہو۔ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سر شمشیر
 آمیزش کو طر دیا جائی اور قصیدہ کے اور متنوں کے بیچ میں ایک متن سادہ چھوڑ دیا جائے۔ رے امید نگار
 خاکرا ندور سی آیا ہو تو مجکو بھی آگئی دو۔ چاہو نہیں ابتدا کرو اور ایک خط انکو لکھو اور سکا پر دازا ست پر کہو کہ ایہ
 کتابین ہوئی ہیں ان کی حد تک پہنچ جائیں اور کیا پتا لکھا جائے۔ خط جواب طلب نہ جائیگا اور انکو جواب لکھنا پڑیگا۔
 ایضا بھائی صاحب طبع میں سو سادہ کتابیں یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائیں اور پس پیش سات
 جلدیں آپ کی بوائی ہوئی ہیں افضل الیہ رحمۃ اللہ شمسہ خیال میں پڑا بھی یعنی از روئے اخبار مفید خلائق سے
 لڑا ہو کہ اس نعت میں خوابت نشن صاحب ہا در اگرہ آئیں گے اور سادہ لفظ گورزی پر اجلاس

فرانک کے ہوتے ہیں غالب ہے کہ وہ ہم میر صاحب بہادر کی جگہ حیف سکر پرنسپال کے پھر دیکھو کہ محکمہ فٹنٹ
 گورنری میں اپنا سکرٹر کو نیا لینگے۔ میرنشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خاں بہادر رہے۔ بہادر
 منشی مولوی قرا الدین خاں کہاں ہیں گے۔ بہر حال آپ سے استدعا ہو کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھو اور پھر
 جلد جلد جواب ہر سوال کا لکھتے جتنا لکھنا چاہیں۔ صاحب سکرٹر تھی تو یہ خیال میں تھا کہ اتنی نذر
 اور نوگین جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے ان کے پاس بھیج دوں گا اب حیراں کیا کروں
 آیا انکی جگہ سکرٹر کون ہوا اور یہ جو فٹنٹ گورنر ہوئے تو انھوں نے سکرٹر کو کیا۔ یہ منشی فٹنٹ گورنر
 کا کون ہا اور گورنر جنرل کا منشی کون ہو چکا ہے معلوم ہو وہ اور جو معلوم ہو وہ دریافت کر لکھتے
 قرا الدین خاں کا حال ضرور منشی غلام غوث خاں کا حال پر ضرور۔ بھائی میر عسر کی قلم خط کا جواب
 لکھنا مفصل لکھنا اور لیا و لکھنا کہ مجھ سا کتہ ذہن اچھی طرح آسکے سمجھنے زیادہ کیا لکھوں۔ کتاب
 ایضا بجا ہے۔ خدا کا کوئی واقعہ اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ ہا کریں خدا کو سے
 قصید کے چھاپے کی منظوری اور ہڈی کی سید آئے گویا صفر کے مہینے میں عید آئے۔ ہڈی کا روپیہ
 جب چاہو منگو اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی رہے کہ ہوا۔ اب آپ کا ذکر کا ڈاک میں بھیجا
 سرفورٹ لکھیں اور کتابوں کی دستی پر بہت مصروف کہیں۔ قصید کے مسودہ کا ورق مرزا فتنہ کے خط
 میں پہنچ گیا ہو گا آپ نے اور مرزا فتنہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب قصید کو دیکھا ہو قصید کا
 شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے۔ پر دیکھا چاہیے کہ صاحب مطلع کو کیا منظور ہے اگر وہ کاغذ کی
 غدر کریں تو ہم بائچ سات روپیہ اور بھی انکا بھرنا بھرینگے جناب منشی صاحب بہادر سے میں صورت
 آشنا نہیں کبھی میں انکو دیکھا نہیں خطوں کی میری انکی ملاقات ہے اور نامہ پیام کی یوں تھا کہ
 جبکہ فی نوگین جنرل بہادر نے آؤ میں تو میرے ایک قصید بطریق نذر جاتا ہے ذریعہ جناب صاحب
 بہادر ملی اور نوگین فٹنٹ گورنر بہادر اگر مجھ آتا ہوں صاحب سکرٹر بہادر گورنٹ کا خط اسکی رسید

بسیل ڈاک پاتا ہوں جیسا لائے کینگ صاحب سارے گری گوری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق ہو کر
 قصیدہ ڈاک بھجوا دیا اور نشیون صاحب بہادر جیٹ سکریٹری کا جو حکم خط آیا تو انہوں نے باوجود عدم مشافہت
 میرا القاب بڑھایا قبل ازین خالصتاً بیامہربانستان میرا القاب تھا اس قدر شناساں اڑاؤ قدر افزائی
 خالصتاً مشفق بیامہربان مخلص لکھا اب فرمائیے انکو کیونکر اپنا محسن اور مریقی نہ جانوں کیا کافر ہو
 جو احسان مانوں۔ بر خور دادرز الفتہ کو دھاکہتا ہوں۔ بھائی اب میں سکا منظر تیار ہوں تم اور مرزا صاحب
 مجھ کو کہو کہ جو حبیب متینو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کے ابتدا میں لکھا گیا کیا۔ مادہ تاریخ میں کیا لائی
 ہے جو تمھارے جی میں ٹھیکہ پات آئی ہو کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ چھاپے قطعہ لکھ لو اور جامعہ قبا
 پر لگا دو۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمھارا۔ یہ دونوں قطعے یہیں اور اگر وہاں کوئی اور صاحب
 شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں اس عبارت سے یہ سمجھنا کہ روئے سخن ساری خدائی کی طرف ہے بلکہ
 خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور انکا نام بھی اس
 کتاب میں چلے بیئے۔ خط کو لکھ کر نیک کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہر کارہ میرے مشفق نشیون صاحب
 خط لایا۔ بارے قصیدہ کا مسودہ بھیج گیا اور نشی صاحب نے اسکا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش بھی
 رفع ہو گئی اب ان سے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے گا **س** شکر رفیق تائی تو چند ان کہ راستہ آتو +
 اور یہ انکو اطلاع دیجیگا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجھ کو نہیں پہنچا ورنہ کیا اسکان کہ میں اسکی رسید لکھنا +
ایضا خود شکوہ دلیل رفع آزار میں است + آید زبان ہر پنجہ از دل برود + بندہ پر فقیر
 شکوہ سہرا نہیں مانتا مگر شکوہ کہ فن کو سوا گیرے کوئی نہیں جانتا شکوہ کی خوبی یہ ہو کہ راہ راست
 منہ نہ موڑے اور ہندو دیکر واسطے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے کیا میں بھی نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو کیا
 فتح آباد جانا معلوم ہو گیا تھا اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا کیا میرج نہیں کہہ سکتا کہ میں نے
 اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ اٹے پھر آئے آپ شکوہ کا ہو کر کرتے میں اپنا گناہ سپرد نہ دھرتے

دجائے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں ہتا ہوں کل آپکا مہربانی نامیہ آیا
 آج میں نے اسکا جواب بھیج دیا کہیئے اپنی دعویٰ میں صادق ہوں یا نہیں پس دوسرے دن کو زیادہ سنا
 اچھا نہیں مرزا آفتہ سے آپ نے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران میں میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان
 میں کہاں ہیں آج تو کثرت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں۔ دیکھوں کیا دیکھتا ہوں +
 ایضاً بھائی صاحب تھا را خط او قصیدہ پہنچا۔ اصل خط تھا را الفافہ میں لپیٹ کر مرزا آفتہ کو
 بھیج دیا تاکہ حال انکو مفصل معلوم ہو جا بعد میں پورٹ کے حکمو ہنیت دینا ہوں پروردگار تبارک و تعالیٰ
 اظہار یہ پیش آمد قبول ہو مبارک کرے اور منصب و خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچائے واقعی مجھے تم نے
 بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے بات پیدا کی مگر اپنی مردی مردانگی سے
 دولت کا ہاتھ آنا مع نیک نامی اس بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں البتہ میں یہ کہ خدمت منصفی ہے۔
 اور جلد ترقی کروایا کہ سال آئندہ تک صدر الصدد ہو جاؤ۔ اللہ شایکہ زمانہ تھا کہ مغل نے تھا را
 ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اس کے حسن کے وصف میں لکھے تھے تھا رہے ہاتھ کے لکھے ہوئے
 محکوم دکھائے تھے اب یہ ایک نام ہے کہ طرفین سے نامہ پیام آتے جاتے ہیں شاہنشاہ تعالیٰ وہ دن بھی
 آجائے گا کہ تم تم بیٹھیں اور باتیں کریں ظلم بیکار ہو جائے۔ زبان بربر گرفتار آئے۔ ان شاہنشاہ
 کا بھی قصیدہ میں نے لکھا ہے تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے اور چھاپا ہاں باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ مضامین
 اچھوتے۔ معانی نازک۔ مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں +

ایضاً خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا آفتہ کا خط جو آپ نے
 نقل کر کے بھیج دیا ہے جس کے منشی شیو نرائس کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناسب جانو تو ایسا
 میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشا خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت انہیں سے پسند آیا کر کے
 وہ خط میں لکھ دیا کرو۔ خط مقت میں تمام ہو جایا کر لگا دو تمہارے خط کے آئین کا نام ہو جایا کر لگا کر بھیجی

قصیدہ کہا اسکا دیکھنا مشاہد اخبار پر موقوف ہوا۔ **س** برات عاشقان برشاخ آہو ہوا دھبی جو
 اخبار اگر سے دلی آتے ہیں وہ میر سامنے پڑھے جلتے ہیں حصہ ہوش میں آؤ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں
 پاریس کی دوکانوں میں فریج اور شام میں کے دین دھرے ہوئی ہیں یا ساپکاروں درجہ ہریک روپا دیوار
 سے بھروسہ ہیں میں کہاں وہ شراب پیئے جاؤ نگا اور وہاں کیونکر اٹھاؤ نگا بس لپا دیہا میں نہ بنائے اور
 قصیدہ مجھ کو بچو آئے میں نے تھا میں جا بجا بسیل باپسل رسال کی ہیں اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہو گزشتہ
 قبول بھی کہیں سے نہیں آئی ہر **س** رات دن گردش میں ہیں سات سماں ہوا ہو گیا کچھ نہ کچھ
 گھبرائیں کیا دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے **س**

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا موج خون سرگزر ہی کون نہ جائے لاگ ہو تو اسکو ہم سمجھیں لگاؤ پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے	کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا آستان یا سے اٹھ جائیں کیا جب کچھ بھی ہو تو دھوکہ کھائیں کیا کوئی بتلاؤ کہ ہم بت لائیں کیا
--	--

غزل نام تمام ہے

ہے بسکہ ہر اک انکے اشاعے میں نشان اور تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جیا بھیس گے لوگوں کو ہے غور شدہ جہاں تا بکا دھوکا ابرو سے ہر کیا اکس نگہ ناز کو پیوند یار و پیہر بھی ہیں سمجھیں گے مری بات ہر چند سبکدست ہوئے بہت شکنی میں پاتے نہیں جبارہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے	سکرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور لے آئیں گے یازار سے جا کر دل و جاں اور ہر روز دکھاتا ہوں میں اس مرغ ہنساں اور ہے تیر مقرر گراؤس کی کہاں اور دیر اور دل اُنکو جو دے مجھ کو زباں اور ہم میں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور کتنی ہے مری طبع تو ہوئی ہے رواں اور
--	---

مرا ہوں ہں آواز پہ ہر چند سڑا جائے
ہیں اور بھی دینا میں سمجھتا رہتا تھا +

دوشنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے۔ اگلی شہی رکھی ہوئی۔ آگ تابا ہوں
اور خط لکھ رہا ہوں۔ یہ اشعار یاد آگئے۔ تم کو لکھ بھیجے۔ والسلام +

ایضاً بجائی جان کل جو جمعہ روز مبارک سید تھا گویا میرے حق میں فرعید تھا۔ چار گھنٹی
تک رہا شہ فرحت فرجام اور چار گھنٹی کے بعد وقت شام سات جلد دل کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب
بجلی پہنچا۔ آدمی کو موافق اسکی تمنا کے آرزو برآئی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی برآئی کہ وہ تر
از دم و خیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا میں نے صرف ہمدرد خیال کرتا تھا کہ جلد
بندھی ہوئی۔ دو کی لوصیں نئیں اور پانچ لوصیں سیاہ قلم کی ہونگی۔ واللہ اگر تصور میں بھی گزرتا ہو کہ
کتابیں ستم کی ہونگی جب تک جہان ہر تم جہان ہیں ہو۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی انان میں ہو
میرے قصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل ان چار کے بنجائے نہ کہ دو کتابوں کا سازگار نہ کھلائے اب میں
حیران ہوں کہ آیا شمار ائمہ ان یاہ روپوں میں برکت دی یا کچھ ہمتارارو پیہ صرف ہوا۔ دو پارسلوں
کا محصول۔ دو چھپرون کا معمول تین کتابوں کی لوصیں طلانی۔ یہ ساری بات ہیں وہ میں
کیونکر بن آئی اور کیونکر معلوم کروں۔ کس ہی پوچھوں۔ خدا اگر تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے
اتہا میں تعقّف نہ کرو نہ جفائی آدمی کو بغیر حال معلوم ہو آرام نہیں آتا۔ جہاں محبتیں مہنی
اور روحانی ہوں ہاں تکلف نہیں آتا۔ زیادہ اس کے شکر گزار ہوں اور شرمسار ہوں کیا لکھوں
ایضاً بندہ پرور کا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ داودینا کتنا شتاب لکھتا ہوں مطالبہ
کے جواب کا بھی وقت آتا ہو پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تم کو غم و اندوہ کا شکار
پایا ہے پس اگر کسی درد پر دل آیا ہو تو شکایت کی کیا گنجائش ہو بلکہ یہ غم تو فیہ و تباہی اور بین بقول غائب الرحمن

کہ یکوئی کے دل کی نو سنج فضاں کہیں ہو	انہو جہیز دل ہی پہلو میں تو پھر نہ میں باں ہو
سہنے سہنے حسن مطلع سے	
یختہ نہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے	ہوا تو دوست جسکا دشمن سکا آسمان کہیں ہو
افسوس کہ اس غزل کے اور شعاریا نہ آئے۔ اگر خدا نخواستہ باشد غم و غنا ہے تو بھائی ہمارے	ہمدرد ہو ہم میں جب کہ مراد ہٹا ہے میں تم بھی اٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم
ولایہ درد و الم ہے تو مفت نہ ہے کہ آخر	نہ گریہ سحر ہی ہے نہ آہ نیم شبی ہے
سحر ہوگی۔ خبر ہوگی۔ اس زمین میں شرعی ہے	
تھارے واسطے دل سود کاں کوئی نہیں بہتر	جو آنکھوں میں تہیں کھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی
کہنا خوب ہے اور ردو کا کیا اچھا اسلو ہے۔ قصہ کا مشاق ہوں خدا کرے جلد چھاپا جاوے تو	ہمارے دیکھنے میں بھی آجائے کیا کہیے بکھر زمین کیا جہاں طرح ہوئی مگر بکراؤ نہ ہی تھی
کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے	تم ہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے
ہے نہ جان توفت اہل کو غو بہاد بجھے	کے زبان تو خیر کو مرجھا کہیے
سفینہ جب کہ کنا ہے پہ آگ کا غالب	خدا سے کیا ستم جو زنا خدا کہیے
اور جو خلا تن خلا تن فخلن یہ بھر ہے۔ ہمیں میرا ایک قلعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کہا تھا	
تقریباً کہ مولوی کریم حسین ایک سیر دوست تھے انہوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بیشمار	پائے کف دست پر رکھا کہ مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ بیشہا ت نظم کیجے میں نے وہاں بیٹھ بیٹھے تو دس شعر کا
لکھا کہ انکو دیا ادھار میں ڈلی اُن سے لی۔ اسوج رہا ہوں جو شعرا دے تے جاتیں لکھتا ہوں	
ہے جو صاحب کے کف دست پر یہ چکنی ڈلی	زیر تباہی ہے جس قدر اچھا کہیے
خانہ نگشت بدندان کہ اسے کیا لکھئے	ماطقہ سر گرہاں کہ اسے کیا کہیے

<p>خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے نافِ آہوئے ییا بانِ خُمن کا کہیے سیکدہ میں بسے خشتِ خمِ صہبا کہیے سرِ پستانِ پر ناز سے مانا کہیے</p>	<p>آخر سوختِ قیس سے نسبت دیجے حجرِ الاسود دیوارِ حرم کیجے فرض صومعہ میں بسے بھڑائیے گر مہرِ نماز رستی آلودہ سرگشتِ حسناں کہیے</p>
<p>غرض کہ بیس یا بیس بھیتیاں ہیں۔ اشعار سب کی بات ہے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے۔</p>	
<p>اپنے حضرت کے کفن دست کو دل کیچھو فرض</p>	<p>اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے</p>
<p>لو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا درو دل سنو بغور دانشِ شہو نرین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم انکو میری دعا کہو اور کہو کہ میرا کلام بند ہو۔ اس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اس کے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی۔</p>	
<p>ایضا اجابِ مزاحمت: دلی کا حال تو یہ ہے کہ گھر میں تھا کیا جو تراغم سے غارت کرتا ہے وہ جو کہ تھے ہم اک حسرتِ تعمیر ہوئے یہاں بھرا کیا ہے جو کوئی کوئیگا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہو تو بدینِ خط ہی کہ چند روز کو روئے بل بازار کو ستایا تھا۔ اہل قلم اور اہل فرج نے باتفاق سے ہمد گردا یا بندوبست کیا کہ فنا دٹ گیا اب اس زمانہ کی تاریخ معلوم جو تھا ہے استاد تھی میر بھی دوست صادق الوداد تھی مگر کیا تھے مرن غزل کہتے تھے قصیدہ اور شنوی سے انکو کچھ علاقہ تھا سبحان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ لکھا یا کہ انشا کو رشک آیا۔ شنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے کیا کہوں کیا خط اٹھایا ہے خدا سہی نہیں چاہا ہوا زہر ہرہ فروغ میرزا حاتم علی مہرہ اگر اسی نادر پنجاب کی بیگی تو شنوی کا زار مارہ روکھلا بیگی۔ خدا کو جیتا رکھے تمہارا دم غنیمت ہے۔ صاحبِ تم سو پوچھتا ہوں کہ معیارِ شعر میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا۔ تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔</p>	

بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب کچھ عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میرا کاغذ مقبول سمیع حق تعالیٰ انھوں کو زندہ اور
تندرست اور خوش و خوشم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے بفضل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا
انھوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرائش کی جس تفریق سے ٹھیکرائی ہو وہ محکوم پسند آئی ہو۔ کل میں
انکو اجازت اس طرح کی تھیں کہ لکھ بھیجے۔ حال تصحیح کا تیج آچکا لکھ چکا ہوں ابھی پر عمل ہے میں
مرزا آفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت متفقد ہیں اس امر کی اطلاع کر دی ہو۔ بھائی جان میں نے ایک قصیدہ
جناب ملکہ معظمہ گلستان کی طرح میں لکھا ہے ساٹھ شعر ہیں چھ صفحہ یعنی تین ورق پر چھپ کر دستنبو سے
پہلے شیرازہ میں شامل کر دیے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سوغت اور قصیدہ کتاب کے سبب شہرت ہو جائیگی
کل جناب مرزا صاحب کے خط لکھ چکا ہوں یقین ہو کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا آفتہ
اور منشی شیون ترین صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کر نیگے اور جیسا اتفاق تم چاروں صاحبوں
کرو گے تو گو یا اجلاس اسل اس قانون کا اجرا منظور ہو جائیگا اور امید رہوں کہ اجرائی قانون سے پہلے محکمہ
منظومی کی اطلاع ہو چکا مسودہ اس قصیدہ کا بھیجوں۔ ہستم مطبع آگر کہ یہ تامل ہو تو ہو ورنہ یا جاسان ہے
منشی عبد اللطیف کو دوا کا ہٹا اور ان کے عذر مقبول ہو نیکی انکو اطلاع دینا۔ یکم کو دوا پہنچے اور سب کے
بالوں کو یہاں باور علی اور حسین علی تکو بندگی اور اپنے بھائی بہنوں کو علی قدر مراتب بندگی سلام دعا کہتے ہیں
ہاں حضرت بابائیکم مرقم ہو کر جدا گانہ خط مرزا آفتہ کو کیا لکھوں۔ میرا طے فے دوا کہہ کر انکو کہیے گا کہ جناب
گزشتہ کے اوراق مع خط ہستم مطبع آفتہ اب ملتا ہے یکم صاحب کے پہنچ گئے۔ کل وہ چار روپیہ کی پروسیہ
کی ہٹدوی اور ان کے خط کا جواب روانہ کر نیگے۔ آپ تیرے بھوج سہائے سیکھ بیچے گا اور تانکسہ
کرو بیچے گا کہ چار غیر سابق کا منتخب کاتب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں بھائی مجھ کو اس مہیت سے کیا ہوا
آتی ہو کہ یہ تم اور مرزا آفتہ میں مراسلت کو یا مکالمت ہو گئی ہے روز باتیں کرتے ہیں۔ اللہ

یہ دن بھی یاد رہے خط سے خط لکھ کر گئی ہیں مگر اکثر اوقات لفافے بنانے میں گزرتے ہیں اگر خط نہ لکھ سکتا تو لفافے بناؤ گا غنیمت ہے کہ محصول دھاتہ ہو ورنہ باتیں کرنیکا مزہ معلوم ہوتا۔

چار شنبہ - ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء - جو باتیں جواب طلب ہیں انکا جواب طلب ہے۔ +۔
ایضاً بھائی میں کو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرے پاس لکھنؤ کے ایک پائل کی رسید آگئی۔ دوسرا بھی ایسی ہی پہنچ گیا ہو گا خاطر جمع رکھو۔ جناب رائڈ صاحب آج تشریف لگے تھے تھیں کہ کھاتے جائینگے میرا درجنوں کو ولایت بھیجا ہے آئیٹنگے۔ مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھ پر وہ حسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک انکا شکر گزار رہوں گا۔ مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو ان کو میرا سلام کہنا مرزا رفعت کو اگر کچھ خط لکھو تو میری دعا لکھنا از غائب تو وہ دو شنبہ ہفتہ ہم جنوری ۱۸۵۹ء

بنام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی نبی بخش

صاحب گئے تھار ایک خط پھر بارہ کتابوں اور ایک خبری کا پارسل پہنچا بعد اسکے کل ایک خطاؤ آیا۔ ریڈ صاحب کے وہاں آئینکا حال معلوم ہوا۔ آج ۱۲ دسمبر کی ہو۔ مرکو موجب تھا کہ کہنے کے وہ وہاں سے جانے والے ہیں اور مجھ کو معلوم ہے کہ میرٹھ آئیٹنگے۔ دو دن کے بعد بمقام میرٹھ خردونہ کرونگا خاطر جمع رکھو۔ وہ حسب ہر ضابطہ لکھنؤ میں کو اطلاع دینا۔ رہی تھاری پھر سکا پر خیال کر دو طرح تھے لکھا ہو یا نیکی۔ مگر بھائی ۱۸۵۹ء میں دن کے باقی ہے آج ۱۲ دسمبر کی ہو ۲۵ و ۲۶ دن باقی ہے ہیں ۱۸۵۹ء جنوری مہینے میں خدا چاہے تو کھڑ جائیگی۔ تم میری بجائے فرزند ہو۔ میرے بھتیجے ہو۔ جو تمھارا کام ہونے لگے کہو شرم کیا اور لطف کیوں۔ مجھ پر کھڑنا کو لٹا کامی۔ مرزا حاتم علی صاحب میں تو میرا سلام کہنا اور مرزا رفعت کو خط لکھ کر میری سفارش لکھنا جو خفا ہو گئی ہو خط نہیں لکھتے تھے۔ ۱۲ دسمبر ۱۸۵۹ء

بنام خواجہ غلام غوث خاں صاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ منامہ مختصر نے وہ کیا جو پارہ ابر کشت خشک سے کڑی یعنی خطا اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں

اُس سے خبر پا کر بخت کی رسائی کا پاس گزار رہے ہوں۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اُس
خط معاً اس خط کیساتھ بھیجا گیا ہے اور یہ گونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کہ سہو کہ اس خط میں
حاکم عظیم کے نام عرضی موقوف ہے۔ جانتا ہوں کہ محکمہ ایکٹ اک ایک۔ دونوں پارسل اور دونوں تقاضا
اکین چھپے ہوئے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانو لگا جتنا کہ حضرت اُس سہشتہ سہو کہ
نہ لکھینگے اب پچانیئے اور یہ سوازدہ مہل کی سفارش کرنا والا اور اسکے ساتھ گزارش کرنا والا کو
ہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو
ردا نہ ہوئی یا نہیں میری جگہ کاوی کی قدرانی ہوئی یا نہیں۔ شہید گاہ تکام سے موفیہ و توفیہ خط
کا امیدوار ہوں یا نہیں۔ اپنے حسن طبع کا شکر گزار ہوں یا نہیں۔ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت
کیجئے گا مجھ کو جلا لیجئے گا۔ لوہارو کا خط ایک معتد کے ہاتھ بھجوا گیا۔

ایضاً قبلہ بھی آپ کو بھیجی خیاں آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا تھا
پتیا اور کیونکر جیتا ہے پشش قدیم اکیس مہینے سے بند۔ اور اس کا دل مفتوح جدید کا آرزو مند نشن کا
احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہو۔ سوانکا پر شہر ہو اور شیخا ہو کہ نہ روپیہ تھے ہیں جواب ہمارا ہی نہ
عتاب۔ خیر اس سے قطع نظر کی۔ اب سینے اودھ کی شہ ۱۸۵۷ء سے بموجب تحریر وزیر عطیہ شاہی کا
امیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شہراؤں اگر گنہگار ٹھہرتا تو گولی یا پھانسی سے مرتا اس بات
کہ میں بیگناہ ہوں مقتدا و مقتول نہ ہو بیسے آپ اپنا گواہ ہوں۔ شہید گاہ کو نمٹ کلکتہ میں حبس
کے بعد بھجوا یا ہو تعلیم حیف سکریٹریا اور اس کا جواب پایا ہو کی بار دو کتابیں بھیجیں ایک انشیکس کو نمٹ
اور ایک شاہی ہونہ اسکے قبول کی اطلاع نہ اسکے ارسال ہو گا ہی ہو جناب لیم میوہا جیہا ورنہ بھی
عنایت نفرمائی انہی بھی کوئی تحریر مجاہدہ آئی۔ یہ سب ایک طرف اب خبریں ہیں نجات کہتے ہیں کہ
حیف سکریٹریا و نمٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ انکی جگہ کون سوجھتا ہے انکی جگہ

مشہور و لیم میو صاجب و صدر پور میں شریفی لگئے کوئی نہیں تیا تاکہ لفٹ گورنری کے سکرٹری کام
 کر سکیں۔ آپکا حال کوئی نہیں کہتا کہ کہاں ہیں ہاں از رو قیاس جانتا ہوں کہ آپسی منصب ہی فتر
 میں شاد و ماں ہیں جو لفٹ نیٹ کے سکرٹری ہو چکے ہوں گے اُن سے علاقہ رہتا ہوگا۔ میو صاجب درجہ
 کا ہو کر ملتا تھا ہوگا لفٹ گورنری و صدر پور و دونوں محکمہ آباد گئے یا اٹینگے بہر حال ایسے لوگ
 جائینگے۔ نوایک جنرل بہادر کی ہنگامی کی خبر میں خلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۲ جنوری کو گئے۔ کوئی
 کہتا ہے فروری میں کچ فرمائینگے۔ میں تو اودھر سے بھی تھوڑا بیٹھا۔ ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر کچھ
 چاہتا ہوں حقیقت افق پر کما حقہ اطلاع حاصل ہوتا کہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب
 نہ مل بلکہ مفصل ویرانہ جلد رحمت کیجیگا تو مجھ کو مول لے لیجیو گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ -
 ایضاً جناب عالی آج دو شنبہ ۳ جنوری ۱۳۵۹ شیع کی ہے۔ بہر دین چڑھا ہوگا کہ اب گھر رہا ہے ترشح
 ہو رہا ہے۔ ہوا سر چل ہی ہے پنیے کو کچھ قیمت نہیں ناچار دلی کھائی ہے۔

آفاق ہا پنا ویر بہن مہی	سفالینہ جام من ازمنے تہی
عمرہ دوسرے بیٹھا تھا کہ ڈاکخانہ کا ہر کارہ تھا را خط لایا۔ ستر کو دیکھ کر اس راہ سو کہ دستخط خاص کا لکھا تھا بہت خوش ہوا خط کو پڑھ کر اس کو کہ حصول تلخ عا کر ذکر چاوی تھا فشرگی حال ہوئی۔	
ماخانہ رسیدگان سلیم	پیغام خوش از دیار مانیت
اسی فشرگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں بآئنا کہ خط جواب طلب تھا۔ جواب لکھ کر لگا پہلے تو پہنچے کہ آپکے دوست کو آپکا خط پہنچ گیا مگر وہ دوبارہ لکھ چکا ہے کہ میں اب سکا نشان مر قوما فہ کی طابق ایک میں بھیج چکا ہوں۔ جوا لکھا ایک منظر ہے آپ جانتے ہوں کہ کمال اس مقتضی متعنا ہے بس اس سو یاد یا اس کیا ہوگی کہ بایں مرگ جیتا ہوں اس راہی کچھ متعنی ہونا چلا ہوں۔ دو ڈائی برکی زندگی اور ہر طرح کر چاہیگی جانتا ہوں کہ ناہنسی آئیگی کہ کیا کہتا ہے مر نکا زمانہ کون تیا سکتا ہے چاہے الہام بھیجے	

چاہئے اور ہم سمجھیں میں سے یہ قطعہ لکھتے ہیں قطعہ

من کہ با ششم کہ جاوداں باشم	چوں نظیری نمازد طالب مرد
در بگویند در کد می سال	مرد غالب بگو کہ غالب مرد

کتاب بازہ سو پچھتہ میں اور غالب مرد کے بارہ سو ستتر ہیں۔ اس عرصہ میں جو کچھ
سرت پہنچتی ہو پہنچ لے ورنہ پھر ہم کہاں ہے

ایضاً پروم شدہ خط ہی یا اگر متھے صافی صفائی ضمیر کشف حجت کی علامت ہے مدعا ضروری
التحریر و زندہ نشان سکون انگیر۔ اگر خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا۔ سبحان جس دن یہاں مجبوروں
مطلب خیر پیش آیا ہے اسی دن اپنے وہاں کہنے کو ظلم ٹھایا ہے آپ کو عارف کامل کیونکر لکھوں اور کیا کہوں
ولی اگر نہ کہوں مدعا بیان کرتا ہوں مگر گیان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائے گا کہ وہ راز رستہ آپ پر

کھل جائیگا یعنی کیشنبہ ۲۸ نومبر کو دو خط اور پارسل ایک میں متنبو کا ایک مجلد اور ایک میں تین رسائل
بسیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں خطوں کا چوتھے پانچوں میں اور پارسلوں کا چھٹے ساتوں میں پہنچنا چاہتا
کرتا ہوں۔ پارسلوں کے عجوبوں پر خطوں کی معیت رقم کی ہو اور خطوں کے مترسروں پر پارسلوں کے ارسال

کی اطلاع دی ہے تین کتابے پارسل اور ایک خط پر خباب چیف سکریٹریہ اور اول کا نام نامی ہو اور
ایک کتاب و پارسل اور ایک خط پر خباب سکریٹریہ دوم کا اسم سامی ہو آج پانچوں میں ہر خط و دونوں اگر پہنچے
ہوں تو کیا عجیب ہے بلکہ حق تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو برا غصہ ہے۔ اگلے عرائض کے پہنچنے میں

کچھ شک نہیں جواب آخری دفتر میں سکا پتا آج تک نہیں اب کار پر وازان ڈاک ڈاکو نہ بن جائیں اور
میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو با حیات پہنچائیں۔ صرف عنایت کی گنجائش تو آپ جب پائیں کہ
وہ خط اور پارسل پہنچ جائیگے ابھی تو آپ سے مجھ کو آنکھ نہ پہنچنے کا سوال نہ کر سکتے کہ جب تک آپ مجھ کو خط
نہ لکھیں نہ پہنچیں کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے بہر حال نیازنا حمید بن پھر اس کے دوسرے درجہ میں

جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شاکبک بنے۔ آپ کے عنایت نامہ میں کوئی امر ایسا تھا کہ جس کا جواب لکھا
جاسی یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہار کی رونگی کا خط آئیگا۔ لوہار کو بھیج دیا جائیگا۔ چاہے
نشئی نواب صاحب اور خباب نشئی انہما حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو ان دو صاحب کیخبر
میں سلام نیاز پہنچانے میں نہ توقف ہو۔ تم سلامت رہو قیامت تک +

ایضاً مولانا بندگی آج صبح کیوت شوق دیدار میں بے اختیار نہ ریلن ڈاک۔ تو سن بہت پرسوا چل دیا
ہوں۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤ لنگا لنگا مگر نہیں جانتا کہاں پہنچو لنگا اور کہ پہنچو لنگا اتنا پیچہ توں کہ
جستہ تم جو اب دگے میں جانو لنگا کہ کہاں پہنچا اور کہ پہنچا آپ کا پہلا خط راہ پور سے لی آیا میں اس میں تھا
بھڑکی سی رہو پہنچا میں ہاں بھی تھا خط ملی روا نہ ہوا آپ کئی دن ہو کر میں ڈاک سے آیا اس حال
میں کہ میں بیمار تھا۔ مہذا جاڑ کی شدت مہاوٹ کا مینہ۔ دھوپ کا پتہ نہیں پر دھوپ ہے ہوشیاری کی
آج میری عظم کی صورت نظر آئی۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں خط لکھ رہا ہوں حیران ہوں کہ کیا لکھوں اس خط
مضامین اندوہ فزانی دیکھو منحل کر دیا جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تھارے ناموں میں لگاؤ لکے اور
مختارے معاملات مہر و لاجیسے کہ مختاری تحریر سی ایسا لوم ہو میری دل نشین تھے ایسے محب کا فرق درخت
دوام کیونکر جا لگا انہو۔ حق تعالیٰ انکو بخشے اور لکھو صبر و حضرت میں بھی ایک چراغ سحری ہوں جس سے
حال کی آٹھویں تاریخ سے کہتر و اس سال شروع ہو گیا طاقت سلب اس فقوہ۔ امراض ستولی بقول نظامی
یکے مردہ ضخیم بکری رواں + آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر خاص شائکی مہینا بھری حجامت نہیں
خط لپٹ کر ڈاک میں بھجتا ہوں۔ اور خط بوتا ہوں۔ + +

ایضاً قبلہ پیری و صد عیب۔ ساتویں ہاکے کہ مینے گن رہا ہوں۔ قلع آگے ووری تھا اب
ہو گیا۔ مہینا بھر میں پانچ سات بار فضول مجتہدہ منع ہو جاتے ہیں اور یہی منشا ہے آخر غذا کم ہوتے
ہوتے اگر معدوم نہ کہو تو غیر منہ مغفور کہو۔ پھر گرمی لے مار ڈالا۔ ایک حرارت غریبہ میں پانا ہو

جسکی شدت سے پہنچا جاتا ہوں۔ اگرچہ جرمہ جرمہ پتیا ہوں مگر صبح سے سو وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جا رہا ہوں میرا کپڑا تیرے کو بھٹکتے ہوئے بوستان خیال کا اردو میں ترجمہ کیا ہو میں اسکا دیا جہ لکھا ہو ایک دھڑکا اسکا بصورت پارسل بلکہ ہیئت خط بھیجتا ہوں آپکا مقصد و بیجا جہ ہر منقل کر لیجئے۔ میرا اللہ عاقل و تدبیر
کے ارسل کرے کہ اگر کوئی پسند آئے یا اور شناخت فرم کرنا چاہیں تو جہ و بیہ قیمت و محصول فتمہ خریدار ہو
ایضاً بڑے لکھنا ترساعض کی تہہ کہ سو غازی آیا کا اٹھا ہوا کیا دیکھ کر شہنشاہ ناگہانی نازل ہوا ہوں

یاد کہ کتنم ہزار نفریں بر خویش | انا بہ زبان جسادہ راہ وطن

خواجہ حبیب کی حالت کا اندوہ بقدر قربت اچھا اور باندازہ ہر وجہت محکم۔ وہ مغرور میرا قدر دان اور
مہربان تھا حق تعالیٰ اسکو علی علیین میں سبیل و ام قیام دے۔ رہو ہی میں تھا کہ او دھابا میں حضرت
کی غزل نظر فرور ہوئی کیا کہنا ہو ابداع اسکو کہتے ہیں۔ حیرت طراز اسکا نام ہے جو دھنگ نہ تو ایسا
ایسا کہ خیال میں گزرتا تھا وہ تم بڑی کاروائے خدا تمکو سلامت کئے اور میرے اور کھنٹی برمان قانع
چھگڑا میں بخلاف اور فارسی انوکھے توفیق انشاء عطا کر دیا خط کا جواب جلد ہی پھر تیرے سلسل ہو جا
ایضاً قبلہ لکھا تھا پہلا آیا اور میں اسکا جواب لکھنا بھول گیا۔ کل دوسرا خط آیا مگر شام کو سو پڑ گیا
آجی کے حوالہ کیا آج جو مہم جگہ دیا میں جواب لکھ رہا ہوں بجا ختام تم پر معذرت کہ دیکھنا میں بھول گیا
والی رہو کہ خدا سلامت تھی۔ اپریل مئی آج توں میںوں کا رو پیہ میں و تہہ قدیم آیا جو نہ آئندہ
کارو پیہ خدا چاہے تو آجائی آج جمعہ رات جو لائی ہو محمول کیہ دوسویں بار میں کو شمس کا خط مع ہمدردی
کرتا ہوں۔ میں نے قصیدہ تہنیت جلد میں بھیجا اسکا جواب کیا اب میں نظم و شعر کا مسودہ نہیں لکھتا۔ دل اس
من سے تھوڑے دوا کی دمتوں کہ پاس کی نقاس ہے انکہ بہت کہ لکھ بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا۔ کل اگر کل
آگیا پرسوں بھیج دینا۔ بھائی امین الدین خاں صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے علاوہ
خان اسکی نقل لکھ بھیج دی۔ میں دیوان پر نہیں چڑھتا مسودہ بھیجتا ہوں تقدیم تاخیر میں اسکی منتظر

لحوظ رہی۔ گرمی کی شدت سے جس بچہ نہیں مہند امراضِ جہانی و آلامِ روحانی۔ *

ایضاً درنائیدی سے امید است * پایانِ شبِ سیہ سپید است +
 قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کی واسطے اپنی روداد لکھتا ہوں تو طبعِ شائع میں لارڈ صاحبِ جا
 نے میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحبِ کشتِ بہادر دہلی کو ساتھ لگئے۔ میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں
 جب کہ میرٹھ سے دلی میں آیا۔ موافق اپنے دستور کے روزِ روزہ لشکرِ مخیم میں گیا۔ میرٹھ صاحب سے
 ملا انکے خیمہ میں سو اپنے نام کا ٹکٹ صاحبِ سکرٹری بہادر کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم غدر کے ذوق نہیں
 بادشاہی باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔ میں گدا مبرم اس حکم
 ممنوع نہ ہوا جب لاٹ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسبِ معمولِ قدیم بھیجا۔ مع اس حکم کو واپس
 کہ آپ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کر دے۔ میں ایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکمِ شہر ملنا ترک کیا۔ واقع
 او آخر ماہِ گزشتہ یعنی فروری ۱۸۸۷ء میں نواب لفٹننٹ گورنرِ پنجاب دلی آئے اہالی شہر صاحبِ لاٹ صاحب
 و صاحبِ کشتِ بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے۔ میں تو بیگانہ محض اور مطرود و محکوم تھا جگہ
 نہ ملا۔ کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا ہر ایک کا مکار ہوا۔ شبِ ۸ فروری کو آزادانہ نشی من بھول سنگھ صاحب
 خیمہ میں چلا گیا اپنے نام کا ٹکٹ صاحبِ سکرٹری بہادر کے پاس بھیجا۔ بلا گیا مہربان پانڈا صاحب
 کی ملازمت کی ہمدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ دو حکامِ جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو میرے
 میں بھی نقیض جملہ معتمد حضرت میرٹھ لفٹننٹ گورنر سے سابقہ تعارف تھا وہ بطریقِ حسنِ طلب میر
 خواہاں ہوئے تو میں گیا جب حکامِ مجبور ہمدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میرٹھ
 کی حسنِ طلب بایامی حکام ہوگی وَلَئِنْ خَسِرَ الْطَّافُ خَسِرَ بَلْقِیَرُ روداد یہ ہے کہ دو شبِ ۱۰ و ۱۱ مارچ کو
 سوا و شہرِ مخیم خیاں گزرتی ہوا۔ آخر روز میں اپنے شیفتِ قدیم خانبے لونی ظہار حسین خان بہادر کے ہاں گیا
 اتنا ہی گنگا میں فرمایا کہ تمہارا دربارِ خلعت پتور بجالا برقرار ہے متغیرانہ میں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر

حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمھارے علاقہ کے سبکدہندگان پر بی دھاری کھجور باجلا
کو نسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خاں کا دربار اور خلع بدستور بحال برقرار رہے میں نے پوچھ کر
حضرت یہ کس صل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہکو کچھ معلوم نہیں بس بتا جانتے ہیں کہ یہ حکم دین میں
لکھو اگر ۱۲ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ

کار ساز مابعد کار بنا	منکر مادی کار ما آزار ما
-----------------------	--------------------------

سہ شنبہ ۲۲ مہراج کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے منجھو بلایا خلعت عطا کی یہ
ادھر فرمایا کہ لاٹھ صاحب اور کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے۔ انبالہ جاؤ گے تو
دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا لاٹھ صاحب اور
حکم سن لیا۔ نہال ہو گیا اب انبالہ کہاں جاؤں حیات رہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہا تھا

کار دینا کے متام نہ کردہ ہر چہ گسریہ مختصر گسریہ

ایضا حضور خدا کا شکر پھر آپ کے شکریہ بجالاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا میری پریشانی
نشر کار کھتی جواب گفتم کی خونہ فشانہ دیکھو۔ گورنر عظم نے میرے میں دربار کا حکم دیا۔ صاحب
بہادر دہلی نے سات جاگیر داروں میں سے جو تیس بقیہ بیعت تھے انکو حکم دیا اور وزیر اعظم
سوائے میرے کوئی نہ تھا یا چند جہاں منجھو حکم نہ پہنچا جب میں نے اسد علی کی تو جواب ملا کہ نہیں
ہو سکتا جب سمر میں مخیم خیاں گورنری ہوئی میں اپنی عادت قدیم کیلونی فحیمہ گاہ میں پہنچا بولوی
انہا حسین خاں صاحب اور سے ملا چیف سکریٹری بہادر کو اطلاع کی جواب ملا کہ فرصت نہیں میں سمجھا کہ
اس وقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ آیام غدر میں نہ باغیوں
اخلاص کہتے تھے اب تو نمٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو اس دن چلا آیا دوسرے دن میں نے انگریز
انکے نام لکھ کر انکو بھیجا مضمون کیا باغیوں سے میرا اخلاص منطہ محض ہے ایڈیٹریوں کہ اسکی

تاکہ میر صفائی اور بیگناہی ثابت ہو یہاں مقامات پر جواب تھا۔ ابابہ گزشتہ یعنی فردری میں
 پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لاٹ صاحب دُور فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات کرینگے پس مقدمہ ہوا
 دوبارہ دخلت موقوف پیش مسدود۔ وجہ نامعلوم لاموجود الا اللہ ولائو شر فی الوجود الا اللہ۔
 ۵۵۵ء میں نقابٹوسف علیخان بہادر والی امپو کہ میر خاں شہزادہ قدیم ہیں اس سال ۵۵۵ء میں
 شاگرد ہوئے۔ ناظم انکو مخلص دیا گیا۔ میر کچھیں غریب اردو کی پہچنتے۔ میں صلاح دیکر بھیج دیتا۔ گاہ
 کچھ روپیہ ادھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری۔ انگریزی پیشن کھلا ہوا۔ انکے عطایا فتوح
 گنتے جاتے تھے جب دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا انداز انکے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ
 ہمیشہ میر سے مقدم کے خواہاں رہتے تھے میں غدر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب
 پایا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تو میں آخر جنوری میں امپو گیا چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر واپس آیا۔ یہاں
 آپ کا خط محترہ ۸ پانچ پایا۔ جواب بھیجا جاتا ہے۔ - -

ایضاً قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان ریزوں میں بقول ہندی خورشاسوں کے کونسی کھوٹی گرہ
 آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و دھمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب سے میری ایک ملاقات ہوئی تھی جب
 دلی آئے تھے وہ میر خیراتی کے گھر میں اترے ہوئے تھے شرفا میں تعارف بنا کر محبت اور مودت ہو چکا
 انکے معانقہ اور کلام و مشاعرہ واقع ہو ہو رہے ملاقات سے اسدن تک حضرت دکن کو روانہ ہوں
 کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا۔ اور میر اس قول کی اس بات سے کہ مولوی صاحب
 ایک ہمیشہ ہم تھے اور مجھ میں آپ میں پونہ دلائے روحانی تحقیق ہے آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں
 اگر خدا خواستہ مجھ میں ان میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح میں لائیں کی طرف متوجہ ہوتے
 اب سنیئے حال منشی جلیل کائیں نے انکو دیکھا ہو تو انکھیں چھوڑیں تیں چار برس ہو کر ناگاہ ایک خط
 جید آیا جو آیام میں دو غریب خط کا مضمون کہ میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں۔ آپ کا تلمذ خیرا

کرتا ہوں۔ ان نون غزلوں کو اصلاح دیجئے۔ اس امر کی نقطہ بادی نہیں۔ بیلی اور لکھنؤ اور بمبئی اور
 اور کلکتہ سے اکثر حضرات نظم و شرفارسی اور ہندی لکھتے رہتے ہیں۔ میں غصہ مت بجالاتا ہوں اور وہ صاحب
 میر کا اصلاح کو مانتے ہیں۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایا و در سنگاہ قبح
 میں معلوم ہو جاتا ہے عادات و عذایات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں آدم بر سر عطا
 منشی حیاتیہ کے کا کہ ہمارے رہی اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک نزل
 آنجی آئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام نام شہید اکبر آبادی کی غزل پر بھی غزل لکھ کر بھیجتا ہوں۔
 میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آبادی کے نہیں لکھنؤ اور آٹھ آباد کے ہیں
 اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی اس میں تو میں نے کے معنی مستنبط ہوں تو میں نے خاصا نہیں ہے
 آج میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا +۔

ایضاً قلمیہ میرا ایک شعر ہے خود پیش خود کفیل گرفتاری من است + ہر دم بہ پریش دل با یوس میر سدا
 یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے۔ خارج سے سموع ہوا کہ میں نے جو غلط برہان قاطع کے نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ
 قاطع برہان لکھا ہے اور ایک مجلد اسکا آپ کو بھی بھیج دیا ہے آپ سکی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں
 اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی میں
 ان کا نظیر نہیں ہے جو ایک شخص چھوٹا الحال نے اہل دہلی میں سے میری کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے جو
 سبھی بہ محرق قاطع برہان نے ہوسنے اسکی تو میں اور سودہ کی تفسیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے
 اور ایک طالب علم سبھی یہ عبدالکریم نے سعاد علی شرف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر
 بجزاوی علمائے شہر مت کیا ہے۔ ایک میرے دوست نے بضرورت زرا اسکو چھپوایا ہے ایک نسخہ سکاچ
 اسی خط کے ساتھ سبیل پارسا ارسال کیا ہے اس شہر میں ایک میلہ ہوتا ہے پھول والوں کا میلہ کہلاتا ہے
 مجاہدوں کے سپینے میں ہوا کرتا ہے آٹھ شہر سے لیکر اہل شہر قطب جاتے ہیں۔ دو تین ہفتہ تک

وہیں رہتے ہیں مسلمانوں پروردگاروں فرستے کی شہر میں کائناتیں بند پڑی رہتی ہیں بھائی صیادانہ دنیا
اور شہا الہیہین خاں اور میری دونوں لڑکے قسب گئے ہوئے ہیں اب یونخانہ میں ایک میں ہوں
اور ایک دارد خدا اور ایک بیمار خدا منگا رہا بھائی صاحب ہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو
خط لکھیں گے۔ برے پہاڑ سے اترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ سے
ایضاً قبلہ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام مرح کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل و عاری
مگر یہاں کشف یقینی ہے اور چند دم کی روشندی اور دیرینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۲۰ جنوری کو
کئے انکے جواب نمبر ۲۰ جنوری کو لکھ کر بھیج دیے کیوں کہ ہوں شفیق ہو۔ اگرچہ جوان ہو مگر میرے
پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ ۲۰ جنوری کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھیجا اور اس کو ڈاک کا ہر کار
پہنچن چڑھے تھا اخط لایا سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب ڈنشن
صاحبہا در کچھ جیف سکریٹ گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں تیج و تاب باقی رہا۔ کیا کے
باب میں جو کچھ لکھا ہے وہی کہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اسکو مفید مطلب فرض کروں
لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ شیکاہ گورنمنٹ میں تو سب جیف سکریٹ
بہادر سابق اور فنٹ گورنر بہادر حال درجہ پیش کیے ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری
واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجھے حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوائی جاوے
اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی ظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے نہ سلطانی کے ارسال و عدم
ارسال میں کیا دارد مدار ہے۔ دو نسخے جو ان دنوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے ہیں سو ایک صد بڑو کو
حاکم اور فنٹ گورنر ہوئے رد و قبول۔ نفرین آفرین کچھ بھی نہیں تیا سا جو چاہوں سو کروں
یقین کچھ بھی نہیں ۱۷ ستمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر عظم کا دلالت کی ڈاک میں بھجوا دیا ہے
کہ اس قصیدہ کے صلاہ اور جائز کیواسطہ کہ جو توسط لارڈ انبیر سائل نے بھجوا دیا ہے خطاب اور

اور خلعت اور پیش کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہو گا سائل کو تو سب گورنمنٹ اسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ یہ حکم مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۷ء آخر جنوری ۱۹۳۸ء میں لے پایا۔ فروری ۱۹۳۸ء اپریل خوشی اور توقع میں گزرے۔ مئی ۱۹۳۸ء میں فلک نے یہ فتنہ اٹھایا۔ ابل کس کتاب اور دوسرے قصیدہ کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل محکمہ ولایت کو یاد دہی کرتا ہے اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے۔ جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسل کا بھی یقین نہیں۔ تحسین اور آفرین۔ سے گزرا۔ نذر کے ولایت جانیکا یقین کو نذر حاصل ہو جہاں یہ تفرقہ اور بے اتفاقی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو جی میں آتا ہے کہ نواب نے جنرل بہادر اور نواب لغٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر پورہ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھتوں پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھتوں اور دو صورتوں میں کیا لکھتوں۔ سب لکھ بھیجا ہوا خط اور کج کا خط یقین ہے کہ وہ نذر کا ایک وقت میں تحسین تو بولتا نہیں سکا جواب لکھی اور بیت شاک ہے ایضاً میں سادہ دل آزدگی یا سرخوشیوں پر یعنی بے شوق مکر نہ ہوا تھا پھر مرشد خان نہیں ہوا کرتے پوٹیا بچے باور نہ آیا۔ یہاں تک میں ہو رہا نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب ہے محل استعجاب ہے کہ آپکا دوست کہتا ہے کہ میری نواب لغٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ قاطع برمان کا جواب لکھ رہے ہیں اولیا کا یہ حال ہے۔ داسے بر حال ہم اشق کے یہ حکایت شکایت نہیں۔ میں نے یاد دہی کے لباس میں فطری کہ ما ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ تیار دو کیا دیندہ میں کی عمری بے بالہ کہتا ہوں۔ ستر ہزار آدمی ان سے گھر سے ہو کر نذر دھڑ میں ہے۔ عوام کا شمار نہیں۔ دو مخلص باقی ہوا دیکھ ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ وہ سرانشی غلام غوث تھوڑا لڑکا تھا۔ لیکن وہ مرحوم خیر بدورت نہیں لگتا تھا اور غلام صاحب کا خاص سیر کا تھا۔ اللہ اللہ۔ دوسرا دوست خیر خواہ خلق حسن جمال چشم بد دور کمال بہرہ وفا صدق صفا نور علی نور میں آتی نہیں۔ آدم سب

نگہ نقب ہمیز در نہاں خائے دل | ثروہ باد اہل نظر را کہ ز میدان فرستم

غایت ہر محبت جسکے لکے کا ٹکڑا مالک سمجھا ہوں وہ نسبت اپنی اس قدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے وہ میری
اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا ایک کو تو میں رو لیا۔ اب اللہ آمین کا الیہ دست رہ گیا۔ دُعایا
ماگتا ہوں کہ خدایا اسکا دلغ نہ مجھے دکھائیو۔ اسکے سامنے مردوں۔ میں سمجھا عاشق صادق ہوں
بھائی ابھی قطب سے نہیں آئے۔ دافع ہدیان کے دو بجلد اور بھیجدوں گا۔

بنام نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب ہاں در

جناب قبلہ و کعبہ آپکو دیوان کے دیو میں تامل کیوں ہے؟ روز آپ کے مطالعہ میں نہیں رہتا بغیر
دیکھے آپکو کھانا نہ مضحکہ ہوتا ہو یہ بھی نہیں پھر آپ کیوں نہیں جیتے۔ ایک جلد ہزار جلد بخاری میرا کلام
شہرت پائے۔ میرا دل خوش ہو۔ بخاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھیں تمہارے بھائی کی تعریف
کی شرب کی نظر سے گرمے۔ اتنی فوائد کیا تھوڑے ہیں۔ رہا کتاب کے تلف ہو نیک اندیشہ خفیانہ
ہے کتاب کیوں تلف ہوگی۔ اچانا اگر ایسا ہوا اور ولی لکھنؤ کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو میں
فوراً بسیل ڈاک راہ پر جاؤنگا اور نواب فخر الدین خاں مرحوم کا تھکا کا کھتا ہوا دیوان کو لاؤں گا
اگر کتب تیری تو کہاجے ہاں ہو لیکر بھیج دو۔ وہ نہ کہیں گے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے۔ ہاں کچھ تو کہ نواب ضیاء الدین
خاں صاحب ہیں تیرے تو میں اتنی دوسرے کیوں دوں اگر تم کہتے ہو کہ تفضل سے لیکر بھیج دو اگر
نہیں تو کیا کروں۔ اگر دیں تو میرے کس کلام کا پہلے تو نا تمام پھر ناقص بعض بعض قصائد آئیں سو اور کچھ
نام کر دیئے گئے ہیں درہیں اسی صوح سابق کے نام پر ہیں شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف نے
لیگیا ہو میں یہ نو قبا حقیق موجود۔ تیسری یہ ستر غلط ہر مصرعہ غلط یہ کام تمہاری مد
سے بغیر انجام پائیگا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں ہاں حتمال ہے کہ آرزوی دوستو و ہم مصروفین میں
تلافی کا فیصل جیسا کہ اوپر لکھا آیا ہوں۔ بہر حال رخصی ہو جاؤ اور کچھ تو میں طالب کو اطلاع دوں

ہم یہ کہتا رہا تھا کہ اس کے لئے کہ وہ تمہاری ہمتی اور پیار سے کہتے ہو کہ نہیں جیتے

اور طلب انکی جب دوبارہ ہو تو کتاب بھیج دوں۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب۔

ابن امیر شہاب الدین احمد خان صاحب

بھائی مختار خط حکیم محمد خان صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی
انصاف کرو کتاب کے ٹی سی ہوا سکا پتہ کیونکر لگے۔ لوٹ کا مال چوری کتے کتے کتروں میں
رک گیا اور اگر سڑک پر پکا تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور چپ ہو رہو۔

بر دل نفس اندوہ گیتی بسر آید | گیرید کہ گیتی ہم کیہ بسر آید

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو اگر جیتے رہی اور بلنا
نصیب ہو تو کہا جائیگا ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا لکھتے ہوئے ڈرنا ہوں اور وہ بھی کوئی خوبی
کی بات ہے جو لکھوں اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کی طرف سے دعا کہہ دینا
اور تم کو بھی تمہاری استثنائی دعا کہتی ہیں زیادہ زیادہ از غالب۔ دو شنبہ ۸ فروری ۱۳۸۷
ایضاً بھائی شہاب الدین خاں واسطی خدا کے تمنی اور حکیم غلام نجف خاں نے میری دیوان
کا کیا حال کر دیا ہویہ اشعار جو تم نے بھیجی ہیں خدا جائے کس لدا زمانے داخل کر دیئے ہیں دیوان
چھاپے کا ہر تن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیہ پر ہوں تو میرے نہیں ہیں انصر
اگر یہ شعر تن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی طبعوں زن جالب نے اصل کلام کو چھیل کر یہ
خرافات لکھ دیئے ہیں خلاصہ یہ کہ جس مفہم کے یہ شعر ہیں اُسکے باپ پر اور دادا پر اور دادا پر لعنت
اور وہ ہنقا و پشت پر ولد الاحرام اسکے ہوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے میاں غلام نجف۔ دوسرے
تم میرے کہنختی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمہارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطور کے لکھنے کو مختار
خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجھ کو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا انصاف و قدر کے امور میں ممانعت کی گنجائش
نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانیکی اجازت ہو جائے تاکہ سب یکجا ہم آرام سے رہو اپنے کام کے

کہ یہ خرافات من میں نکلتے۔ اگر لکھتے ہوں تو وہ ورق نکلاؤ! والہا اور ورق لے کے بڑے کھوار لگا دینا
 مناسب یوں ہو کہ تم کسی آدمی کے ساتھ وہ دیوان جو تمہارے کاتب نے نقل کیا ہے میرے پاس
 بھیج دو تاکہ میں اس کو ایک نظر کروں۔ دیکھ کر پھر تم کو بھیج دوں۔ زیادہ زیادہ آج میرے پاس کتب خانہ ہے وہ تم کو بھیج دوں گا۔
 ایضاً بھائی تمہارا خط پہنچا۔ کوئی مطالبہ طلب نہیں تھا کہ میں اس کا جواب لکھتا ہوں سو چاکہ مبادام
 آزدہ ہو اور اس طرح یہ قلم لکھتا ہوں۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اجماع خط نہیں لکھوں اس کے آغاز میں
 یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمہارے اہل علم مع انجیر بنی جاگیر کو روانہ ہو گئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک جو خط لکھو
 لکھوں اس کا مضمون بھی ہو گا خاطر جمع رکھنا اور اگر میرے خط و چارون نہ پہنچے تو مجھ کو اسی مضمون کے منظر کا
 سمجھنا اور گلہ کرنا اور ہاں جس تا تم جو خط لکھتے ہو تو اس میں اندر سے کچھ ذکر نہیں لکھتے لازم ہے کہ
 اس کی خبر و عافیت اور اس کے بہن کی خبر و عافیت لکھتے رہا کرو۔ یہاں تمہاری پھوپھی بھی اور
 ہمارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں والد دعا از غالب یکشنبہ ۱۱۔ اپریل ۱۸۷۱ عیسوی
 ایضاً میاں مرزا شہاب الدین خان۔ اچھی طرح ہو۔ غازی آباد کا حال ششاد علی سہیل
 ہفتے کو دن دو تین گھڑی ن چڑھی جب تک خست کر کے اہی ہوا قصیدہ تھا کہ لکھنؤ سے ہوں ہاں
 کی گنجائش نہ پائی۔ پاپور کو روانہ ہوا۔ دونوں زخروں اور گھڑوں پر سوار پہلے پہلے چلے چلے چار گھڑی دھڑکے
 میں پاپور کی سرک میں پہنچا۔ دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑے نکو ٹہلتے ہوئے پایا۔ گھڑی
 پھر دن ہو تو غافلہ آیا۔ میں نے چھٹانک بھر گئی دارغ گیا۔ دو شامی کباب میں ڈال دیئے رات ہو گئی
 خفی شراب پی لی۔ کباب کھائیے۔ لڑکوں نے امیر کی کچھری پکوائی خوب کھی ڈال کر آپ بھی کھائی
 اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی۔ دن کی سڑے سادہ سالن پکوائی ترکاری نہ ڈالوائی بارے آج تک وہ
 بھائی نہیں سوخت ہو آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہیں۔

اتنی بات نہ کہ جسین علی منزل پر اتر کر پاٹھ اور مٹھائی کے کھلونے خریدلاتا ہو وونوں بھائی لکڑی
 کھا لیتے ہیں آج میں نے تمھارے والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بچے پانچ کے عمل میں ماپور سے
 چل دیا۔ سوچ نکلے بابو گڈہ کی سرے پر آ پہنچا۔ چار پائی بچھائی۔ اسپر بچھونا۔ کچھا کر حقہ پی لیا
 ہوں اور یہ خط لکھ رہا ہوں۔ وونوں لکھوڑے کو تل گئے وونوں لڑکے کے رتھ میں سوار آتے
 ہیں۔ اب وہ آئے اور کھانا کھا لیا اور چلے۔ تم اپنی استانی کے پاس جا کر بھر رقعہ
 سر سر پڑھ کر سنا دینا شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کرو دینا۔ ۴۔
 ایضاً میاں وہ قاضی تو سحرہ چوتیا ہے۔ ان کا خط دیکھ لیا خیر ماں علاؤ الدین خاں کا خط
 گھنٹہ بھر بھانڈ کر طائفہ کا تماشہ ہوا اب تم کہو استاد میر جان کو کیونکر بھیج گئے ان کو کہاں پاؤ گے
 اور علاؤ الدین خاں نے حسب کم تمھارے چچا کے لکھا ہو۔ لوہارو کی سواریاں آئی ہوئی شاید کل یا پر سوار
 جائیں اسکی فکر آج کرو۔ امین الدین خاں بجا رہا کیلا گھبرتا ہوگا۔ چکیدن دہیم۔ رمیدن دہیم
 یہ غزل علاؤ الدین کو بھیج چکا ہوں۔ تم علاؤ الدین خاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ
 ہر دم زردگی غیر سبب چہ علاج۔ اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو۔ واہ واہ غیر سبب
 کہاں کی بولی ہے۔ اور خواندن قرآن تو قاری چہ فائدہ۔ عیاذ الہند میر خسرو قرآن کو
 کہ لبکون ربائے قرشت والے ممدودہ ہے۔ قرآن بروزن پر آن لکھینگے۔ یہ وونوں خلیس
 دو گدھوں کی ہیں۔ شاید اکیسے مقطع میں حافظ اور اکیسے مقطع میں خسرو لکھیدا ہو۔ غالب
 ایضاً نور چشم شہاب الدین خاں کو دوا کے بعد معلوم ہوئے دفعہ لیکر پہنچتے ہیں ان کا نام
 حسین علی ہو اور سیکید ہیں۔ دوا سازی میں لگانا۔ رکاب داری میں کیسا۔ جہان محمد ان کا پاپ
 ملازم سرکار شاہی تھا۔ اب لکھا چچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا الوڑیں نوکر ہو۔ بہ جانی
 ان سے کہہ گیا کہ پانچ روپیہ مہینہ لے لیا۔ اور لوہارو جانا ہوگا۔ انکار کیا کہ پانچ روپیہ میں نہیں کیا

کھاؤ لگا۔ یہاں سن و فرزند کو کیا بھجواؤں گا جواب یا گیا کہ سرکار طبری ہو اگر کام تمہارا پسند آئیگا
تو اضافہ ہو جاؤ لگا۔ آپ کہتا ہے کہ خیر تھق پر قلیل شاہرہ قبول کرتا ہوں مگر دونوں وقت روٹی
سرکار سے پاؤں بغیر اسکے کسی طرح نہیں جاسکتا۔ سنو میاں حق بجانب اس غریب کے ہو روٹی
بغیر بات نہیں بنتی یقین ہے کہ تم رپوٹ کرو گے تو اس کی منظوری کا حکم آجائے یہ قصہ فیصلہ
اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہہ مجھے پیشگی دینا کہ کچھ کپڑا لانا بناؤں اور کچھ گھر میں دیکھاؤں راہ میں روٹی
اور سواری سرکار سے پاؤں تو یہاں بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہوں مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔
اپنی رائے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ خیر تم بھی میرا رقعہ اپنی نام کا علانی مولائی کو بھیج دو غائب
ایضاً تمہاری بھائی کا خط تمہاری باپن پہنچا ہوں۔ کلیات اورو جو تہی خریدے ہیں ان کی قیمت
چاہو بیٹے چچا کی نذر کرو چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ میں نے اس وقت انکو نام کا خط لکھا اور انکو روانہ کیا ہے۔
بعد ارسال خط مولوی سید الدین خاں صاحب میری ہاں لکھے اثنیٰ حرف و حکایت میں نے شاہین کی
حقیقت پوچھی جواب یا کہ ہاں عربی میں کیا باجو کا نام شاہین ہے۔ صورت لکھی پوچھی گئی کہا مجھے
معلوم نہیں صاحب میں نے دیکھا ہے فقط تم مولانا علانی کو خط لکھو یہ تھہ ملفوف کر دو۔ غائب راہی

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجائے	ثاقب حرکت یہ کی ہو بھیجائے
حاجی کلو کو دیکھے بوجہ جواب	غالب کا لپکا دیا کلیجائے
ایضاً ایرونی نویدہ شہاب الدین خاں	کٹنا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضان
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک	سننے ہو تراویح میں کتنا فتراں
بنام نواب انوار الدولہ سعد الدین خاں صاحب شفق	
ہرگز نہیں و آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق	ثبت است بحر سیدہ عالم دوام ما
خداوند نعمت آج دو شینہ ۱۶ رمضان کی اورہ ام فروری کی ہو اسوقت کہ بارہ پر تین بچہ ہیں	

۱۶ رمضان ۱۲۸۰ھ - ۱۶ فروری ۱۸۶۳ء

عطوفت نامہ پہنچا۔ ادھر پہنچا۔ ادھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ آیا خط کو معنون کر رکھتا ہوں
 کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ حال گزشتہ مجھے بہت سخت گزرا۔ ۱۲-۱۳ مہینے
 صابن فراش ہاؤس ٹھکانا بیٹھنا دشوار تھا۔ چلتا پھرتا کیسا۔ نہ تپ نہ کھانسی نہ اسہال نہ فالج
 نہ نقوہ۔ ان سب سے بڑا ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر کہ سرسویاؤں تک
 بارہ پھوٹے ہر پھوٹے پر ایک زخم۔ ایک غار ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ بھائے۔ اور باؤ بھر مرہم دیکار
 نو دس مہینے خور و خواب نہ ہوں اور شب روز بیتاب۔ راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آگ لگ
 گئی دو گھنٹی غافل ہا ہونگا کہ آگ ہے پھر میں ٹپس اٹھی۔ جاگ اٹھا۔ تڑپا گیا پھر سو گیا۔ پھر سوتا رہا
 سال بھر میں تین چھ دن یوں گزری پھر خفیف ہونے لگی۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا
 نئے سرے روح غالب میں آئی جل نے سری سخت جانی کی قسم کھائی اب اگرچہ تندرست ہوں لیکن
 ناتوان ہست ہوں۔ جو اس کچھ بیٹھا حافظہ کو بیٹھا اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی
 دیر میں ایک قلم دیوار اٹھے۔ آپ کی پرستش کے کیوں قربان جاؤں کہ جب تک میرا مزاج نہ سنا مجھے خبر نہ لی
 میرے مرگ کے خبر کی تقریر اور شک میری یہ تحریر ادھی سچ اور ادھی جھوٹ در صورت مرگ نیم مردہ اور
 در حالت حیات نیم زندہ ہوں۔ دیکھا کش ضعیف نگہ روان از تن۔ انیکہ من ہی میرم ہم
 ز ناتوان نہاست۔ اگر ان سطور کی نقل میری خدم مولوی غلام غوث خالص بہادر میرٹھی لفظ ط
 گورزی عربیہ شمال کے پاس مجھ پر بھیجے گا تو ان کو خوش اور محکومنون کیجیے گا۔ ب۔ غائب
 ایضاً پیر و مرشد مہنور کا توفیق حاصل اور آپکا نواز شامہ یہ دونوں حرز بازو ایک دن اور
 پہنچے۔ توفیق کا جواب و چار دینس لکھوں گا۔ ناسازی مزاج مبارک موجب شیش ملال ہوئی۔ اگرچہ
 حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہو لیکن تسکین خاطر منحصر نہیں ہو کر آپ
 بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمائے کہ اپنے مزاج کا حال پھر کہیں مٹے کی ہندوئی پہنچی۔ سکا بھی

سابق کی ہندوئی ساہی یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ بھی ہو گا پبی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دیں
 اگر سرکارے کار پرواز وہاں کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے۔ صہبائی کو تذکرہ
 کی ایک جلد میر ملک میں میری یاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بسیل امغاں آپکو بھیجا ہوں قبول ہو
 ایسے حضرت سے باتیں کر چکا۔ خط کو منتر کہہ کر کہا کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں ڈاوی بارہ پر دو بجے
 سن کج پارسل بطریق بزرگہ وانہ کرونگا۔ پیشگاہ قارت میں میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اسکے
 پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر محمد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب بشی نادر حسین صاحب کو سلام
 ایضاً پروم شد۔ اگر میں آئید گاہ کاف عربی ازراہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب قیصل
 کی سیدے درخت کی پوزش از من مجھے ۛ بود بندہ خستہ گستاخ گوے ۛ اور یہ جواب
 فرماتے ہیں کہ ان مواقع کے سبب سے میں قیصل کی تحسین نہیں لکھ سکا بندہ بے اوی نہیں تحسین طلب نہیں
 ایسے مجمع میں مختور ہوں کہ سواۓ احترام الدولہ کے کوئی سخن دان نہیں۔ میں جو اپنا کلام آپ کے پاس
 بھیجا ہوں گویا آپ اپنے اوپر احسان کرتا ہوں ۛ وای برجان سخن گریہ سخن دان ترسد ہندوستان
 کہ میرا حال اور یہ۔ لیل و نہار کبھی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اسن مجھ ہوئے دل و اس
 ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں نوا بضا حبیب دل میں طاقت قلم میر
 زور سخن گستری کا ایک ملک باقی ہونے نائل وریفہ جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں نہ فکر کی صعوبت
 کیا تحمل نہیں ہو سکتا القبول مرزا عبد القادر بیدل ۛ

ضعف یکسر سراغ میخواید

جہد نادر تو انانی است

مہر کا حال معلوم ہوا۔ پہلے آپ لکھنے بھیجے کہ کیا کھودا جائے گا۔ جہدی حسن خاں۔ جہدی حسن
 خاں بہادر لکھ رہا ہوں۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھودیا
 یاد پڑتا ہے کہ نگینہ وہاں سے پہنچنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب میں مکرر خواہا

ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجے گا۔ یا یہاں خرید جائے گا اور قش و نگین
کیا ہوگا تاکہ شہسار حروف کا محکو معلوم ہے اب جب آپ محکو لکھیں گے تب میں اسکا
جواب لکھوں گا۔ حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپ نے
محکو سلام لکھا ہے سو میں بھی اُن کی خدمت میں بندگی۔ اور خیاب نادر حین نصاحب
کی خیاب میں سلام عرض کرتا ہوں۔ زیادہ حد آؤ تب ۔

ایضاً قبلہ حاجات مقصودہ دوبارہ پہنچنا۔ چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ تھی ناچار اسکو
اُور دودھ پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور منسلک دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص تمام ظہار
خوشنودی طبع اقدس ہو گئے۔ احترام الدولہ بہادر میرے ہزبان اور آپ کے ثنا خواں سے
گویا اس امر خاص میں ہر شریک غالب ہیں۔ ہم بطریق کسرۃ اضافی وہم بطریق کسرۃ جیفی
پر دروگہ اس بزرگوار کو سلامت رکھو قدر دان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہیں۔
غیاث اللغات اکیانام موقر و معزز جیسے الفربۃ خواہ مخواہ مرو آدمی۔ آپ جانتے ہیں کہ چین
ہے۔ ایک معلم فرومایہ پسر کا رہنے والا۔ فارسی سونا آشنا محض و صرف و نحو میں نامتو
انشاء خلیفہ و منشیات مادھورام کا پڑھانوالا چنانچہ دیا چہ میں اپنا مانہ بھی اس نے
خلیفہ شاہ محمد و مادھورام و غنیمت و قیتل کے کلام کو لکھا ہے۔ یہ لوگ ادب سخن کے غول
آدمی کے گمراہ کر نیوالے یہ فارسی کو کیا جانیں۔ ہاں طبع موزوں کہتے تو شعر کہتے تو

ہرزہ مشتائے بے جا دہشتناساں بردار | ایک درادہ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت

میرادل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزو مند ہوں۔ میرا ایک بھائی باموں کا
بیٹا کہ وہ نواب و الفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور سند نشین مال کا چچا تھا۔ اور وہ
ہمیشہ بھی تھا یعنی میں نے اپنی مانی اور اسنے اپنی چھو بھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا کہ

باندا بند لکھنڈ آنے کا۔ میں محاسبان سفر کر لیا۔ ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا قصہ
 تھا کہ فتح پور تک اک میں جاؤں۔ وہاں سے نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں بانڈے
 جا کر ہفتہ بھر رہ کر کالپی پہنچا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بسبیل ڈاک دلی چلا آؤں گا ناگاہ
 حضور والا بیمار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کیلینچا وہ ارادہ تو سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا
 اورنگ خاں میرا بھائی مر گیا ع لے بسا آرزو کہ خاک نشہ ۴ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی
 کی استدعا سے تھا مگر میں نتیجہ اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف
 کیجئے گا میرا جی آپ کے ساتھ باتیں کر سکیو چاہتا ہوں جو دلیں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا ۴
 ایضاً پیر و مرشد کونش۔ فریج اقدس۔ الحمد للہ تو اچھا ہے۔ حضرت دعا کرتا ہوں۔ پرسوں آکر
 خط مع ساڑھیٹ کے پہنچا۔ آپ کو مبداء فیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا۔ محبتانہ محنتانہ
 ایک لطیفہ نشاط انگیز سنئے۔ ڈاک کا ہر کارہ جو لیما روں کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنوں میں ایک تین
 پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان غصہ ڈھکاس ہے۔ میں بالالخانہ پر رہتا ہوں جو لی میں
 اگر کٹے داروغہ کو خط دیکر مجھے کہا کہ ڈاک کا ہر کارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک
 آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا ایک لپی سے خطاب کیتانی کا ملا۔
 حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ منتر کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم نیا کیشاں لکھا تھا۔
 اس قلم ساقی اور الفاظ سے قطع نظر کہ کیشاں کو کیتان پڑھا۔ بھائی صیفا الدینچا
 صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں شاید ماہِ حال یعنی جولائی۔ یا اول ماہِ آئندہ یعنی اگست میں یہاں
 آجائیں آپ کو نوید تحفہ تصدیع دیتا ہوں آپ تو اب حسب ہی کتاب کیوں مانگیں اور حجت کیوں
 اٹھائیں جس قدر کہ علم انکو ہر خاندانِ مجدد نشان کو حال پر حاصل ہو گیا ہے کافی ہو گیا مولانا
 قلع کے نام کی عرضی انکو پہنچا دیجیگا اور خیال نہ کریں صاحب کو میرا سلام فرما دیجئے گا۔ ۴۔

ایضاً پروم شد۔ شب قدر کو مینہ خوب برسا۔ ہوا میں فرط برودت گزند پیدا ہو گیا اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی گئے گزند چل رہی ہے۔ ابر تنگ محیط ہوا آفتاب نکلا ہوا پر نظر نہیں آتا ہوا۔ پس عالم تصور میں آپ کو سند و جہاد پر جانشین اور نشی صاحب خاں صاحب آپ کا جلسہ مشاہدہ کر کے آپ کی جناب میں کونش بجا لاتا ہوں اور نشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔ کافر نعمت ہو جاؤں اگر یہ راج بجا نہ لاؤں حضرت نے اور نشی صاحب نے میری خاطر سے کیا جنت اٹھائی ہے بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے منت پذیر میں سیر شریک غالب ہیں فی الحال تو میری سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جدا گانہ بھی رسال کریں حضرت آپ کا شکر ہے دیکھتے ہیں ہاں سب کچھ کہے جاتا ہے اور اس صہل کا کہ چسپ یہ مرتب تفرع ہوں ذکر نہیں کرتا فقیر کو چھپنے پسند آئی۔ مطلب صہل کو متھڑ چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے۔ یوں لکھتا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ واس کے صاحب نے نامہ خاندان مجدد علما کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خان بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے۔ جناب عالی میں تو غالب ہرزہ سزا کا معتقد نہ رہا آپ نے اس کو مصداق بنا رکھا ہوا اس کا سکا داغ جل رہا ہے۔ تیار و کچھ جناب دانا خلق میں حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی تھی وہ مقبول ہوئی اب جناب یاشی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں۔ آپ کی بات ہیں بات کہیں نا نو لگنا جتنا سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوا ہے گا۔ اس سارٹیفکیٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی موجود ہوں۔ والسلام

ایضاً پروم شد میں آپ کا بندہ فرمانبردار۔ اور آپ کا حکم بطیب خاطر بجا لائیواں ہوں مگر سچ تو کہہ کر کیا لکھوں وہ مکتوب کیا ہے یہجوں آپ کے پاس یہجوں یا انہیں نشی صاحب کے پاس پہنچوں اور وہیم طہیر الدین کو نشی۔ میر شیخ۔ خواجہ کیا کر کے لکھوں دو حاکم کی س کے شمول کا قیدی اور ان میں میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنی اپنی گھر آگئے بالینہ نشی کو کیا احتیاج ہے کہ

وہ چھوڑ دے یہ آپ کی تحریر سے نہیں معلوم ہوتا کہ اسے بھی مختصر نہیں ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے اور
 یہیں مجبوس ہے یا نہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی جائے اور یہاں تک قید سے بھی نائی پائی۔ خواہش
 کیا ہو اور کارپردار سے کس طرح کی عانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں پھر جو کچھ ہو
 اسکو کہاں بھیجوں۔ طریق یہ ہے کہ میان امیر الدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں اور نہایت
 اس خط کے روشناس ہوں۔ یہ کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے منشی صاحب کو خط بھیجوں۔
 ان کے نزدیک احمق بنوں کہ کس امر مہم مچوں میں محکوم لکھتا ہے کہ کوئی نہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ کر
 نفیض کریں کہ امیر الدین کو کون ہو اور کہاں ہو اور کیا جانتا ہے ہر حال اس خط کی سبب ایک رلفافہ پکے
 نام کا روانہ کرنا ہوں۔ میں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب سے لکھا ہوا اسکو پڑھ کر میان
 امیر الدین کے پاس بھیج دیکھا مگر گوند لگا کر۔ اور اگر منظور ہو تو میرے منشی صاحب کے نام خط کا
 مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے اور لکھ دیجئے کہ اس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں۔
 ایضا خداوند لغت شرف افزا نامہ پہنچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا کتب خانہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا
 جہاں شاہ حبیب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں۔ اگر جواب ہو تو دینگے تو جواب میں اس کا کیا جواب
 قصید کو بار بار دیکھا اور غور کی جسطور پر یہ نہیں گنجائش صلاح کی نہ پائی یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرد
 یا یعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہو اور نہ کوئی لفظ بھیل اور بیوقوف نہیں۔ کوئی ترکیب فارسی
 ٹھکانا سی باہر نہیں مگر ماں طرز گفتار کا بلنا اس کے وسط چاہیے دوسرے قصیدہ میں میں ایک اور
 لکھنا اور وہ تکلف بارہی بلکہ شاید حضرت کو منظور بھی نہ ہو۔ پس شرم کم خدمت سے دلیریش اور فطر
 خجالت سے سرور پیش ہو کر قصیدہ کو اس لفظ سے پہنچا ہوں خدا کرے تورو عتاب ہوں۔ غلہ کی
 آفت آسمانی امراض دموی بلائے جانی انواع و قسم کے اور ام و ثور شائع۔ چارہ
 نامہ مند وسیع صنایع میں نہیں جانتا کہ امر می شہ کو پرچن چڑھی وہ خیر باغی میرے ٹھہرے

دلی آئی تھی۔ یا خود قہر الہی کا پے پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ورنہ
سرتاسر قلم و ہند میں فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ جناب میر محمد علی
صاحب کی بندگی۔ جناب شیخ نادر حسین خاں صاحب کو سلام ہے۔

ایضاً پیر مرشد ۱۲ بجے میں ننگا اپنی لنگی پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر
خط دیا میں نے کھولا پڑھا بھلے کو انکر کھایا کرنا گلے میں تھا اگر ہوتا تو میں گریبان بھاڑ دیتا
حضرت کا کیا جانا میر نقصان ہوتا۔ سر سے سنیئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح پہچا اسکی سید آئی۔

کٹے کٹے ہوئے شعر اٹے اٹے کی قباحٹ پوچھی گئی۔ قباحٹ بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کیجئے
الفاظ لکھ دیئے گئے۔ لو صاحب یہ اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب
آج تک نہیں آیا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا خذم نکادیا۔ جواب میں جو کچھ انہوں نے زبانی

فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا۔

پڑیوں میں شکوہ سرائوں آگ سے جیسے باہا۔ اک ذرا چھڑی پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے
سوچتا ہوں کہ دونوں خطیر نگ کیئے تھے تلف ہونا کی طرح متصور نہیں۔ خیر بہت

دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کروھی میں بال کیوں آئے۔ بندگی بجا رہی۔ پانچ لکھا

کا حملہ پہ در پہ اس شہر پہ ہوا۔ پہلا باغیوں کا لشکر اسمیں ہل شہر کا اعتبار ٹا دے۔ لشکر خاکیوں

اسمیں جان مال و ناموس مکان و لیکن و آسمان زمین و آتارستی۔ سر لٹ گئے۔ تیسرا لشکر

کال اسمیں نہرا ہوا آدمی بھوکے مرے۔ چوتھا لشکر ہیضہ کا۔ اسمیں بہت سی مہلک بھر کر

پانچواں لشکر تپ کا اسمیں تپ طاقت پائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا۔ یہی

دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک ڈالڑ کا۔ ایک داروغہ۔ خدا ان دونوں کو ہلاکت دے۔

برسات یہاں بھی آچھی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کاپلی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش

اکھیتیاں تیار ہیں۔ خریف کا پیرا پار ہے۔ ربیع کی واسطے پودہ ماہ میں مینہ درکار ہے کتاب پارسل
 پر سول ارسال کیا جائیگا۔ ابا ہا خباب غلط محمد بخش صاحب میری بندگی۔ منغل علیخان عذر ہے
 کچھ دن پہلے مستفی ہو کر مر گئے۔ ہنری کیونکر لکھوں حکیم رضی الذیناں کو قتل عام میں ایک خاک کی نے
 گولی مار دی اور محمدین خاں کے گھر چھوٹے بھائی اسی حن مارے گئے۔ طالع یار خاں کے دو نو
 بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے عذر کے سبب جاہ سکے ہیں رہے۔ بعد فتح دہلی کو لوگینا
 بھانسی ملی۔ طالع یار خاں ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہو کہ مر وہ سے بدتر ہو سکے۔
 میر جھوٹم نے بھی بھانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میان نظام الدین کا یہ ہو کہ جہاں سب
 شہر کے یہاں گئے تھے۔ وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں ہے۔ اورنگ آباد میں ہر
 حیدر آباد میں ہے۔ سال گزشتہ یعنی جاڑو میں یہاں آئے۔ سرکار سے انکی صفائی ہو گئی لیکن
 صرف جاں بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوٹوالی چوتراہ ہر وہ اور خواجہ قاسم کی تو
 جیس منغل علیخان مرحوم تھے تھو وہ اور خواجہ صاحب کی جو ملی یاملاک خاص حضرت کالیصا
 کی اور کالیصا کے بعد میان نظام الدین کی قرار پا کر ضبط ہوئی اور نیلام ہو کر روپیہ کا
 میں خل ہو گیا۔ ہاں اسم جان کی جو ملی جسکے کا غد میان نظام کی والدہ کے نام کے ہیں وہ انکو
 یعنی میان نظام الدین کی والدہ کو مل گئی۔ فی الحال میان نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں
 شاید بہاول پور بھی جائیں گے۔

ایضا پروہ شد آداب۔ غلط نامہ قاطع برہان کو پیچھے ہوئے تین دن۔ اور انکی خیر خواہ
 رہی حافظ عزیز الدین کی زبانی سنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نوازشنا مہ نہنجا۔
 قاطع برہان کے پیچھے سے اطلاع پائی معتقدان برہان قاطع برچھیاں اور ملواریں پکڑ پکڑ کے
 اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز اعتراض مجھ تک نہ تھے ہیں ایک یہ کہ قاطع برہان غلط ہی یعنی ترکیب

خلافِ عدہ ہو کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہو سکتی ہو۔ لہذا برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان
 غلط۔ مگر برہان قاطع کی فاعل ہو سکتی اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتے قاطع برہان میں جو برہان کا
 ہے یہ مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کے رو کو قطع سمجھ کر قاطع برہان نام رکھا تو گناہ ہوا۔ دوسرا
 ایراد یہ ہے کہ بالکل شیاں ستیزہ سبباً بالکلش کا نون تلفظ میں نہیں آتا میں پوچھتا ہوں خدا کی واسطہ
 انگلش اور انگلیز کا نون باعلان کہاں ہے اور اگر ہے بھی ضرورت شکر کی واسطہ انبات عربی میں سکون
 حرکت بدل ڈالتی ہیں اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو گناہ ہوا۔ وہ فرق جو چھاپے کا آپ کو پاس
 بھیجا ہے اسکو غلط نامہ ملے کے بعد لگا کر جلد بندھو الیچر کا۔ حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور سیرکتو کیا حال
 پوچھا ہے۔ اینہم کہ جو اپنے نوید جواب است پوچھ لیا اور چپ ہو۔ میں نے مانا جسکو تم نے لکھا ہے وہ لکھیکا کہ
 میں نے مختار سے پوچھا اسنے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا۔ بات بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت
 ہی باور کریں گی فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو۔ احمد علی شاہ کی سلطنت کو آغاز میں۔ ایک صاحب نے
 بہنم آشیائے خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی نامہ میں اردو اکبر آباد ہوئے تھے کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی
 ہوئے تھے۔ زبان آدراور چالاک اکبر آباد میں فخری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہو ایک برہان و ایک بارانے
 پھر وہ خدا جانے کہاں گئی ہیں آئی آرہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے ہوئے محمد علی شاہ کے عہد میں تھا خط
 محکمہ سبیل ڈاک آیا۔ چونکہ ان دنوں میں مانع درست اور حافظہ برقرار تھائیں نے جانا کہ یہی بزرگوار میں
 میں محکمہ پیر میر لکھا ہے۔ ازبخت شکر دارم از روزگار ہمہ آپ کے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا
 ہے پورن کر ہو گیا وہاں سے دوبرس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا اب لکھنویں آیا ہوں فریر سے
 بلا ہوں بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ کی ملازمت انہیں کے فریر سے حاصل ہوئی ہے
 بادشاہ نے خان اور بہادر کا خطاب دیا ہے۔ مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہدہ بھی
 قرار نہیں پایا۔ وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی

صبح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جائیں وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے تو بیشک
بادشاہ آپ کو بلا لائیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اُسی عرصہ
ایک قصیدہ لکھا تھا جسکی بیت اہم یہ ہے۔

الحمد	امجد علی شہر آنکہ بہ ذوق دہا	صدہ نماز صبح قصص کرد روزگار
-------	------------------------------	-----------------------------

مترود تھا کہ کسی معرفت بھیجوں تو کلفت علی اللہ بھیج دیا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک
آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا بآئین شائستہ پیش کر نیکاد وعدہ کیا۔ میں
متوقع ہوں کہ میاں بدر الدین ٹھہر کر سے میری فرح خطابی کھڈا کر بھیج دیجئے چاندی کا نگینہ
اور ظم جلی فقیر نے سر انجام کر کے بھیج دیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔
پس پھر دہینے تک اُدھر سے کوئی خط آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اُٹھا پھر آیا۔ ڈاک کا یہ توجیع کہ
ایہ یہاں نہیں۔ ایک ٹٹ کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچا اور حاضر رہنا صبح۔
بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط۔ بہار کی مہر تم سے بغیر حاصل کر کے مرشد آباد کو چلا گیا
چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے لئے تھے۔ ایک قاعدہ کلیتہ دلی کا سمجھ لو۔ خالق کی قدرت
مقتضی اسکے ہو کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہوا۔ مرویا عورت۔ خفقان۔ مراقب کی
خلقت فطرت میں ہو۔ آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر میں مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دیر
جاری ہوئے طوفان آیا۔ ماں شہر کے باہر ایک دن بجلی گری۔ وہ ایک آدمی کو کچھ جانور تلف ہوئے
مکان گرے۔ دس بیس آدمی دب کر مرے۔ دو تین شخص کو ٹپے پر سے گر کر مرے۔ مرقوں نے
غل جپانا شروع کیا۔ اپنے اپنی غریبان سے بسفر رفتہ کو لکھا۔ چاچا اخبار نویس نے اُنسو سن کر
صبح اخبار کیا۔ لو اپنے دن بارہ دن ہو مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے۔
وہی دہقانی جو اب روتے پھرتے ہیں کہ کہتیاں بھلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسے گا تو پھر کال پڑیگا

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط ہے۔ یعنی لوگہ کڑی تختہ۔ کیوار چوکھٹ
بعض مکانات کی چھت کا مصلح رسبے گئے۔ اب ان غراب کو وہ مکان ملے تو ان میں مرمت کا مقدر
کہاں۔ فرمائیے مکانات کیوں نہ گریں۔

ایضاً پیر و مرشد ایک نواز شت نامہ آیا اور دستہ کے پہنچے کا مژدہ پایا۔ اس کا جواب یہی کہ پیران
داک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو راہگماں نہ جانا۔ چند روز کے بعد ایک غایت نامہ اور پہنچا گویا
ساغر التفات کا دوسرا دور پہنچا اب ضرور اڑا کہ کچھ حال اس ستارہ دم دار کا لکھوں چنانچہ جس وقت
وہ خط پڑھا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ بسبب فقدان اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ
نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آ جاتا ہے ۛ ازیں ستارہ و نہالہ دار
می ترسم ۛ یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے ۛ ز خال گوشہ ابروئے یار سے ترسم ۛ کیا آپ
مجھ کو بے ہنری اور بیچ میرزی میں صاحب کمال نہیں جانتے۔ اور اس عبارت فارسی کو میر اسحاق
حال نہیں مانتے۔ پیش ملا طیب و پیش ملا پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ۔ آراش مضامین
شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے
بہر حال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح
فلک پر یہ تکلیف کھائی دیتی ہیں جس ہیچ میں یہ نظر آئے اُس کا درجہ و تہیہ دیکھتے ہیں ہنر طرح
کی چال ڈالتے ہیں تب ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہاں آباد میں بعد غروب آفتاب افق غربی شہر نظر آتا تھا
اور ان دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے دیکھو دقیقہ
کی حقیقت نامعلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی اب وہ دس بارہ دن سے
نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اُس کا حال پوچھا ہے۔ میں میں اتنا جانتا ہوں
کہ یہ صورتیں قہر الہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔ قرآن النحسین پھر کسوف۔ پھر خسوف پھر

یہ صورت پر کدورت عیاں آگاہ و پناہ بخدا۔ یہاں پہلی نومبر کو بدہ کے دن حسب حکم حکام کو چہرہ بازار میں روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل میں آنا سنا یا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کینگ ہمار کو ملکہ معظمہ انگلستان نے فرزند رجنڈ خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں قصیدہ پہنے ہی اس تہنیت میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہ شمول و متنبو نظر انور سے گزرا ہو گا۔ تاہناں وہی کے بڑے ہاں حالیا رقیم و تھمی کا شتم + ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجالاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہر کارہ انوار الدولہ کا خط لایا۔ میں کہے بینم بہ بیداریت یارب یا بخواب ہمنہ پیٹا ہوں اور سر ٹپکتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ اتنی حیات جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار الدولہ سے ملکر گزشت بیان کروں۔ پھر اسکے بعد مروں۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جاں کاہ اور جاں گزرا ہے پر بموجب تلف مال خلف العمر عمر فرا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اسکو عمر کی قیمت جانئے اور ثبات ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانئے۔ اللہ تعالیٰ وزیر عظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تاقیامت رکھے۔ میں نے گیارہویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۷ء تک دو ادوثر میں بعبارت فارسی نا آہینجہ بعبری لکھی ہے اور وہ پندرہ سطر کے سطر سے چار جزو کی کتاب اگرہ کو مفید الخلاق میں چھپنے کو گئی ہے۔ و متنبو اسکا نام کیا ہے اور اس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرائوں گا اور اس کو ہم سننی اور ہزبانی جانو گا۔ جناب میرا محبتی صاحب کا جواب کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرا ہے اب جو خط لکھے تو انکی خیر و عافیت بہر غلط لکھیے۔ ان کو بت گئی اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام پہنچے۔

ایضاً پرومٹ سٹریٹ کے گھر میں نے جہنا کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے پرسش کے بعد بھی کوئی بات نہیں سنی۔ سنئے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات۔ تین فصلیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ تکرک باری علاوہ ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل تو استعجاب کیوں ہو اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو۔ اور یورپ میں ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں جہنا با افراد یہی ہے اور وہاں کہیں کہیں کہیں۔ اور ندی کہیں گنگا باہم لگتی ہیں۔ مجمع البحار ہے۔ حضرت نے خوب وکالت کی۔ مولانا قلیق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی۔ کہہ دے کہ گناہ معاف ہو گیا۔ میں بغیر سارٹیفکیٹ کے کب مانو نگاہیہ ون مجھے پر بڑے گزرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا۔ خصوصاً اس نموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے

سوز غم ہائے نہانی اور ہے

آتش و دوزخ میں یہ گرمی کہاں

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھ کر یہ چین ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا مفصل لکھیے۔ چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا تو زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشوش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجے۔ جناب نشی ناو حسین خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ حضرت میر محمد علیہ صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ بتوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خیریت میں میل سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں۔ کہتوں کا نسخہ جیسا کہ میر سے پاس آیا بجائے سال کر لیا ہو آپ کو معلوم ہو گا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد اعظم لکھنؤ کے نام ان کا سید حسین اور خطاب سید العلماء نقشب گین۔ میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔ اس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ۱۲۷۸ ہوتے تھے۔ تخریج نئی روش کا میرے خیال میں آیا۔ میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں۔ قطع

<p>کہ سید علما نقل خاتمش جو دے</p> <p>نغم حسین علی سال ماتمش جو دے</p>	<p>حسین ابن علی آبرو سے علم و عمل</p> <p>نماند و ماندے اگر بوی پنج سال دگر</p>
<p>زیادہ حد ادب نقطہ</p> <p>ایضاً پیر و مرشد یہ خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و ادب نہیں لکھتا خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں۔ بس تم اور کون کھو سکیگا ناچار میں نے آپ کا نو از ششم جو میرے نام تھا وہ ان کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقعہ میرے نام آج بھیجا سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ پڑھ لیں سمجھ لیں اور تمہیں با حیا طر اسل فرمایا پھر اس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجے گا۔ تعجب ہے کہ جناب میرا بھائی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیے جاویں اور میری بندگی کی جاوے۔ جناب فشی ناو حسین صاحب کو میرا ہزار شتیاق پہنچے۔</p> <p>ایضاً شکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بنیاد عافیت ہے پہلے نواز ششم کا جواب ہاں کہ وہ مشعل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز لکھنے نہیں پایا کہ کل ایک مکرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہوں کہ سہل میں ہوں چنانچہ کل میرا سہل ہو گا۔ اس سبب اس توقع کا پایا رخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا ہوں آپ نے لکھا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں۔ قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر قطع شعرا ساعدت کر جائے اور ارنی بروزن خچے گنجائش پائے تو نعم الاتفاق ہو در نہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبد القادر جیل ۵</p>	
<p>چوری بطور محبت ازنی گلو و گریز</p>	<p>کہ نیز و این متنا بجا اب لن ترانی</p>
<p>اسد اللہ بیگ غالب ۵</p>	
<p>رفت آنکہ با از حسن ملا و طلب کنیم</p>	<p>سر رشته در کف ارنی گوے طور بیاو</p>

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ مائے کیا غزل لکھی ہے قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے
کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان۔ کیا میں سخن ناشناس اور نااضاف ہوں کہ ایسے کلام کے
حک اصالح پر جرات کروں۔ چہ حاجت ست بشارت روئے زیبا را ہاں ایک جگہ آپ تحریر
میں سہو کر گئے ہیں۔ لے مطرب جادو فن بازم رو ہوشم زن ہاں دویم آپڑے ہیں۔ ایک سیم نمھن
بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں۔ لے مطرب جادو فن دیگر رو ہوشم زن ہاں اب
دیکھئے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں۔ اتنی عنایت فرمائیے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ
اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجئے گا۔ زیادہ حلاوب۔

ایضاً کیونکر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں
وہ کیا ہوشمندی ہے۔ کہ قبلہ رباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم۔
سُن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن۔ اسے ایاز حد خود شناس۔ مانا کہ تو نے
کئی برس کے بعد نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی
کیا روش ہے پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ لے
کا شکریہ داکر۔ اور یہ کہہ کہ جو میں تصور کرتا تھا وہ اب یعنی جسدن صجکومین نے خط بھیجا۔ اسی آخر
روز حضور کا فوان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ رفع ہو جائیگی موسم اچھا آگیا ہے۔

گرمی از آب بروں رفت و حرارت نہ ہوا

محل مہر جہاں تاب ہمیں آید

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہا کہ کتبہ در نہ بحسب راسے طبیب متقیہ کڑا لے
مجلو بھی آج دسواں مہینہ ہے۔ پانچ سات دن کے بعد سہل ہو گا۔

ایضاً پیر و مرشد۔ آداب۔ مزاج مقدس۔ میل جو حال آپ نے پوچھا اس پر شش کا شکر بجالاتا
ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندہ بے درم خریدہ چھی طرح ہے۔ ایک قصہ بائیں مہینہ چار سہل

کہا نیک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا۔ پانی برت آب ہو گیا ہے کابل و کشمیر کا سیوہ کئے لگا ہے۔ یہ ضعف ضعف قسمت تو نہیں کہ ایسے امومہ کو زائل کر سکیں عزتوں کو برسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجہ کر رہا ہوں۔ خوشامیہ شیوہ نہیں ہے جو ان عزتوں کی حقیقت میری نظر میں جو وہ مجھ سے سن لیجئے اور میری وادہ میں کی وادہ کیجئے۔ مولانا تعلق نے متفقین یعنی امیر خسرو سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفیق اور مولانا ناشی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تعلق سے کہتا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حکم اصلاح کیلئے مجھ سے فرماتے ہیں آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بچا ہو کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں۔ زیادہ حذر ادب۔

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں۔ ہورفضانی میں اضا و کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہے کیونکہ میرے ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب اشرار کا بھی ہوا اور باعث انقباض کا بھی ہو یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ اکثر امور میں تم کو ہم طالع پاتا ہوں۔ عزیزوں کی تم کشتی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہجوم تو سراسر قلم و ہند میں نہیں۔ ہمرقند میں دو چار۔ یادداشت خفجاق میں سو دو سو ہونگے مگر ہاں اقرباے سببی ہیں۔ سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے وام میں اسیر ہوں کسٹھ برس تم اٹھائی ہیں۔

گردہم شمع تم ہائے عزیزاں غالب	رسم اُمید ہما ناز چہاں بر خیزو
نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو مدد دے سکتا ہوں۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں۔ راسل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے۔	

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ	مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا
شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا	

کرب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہنا کہ کل بھیج دوں گا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطر لکھیں ۵

از خون دل نوشتم نزدیک و ست نامہ	انی رایت دھرائی ہجر کا اقیامہ
---------------------------------	-------------------------------

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیے گا اور یہ خط اُنکو پڑھوا دیجئے گا۔ جناب منشی نادر حسین صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلا تھے رنج و اہم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو۔ موروثی ہائے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میرا مجدد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال لکھیے۔ خواجہ اسماعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سنئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ اُن کے خط کے حامل ہو نیکی انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں مگر صد ہوں کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں۔

بنام میر فضل علی عرف میرن صاحب

سعادت و اقبال نشان میر فضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ اور پھر تمھاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمھارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل پر رکھا مزا پایا۔ کل تک اُس نام کو سن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر باتیں بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو کاشکے تم یہاں آ جاؤ تب اس تحریر کا مزا پاؤ۔ میر مہدی صاحب وہ تحریر تمھاری بہ نسبت میرے دیکھ کر بہت خفا ہوئے چنانچہ اب جو تمھاری اُن کی ملاقات ہوگی تو تمکو معلوم ہوگا بھائی تمھارے سائے صاحب غور کے پتلے ہیں دو ایک بار منی نے اُن کو بلایا انھوں نے کرم نہ فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو یہ لوگ درہی آب و گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نہ بنے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہیں

بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بیچ و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہو میر سر فرز حسین صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے سینکڑوں ایسے مفقود و انجبر ہوئے کہ ان کی مرگ و نیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانتے کہاں بستے ہیں کہ ہم ان کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ دو شنبہ ۹ ربیع الثانی ۱۲۵۸ء میں انظر و بعصر۔ حوالہ میر مہدی طالع عمرہ۔ ۴

ایضاً بر غور دار کا نگار میر فضل علی عرف میرن صاحب طالع عمرہ۔ بعد دعا کے واضح رائے سعادت انہما ہے ہو آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا میر مہدی کے جلائے کو لکھنا ہوں کہ میں آنکھوں لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں خوش ہوں خوشی کی بات ہے۔ تمہارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے وہ میر سر فرز حسین کا شرنا کر آنکھیں نہی کرنی اور سکڑانا خدا کبھی مجھ کو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر نصیر الدین یہاں آگئے ہیں تم مجتہد العصر و حکیم میر شرف علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی پوچھیں تو کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا اکیل میں نے خبر منگائی تھی سو لڑکی کو انجی تک تپ آئے جاتی ہے یقین ہے کہ تم نے دامن بچکر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہاں تم کو ضرور ہے ان سے نامہ و پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چار شنبہ ششم جولائی ۱۲۵۹ء۔ غالب۔ ۴

ایضاً میری جان تمہارا رقعہ پہنچا۔ نہ لکھا کہ میر سر فرز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں بہر حال میر مہدی کو دعا کہنا اور میر سر فرز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے میں نے تم کو خدا کو سونپا۔ تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱ جولائی ۱۲۶۲ء۔ ۴

ہنام مرزا قربان علی بیگیاں صاحب ساک

واللہم ان الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی۔ دم نیمت ہے جان ہے تو جہان ہے۔

کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باپ میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بھی دنیا نہ دین مگر تم حتی الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع الحسیر لیر کو اپنے نصب العین کھو۔
 و طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر و ست بد گھر میں تمھارے سب طرح خیر عافیت ہے محمد سیرا پنجتہ اور
 جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام دہلاؤ
 اور حسین علی بندگی کہتے ہیں۔ کھلو داروغہ کو نش عرض کرتا ہے اور وہ کو یہ پامال نہیں کہ وہ کونش بھی
 بجالاتیں خطیبیئے راکر۔ والدہ اپنی مرگ کا طالب لب صبح و شنبہ ۶ صفر و ۱۱ جولائی سال حال۔
 ایضاً سیری جان کن و دام میں گرفتار ہے۔ جہاں باپ کو پیٹ چکا اب چچا کو بھی روٹھ کر خدا جیتا
 رکھے اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت و توحی سے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر
 کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ رنج و ولت سے خوش ہوتا ہوں۔ بیٹی میں نے اپنے کو
 اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کیسے ایک اور جوتی لگی بہت تراتا تھا کہ میں بڑا
 شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں لے اب تو قرضداروں کو جواب سے بچ تو لیا
 ہے کہ غالب کیا مراد مراد کا فرما۔ ہم نے ازراہ تعظیم جیسا باوٹا ہوں کو بعد ان کے جنت آرامگاہ و خوش
 نشین خطاب دیتے ہیں۔ چونکہ یہ نے کوشاہ قلم و سخن جانتا تھا۔ بقدر مقرر و ڈونیا و یہ خطاب تجویز کر رکھا ہوا ہے
 نجم الدولہ بہادر ایک قصداً لکھ رہا ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اچھی حضرت
 نواب صاحب۔ نواب صاحب کیپ او خا نصاحب آپ جوتی اور فریادی ہیں۔ یہ کیا بھرتی ہوئی ہے کچھ تو اگسٹ کچھ
 بولو۔ بولے کیا ہے جیابیرت۔ کوٹھی سے شراب گندھی سے گلاب۔ ہزار سے کپڑا۔ یہ وہ فردش سے
 آم۔ حراف سے دام قرض بے جاتا ہے یہ بھی تو سوچنا ہوتا کہاں سے دو ٹکا۔

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خاں صاحب رضواں

فرزند و بلند شمشاد علی بیگ خاں کو۔ اگر خاناہوں تو دعا اگر آزر وہ ہوں تو بندگی۔ غاری آباو سے
 جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی۔ ۵۔ از آمدن کعبہ پشیمانی شدہ باشی بہ قرآن علی بیگ خاں کو دعا کہنا
 مرزا تفضل حسین خاں کو دعا کہنا۔ اور ان کا حال لکھنا۔ آج غنیمت ہم نومبر کی ہے۔ پرسوں نواب صاحب
 دورہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤنگا۔ اگر چار روز بیاں رہیں گے پھر نالنگاہ بریلی کی
 سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کر جیٹائیں گے تو صاحب کشر بریلی کا انتظار فرمائیں گے وہ پنجم
 دسمبر تک آجائیں گے۔ تین دن جشن ہے گا۔ اُس کے دو چار روز بعد غالب رحمت ہوگا۔ خدا کرے
 تم تک زندہ پہنچ جائے۔ پیر جی بہت یاد آتے ہیں ان کو دعا کہنا اور یہ کاغذ پہچانم پڑھنا پھر سالک کو
 پڑھانا۔ پھر سیاں خواجہ ابان اور حکیم رضا خاں کو دکھانا۔ پھر مرزا تفضل حسین خاں کے پاس بجانا۔ اس قصیدہ کیساتھ
 کی نثر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا ثاقب مانگ لینا اور اسکی نقل کر لینا اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ میں نے
 تیس روپے کی ہندوی سو روپے کی باقی حکیم جی کو بھیج دی ہے حضرت سے رسید بھی نہیں لکھی اُن سے رسید لکھو بھیج
 اور سب جلدوں کے شیرائے بندہ جائیں اور موٹا کاغذ دونوں طرف لگ جائے۔ خبردار کوئی نسخہ بے
 جلد نہ رہے تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیج دینا یا روپیہ فوراً بھیج دینا
 یا اگر دنگا۔ گورنر کا حال لکھو کون کون حاضر ہوا۔ کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ سیر کے دوا صاحب
 آئے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو رواد و مفصل لکھو۔ ماں بھائی ٹونک شالے سید سرانج کھڑا بھیجاں ضرور
 لکھنا علی نقی خاں وزیر شاہ اودہ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور مجھ کو ان مقاصد کے جواب کا منتظر بھنا
 آج دو شنبہ ہم نومبر کی ہے۔ آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یقینی ہے نو دن راہ دیکھوں گا۔ جو نومبر میں آئے
 تھا راجہ نہ آیا تو میں تمہارا رافضی بن جاؤنگا۔ مطالب سندرہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا سیم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہے تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں۔
 اب مجھے ویسا نہ بھجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ رامپور کے سفر میں تاب طاقت حسن فکر لطیف طبیعت یہ سب

اسباب لٹ گیا۔ اگر تمہارے خط کا جواب لکھوں تو محلِ ترحم ہے نہ مقامِ شکایت۔ سنو میرے خط کے نہ پہنچنے سے تمکو تشویش کیوں ہو جب تک زندہ ہوں غمزدہ و افسردہ نا توان و بیجاں ہوں۔ جب مر جاؤنگا تو میرے مرنے کی خبر سن لو گے پس جب تک میرے مرنے کی خبر نہ سنو جاؤ کہ غالب جیتا ہے خستہ و شردہ رنجور و درد مند یہ ستریں لکھ کر اسوقت تمہارے بھائی پاس بھیجتا ہوں مگر انکو ہمیشہ سفر و دُشمن پر بغض محال اگر گھر میں ہیں تم عنایت نہ کرو نہ محمد مرزا کو دے آجیگا۔ بیچ انسانی جمعہ دن صبح کا وقت ہے۔

بنام مرزا باقر علی خان صاحبِ کامل

اقبال نشان مرزا باقر علی خان کو غالب نیجاں کی دُعا پہنچے۔ تمہارا خط آیا۔ تمہارے روزگار کی درستی آگے سن چکا تھا۔ اب تمہارے لکھنے سے دل بھیجی بھی لی۔ دل پھر خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ ہمارا بیچ نے تم سے کہا ہے تمہاری ترقی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی۔ مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ پہنچنے کا۔ بھائی اب میری ہنگامیاں لگی ہوئی ہیں اور بیمار و تیز رفتاری شستہ لگیا ہے۔ دوست پر نہیں لکھ سکتا۔ اطرافِ جوانی کے خطوط آتے ہوئے دھڑک رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے۔ میں اس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ پر سنوں کا تمہارا خط آیا ہوا دھڑکا تھا اب تیرے قریب مرزا باقر علی خان آئے ہیں میں نے ان سے یہ خط لکھوا دیا۔ تمہاری ادوی اچھی طرح۔ تمہارا بھائی اچھی طرح جو تمہارے گھر میں سب طرح خیر عافیت تمہاری لڑکی اچھی طرح ہو کہی روز کہی دو سہرے سہرے میرے پاس آجاتی ہے۔

ایضاً نور چشم و راحت جان مرزا باقر علی خان کو فقیر غالب کی دُعا پہنچے۔ تمہارا خط جو ستر لکھ کر جواب دینا تھا وہ مجھ کو پہنچا اس میں کوئی بات جواب طلب تھی۔ اس خط میں ایک نئے امر کی تومیں اطلاع دیتا ہوں کہ یہ ہے کہ میں نے لکھے پہنچنے میں سبب دین کی ایک جلدت عرضی تھا۔ نشان مرزا باقر علی خان کی معرفت لکھ کر بھیجانی تھی سو ایک ہفتے میں حضور پر نور ہمارا وراجہ ہوا۔ کیا خط لکھیں کی معرفت لکھوا دیا حضور نے اندازہ بندہ پروری قدر فرمائی القاب بہت بڑا لکھ لکھا اور خط میں فقرہ بہت زیادہ لکھا تھا۔

بھرے ہوئے درج کیے۔ تم تو وہیں ہو گلو اس کی اطلاع ہو گئی تھی یا نہیں۔ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجھ کو
 کیوں نہیں لکھا اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی باریں کچھ میری بھی ذکر کرتا ہی یا نہیں اور اگر کرتا ہے تو
 کس طرح آتا ہے۔ حضور میں کر کیا فرماتے ہیں۔ غالب۔ ۷ نومبر ۱۸۶۷ء۔ ۶۔

ایضاً۔ اقبال نشان باقر علیخان کو غالب نیجان کی دعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا مگر تم نے
 اپنے مکان کا پتہ تو لکھا ہی تھا فقط الور کا نام لکھ کر چھوڑ دیا میں کیونکر خط بھیجتا بارے شہاب الدین خاں
 کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سواب میں ٹکونہ لکھتا ہوں۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس اتنی رہتی ہو اور
 تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکبر تر کے چھینے کی تمہاری تنخواہ تمہارے گھر بھیج رہی۔
 مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ۔ تحریر تاریخ ۱۶ نومبر ۱۸۶۷ء۔ ع۔

بنام ذوالفقار الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمہارے خطوں کا ادرویسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہوں۔ محمد قلی خاں صاحب ہمدن
 مسرت ہیں۔ دوالی کی تعطیل ہو چکی ہے نوندرے کی بی بی مرگئی ہو وہ غمزدہ ہو رہی مگر خیر کام کر گیا
 کاشی ناقد ہے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط ناکہ دی اسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا
 جب لکھتے ہیں مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں یہ مراؤں پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمہیں یوں لکھا ہے
 مطلب پنا اس کو لکھو میں کیا کروں۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمہارے کام آئے تو میں حاضر ہوں
 یہ کہنا تکلف محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر جو فکر مجھ کو تمہاری ہی
 اور جو میری دسترس ہے اسکو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو شاہد بہتر
 اوائل ماہ آئندہ یعنی نومبر میں نیر والا مقدمہ درست ہو جائے ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ اسی
 چٹائی ال تمہارا قرضخواہ آیا تھا۔ تمہارا حال پوچھتا تھا کچھ چھوٹا کہہ کر اسکو اس پر لایا ہوں کہ سو دو سو روپیہ
 ٹکونہ بھیج دے۔ بنیوں کی طرح تقریر اسکو سمجھائی ہے کہ لالاجن دخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اسکو

پانی دیتے ہیں۔ حین مرزا تھا رسے کھیت ہیں۔ پانی دو توالیج پیدا ہو۔ بھائی کچھ نہرم ہوا ہے۔
 تھا رسے مکان کا پتا لکھو کر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے بیٹے رامی داس سے صلح کر کے
 جوابات ٹھہر گئی آپ سے اگر کہو گا۔ اگر وہ روپیہ ہی بھیجے تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور
 تم اسکا جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اس اللہ نے جو تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آیا لا
 بس زیادہ کیا لکھوں۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے میں خط ان کو خط نہیں
 دکھایا مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو کھتا ہوں انھوں نے کہا میرا سلام لکھنا اور کھنا
 کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دعا سلام کہتے ہیں۔ یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ
 اس وقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس مرزا کے نام کا تھا راقعہ انکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر۔

ایضاً نواب صاحب تیسرا دن ہر کہ کو حال لکھ چکا ہوں۔ محمد علی خاں آئے۔ ہم میں انیس باہم گفتگو ہوئی
 نواب گورنر کی آمد آمد میں کچھ بیاں بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹-۲۰ دسمبر کو میرٹھ منجم خاں
 ہو گا و بار وہیں ہو گا۔ راولی کا آنا شبہ فیہ ہر کہ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے کوئی کہتا ہے میرٹھ میں
 ڈاکہ آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے مع لشکر آئیں گے ۱۲ دن یہاں رہیں گے تاج ۵۰ روپے ہر کہ جو کچھ واقع ہو گا
 وہ ٹکوں لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگامہ کے عمل میں آئیگی خاطر عا طرجع
 ہے۔ تھا راقعہ دوست بھی حسب الحکم کشتربانسی حصار کل یا پرسوں میرٹھ کو جایگا اور دھرم سے امین الدین
 خاں بھی وہاں آئیگا۔ میرا و بار و خلعت دریا بڑو ہو گیا۔ نہ پیش کی توقع نہ دربار و خلعت کی صورت نہ مرزا
 نہ انعام نہ رسم معمولی قدیم یوسف مرزا صاحب کو دعا پہنچے۔ پرسوں کلو جوتالے آیا کل و نور الزمان کے کھانا لکھ گیا
 ڈاکہ کے کاہ پر دازوں نے آٹا پیچر دیا اور کہا کہ پولندہ بنا کر پارسا آئیگا کہا باہر چڑھنے لیا بیٹھا۔ رات
 کو نو بجے اُس کے سامنے روانہ ہوا۔ رسید یک اپنے گھر آیا خدا کرے کلو پڑ جائے اور پند آئے۔ قعیدہ کے باب
 میں میں یا یوس مطلق ہوں مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خیر لکھ بھیجا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر کی تھا راقعہ تحریر معلوم ہوئی

خیر مفتی جتنا کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ فیلخانہ ملک پیر الال ڈکی کو محاذی کے مکان گائے گئے بلاتی بیگم کا کچھ
 التو میں ہے اہل فوج ڈھانا چاہتے ہیں اہل قلم بچاتے ہیں پایان کار دیکھئے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۹ء
 ایضاً۔ جابلی کل آپکا خط لکھا ہوا شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ لطف یہ کہ کل ہی شنبہ کا دن ۸ نومبر
 کی تھی۔ آج بُدھ کا نومبر کی صبح کی وقت میں تنکو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ بر نور وار یوسف مرزا خاں کا خط لکھا ہوا
 ۳ نومبر کا پہنچا۔ اب میں دنوں خطوں کا جواب ہم لکھتا ہوں۔ دونوں جتنا باہم پڑھ لیں ۱۲ مرزا آغا جانی
 صاحب اچھی طرح ہیں اُن کو تپ لگی تھی اب تپ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے
 کہ میرے پاس آئے تھے۔ کاشی ناتھ سرسپر پلو تہی کرتا ہے نو ندرائے کوتا کید کرتے ہیں۔ آج کل یہاں
 پنجاب حاطہ کے بہت حاکم فراہم ہیں۔ پون ٹوٹی کے باب میں کونسل ہوئی۔ پرسوں ۷ نومبر سے جاری
 ہو گئی۔ سالگ رام خراجی۔ چھتال مہیش داس ان تینوں شخصوں کو یہ کام بطریق امانی سپرد ہوا ہے غلاور
 اپنے کے سو کوئی جنس ایسی نہیں کہ جس پر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے خلق کا از و عام ہو گئے حکم تھا کہ
 مالکان مکان میں کرایہ دار نہ رہیں پرسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ ابھی ہیں کہیں یہ نہ سمجھنا کہ تم یا میں کوئی
 اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں لکھتے اور گھنٹہ کو کچے مکان میں رہتے
 تھے وہ بھی آ رہیں مگر کرایہ نہ کار کو دیں۔ تم انصاف کرو ہمیشہ کی درخواست کیونکہ گورے جو بے
 خود آئیں اور درخواستیں اور منظور ہو اور مکان ملے تو اس تمام شہرستان و بران میں سے ایک بی بیگی
 اور ان کو یہاں رہنا ہو گا کیونکہ اس پرانہ میں تنہا رہنے کی سہم کو کم نکالنا چاہیگا مانا کہ جبر اختیار کر رہے ہیں۔
 کھائیں گی کہاں سے۔ بہر حال یہ سب خیالات خام اور جملے ناتمام ہیں اس نقل یعنی اور مراد نہ کرنا اور نقل
 حکم یعنی اور پھر مراد نہ کرنا پھر اس حکم کی نقل یعنی یہ سب خیالات نہیں کہ جملہ تبدیل ہو جائیں یہ تمام بے پروا رہنا کار
 عظیم الفرست۔ میں پاشکستہ محمد علی خان کبھی یہاں کبھی وہاں۔ وقت پر موقوف ہے۔ گلیاں تو نہیں سکیم
 جس انداز کے سکانات پھر ان کو مل گئے اور یکم پر کہ شہر سے باہر نہ باؤ۔ دروازے سے باہر نہ نکلوں گے گھر میں

رہو۔ نواب علیخان کے کائنات سب ضبط ہو گئے وہ قاضی کے حوض پر کرکے کھانا میں مع ممتو کے بہتے ہیں
باہر جانیکا حکم انکو بھی نہیں۔ مزار الہی بخش کو حکم کرکے پچی بندر جانے کا ہو۔ انھوں نے زمین بچڑی ہو سلطان مجا
میں بہتے ہیں غار کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ جبر اٹھ جائے یا یہ خود اٹھ جائیں۔ +

ایضاً نواب صاحب پرسوں سے جگو تھا راجہ پچھا۔ پہرون چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی ۱۸۵۰ء
کی ضیل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ برپا ہوا۔ اور باقی لشکریں ہزاری باغ بنائیں
ہے پچنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۰ء اب غالب کی مصیبت کی داستان سنئے۔ پرسوں تھا راجہ پچڑے کر لشکر کو گیا
سیرنشی سے ملا۔ انکے خیمہ میں بچکر صاحب سکڑ رہا در کو اطلاع کروائی۔ چہر اسی کے ساتھ کلو بھی گیا تھا
جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا کل پھر گیا خبر کروائی۔
حکم ہوا کہ غدر کے زمانہ میں تم باغیوں کی خوشامد کرتے رہتے تھے اب ہمے ملنا کیوں مانگتے ہو عالم نظریں
تیرہ و تار ہو گیا۔ یہ جواب پیام نو میدی جاوید ہے نہ دربار نہ خلعت نہ پیش انا للہ وانا الیہ راجعون
بقیہ خبر شکر ہے کہ راجہ بھیرتیر برات لیکر آیا گیا تھا اور اس سبب اگر وہ میں لارڈ صاحب سے نہیں ملا تھا
ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہاں آیا ہوا تھا آج اس کی ملازمت ہے۔ شنبہ ۱۲ دسمبر ۱۸۵۰ء گیارہ
بجے ہوں گے میں خط لکھ لیا ہوں تو میں چل ہی ہیں شاید راجہ صاحب کی ملاقات اس وقت ہوئی کل کیشنبہ ہے
پرسوں دوشنبہ کو یا شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پشاور تک جائیں گے۔ کل صبح کو محمد علی خان
آئے ایک عرضی انگریزی ان کے ہاتھ میں۔ کہنے لگے یہ عرضی طالب علی فیلبان نے جگو پھیر دی ہوا دیکھا ہی
کہ اس کے گزرنے کا موقع نہیں۔ میں سوت سوار ہوا چاہتا تھا۔ تمھاری بایں سنکر گیا۔ اپنا وارہ حسرت جیسا
اوپر لکھ آیا ہوں لیکر آیا۔ ابراہیم علیاں الوری میں منسقی ہو کر مر گئے تھا ان کو بخشے اور جگو بھی یہ دن نصیب کرے
کشنر صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں اور نہ کسی انگریزی خوان سے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے اتنا سمع
سنا ہے کہ ایک بچہ لاہور معاوضہ نقصان عایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے کہ جو رعیت کا مال کا لوٹے

ٹوٹا ہے البتہ اسکا معاوضہ بجائے ایک سرکار سے ہو گا یعنی ہزار روپے کے مانگنے والے کو تلواریں پیہلیں گے اور جو
 گوروں کے وقت تک غارتگری ہو وہ بدروہیوں کا ہو اسکا معاوضہ نہ ہو گا شاید یہی کشر ہوں سکانات کو
 حامد علی خاں کا کر کے کیوں لکھتے ہو وہ تو مدت سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی
 محسرا اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے اب پھاٹک اور سرتا سرکانیں گوا دی گئیں سنگ خشت کا نیلام کر کے
 روپیہ اٹھل خزانہ ہوا مگر یہ سمجھو کہ حامد علی خاں کے مکان کا علمہ بجا ہو۔ سرکار نے اپنا ملو کہ مقبوضہ ایک مکان دیا
 جب بادشاہ اودہ کی اطاعت کا وہ حال ہو تو رعیت کی اطاعت کون پوچھتا ہو تم اب تک سمجھے نہیں ہو کہ حکام
 کیا سمجھتے ہیں اور کبھی سمجھو گے کیا نونہلے کسی نقل حکم کیسا مرافعہ۔ جو احکام کہ دلی میں صادر ہوئے ہیں حکام
 قضا و قدر میں انکا مرافعہ کہیں نہیں۔ اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم بھی کہیں گے رئیس تھے نہ جاہ و شہرت رکھتے تھے نہ مال
 رکھتے تھے نہ پٹن رکھتے تھے۔ لاہور زندگی میں میر مسکن اور بعد مرگ میر مدفن ہو گیا۔ جب تم لکھتے ہو کہ شہر و مال
 جاؤ تو مجھ کو ہنسی آتی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ہلال ماہ جب المرحب ہو میں بھیوں جو تدبیر شیعہ کے باب میں تم نے
 کی ہے وہ بہت مناسب بشرط پیش ہو نیچے اور ولایت پہنچنے کے سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیرانہ سری میں سپر
 قابض ہو چکے۔ انشاء اللہ العلیٰ العظیم۔ یوسف مرزا خان کو دے چاہئے۔ حال قصیدہ و محسن کا معلوم ہوا تبلیہ و کتبہ کر رہے
 ہیں جو آباد و لاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہو ان کو منظور ہے کہ دعا کا عطیہ مجاہدوں اور ثناء کا صلہ جدا
 پاؤں سے کار ساز با فکر کار یا بہ لیکن میری جان انصاف تو کہ۔ ان صلہوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی یہ فکر بھی
 یہ جو وہ ہے زندگی میری کب تک سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سال آئیں گے۔ اسی مہینے میں اپنے آقا کے
 پاس جا پہنچتا ہوں۔ دہان روٹی کی فکر نہ پانی کی پیاس جاڑے کی شدت نہ گرمی کی حدت۔ نہ حکم کا خوف
 نہ مخبر کا خطر۔ نہ مکان کا کراہیہ نہ پائپ سے نہ کپڑا پریدہ نہ پاؤں سے نہ گوشت گھی نہ گاؤں نہ روٹی پکوان عالم نور
 اور سرسبز درخت یا ربائیں آرزو سے من چہ خوش است + تو بدیں آرزو مرا برساں +
 بندہ علی ابن ابی طالب۔ آرزو مند مرگ۔ غالب۔ روز شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ء

بنام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہر ذرا یوسف مرزا کو بلائیو۔ لو صاحب نے آئے۔ میاں میں نے کل خط لکھا ہوا ہے مگر تجھے ایک سال
 جواب نہ گیا ہے اب میں تو بفضل حسین خان اپنے ناموں علی الدین خاں پاس ہر خط ہر شاید آئی آیا مگر میری اس
 نہیں آیا۔ والد اٹکے غلام علی خاں اکبر آباد میں ہیں مکتبہ اری کرتے ہیں لڑکی پڑھاتے ہیں بڑی کھاتی ہیں
 تم لکھو ہو کہ پچاس محل واجد علی شاہ کے کلکتہ گئے۔ تمہاری ہوں محمد علی خاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ درویش
 بناس گئے۔ اس خبر کو اس خبر کیا تھ منافات نہیں ہو اصرار ہے آپ بناس کو چلے ہوں ادھر ہو گیات
 وہاں بلایا ہو مگر میری جان ہلکویا **س** عالم پس مرگ باچہ دریا چہ سراب
 ایضا آو صاحب میری پاس بیٹھ جاؤ۔ کچ بیکٹہ کارون ہے۔ ساتویں تاریخ رمضان کی اور نیس
 اپریل کی صبح کو مجانی فضلو جنگو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں اور تہذیب اقلام الدولہ خطاب یا ہر وہ تین پاؤ
 مجھ میں اور ایک تین کا لوٹا اور دوست کی رسیاں لیک بھٹیا سے کے ٹو پر سوار ہو کر ان کو روانہ ہوئے۔
 بہرہنہ چڑھو اک کا ہر کارہ تھا رخط میری نام کا اور ایک حکم نامہ ہو سو سو میر کاظم علی لایا یہاں تک
 تھا کہ تجھے ہر امن صاحب سجاد مرزا شریف لائے۔ تمہارا خط انکو دیدیا وہ اسکو پڑھ رہے ہیں اور یہ خط
 خط لکھو ہا ہوں۔ پہلو تو لکھتا ہوں کہ حکم نامہ میر کاظم علی کو دیدینا اور میر کاظم علی نے فریت کو نہ کہ غیر علی
 صبر کرو اور چپ ہو ہو۔ تلخ کے دو طعنہ نہیں آکھیا قطعہ ہا۔ ماہر و خوش خرام کچھکچھ بہرہ خوش خرام بنادیا ہا
 قطعہ تجھ ہی بشرط آنکہ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنی زوجہ کو واسطے گوارا کرے۔ خواجہ جان پوٹا ہوا کہ
 زائی رہو کہ اس نشن کے جوا میں کچھ دخل نہیں کیا م خدا ساز ہے۔ بی علی ابن ابی طالب علیہ السلام نمازچی
 نے تمہارا قول کی تصدیق کی اور کہا کہ میں سودہ عرضی کا سرے پاس گیا میں نے کھانا کھاؤنگا تیرے جو
 لکھا ہو گا وہ مناسب کا خدا را اس کا اور کام تجھے ہے۔ اگر تیرے بدلی صاحب میر دوست کر فرزند میں
 اور نیکی تیرے اور سعادتمند میں دیکر تم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سپارش کو دخل نہیں ہے۔ تم کاظم علی سے

دریافت کرلو۔ ہاں و مقدمہ نہیں ہے انکو دو خط لکھ کر انہوں نے ایک کا بھی جواب نہیں لکھا اور اہل مقدمہ نہیں
کوشش بھی نہیں کی اب سکو بھیکہ جو کچھ لکھو اسکے موافق عمل میں لاؤ۔ ناظر جی صاحب اور بھادو مرزا اپنی گھر گئے
وہ کو دوا اور تباہی دینگی کہہ گیا میرے اپنے نے میں جلدی نہ کرو۔ ماں کی ضابطہ کو سب مور پر مقدمہ جانو
میں ابھی اپور نہیں جاتا۔ برسات بعد بشرط حیات جاؤنگا یعنی او آخر اکتوبر یا اوائل نومبر میں قصد ہوں۔
یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچے۔ سے پہلے تھارے پاس پہنچے۔ اُنکے نام کا حکنا نہ بہت
احتیاطی اپنے پاس نہ دینا۔ خبردار جاتا نہ ہے جب پہنچیں تب انکو حوالہ کرنا۔ صاحب نہ محسن نہ مذکر۔
یہ باتیں غیرت کی ہیں چطرح اپنے اور بچوں کو دو لنگا مظفر مرزا اور کو بھی سپیٹھ بھجواؤ لنگا ہمیشہ عزیز
یعنی اپنی والدہ کو میری دوا کہنا۔ مرقویہ کشینہ وقت نیمروز۔ ہفتم رمضان ۱۲۹۶ء اپریل۔ صاحب
ایضاً یوسف مرزا کو بعد نماز کے معلوم ہو کہ تمہارا خط کل منگل کو پہنچا۔ آج بدھ۔ اشوال اور ۹ مئی کی
ہو اسکا جواب بھیجتا ہوں۔ خدا کی قسم تاس ٹہری صاحب سے میری ملاقات نہیں ہے ہاں لکھ صاحب میرے
سو انکا نام کا خط لکھا ہوا انکو بھیجتا ہوں پڑھ کر بند کر کر انکو دو اور اُنسے ملو اور جو کچھ وہ کہیں مجھ کو لکھو۔
احتمال الدولہ ان فضلہ میر کاظم علی بادر کیا جانے کتاب کو کہتے ہیں اور اگر کس تھیار کا نام اور سکندر
کو کسی درخت کا پھل ہے میرا اردو کا دیوان میرے گویا۔ سکندر شاہ لیگئے مصطفیٰ خاں کو دے کر آئے
ڈاک میں لپی رسید لگئی۔ نہ برمان قاطع نہ قاطع برمان۔ کل جوت تمہارا خط آیا اُسوقت منشی میر
احمد حین میری پاس بیٹھے تھے اور اسوقت ساک مجذوب بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دونوں صاحب کو اور بھائی
فضلہ کو سلام کہتے ہیں۔ اور بھائی فضلہ سے یہ کہہ دیا کہ باتفاق آئیں میرا حین اب باغ کی
درجہست کی عرضی بیفائدہ بلکہ مضر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس
موجود ہے وہ اُسکو بیچ کر روپیہ لکھو بھجوا دیں گے۔ غالب
ایضاً یوسف مرزا کو لکھو کہ تیرا باپ مر گیا اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ

کہ کیا کرو مگر صبر۔ یہ ایک شوہ فرمودہ اپنا رو بگاڑا ہو۔ لغزیت یوں کہتی کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے
 ہیں کہ صبر کرو۔ ہاں ایک کا کلیجہ کٹ گیا اور لوگ اسے کہتی ہیں کہ تو نہ ترپ۔ بھلا کیونکر نہ ترپ گا
 صلاح ہمیں نہیں بتائی جاتی۔ دُعا کو دخل نہیں۔ دُعا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا بھرا پڑا
 مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سرو پا کس کو کہتی ہیں تو میں کہوں لگاؤ سوسٹ مرزا۔ تمہاری دادی
 لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جو امر دیکھا دو دن قید
 سے چھوٹ گیا نہ قید حیات رہی نہ قید فرنگ۔ ہاں صاحبہ لکھتی ہیں کہ پیش کا رو یہ
 بلکیا تھا وہ تجھ پر دیکھنے کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہو کہ مجرم ہو کر ۱۲ برس کو مقید ہوا ہو اسٹان
 کیونکر ملیگا۔ اور کسکی درخواست سے ملیگا۔ رسید کس سے لیجا لیگی۔ مصطفیٰ خاں کی رہائی کا حکم ہوا
 مگر پیش ضبط۔ ہر چند اس پریش سے کچھ حاصل نہیں نہیں بہت عجیب بات ہو تمہارے خیال سے کچھ
 آئے وہ مجھ کو لکھو۔ دوسرا امر یعنی تبدیل مذہب عینا و بالہ۔ علی کا غلام کبھی مُرتد نہ ہوگا۔ ہاں بھیکے
 حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچے ہوئے کہ ان سوں میں اپنا کام نکالو اور دیا ہو جاو
 عقیدہ کٹ لٹا ہو اگر یہ بھی تھا تو انکا گناہ غلط تھا اس طرح رہائی ممکن نہیں قصہ مختصر تمہاری دادی کا
 چٹو جو تمہارے بھائی نے مجھ کو بھیجا تھا وہ میں نے تمہارے ماموں کے پاس بھیج دیا نہ کی جاو
 کی واکذشت کا حکم ہو تو گیا ہو اگر لگے بڑے بھائی کے یا رانچو چوڑیں۔ دیکھو انجام کار کیا ہوتا ہے
 منظر مرزا کو دعا پہنچے۔ تمہارا خط جواب طلب تھا تمہاری چچا کا آغاز تھا ہو خدا کری انجام اسی
 کی مطابق ہو۔ انکا مقدمہ دیکھ کر تمہاری چھوچی کا اور تمہارا انجام دیکھا جائیگا کہ کیا ہوتا ہو ہو گا کیا
 اگر جاداد ملی بھی تو قرضدار دام دلم لینگے۔ زراقی حقیقی منشن دلو کہ روٹی کا کام چلے۔ جناب
 میرزا باغلی صاحب کی میرا سلام نیاز اور میر کاظم علی کو دعا۔ غالب۔ مرقومہ شنبہ ۲۷ شوال ۱۲۸۱
 ایضا میری جان اور میری آنکھیں میرا زجران طغیانہ۔ درخت چنالی کہ پاک آبد پاک نیت

وہ خدا کا مقبول بندہ تھا وہ چھٹی روح اور چھٹی قسمت لیکر آیا تھا یہاں ہر گز غم نہ کرو۔ اور یہی
اولاد کی خوشی ہو تو ابھی تم خود سچے ہو خدا تم کو جیتا رکھے اور لا وہبت۔ نانا۔ نانی کی مرنیکا ذکر کیون
کرتے ہو وہ اپنے جل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنابنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اس
عہد میں ہو اور اپنی برکت دھوئے۔ یاں مظفر الدولہ کا غم منجملہ وقعات کر لیا ہے معلیٰ ہے یہ غم یا تم جتنی
نہ سے گا۔ والد کی خدمت بجا لائیکا ہر گز فوسن چاہیے کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو تو مستحق ملامت ہو
کچھ ہو ہی سکے نہ کیا کرو۔ اب فکر یہ پڑی ہوئی ہے کہ بیٹے کہاں اور کھائیے کیا مولانا کا حال کچھ تم
مجاہد معلوم ہو کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرفعہ میں حکم دوام حسین بحال رہا۔ بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد
دریا سے شکر کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ تم کو معلوم ہو جائیگا انکا بیٹا ولایت میں اپیل چاہتا ہے کیا ہو
ہو چھ ہونا تھا سو بولیا انا لله وانا اليه راجعون ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال پتا تم کو مفصل
لکھ چکا ہوں وہ دہلی اردو اخبار کا پرچہ اگر مل جائے تو بہت مفید مطلب ہے ورنہ خیر کچھ محل خوف خطہ
حکام صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کرینگے میں نے سکے کہا نہیں اگر کہا تو اپنی جان اور حرمت بچانیکو کہا گیا
نہیں اور اگر گناہ بھی ہو تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظہ کا اشتہار بھی اُسکو نہ مٹا سکے سبحان اللہ
گو لہ انداز کا بارہ دہنا نا اور تو پس لگانی اور بنگ گھر اور میگن کا ٹوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے
سفر معاف نہ ہوں۔ یاں صاحب کہ کا بہنوئی مددگار ہو اور شاعر کا سا بھی جان ب رہیں۔ لو حضرت
میر غیاث حسین صاحب کل لے۔ میر تقی حسین کا خط دیدیا۔ عینک کر خوب پڑھا۔ کہہ گئی ہیں کہ اس کا
جواب کل لاؤ لگا۔ میں تو جسکو خط روانہ کرتا ہوں آج یا کل خط لاؤینگے اُسکو جداگانہ لغافہ میں روانہ
کر دو لگا۔ مظفر مرزا دیکھتے کب تک میرا درجہ ہے کیونکر لے۔ ایک لطیفہ پرسوں کا سنو۔ حافظ جتو
بیگناہ ثابت ہو چکے رہا پاپا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ اہلک اپنی مانگتے ہیں قبض
انکا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی زیر۔ پرسوں حاضر ہیں مثل پیش ہوئی حاکم نے پوچھا کہ حافظ محمد

لوگوں عرض کیا کہ میں پھر بچھا کہ حافظ ممتوں کون عرض کیا کہ میں اصل نام میرا محمد بخش ہے ممتوں میں مشہور ہوں۔ فرمایا کچھ بات نہیں۔ حافظ محمد بخش بھی تم اور حافظ ممتوں بھی تم۔ سارا جہاں بھی تم جو دنیا میں ہو رہے بھی تم۔ ہم مکان کسکو دین۔ مثل داخل قبر ہوئی۔ میاں ممتوں اپنے گھر چلے آئے۔ ہاں جہاں خواجہ بخش درزی کل سبک پہر کو میرے پاس آیا میں نے جانا کیا یا ممتی کو ممتی پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا۔ میرن صاحب آج کلانی پت کو جایا چاہتے ہیں میرا نام علی بن قلیندر علی اور سو آئے ہوئے سلطان جی میں تر کر ہوئے ہیں دن پندرہ ایک ہوئے محمد طلیخاں میری ملاقات کو آئے ممتی علی جی میں رہتا ہوں شاہ پٹودی گم ہوئے ہیں۔ میر شرف علی میرا سدا علی خان حرم نے رہائی پائی بھی اہلکار کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی جہاں یعنی زوجہ میرا محمد طلیخان منقور اپنی عیالی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آگ دہن جاؤ لگا۔ خدا جلنے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری۔ ہر وقت تک ان کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیماں لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں ؟

ایضا میری جان خدا تر انگہاں۔ میں نے گرد پھینکے دام میں پھنسا یا۔ پھنس میں نہ کر کر تیکھو یا میرا تھیں فقط انکو ان کی جمعیت پر وہ پڑھا دنیا تالہ کی خاطر جمع ہو جائے۔ شہنوی بھی صلاح نہ پائی جب تک عام ہو شہنوی نہ ہو لکھی ہو کیونکہ صلاح بجا آپر چھوٹا جو صاحب میرا لکھا ہے۔ اوکو لکھا ہے سید داؤد عابا اعتبار لکھا کی اور استاد کی کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں جس حکم کی نقل کہوئے تم کہتے ہو وہ اصل کہاں ہو جسکی نقل میں نے کیا ہے خلق ہے کہ قدیم لوگوں سے باز پرس نہیں۔ شاہد اسکے خلاف ہے کہ کوئی دن ہو کہ جیساں گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں پیریاں۔ ہاتھوں میں تھکڑیاں حوالات میں ہو کہیئے کہ حکم اخیر کیا ہو۔ صرف غمزدار کی مختار کاری پر قناعت کی گئی جو کچھ ہوتا ہو ہو گیا۔ ہر شخص کی رائے کی موافق حکم ہو رہے ہیں۔ نہ کوئی قانون ہے نہ قاعدہ ہو نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش جائے ارضی خاں ابن رضی خان کی پوری دوستی دے کی نہیں کی منظوری کی رہ پڑ گئی اور انکی دوستی سے سو۔ وہ یہ مینا پانے۔ ایسا کو حکم ہوا کہ

چونکہ تھکے بھائی مجرم تھے تو تھاری نیشن ضبط بطریق ترجمہ میں اس میں پینچ گولیکا ترجمہ ہو تو قاتل کیا
 قہر ہو گا۔ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کا روشناس میں نہیں اکیٹر سکتا ۵۲ برس کا نیشن تقریباً
 تجویز لاؤ ایک منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ بلا ہونے بلکہ خیر احتمال ہو ملنے کا۔ جانتے ہو کہ علی گاندہ
 ہوں اس کی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا اس وقت کل کے پاس اکیرو پیہ سات آنے باقی میں بعد اس کے نہ
 ہمیں سی فرض کی امید ہونے کوئی جنس میں بیج کے قابل ہے۔ اگر رامپور سے کچھ آیا تو خیر ورنہ پانا
 اللہ وانا لیلہ لاجونہ بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں نیشن کی تقسیم کا حکم آج
 دیکھے آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ مظفر مرزا کا خط الوداع
 آگیا۔ بخیر عافیت پہنچے۔ میرا سرم علی کا قافلہ بھی میں ہے۔ میرا قاسم کی بی بی الوداع کی خواہ میں سی خوب
 سہا م شریعہ و ثلث مظفر مرزا کو اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرتی ہے ظاہر بموجب تعلیم میرا قاسم علی کے
 غالب۔ محرمہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۵ جولائی سال حال +

ایضاً میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آئے وہ اور ان کے متعلق سب اچھی طرح ہیں
 حبیب گنگوٹی گنگوٹی کل تمہارا خط آیا۔ بھائی تمہیں غارش کیوں ہوئی۔ حسین مرزا صاحب کیوں بیمار ہوئے
 خدا یا ان آوارگان دشت غربت کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کر مگر تصدق مرقضی علی کا تندرست
 رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈارھی سیف ہو گئی یہ شدت غم و رنج کی خوبیاں ہیں اس خط کے
 پہنچتے ہی اپنی اور انہی خیر و عافیت لکھنا جہاں تمہو اپنے نام کا خط پڑھا وہاں کا حال بھی ہو

بگفت احوال مبارق جہاں است	وے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے بر طایم اعلیٰ نشینم	گہے بر پشت پاسے خود نہ بینم
ہمارے خداوند ہیں۔ ہمارے قباہ و کعبہ ہیں خدا اس کو سلامت رکھو۔ آغا باقر کا امام بارگاہ میں سے علاوہ کہ خداوند کا غراخانہ ہو ایک نیا قدیم رفیع مشہور۔ اس کی اہدام کا غم سکونہ ہو گا یہاں	

دو ٹکڑیوں میں ہیں۔ ایک ٹھنڈی شرکا ورا یکا بنی شرک محل نکا الگ الگ س سڑک پر حکایت ہو کر
 کوئل کا بارگاہی شہر میں بنے گا اور قلعہ کے آگے جہاں لال کی تیرا یک میدان نکالا جائیگا۔ محبوب
 وکانہیں بھیلیوں کے گھر فیضانہ۔ بلاتی بگیم کے کوچہ تک سوا لال کی و دو چار کنوؤں کے آثار عمارت
 باقی نہ رہی آج جان نثاران جھپٹے کی مکان صحر شروع ہو گئے ہیں۔ کیوں میں مئی کے میرے خوش
 ہوں جب پل شہر ہی شہر کو لے کے کیا چوٹی میں لوں۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا یہ قصہ پڑا
 انکا خط سوتو محمد علی خاں آیا۔ کلو کے ہاتھ انکے گھر بھجوا یا انکا گھر کہاں تو میرا محمد علی خاں محرم کی بی
 کے ہاں رہے ہیں نہ تھے جب بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے دیور کا آدمی ہوا انہوں نے مدعا دریافت کر کے
 رکھ لیا اور کاتو سو کہا کہ بھائی کو سلام کہنا کہ محمد علی خاں علی جی گئے ہوئے ہیں انکے پاس بھجوا دو گی۔ کل
 رضا شاہ آئے تھی میں انکو کہا تھا کہ تم میرا محمد علی خاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہو انکو چاہا
 پہنچا دینا۔ صاحب بخاری انا کو میں کیا جانوں۔ کس تپے سڑو ہوڈھوں دو اسی میں پوچھا امیر النسا
 کو وہ نہ سمجھی اجد علی کی ماں کر کے بچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ وہ جلد علی مع اپنی ماں کے پہاڑ گئے ہو بہتر
 کی عرض کے روانہ ہو نیکا حال معلوم ہوا۔ تم بھجوا اگر وہ عرضی فی الحقیقت کشتہ نے بھیجی ہو تو
 بیشکٹے عائے سالمہ قبول کے بھیجی ہے اگر خود میں نظر کرتا تو بھیجنا۔ یا قری علی اور حسین علی اپنی ماں
 کے ساتھ ثواب ضیاء الدنیاء کی والدہ کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہیں ایاز اور نیاز علی
 انکے ساتھ ہیں دو بندگیاں در ایک عدا اور دو آداب متوی۔ دوا اور کلو اور کلیاں کی بندگیاں
 قر الدنیاء پر سوں آیا تھا اب آئیگا تو دعا مختاری اسکو کہد ونگا۔ غالب ۛ

ایضاً۔ حق تعالیٰ ہمیں عمر و دولت و اقبال عزت دے خط محررہ دوم محرم میں کوئی مطلب
 جواب طلب تھا۔ مرزا حیدر بیگ صاحب کی رحلت کی خبر تھی اور بس۔ کل بھوکا دن ہینوں کی
 ۷۰ تاریخ تھی۔ صبح کی وقت مرزا آغا جانی صاحب آئے اور انہوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم کنوؤں کی

بنی قن کے ہاں اترتی تھی اب پوڈی کو اپنے بیٹے کو پاس گئی۔ کہتی تھی کہ نصیبِ نازِ حبی بہت پیار ہیں
 خدا خیر کرے۔ یوسف مرزا میری جاں نکل گئی کیا کروں۔ کیونکر خبر سنگاؤں۔ یا علی یا علی یا علی یا علی
 بار و لیس کہا ہو گا کہ باری کا بیٹا دڑا ہوا آیا اور میں خط لایا۔ یعنی وہ پنجو جلی میں تھا۔ ڈاک کے ہر گز خط
 لاکر دیئے۔ نیاز علی اوپر آیا ایک خط یا ر عزیز کا اور ایک خط ہر گوپال تفتہ کا اور ایک خط ذوالفقار الدین کا۔
 مولوی کا۔ میاں قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجبور و نا آجائے۔ بارے اس خط کو میں نے آنکھوں سے لگایا۔
 پتھیاں لیں آئیم تماشا دیکھو ۱۳۰ مجرم کا خط، اس کو مجھے پہنچا۔ میں سراج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو بسیل ڈاک
 کلکتے جاؤ لگا اور پھر حضرت مجہد سے مطلب کا جواب مانگتی ہیں۔ ہاں جب کلکتہ پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجھ کو
 بھیجیں گے اور اپنے مسکن کا پتہ لکھیں گے تب جو کچھ مجھ کو لکھنا ہو گا لکھوں گا۔ آغا صاحب کو خط سنا دیا اور انکو اس وقت
 کا شئی ناتھ کے پاس بھیجا ہوا کہ وہ اسکو گراماں اور شرمائیں اور کچھ سجاد مرزا کیو سطر بھیجاں ضیاء الدنیا
 دو ہفتہ سے یہاں ہیں اپنے باغ میں اترے ہوئی ہیں۔ دو بار میرے پاس بھی دو دو گھڑی کیو سطر
 آئے تھے کچھ لکھو منظور ہے برعایتِ خلاص و محبتِ قدیم خدا چاہی تو کچھ سجاد مرزا کو اور کلکتے آنکو خط کے
 لئے کر بعد کچھ ناظر جی کو ان سے بھجواؤں میرا وہی حال ہے مجھ کا نہیں ہوں مگر کسی خدمتگار کی توفیق
 برے بھلے عالی سگزر جاتی ہے ہر فوس ہزار فوس جمع تم سجاد ناظر جی ہی چکر مل کا حال لگے کہوں تو کون اور کون
 اور وہ بات خود کہنے کی نہیں کر سکتی ہی سو کر نیکا متقد و رہیں تفضل حسین خاں ابن غلام علی خاں میرٹھ میں
 اپنے ماموں جیسا کے پاس ہے شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا۔ بھٹا اسلام کہدینا۔ پرسوں
 بھوہ میرٹھ گیا۔ بجائی فضل و عربہ را میں رہے ہیں پرسوں سے آئے ہوئے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں
 عرصیاں دیر پھرتے ہیں۔ کوئی سنتا نہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا ٹکٹ موقوف ہو گیا
 فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ آئے اور باقی ہندو مسلمان۔ عورت۔ مرد۔ سوار پاؤہ جو چاہے
 چلا جائے چلا آئے مگر غیر آبادی کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ شریکین

نکلیں گے اور گویوں کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مریٹ کر ایک جان شاد خاں کے چھٹے کی شکر کھلی
 دئی واکوں لکھنؤ کا خاکا اڑا رکھا ہو کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھادیے اور صاف میدان کیائیں
 جانتا ہوں ایسا نہ ہو گا بات اپنی ہی ہو جو تم نے لکھی ہے یہ حال اب جو کچھ ہو لکھو اور ناظر حرجی کروا نہ ہو گا
 کی خبر اور تجاود اور اکبر اور انکی ماں کی خیریت اور اپنی بات کا حال لکھو بخشیدہ۔ ہمارے محرم الحرام کے
 ایضاً میری جان شکوہ کرنا سکھو۔ یہ باب میں لکھو بھی پڑ پایا نہیں۔ کوئی خط تمہارا نہیں آیا کہ
 اسی دن یا دو سرون جواب لکھا ہو۔ بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو تمہارے شکایت نامہ بھیجا ہو
 اسکے بعد ایک خط میرا بھی لکھو پتہ ہو گا یہ خط کل آیا آج میں اس کا جواب لکھتا ہوں۔ سو حسب تم جانتی ہو کہ
 میں ۱۲ پرچہ کا خلعت ایک بار اور بلوس خاص شال و مال وہ شالہ ایک بار شپہ گاہ حضرت سلطان عالم سر پا چکا
 ہوں مگر یہ بھی جانتی ہو کہ وہ خلعت مجھ کو دوبار کر کے ذریعہ سے ملا ہے۔ یعنی خیاب قلعہ کعبہ حضرت محمد
 مدظلہ العالی۔ اب اہمیت اسکی مقتضی نہیں ہو کہ میں اسکی توسط کے مع گشتی کا قصد کروں چاہے
 قصیدہ لکھ کر جیسا کہ میرا دوست ہو گا کہ نہ کہ حضرت پیر شہید کچھ نہیں بھیجا ہے یہ یقین ہے کہ حضرت نے وہاں بھیجا ہو گا اور میں بھی لکھتا
 ہوں کہ میں قصیدہ لکھ کر بھیجا ہوں جو خط میں لکھا ہے کہ حضرت زید قلعہ کعبہ میں لکھ کر بھیجا ہوں تو مجھ کو ملا واکوں لکھا کہ
 باریں جو مناسب مقولہ و موقعی ہو تو میں پر وہ عایشاں مظہر حسین خاں کے خط میں لکھتا ہوں
 یہ ورق پڑھ کر انکی خدمتیں گزران و اور جو وہ ارشاد کریں مجھ کو لکھو۔ تمہاری خط کے مطابق سندرج کا
 جواب ہو چکا اس پر یادہ میری پاس کئی بات ہو وقت لکھنؤ کو نہیں ہے مگر کہ ایک خط تمہاری ماموں صاحب کے
 کا پہنچ چکا ہوں اگر وہ پہنچے گا اور خدا کری پہنچے تو اس سے لکھو ایک حال معلوم ہوگا۔ غالباً شبہ نہ ہو کہ
 ایضاً یوسف زامیر حال سے کہ میرے خدا اور خداوند کے کوئی نہیں جانتا۔ آدمی کثرت غم سے سودا ہوا
 ہو جاتے ہیں عقل جاتی رہتی ہو اگر اس ہجوم غم میں میری قوت تفکرہ میں ترقی کیا تو کیا عجیب ہے بلکہ
 اسکا باور نہ کرنا غضب ہے۔ پوچھو کہ غم کیا ہو۔ غم مرگ۔ غم فراق۔ غم رزق۔ غم عزت۔ غم مرگ میں

قلعہ نامبارک سے قطع نظر کہ اہل شہر کو گنتا ہوں۔ منظر الدولہ میر ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میر بھانجا
 اسکا بیٹا احمد مرزا انیس برس کا بچہ مصطفیٰ خاں ابن عظم الدولہ آئے ویٹے۔ ارضی خاں و مرتضیٰ خاں
 قاضی فیض اللہ کیا میں انکو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا تھا آخری کو بھول گیا حکیم صنی الدین خاں۔ میر حسین
 سیکش اللہ اللہ انکو کہاں سولاؤں۔ غم فراق۔ حسین مرزا۔ میر مہدی۔ میر سرخا حسین۔ میر صاحب خدا
 انکو جیتا رکھ کر کاش یہ موتا کہ جہاں ہو وہاں خوش ہوتے۔ گھر کے بے چراغ وہ خود آوارہ۔ تاجدار اور لکھنؤ
 حال کا نصیر کرتا ہوں کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر میں علی گڑھ کو گواہ کر کر کہتا
 کہ ان موت کو غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرا ہی حقیقی میرا ایک بھائی دیوتا مگر کیا
 اسکی بیٹی اسکے چار بچے۔ اسکی ماں یعنی میری بھانج جیو پیس پڑی ہوئے ہیں اس میں برس میں لکھنؤ
 انکو نہیں بھیجا جھٹکی کیا کہتی ہوگی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے یہاں غینا اور اُمرا کے ازواج و اولاد بھی یک
 لگتے پھر اس اور میں دیکھوں۔ بس مصیبت کی تاب لاںیکو جگر چاہیے اغا صاں پناؤ دکر روتا ہوں۔ ایک
 بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے۔ کلو۔ کلیان۔ ایاز جھہ باہر۔ ماری کے جوڑو بچے بدستور گویا ماری
 موجود ہے۔ میاں گھن گئے گئے ہینا بھر سے آگئے کہ بھوکا مڑتا ہوں۔ اچھا بھائی تم بھی ہوا ایک
 کی آمد نہیں۔ بیٹا آدمی روٹی کھانے والے موجود۔ مقام معلوم ہو کچھ آئے جاتا ہے وہ بقدر سہارن پور ہے
 محنت وہ ہر کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہے۔ آدمی ہوں
 دیو نہیں۔ بھوت نہیں۔ ان رنجوں کا تحمل کیونکر کروں۔ بڑا پاپا۔ ضعف قوی۔ اب مجھ دیکھو جانو کہ
 میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ گویا صبا فرماش ہوں
 کہ کہیں جائے کاٹھکانا نہ کوئی میرا پاس نہ والا وہ عرق بقدر طاقت نہائی رکھتا تھا اب میر نہیں ہے
 جھک کر آید گوشت کا بھنگا ہے۔ دربار میں جاتا تھا خلعت فاخرہ پایا تھا دستار نظر نہیں آتی نہ مقبول ہوں نہ مردود ہوں نہ سیکھا ہوں
 نہ گناہگار ہوں نہ خیر نفسہ۔ بھلا آہ تم ہی کہو اگر یہاں دربار ہوا اویس بلایا جائوں تو نہ کہاں سولاؤں۔ وہیں رات دن

خون جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونٹھہریت کا لکھا۔ مگر فضل مضمون کو دیدیا وہ پہلی دو سیمبر محکوم دیکھا یہ اس کا
 ہوسے زسالی و گرتے برو کار آمد بد نہ از شہد شصت و شمار آمدہ اس میں التزام اپنی تمام سرگشت کے
 لکھنے کا کیا ہی سہی نقل کو بھیج دیا۔ میرا قازادہ روشن گہر جناب مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا اس کو بھیج دیا
 بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ سلو ہے۔ جہاں پناہ کی مح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قصیدہ مروج کی نظر سے
 نہ تھا۔ میں نے اسی میں احمد علی شاہ کی جگہ واجد علی شاہ بٹھا دیا خدا نے بھی تو یہی کہا تھا انور علی شاہ اسیا
 کیا ہو کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا۔ میں نے باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا۔
 اوپر کسی حالت اور کسی مصیبت میں کہ جس کا ذکر بطریق اختصار اور پر لکھ آیا ہوں۔ اس قصیدہ سے محکوم عرض
 دستگاہ سخن منظور نہیں۔ گدا ئی منظور ہے بہر حال تو کہو قصیدہ پہنچا نہیں پہنچا۔ پرسوں تھا کہ
 امون کا خط آیا وہ قصیدہ کا پہنچنا لکھتے ہیں۔ کل تھا خط آیا اس میں قصیدہ کے پہنچنے کا ذکر نہیں اس قدر
 کو مشاؤ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا نہیں اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں اگر گزرا تو کسی معرفت
 گزرا اور کیا حکم ہوا یہ مورجلہ لکھو اور ہاں یہ بھی لکھو کہ املاک واقع شہر دہلی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں کو
 اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فرو فرست دیات باغات املاک مع صل ہر ایک مبلغ وودہ و بلک ناخرجی کو
 بھیج دی ہے جس سے ایک دن پہلے وہ فرو پہنچے گی یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہو گرا تا معلوم ہو کر کہ
 شہر کی عمارت جو مٹرک میں آئی اور ریسات میں ڈھ نہیں گئی وہ سب خالی پڑی ہو کر یہ دار کا نام نہیں ہو کر
 یہاں کی املاک علاقہ حسین مرزا صاحب کے واسطے مطلوب ہے میں تو پیش کے باب میں حکم اخیر میں نے
 چلا جاؤ لکھا۔ جاو دی قول سفری الحجہ تک مہینے اور پھر موسم سرما ۱۲ سال شروع ہو گا اس سال کے رو چاؤ
 کیا رہ مہینہ غرض کہ انیس میں مہینے ہر طرح بسر کرنے میں اس میں پنج و راحت و لذت معرت جو قسم میں ہے وہ
 پہنچ جاو اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤں۔ جسم امپور میں اور روح عالم نور میں اعلیٰ اعلیٰ باعلیٰ
 میاں ہم نہیں ایک اور خبر لکھتے ہیں۔ برہا کا تیرہ دن بیمار پڑا تیرہ دن مر گیا تو کیا لکھتے ہیں غرض کہ

باب کا شیوہ جو اہم کسی غم میں ہے کہ یہ تیرہویں حصہ میرے یوں گویا ایک مردہ دل افروزہ کوں ہے جسکو تمہارا اسلام کو
 یہ خط اپنی ماموریت کا کوڑا دینا اور فردائے لیکر پڑھ لینا اور طرح انہی کے میں آئے آپر حصول مطلب کی خاطر
 اٹھانا اور ان سب مایج کا جو اشتیاق لکھنا۔ ضیاء الدین خاں رشک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے دیکھئے اگر
 کیا کہتے ہیں یا رات کو آگئے ہوں یا شام تک جائیں کیا کروں کے لیس اپنا حال الوں۔ برتضی علی
 پہلے سیرت میں یہ ہے کہ جو شاہ او وہ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کروں۔ نصرت حسین مرزا اور تیم اور تجار
 نصف میں مفلسوں کا۔ مزاحیات خیالات پر ہی مگر ادبی خیالات سے اور خاص طبیعت معلوم ہو جاتا ہے وہ اسلام
 خیر خاتم۔ دوشنبہ۔ دوم جمادی الاول ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۷۱ء وقت صبح ۶
 ایضاً میاں صاحب کو تمہارے نام کا خط روانہ کیا۔ شام کو تمہارا ایک خط اور آیا۔ حضرت بندہ
 اعلیٰ کا اب تک اس نہ پہنچنا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالیٰ انکو جہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں
 رکھے۔ جب چاہیں بان پہنچیں میرا مقصود تو اتنا ہے کہ قصہ گزرے اور کچھ ہمارے تمہاری ہاتھ آئے
 لیکن کل کے خط کی پشت پر جو سطرین ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اسکے دیکھنے سے اس ٹوٹ گئی۔
 کچھ آٹھ آٹھ نظر نہیں آتا۔ اہلک واقع شہر دہلی کے سوال کا جواب اب کی بار قلم انداز ہوا۔ مگر اگر کہا جائیگا
 بیٹا یہ اب یہ لکھا کہ ہم تو عرض ان مکانات کے یہ مکانات دئے معاوضہ ہو گیا۔ بھائی میں پہلے ہی
 جانتا تھا کہ یہ اہلک قتل ہوئی اور وہ سوال لکھ دیا یہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہر وہ دلی کی ملاک کا رہنما
 ہے۔ پرسوں ناظر جی کے نام کے سرتائے میں فرد فرست مجموعہ اہلک پہنچ چکا ہوں۔ خیر یہ وار بھی خالی گیا
 مولانا غالب علیہ الرحمۃ خوب فرماتے ہیں مختصر یہ ہو چکی امید نہ ناامیدی اسکی دیکھا چاہیے +
 تمہاری ماموں صاحبہ کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کس زبان سے ادا کروں۔ ہی ہر حسین مرزا اور
 یہ کہو کہ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ اور مجھے کبھی ہو اسکا جواب میرا انجام نہ ہو سکے بہت بڑا سہرا تھا
 اور سرکار کچھ دست سہی۔ جہد نہ سہی علاقہ نہ سہی۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ در ماہ مقرر ہو جانا کیا مشکل تھا

دلی کے آدمی خصوصاً امیر شاہی ہر شہر میں نام اتنے ہیں کہ لوگ انکو سایہ بھاگتے ہیں۔ مرشد آباد بھی ایک سرکاری جید آباد بہت بڑا گھر ہے گریے و زاری وہ سٹھ کہہ کر جائے اور جائے تو کس سے ملو کیا کہو ناچار وہ کسی طرح شاہ اودہ کا سامنا ہو جائے اور میں کہانکی صلاح بتاؤں۔ وہ صاحب ہتک گئے میں کہیں کہ آگئے ہونگے مجھے ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مثبت بات ہی میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ فلو میں آجایا۔ نووا گورنر جنرل بہادر حسین ہو کہ آج اگر وہ میں ملے تو فرور ہو گئے۔ الور۔ جیپور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جادو چھڑیوں کی وہاں ملازمت کی خبر ہو۔ خیر حکو کیا۔ لیٹا لدولہ حسین علی خاں بہادر دیکھتے ہیں میرا سلام نیازاؤ شکوہ آوری۔ مرقومہ صبح شنبہ۔ ۲۹ نومبر۔ ۳۲ جمادی الاولیٰ بحساب جیشری۔ ۴۔

ایضا میاں تھارا خط اپنی دلی سے آیا۔ میں ۳۲ شعبان کو رامپور سے چلا اور ۳۲ شعبان کو دلی پہنچا۔ اسی دن چاند ہوا یکشنبہ رمضان کی پہلی آج دو شنبہ ۹ رمضان کی پھر سونواں دن یہاں پہنچے۔ میں نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا انکی زبان فی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط انکو تھاری رہائی کے بعد پہنچا تم جو محبکہ اپنے ماموں کے قدم میں لکھو ہو۔ کیا محبکہ انکے حال سے غافل اور انکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ بنا ڈالو یا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے اب تم کہو کہ کتنا آگے۔ صرف تھارے دیکھو کہ نہیں کہتا شاید تھارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ منظر مرزا کا اور ہمیشہ صاحب کا آنا تو کچھ ضرور نہیں شاید آگے بڑھ کر کچھ جیت پڑے۔ بہر حال جو ہو گا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ ہمیشہ عزیزہ کو میری دعا کہہ دینا منظر مرزا کو دعا پہنچے تمہارا خط رامپور پہنچا۔ اور ہر کے چٹو کی فکر میں جواب لکھ سکا بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجاب گئے۔ جگڑوں میں نشی حرب علی کے مہمان ہیں۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب ہمدی علی خاں بقدر قلیل لکھا قل کچھ انکی خبر لیتے ہیں۔ میرا جلال الدین خوشنویس اور وہ دونوں بھائی باہم رہتے ہیں۔ میں میں تھا کہ صفدر سلطان دلی کو آئے تھو آج یہاں آیا

تو شکا کہ وہ میرٹھ کو خدا جا رہا ہو جائیں یا کسی اور طرف کا قصد میں بنا ہی ہو۔ پھر آئی ہو جیکو لوگوں نے بہت تنگ کیا۔ چند روز اور رہیں ہوتا۔ زیادہ کیا لکھوں راقم غالب مرقومہ دو شنبہ ۹ رمضان و ۱۲ اپریل ۱۰۰۰

بنام منشی شیونرائن صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفظ نہ پہنچا۔ لفاظوں کی خبر پہنچی۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ لفظ نہ پہنچا۔ دل کا بہلانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہر حال جیلتا ہے پہنچ جائیں گے ہم آپ کا شکریہ بجا لائے۔ ہر چہ از دوست میر سرنیکو ست۔ یہاں آدمی کہاں ہو کہ اخبار کا خریدار ہو ہاں جو گ جو یہاں بستے ہیں ہڈے ہوٹہ دھتے پھر تم میں کہ گہیوں کہاں سستے ہیں بہت سخی ہو گئے تو جنس اور سی تو لینگے کاغذ و پیہ جینے کا کیوں مل لینگے۔ کل آپ کا خط آیات بھر میں نے فکر شعر میں خون جگر کھایا شعر کا قصیدہ کہ تمہارا حکم بجالایا۔ میرے دوست خصوصاً میرزا فتنہ جانتے ہیں کہ میں قرن تاریخ کو نہیں جانتا اس قصیدہ میں ایک لکھنؤ خاص سے اظہار شدہ ۸۵۰ء کا کر دیا ہے خدا کرے ہمیں سپندائے تم خود قدر و سخن ہوا ورتین استاد اس فن کے تمہارے یار ہیں میری محنت کی داد لھائیگی۔

قصیدہ

۱	ملاؤ کشور و شکر پناہ شہر و سپاہ	۱	جناب عالی ایمن برون والاحیاء
۲	بلند رتبہ وہ حاکم وہ سرفراز اسیر	۲	کہ باج تاج سے لیتا ہے جس کا طرف کلاہ
۳	وہ محض حمت و رافت کہ بہر اہل جہاں	۳	نیابت دوم عیسیٰ کرے ہو جسکی نگاہ
۴	وہ عین عدل کہ دہشت سے جسکی پریش کے	۴	بنے ہے شعلہ آتش نہیں پڑے کار
۵	زمین سے سودہ گوہر اٹھے بجای غبار	۵	جہاں ہو تو سن حشمت کا اُسکو جو لانگاہ
۶	وہ مہرباں ہو تو انجم کہیں الہی شکر	۶	وہ خشکیں ہو تو گردوں کہے خدا کی پناہ
۷	یہ اس کے عدل سے اضا دکوہی آمیزش	۷	کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہر سیراہ

۸	ہنر پہنچے سے لیتا ہے کام شانے کا	کبھی جو ہوتی ہے الجھی ہوئی دُہم روم
۹	نہ آفتاب لے آفتاب کا ہچشم	نہ بادشاہ و لے مرتبہ میں ہمیشہ
۱۰	خدا نے او سکودیا الیکے برو فرزند	ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلو ماہ
۱۱	نہ ستارہ روشن کہ جو اُسے دیکھے	شعلہ ہر درخشاں ہو جس کا تار نگاہ
۱۲	خدا سے ہے عہد توقع کہ عہد طفلی میں	نئے کا شرق سے تا غرب سکا باز نگاہ
۱۳	جوان ہو کے کرے گیارہ وہ جہا نبانی	کہ تلخ اُسکے ہوں روز و شب سپید و سیاہ
۱۴	کہے گی خلق اُسے داور سپہر شکوہ	لکھیں گے لوگ اُسے خسرو ستارہ سپاہ
۱۵	عطا کرے گا خداوند کار ساز اُسے	روان روشن خوش دل آگاہ
۱۶	لے گی اُسکو وہ عقل نہفتہ واں کہ اُسے	پڑے نہ قطع خصومت میں حقیق گواہ
۱۷	یہ ترکنا دے برہم کرے گا کشور و روس	یہ لیگا بادشاہ چیں سے چھین تخت و گاہ
۱۸	سینین عیسوی اٹھارہ سو دھاندن	یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سر شام بنگاہ
۱۹	یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویا	دراز اسکی عمر اس قدر سنن کو تارہ
۲۰	امیدوار عنایات شیونارین	کہ آپ کا ہے منکھزار اور دولتخواہ
۲۱	یہ چاہتا ہو کہ دنیا میں عز و جاہ کے ساتھ	تمہیں اور اُسکو سلامت رکھو سدا اللہ

ایضاً شفیق میرے مکرّم میرے نشیونارین صاحب تم ہزاروں میں سے ہو تمہارا مہربانی نامہ
 اس وقت پہنچا اور میں نے اسی وقت جواب لکھا بات یہ ہو کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ جزویا چار جزو کی ہو۔
 چہ جزو سے کتاب کم نہ ہو۔ سطوریں گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا رہے شیرازہ کی سطر کا کم ہو
 یہ باتیں سب تفتہ کو لکھ چکا ہوں اُس اپنے پروانگی تھی شاید کچھ نہیں کہا اسکے سوا یہ ہو کہ کان کی
 تصحیح ہو۔ غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیے اور نشیونارین جس صاحب کو اگر کہیے گا

تو وہ بھی شریک رہیں اور مرزائے قندھار میں کاندھلوی پوری ہو کر سفید چہرہ کیا ہوا اور لہجہ بڑا
 پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جولانے کے معنی لکھی جائیں تو اسکی طرز تحریر اور تقسیم و پسند اور نظر فریب ہو حاشیہ کا
 نسبت قلم کے معنی ہو خلاصہ یہ ہے کہ ان جلد و نہیں سے دو جلدیں لاییت کو جائینگے ایک خانیہ ضیاء لکھ
 انگلستان کی نذر اور ایک میرزا قاضی قدیم لارڈ الیور ایبٹ کی نذر۔ اور چار جلدیں بیابان کے چار حاکموں کی
 کرونگا میرزائے قندھار کو پانچ جلدوں کو لکھا تھا لیکن ایک چھ جلدیں تیار کر دیں گے یعنی شیرازہ اور جلد اور
 اور ان چھ جلدوں کی جولانے پر سے روپیہ جلد لکھ دو روپیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجے گا میں مجھ
 طلب کے فوراً ہندوی بھیج دوں گا ایک خریدار پچاس جلد کے وہاں پہنچے ہیں واسطے خدا کے مرزائے قندھار
 کہیں کہ ان سے ملیں یعنی راجہ امید سنگھ بہادر اندور والے وہ چھلی اینٹ میں پولیس کے بچہ چاڑے رہتے
 ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ کا خط آگیا اور مرزائے قندھار نے مجھ کو پارسل کی سید نہیں لکھی اب میرا خط فارسی
 اپنے نام کا اور خط دونوں خط انکو دکھا دیجئے گا اور راجہ امید سنگھ سے ملو کہ کہیں گے گا اور اس صاحب
 یہ انکو تا کی کہیں گے گا کہ وہ باغی جو میں لکھ بھیجی ہے اسکو سب سے پہلے جہاں سکانشان دیا ہو
 یہی فقر کہیں گے اگر ضرور ضرور اور دو باغی نہیں ہونے میں اس فقر کو آگے ہونے سے ناخبر نہ ہو ضرور ملے گا
 بجای پرید کہ رخ از خاکیان نہفت۔ تم انکو یاد دلا کر ان سے لکھو لینا ضرور ضرور یہ جو تم نے لکھا کہ صاحب
 شکر اسکو پسند کیا میں جس کو تم نے لکھا تھا تم نے پڑھا ہو گا کیونکہ کہوں کہ صاحب اس کی بات سمجھیں گے
 اسکی جو حقیقت ہو فصل کو زیادہ زیادہ۔ راقم الشیخ شینہ اسراہ گشت شہداء ضروری جو طلب
 ایضاً مبالغہ سخت جہت میں ہوں کہ منشی ہر کو پاں صاحب مجھ کو خط لکھنا کیوں چھوڑا اگر مجھ سے خفا میں
 تو کیوں خفا میں اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں کہے کہ کیوں گئے ہیں اور کب تک کیوں گئے آپ میرا بی فرما کر
 یہ امور مجھ کو لکھ بھیجئے اس سے علاوہ ایک باغی مرزائے قندھار کو بھیجے گا اور انکو لکھا ہو کہ اسکو دستبندی فلاں
 جگہ درج کر دینا اور ایک دفعہ بھائی منشی نبی بخش صاحب لکھو ہیں اور انکو بھی دستبندی میں لکھو گا

بتا دیا ہو۔ میں نہیں جانتا ان دنوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور انہوں نے نظم کو انہوں نے شکر کو لکھا ہے خدا پرست
یا نہیں تم سے ہزار آرزو خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور دفتر سے حاشیہ پر چڑھ گئے ہوں تو مجھ کو
کہتے جانیکی اطلاع دیجئے کہ تشویش رفع ہو اور اگر ان دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہو تو واسطے
خدا کے آپ میرا تفتہ سے رباعی اور شش نبی بخش صاحب سے دونوں دفتر سے لیجئے اور مجل تحریر میرے
خط سے معلوم کر کے انکو جا بجا حاشیہ پر رقم کیجئے اور مجھ کو اطلاع دیجئے ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک ٹیکہ
آپ کو کرنا چاہیے کہ شاید تیسرے صفحہ کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اول میں یہ فقرہ چا کر درج دیگر نسخہ
بہم بردہ نہیب۔ نہیب کا لفظ عربی ہے یہ سنو سے لکھا گیا ہے اسکو جھیل ڈالئے گا اور اسکی جگہ نواریہ
بنادیکھیا۔ حقیقت لکھ کر آپ سوالات الگ الگ لکھتا ہوں پہلا سوال میرا تفتہ کا حال و اسکی خطہ
کی وجہ لکھیے۔ دوسرا سوال میرا تفتہ نے اگر رباعی و متنبو کے حاشیہ پر لکھ دی ہو تو اسکی اطلاع ورنہ انکو نام
کے خط سحر رباعی اور تحریر کا حال معلوم کر کے آپ حاشیہ پر لکھ دیں اور مجھ کو اطلاع دیں تیسرا سوال شش نبی
صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی شرح کر دی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ اس شرح سے نیکر و عمل معلوم کر کے
حاشیہ کتاب پر لکھ دیجئے اور مجھ کو لکھ دیجئے۔ چوتھا سوال یہ صلیح لکھ آیا ہوں نہیب کیجئے تو اسکی اطلاع
مجھ کو عنایت کیجئے۔ پانچواں سوال۔ خریدار پچاس جلدوں کے پہنچے۔ میرا تفتہ سے ملو وہ یہ سچا
کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ موضوع میں آئے اسکی اطلاع ضرور دیجئے۔ چوتھا سوال چھاپا شروع ہو گیا یا نہیں
اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب بتاؤ گے ہوں کہ میرے یہ سبکام ازراہ عنایت و رازان چھاپا سوال کا جواب
اسی طرح جہاں لکھیے اور ضرور لکھیے اور جہاں لکھیے۔ راقم اس اللہ تعالیٰ سے روز جمعہ سوم ستمبر ۱۳۵۷
الایضا نور بصر تحت جگر نشی شینو این کو دعا پہنچے خدا اور رپورٹ کا لفاظہ پہنچا اور یہ حال تھا ہے
خاندان کا دریافت ہوا۔ سب میرے جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دو دماغ کے شرم و چراغ ہو لعل طہ
شوق سے لکھتا ہوں کہ عفیہ کی وہ سطرین رزوی مضمون سرا۔ نہ کہ اسکی مضمون کے خلاف میں میں نے سرکار کی

فتح کا حال نہیں لکھا صرف اپنی پندرہ جینوں کی سرگزشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سب کا کچھ ہی کر آیا ہے اور وہ اپنی
 سرگزشت جو میں نے لکھی ہے سوا ابتداء ارغی ششہ ع سے ۱۲ جولائی ۱۲۵۷ء تک لکھی ہے۔ شہر تمبر
 فتح ہوا اسکا بیان مختصراً آگیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا اور نہ بڑی قباحہ ہوئی اب میں جبر سے
 کہوں سو کرو پہلے سوچو کہ تقسیم ٹوں پچہ تین سطرین اور پراو تین سطرین نیچے اور بیچ میں ایک سطر
 میں کتا ب کا نام۔ کیوں میان تقسیم ٹوں بنی ہے اب میں دوسرے صفحہ پر ساتویں سطرین لکھ دیتا ہوں۔
 اسکو ملاحظہ کرو اور میرا کہا نافور نہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائیگی اور مطبع پر بات آئیگی۔ اس صفحہ میں
 دو ایک باتیں اور سمجھاؤں کہ وہ ضروری ہیں۔ یومیری جاں نوابی کا محکمہ خطاب ہر نجم الدولہ اور مظاہر
 و جہان کے اُمراء سب محکمہ نواب لکھتی ہیں بلکہ بعض انگریز بھی۔ چنانچہ صاحب کشتربہادری نے جو ان دنوں
 ایک دو بلکاری بھیجی ہے تو لفظ پر اسد اللہ خاں لکھا لیکن یہ یاد ہو تو ابصا کیسے لکھ کر مرزا یا میر نہیں لکھتے۔
 یہ خلاف دستور ہے یا نو کیا اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ خاں لکھو اور ہر دو لفظ تو دونوں جائز ہیں لازم ہے کہ
 ایضاً بخوار نو خیم ششی بنو زاین کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جیت جانا کہ تم ناظر ششی
 کے پر تے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دلندہ ہو۔ اب تمکو مشفق و مکرم لکھوں تو گنہگار۔ تمکو طبری خاندان
 اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہو مجھ سے سنو تمھارے دادا کی والدہ عہد خیف خاں ہون
 میں میرے نانا صاحب جم غراہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی
 اور گھر بیٹھے تو تمھارے پردادا نے بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی۔ یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے
 کی ہیں مگر حیب میں جو ان ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ ششی بنی دھڑ۔ خانقاہ کے ساتھ ہیں اور انہوں نے
 جو کچھ گانوں اپنی جاگیر کا سرکار میں عوی کیا تو ششی بنی دھڑ اس امر کے منصرم ہیں اور کالت اور
 مختاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید ششی بنی دھڑ مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھ برس
 انیس سن کی میری عمر اور ایسی ہی عمر انکی باہم شطرنج اور خطاط اور محبت آدمی و حیوانات گزر جاتی ہے

چونکہ گھر انکا بہت دور تھا اس واسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے بس یہ ہے اور انکے مکان میں چھسار ٹکی کا گھر
 اور ہمارے دو کمرے درمیان میں تھے ہماری بڑی حویلی وہ تھی کہ جواب لکھی چند نے مولیٰ ہی بڑی کچھ دارہ
 کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس سے ایک کھٹیا والی حویلی اور سلیم شاہ کچھ پاس دوسری
 حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی ایک حویلی اور اس سے آگے کمرہ کر ایک کمرہ کہ وہ گلیوں والا مشہور تھا اور
 کمرہ شیرن الاہلا تھا اس کمرے کی ایک کھڑکی پر میں بیٹنگ لٹا رہا تھا اور بلوان سنگ سے بیٹنگ لٹا کرتے تھے
 واصل خان نام ایک سپاہی تھا بڑا دادا کا پیشہ مست تھا اور وہ کمرہ دل کرایہ اوگا کر انکے پاس جمع کروا تھا
 سونو تو سپاہی تھا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہر علاقے مول لیتے تھے اور زریندار اپنا کر لیا تھا۔ سن دن و ہزار روپے
 کی سرکاری مالگداری کرتا تھا آیا وہ سب کا رخنہ تھا اسے ہاتھ آئے یا نہیں اسکا حال از روئے تفصیل جلد
 مجھ کو لکھو۔ اسد اللہ روز شنبہ۔ ۱۹ اکتوبر۔ وقت درود خط +۔

ایضاً بغور اقبال نشان نشی شیونرا میں کو بعد دعا کے معلوم ہوا تھا کہ دو خط متواتر پہنچے
 میرے بھی دو خط پہنچے بیش پہنچے ہونگے موافق اس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدیں بر تکلف اور پانچ جلدیں
 بہ نسبت ان کے کم تکلف مزارحاح علی صاحب کے عہد ہتمام میں ہیں اس سے ہکو اور تھو کچھ کام نہیں وہ
 جیسی چاہیں بڑا کر بھیجیں۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیوں کرو۔ اپنے طور پر اپنی طرف سے جیسی چاہو
 بڑا کر بھیجید۔ میں کو اپنے پیارے ناظر نبی صحر جاتا ہوں۔ ہکو تمہاری نشانی جانکر اپنی جان کے برابر ہکو
 باقی حال اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور یہ ہم کل کہ اپنا اور نبی صحر کا بڑے ہونا سب تک لکھ چکا ہوں۔
 مگر تکیوں لکھوں۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ اڑتا ہوا شہر نہ آدمی نہ آدمی زاد گردن ان کا ایک
 مصوروں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہو وہ سب ہیں سودہ بھی اچھلنے گھروں کے ٹٹنے کے آباد ہوئی ہیں
 تصویریں بھی ملے گھر وہیں سے لٹ گئیں کچھ جو میں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں
 ایک مصور کے پاس ایک تصویر ہے وہ تیس چپے سے کم کو نہیں دیتا کہتا ہے کہ میں تین تین نو کو میں نے جہاں کو

ہاتے ہی میں گود و شرفی کو دوں گا۔ ہاتھی انت کی سختی پر وہ تصویر ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کی نقل کاغذ پر تیار کی
اسکے بھی نہیں ہے۔ انگلتا ہوا اور پھر خدا جانے ابھی ہو یا نہ ہو۔ متناصرف ہی کیا ضرور ہے میں نے دو ایک
سے کہ یہ کھانہ اگر کہیں ہے ہاتھ آجائے گی تو لیکر نکال دیکھو۔ لگا مصدروں سے خرید کر نیکارہ خود مجھ میں مقدّم تھانہ
تھا انقصان منظور۔ آچھا یہ تمام ہو گیا ہو گا وہ پانچ اویسات کتابیں جو میرزا صاحب کی تحویل میں ہیں
وہ اور ایک جلد جو تینو جگہ دینی کی تھو وہ یہ سب لیں اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائیگی اگر وہ چالیس کتابیں ہیں
جو مجھ پر چھپے ہیں تو بکھل میں روانہ کرو۔ اور اس میری جان چالیس کتابوں کا پشتارہ کیونکہ پہنچ گیا اور محصول
اس کا کیا ہو گا اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ جن جلدیں اس امید گاہ کے پاس کہاں پہنچی جائیگی میرزا نصرت ہاتھ میں
جاتے ہوئے ان کا اندرون ہونا اور شاید اگر وہ آتی کا آنا ٹھیکو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب لکھو
لکھو۔ تصویر کتاب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور ان مقامات سے اطلاع پاؤں۔ جواب جلد لکھو۔
اور فضل لکھو۔ از غائب۔ نگاشتہ در روانہ دہشتہ۔ شنبہ ۲۳ اکتوبر ۱۲۵۶ ۱۵۷۰
ایضاً میاں تھانے کیل حال معلوم کر کے یں بہت خوش ہوا۔ اگر کچھ بھی انگریزی لکھوانا ہو گا تو
یہاں سے اردو میں لکھ کر بھیج دوں گا تم وہاں سے انگریزی لکھ کر بھیج دیا کرنا قصہ قاصداں ہیں میں نے
بیکھا اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو متعلق اور عبارت کو رنگیں بنانا قصہ کروں کتاب
کی صورت بدل جائیگی اور شاید مگر بھی منہ نہ ہو۔ ناچار سپر قناعت کی کہ جو الفاظ کمال سے پہنچ
وہ بدل لے۔ مثلاً اسے کو کہ یکنوار و بولی ترقیہ۔ چھ ٹھیکہ اردو ہی۔ کرنا۔ یہ پرو خجائ کی بولی ہی کروانا
یہ صحیح ہے۔ اسے یہ غلط ہے ناچھ صحیح ہے۔ کہیں کہیں اباط و ضوابط نام لوبوط تھے ان کو مربوط کر دیا بہت
اور ایک جگہ تھنے سے یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا۔ اسکو تم سمجھ لینا۔ یا تو میری مربوط اور خوب
اور صاف تر۔ حاجت اصلاح کی نہیں۔ صاحب کتابیں کہ یہ وہ ہوگی۔ رد الی بھی ہوگی۔ اگر لگا جائے گا
قصہ ترقی بجائی میری کتاب میں بھیج کر جانا۔ اور اس میں نہیں سمجھا کہ مرزا مہر کی بنائی ہوئی سات

کتاب میں بھی نہیں لکھ سکے ساتھ بھجوں گے یا وہ اپنے طور پر جدارہ کرینگے وہ تمہاری اپنی بنوائی ہوئی کتاب کا حصہ
 دن کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدہ سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سادہ کتابیں پہلے روانہ ہونگی اور وہ ایک کتاب
 ہفتہ کے بعد سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہو کہ اب وہ سب لکھ چکیں۔ اور شاید کل پچیس آجائیں۔
 وہ غیر اخبار کا جو نمونہ مجھ کو بھیجا تھا اس میں انٹیشن صاحب کے لفٹ ہونگی اور بہت جلد اگر وہ انکی خبر بھی
 تھی یہاں مجھ کو کئی باتیں پوچھنی ہیں ایک یہ کہ چیف سکریٹری اب گورنر جنرل کے حق۔ جب لفٹ گورنر ہوئے
 تو اب ہاں چیف سکریٹری ہوں گے۔ یقین ہو کہ ولیم میو صاحب اس عہد پر یا نہیں ہوں۔ پس اگر یوں ہی
 تو انکے حکم میں چیف سکریٹری ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ میرٹھی انکے تو وہی منشی علام غوث خان صاحب
 رہینگے۔ یقین ہو کہ انکے ساتھ ہیں۔ تیسری بات یہ کہ گورنر جنرل کے فارسی قریب میرٹھی ایک بڑے
 بلگرام کے رہنے والے منشی سید جان خاں آیا اب بھی وہی ہیں۔ یا انکی جگہ کوئی اور صاحب ہیں۔
 ان سب باتوں میں جو کچھ معلوم ہوں وہ اور جو یہ معلوم ہوا اسکو معلوم کر کے مجھ کو لکھیے اور جلد لکھیں اور ضرور
 لکھیے۔ یقین تو ہو کہ تم سمجھ گئے ہو کہ میں کچھ پوچھتا ہوں۔ کتابیں جابجا بھیجنے میں جب نام (مقام)
 معلوم نہ ہو کہ کون کون ہیں۔ جو اب لکھنا اور کتاب لکھو۔ کتابیں بھیجو اور جلد بھیجو۔ شنبہ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء
 ایضاً برقرار کا مکارنشی شیونرائن طال عمرہ و قدرہ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ نومبر کو ۳۲ کتابیں
 آگئیں ہیں بہت خوش ہوا اور کچھ دعائیں میں خطہ تمہارے نام کا ابھی میرا کہار خاک میں نیکیا ہو اس قدر
 کی تحریر سے معذور یہ ہو کہ میاں جلد لکھ بہت نیک نیت اور شراف اور منہ مند آدمی ہیں ولی گزٹ
 میں حروف کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپہ خانہ اب اگر وہ میں ہو یہ بھی ہیں آتے ہیں
 تمہارے پاس حاضر ہونگے انہیں میرا بی رکننا بھلا وہ شہر بگناہ ہے انکو تمہاری خدمت میں شناسائی
 دینا کی تو اچھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی انقدر ضرورت کر سکتے ہیں شاید اگر وہ ملی کر لیں اس کا
 طور درست نہ ہو تو اس صورت میں بشرط گنجائش اپنے سہیل میں انکو رکھ لینا۔ انکو لکھنا چاہئے۔

ایضاً صاحب بخارا خط آیا دل غم شہزادہ کیسے مزار مہربانہ کرتے ہیں۔ اگر بھیج چکے ہیں تو
یقین ہے کہ آج یہاں پہنچیں آج ذائیں کل آئیں۔ کل سے میں شام تک راہ دیکھتا ہوں۔ مہر نیمروز نہیں
اسکا نام نیمروز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے اب بات ہی کئی گزری بلکہ وہ کتاب اب چھپا
کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل۔ اردو کے خطوط جواب چھاپا جاتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے۔ کوئی
ترجہ ایسا ہوگا کہ جو میں نے قلم نبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہوگا ورنہ صرف تحریر سہری ہلو کی
شہرت میری بخوری کے شکوہ کے منافی ہو جس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات
اوروں پر ظاہر ہوں خلاصہ کہ ان قعات کا چھپانا میری مخالفت سے ہے۔ مخبرہ پنجشنبہ ۱۸ نومبر ۱۳۵۷ ع
ایضاً بنو غرطا قبل نشان کو دوا پہنچے۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر ۱۳۵۷ ع کو سات کتابوں کے دوپار
پہنچے۔ و قی کتابیں جیسا کہ میراجی چاہتا تھا اسی روپ کی ہیں۔ حق تعالیٰ میرزا مہر کو سلامت کیے
رقعوں کے چھاپنے کو باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں البتہ اس باب میں میری رائے پر عمل کرنا میرا تفسر
کو عمل کرنا ضرور ہے۔ مطلب عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتابیں بتائی گئی
اور میں نے لکھ لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھ کر بھجنا خدا کرے عباد
تم نے نہ لکھی ہو۔ اگر لکھی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب لکھنا اور صفحہ سادہ بننے دینا۔ اور
اسی طرح میرے پاس بھیج دینا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اب ان کتب کی تقسیم کس کتاب کے آنے پر ملتی
ہے گی اور وہ کتاب میری پاس جلیز پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۳۵۷ ع جواب طلب بلکہ کتاب طلب *
ایضاً صاحب تم گندھولی کب آئے اور جب آئے تو میرا خطیرنگ کہ جہیں سات و پیر کی ہندو
ملفوظ تھی پایا یا نہیں پایا۔ اگر پایا تو موافق اس تحریر کے عمل کیوں نہ فرمایا۔ اور اس خط میں ایک
مطلب جواب طلب تھا اس کا جواب کیوں نہ بھجوا یا۔ اچھا اگر تم ایک آدھ دن کی واسطے گندھولی
گئے تھے تو کارپردازان طبع نے خط لیکر رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہو گے تو وہ خط تمہیں

دیا ہو گا پھر کیا سبب جو تم نے جواب لکھا یا بھی کندھولی سے تم نہیں لکھے یا وہ خط میرا تلف ہو گیا
 تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ اگر خط پہنچا تو مجھ کو خط کی اور ہندوی کی رسید
 میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اسکی تزییر تہاؤ کہ اب میں ہوا کیسی کیا کہوں اور ہندوی
 منشی کس طرح سے مانگوں۔ ازاں اللہ مضطرب روز شنبہ ۱۷ نومبر ۱۸۷۷ء جواب طلب۔ شتاب طلب
 ایضاً صاحب تم خط کی جواب بھیجئے سو گھبراہے ہو کہ حال یہ ہو کہ قلم بندے میں میرا ہاتھ لگو گھو کہ پاس
 زخمی ہو گیا اور دم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی شکل سے کھائی گئی۔ بہر حال اب اچھا ہوں۔ بیچ آہنگ
 تھے مولے لی اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں۔ ایک پادشاہی چھاپے خانے اور ایک منشی نور الدین کے چھاپے
 پہلا اناقص ہے۔ دوسرا سراسر غلط ہے۔ کیا کہوں تیسرے ضیاء الدین خاں جاگیر دار وارواریہ سیکریٹری بھائی
 میرے شاگرد رشید ہیں جو نظم و شریں نے کچھ لکھا وہ انہوں نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی
 چون بچپن جزو۔ اوس بیچ آہنگ اور ہر ہر فیروز اور دیوان ریختہ سب بلکہ سوسا سو جزو مطلق اور ہند
 اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ کوئی ڈیڑھ سو دو سو روپے کے صرف میں بنوائیں۔ میری
 خاطر جمع کہ کلام میرا سب ایک جافراہم ہے پھر ایک شانزادہ نے اس مجموعہ نظم و شری کی نقل کی اب
 دو جگہ میرا کلام لکھا ہوا۔ کہاں سے یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لے۔ وہ دونوں جگہ کا کتابخانہ خوان یما
 ہو گیا۔ ہر چند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے ان میں سے کوئی کتاب ہاتھ نہ آئی وہ سب قلمی ہیں
 غرض اس تحریر سے یہ ہر کہ قلمی فارسی کا کلیات۔ قلمی ہندی کا کلیات۔ قلمی بیچ آہنگ۔ قلمی ہندی
 اگر کہیں نہیں سے کوئی نسخہ بننا ہوا ہاتھ آدے تو اسکو میرے واسطے خرید کر لینا۔ اور کچھ اطلال
 لڑنایں قیمت بھیج کر منگوا لوں گا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی میں خط نہیں لکھ سکتا
 انکی فرمائش ہے اردو کی شراہم پائے تو اس کے ساتھ ان کو خط لکھوں مگر بھائی تم غور کرو اردو میں
 بس اپنی قلم کا زور کیا صرف کرو گے اور اس عبارت میں معافی تازہ کیونکر بھرو گے۔ ابھی تو یہی بیچ آہنگ

کہ کیا لکھوں کو لکھنی بات کو لکھنی کہانی کو نہ مضمون تحریر کروں اور کیا تیر کروں تمہاری ملی میں کچھ آئی تو مجھ کو بتانا
ایک قرینہ جو مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ تنویر و تنویر کی خریداری کریگی اور ان نسخوں کو دلالت بھیجیگی
کیا بعد میں کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمہاری پاس آگے آباد ہو حکم پہنچے۔ رفتہ رفتہ الہ و سبیر شہداء +

ایضاً بھائی بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر اشتاب نہیں لکھتے۔ تمہارا
خط آیا اسکے دو سکرور میں نے جواب بھیج دیا۔ آج تک تمہارا جواب بھیجا حالانکہ میں جواب طلب نہیں

تھیں یعنی میں نے اپنی نظم و نثر کی کڑبکا حال تم کو لکھ کر تسے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمہاری ہاتھ آ جاوے
وہ تم خرید کر کے بھیج دینا۔ ریڈ صبا کے باب میں یہ لکھا تھا کہ جب کہ اردو کی نثر انگوڑے کے لکھ لوانگا
تو و تنویر کی خریداری کی خواہش کرونگا۔ مہذا تم کو صلاح پوچھی تھی کہ حکایت اور کس وایت کو فارسی سے
اردو کروں۔ تمہارا جواب لکھا۔ یہ حفیظ الدین احمد کی ہر کے کھڈوانے کو تنویر لکھا تھا کہ

ملٹوی رہی۔ پھر اسکا بھی کچھ بیورہ لکھا۔ میں اسکا بھی کچھ نہیں سمجھا۔ اسکا کیو کرو۔ ہاں ان کچھ بھیج دیا

تمہاری قمر الدین علی خاں کو دیکھی ہو۔ یقین ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمہاری پاس پہنچ جائے
اور شہ اس کہیں شاید کچھ دیر ہو تو حوزی شہداء میں کہندے اس سے زیادہ درنگ نہ ہوگی۔ تم کو تو
حرف سے آٹھ آنہ حرف سے کیا علاقہ۔ تم کو اپنی ہر سے کام۔ تیج تو کہو کیا پھر کندھونی گئے ہو کشتل میں
ہو یا مجھ سے خفا ہو اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو۔ خفگی کی وجہ لکھو۔ بہر حال اس خط کا جواب اشتاب لکھو۔

اور اسی خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے موادی قمر الدین خاں کا حال لکھو کہ وہ کہاں ہیں اور
کس طرح ہیں پر ہر کار میں یا پرکار ہیں۔ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں دیر نہ ہو۔ غالب۔

مرسلہ چہار شنبہ۔ ۱۵ دسمبر ۱۳۷۷ ع۔ +

ایضاً بنو خرد آج اسوقت تمہارا خط مع لفافوں کے آیا۔ دل خوش ہوا۔ بھائی میں اپنی مزاج سے
اچانوں۔ یہ لفافے از مقام دور مقام و تاریخ و ماہ محکمہ پتہ نہیں آگے جو تم نے مجھے بھیجے تھے وہ بھی

میں نے دوستوں کو بانٹ دیئے۔ تاہم یہ لفافوں کا لفافہ اس مُراد سے بھیجتا ہوں کہ انکی عرضت لفافہ جو در مقام وار مقام سے خالی ہیں جنہیں تم اپنے خط بھیجا کرتے ہو مجھ کو بھیج دو اور یہ لفافے اس کے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح لفافے ہوں تو انکی کچھ ضرورت نہیں۔ مگر کیوں اسلئے صاحبِ مرد کا نگینہ اور چنے کی مال کے برابر اور شہت پہلو۔ اہل بڑے شہر میں کہاں ملیگا عقیق بہت خوش رنگ سیاہ یا سرخ جیسا تھنے آگے لکھا ہر شہت پہلو ہوگا۔ یہ مگر میری طرف تکو پہنچگی تکو ۴ حرف ۶ حرف سے کچھ تدرعا نہیں۔ کیا اپنی مگر چاہو تو مرد پر چاہو الماس پر کھدواؤ۔ میں تو عقیق کی مگر تکو نہ نگاہی وہ دوسری مگر جب بخاری مگر کھد چکیگی جس طرح تم کہو گے کھد جائیگی میں کیا قرینہ بتاؤں گوشت کی مگر کھد کیا ایک بات ایسی ہو کہ ابھی نہیں کہہ سکتا خدا کرے اسکا ظہور ہو جائے۔ ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ جیسا کہ صاحبِ صاحبی کرتے ہیں۔ میں اُردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں اس میں گنجائش عبارت آدنی کی کہاں ہو۔ بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اُردو بہ نسبت لہروں کی اُردو کے فصیح ہوگا۔ خیر بہ حال کچھ کر دو اور اُردو میں اپنا زور قائم رکھاؤ لگاتے کا ہونا اور دستوں کا آنا یہ چاہتا ہوں کہ تم نے رات کو بڑی قسم کی شراب مقدار میں زیادہ پی ہوگی۔ کچھ تبرید کرو اور شراب زیادہ نہ پیا کرو۔ میرا رقم تمہارے نام کا اور تفتہ کا رقم تمہارے نام کا حسبِ الحکم تمہارے پاس اس میں بھیجا جاتا ہے۔ میں نے تفتہ کا خفا ہونا اس طرح لکھا تھا جیسا کہ تم کو تمہارا خفا ہونا لکھا تھا بھلا وہ میرے فرزند کچھ میں نے تم سے خفا کیوں خفا ہو گئے اُس دن تو آج تک تین خط لکھے ہر چلے میں چنانچہ ایک خط ابھی تمہارے خط کیساتھ ڈاک کا ہر کارہ دیکھا ہے۔ محرمہ شنبہ ۱۸ دسمبر ۱۲۷۵ ع۔

ایضاً اب ایک مرخص کو کچھ۔ دو جلدیں دستوں کی مجھ کو لکھو بھیجی ہیں اور میری پاس کی جلدیں اب جو تھے سنگاؤں اور میاں سے لکھو بھیج دو تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحبِ گہ احوال و جوان ہے مجھ پر فرمائش نہ تھی میں تم سے بعیت کوئی نہیں منگوانا۔ چالیس جلدیں پہلی اور بارہ

یہ حال کی تفصیل ہم کو پیش آنے والی صاحبزادی کی خاطر لکھ کر بہت غریب ہے ایک دوسرے کے ہاتھ سے ملنے کے بعد
 اس خط میں لکھ کر کہتے تھے کہ یہ خط لکھ کر دو پارسل لگا لگا لکھ کر ارسال کرو۔ آنے کے بعد کہ خط آپس پر لکھا
 ایک پارسل پر لکھو۔ اس پارسل کے ساتھ ہم پر ملت پاکٹ اسٹامپ پیڈ دیکھو جو بھلا خاص دھام دار ہے اگر اللہ تعالیٰ
 بکس میں رعایت علیٰ نجات میر حسین علی صاحبہ سے۔ مسئلہ شیوہ زین مہتمم مطبع مفید خلائق اور
 دوسرے پارسل پر بھی یہی عبارت لکھ کر مکان کا پتہ اور نام اور۔ دیکھو ایسا خط خانہ ماں مقبل نکیہ شیر علی شاہ
 بکانات مولوی عبدالکریم مرحوم بخت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔ سمجھ لیجئے۔ یعنی دو پارسل
 اسٹامپ پیڈ دونوں لکھ کر۔ ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج الدین احمد سبیل ڈاک روانہ کرو
 اور ہاں صاحب ان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ لکھ کر بھیجنا کہ میں اپنے خط میں ان کو اطلاع دو
 ایک امر تو ہے اگر تم بھی اس کی کو پسند کرو یعنی جسطرح سے تمنا ایک جلد ہی ہٹورٹ ریڈ صاحب کو
 اپنی طرف سے بھیجی ہے اس خط دو جلدیں ان دونوں صاحبوں کو جن کا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیج دو۔
 مگر اپنی ہی طرف سے۔ میرا میں شاد نہ پایا جاوے گا اور مجھ کو تو حسب الفضل فی میں داد میں بھیج
 باتانی نہیں ہے کہ خواہی خواہی اس کو کیا ہی چاہیے۔ ایک صلاح ہو اور نیک صلاح ہو مناسب ہو کر
 ورنہ جانے دو۔ میاں اردو کیا لکھوں میرا یہ ہے کہ مجھے اردو کی فراہم ہو خیر ہوئی۔ بات
 کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈتا پھر وہ کتاب نام کو میرے پاس نہیں۔ پیش لکھا جو اس نے ہو جائے
 تو کچھ فکر کروں پٹ پڑیں روٹیاں تو سبھی گلاں موٹیاں۔ زیادہ زیادہ۔ غالب روز سہ شنبہ
 ۱۴ جنوری ۱۳۵۵ء۔ جواب طلب۔ ۷۔

ایضاً پڑھوں اور کل ملاقاتیں خیال رہا صاحب چار سے ہوئیں۔ کیا کہوں کہ مجھے بے شمار معرفت
 یہ بات فرمائی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا لکھ کر لکھا۔ آج وہ یہاں کو رہیں۔ کل جائیں گے
 رہتے تھے یہ بھی ہوئی ان کے پاس نہیں پہنچی۔ ناچار ایک دیکھو اور ایک ہیج اسٹامپ اپنے پاس سے لکھی

کرا یا ہوں۔ لکھنؤ کے دونوں پارلوں کی ریسڈنٹ جگہ آج تک نہیں آئی آخر ریسڈنٹ کو پارلوں کی ہوں۔
 طواک میں ہی معلوم کر کے مجھ کو لکھ بھجوا دے میں شوش ہو گیا۔ از غالی کا ششہ صبح شنبہ ۱۵ جنوری ۱۸۵۷ء
 ایضاً صاحب میں ہندی غزلیں بھجوں کہاں سے۔ اردو کے دیوان چھاپے کو ناقص ہیں بہت غزلیں
 نہیں ہیں۔ قلمی دیوان جو تمام دہل تھے وہ لٹ گئے۔ یہاں سب کو کھڑکھا ہر کہ جہاں پکنا ہوا نظر آجائی لیلو
 تم کو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمہاری خیال میں ہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاندار اور بے
 بارہ بیت کی زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی جس غزل کے تمہیں پانچ شعر لکھتے ہیں یہ نو شعر کی ہر ایک بیت
 کے پاس اردو کا دیوان چھاپے کی کچھ زیادہ ہوئے کہیں کہیں سے مسودات متفرق ہیں پھر پچھپائے ہیں
 یہاں ہو گئیں ویران ہو گئیں۔ یہ غزل مجھ کو ہی سے لکھا گئی ہے اب میں نے اس کو لکھا ہوا تم کو خط
 لکھ رہا ہوں خط لکھ کر سنو دو گنا حب اس کے پاس سے لکھ غزل آجائگی تو یہی خط میں ملفوف ہے کہ پچھپانے
 یہ خط آج روانہ ہو جائیگا یا کل یہ میں نے ایک قصیدہ حسن و مہر کی قدیم جناب فریڈرک انڈسٹن صاحب
 گورنر بہادر خیمہ شمال کی مح میں اور ایک قصیدہ جناب نگر کی انڈسٹن گورنر بہادر کی پچھپانے کی تعریف میں لکھا ہے
 کہ تو بھجوں گھر فارسی میں دو چالیس چالیس پتیا لیس پتیا لیس شعر ہیں۔ کتب متنبو کے باجائے
 خوش مواخذہ کرے حکومتی ہودو تین غلطیاں جو معلوم میں دو بنا دی ہیں۔ یہ معلوم ہوا کہ صاحب
 لوگوں نے خریدیں یا ہندوستانوں نے لیں۔ تم بابت مجھ کو ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم مجھ کو آخری خط بھیج
 نہ رہی اور بگٹی۔ بھائی ہندوستان کا قلمرو نے چراغ ہو گیا۔ لاکھوں مر گئے جو زندہ ہیں انہیں سیکڑوں
 گز قاتل بلا ہیں۔ جو زندہ ہیں انہیں مقدور نہیں کیا جاتا ہوں یا تو صاحبان اگر نہ کی خریداری کی ہوگی
 یا پچھپانے کے کویتا میں گئی ہوگی۔ پورب میں کم کی ہوگی۔ میاں میں تلکھانا فریڈرک جانتا ہوں
 کہنے نہ کہیں یہ موقوف نہیں ہو۔ تمہاری جگہ میری لیں ہر ایک اس کی کڑا ہوں اور غزلیں
 بھیجی ہے اس کو لکھتا ہوں خدا کرے تو سب کو شعر یاد آجائیں۔ غزل

ہر ایک باتیں کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیرا ہن
جلایا جسم جہاں دل بھی تیل گیا ہو گا
رگوں میں دوڑتے پھرنے کی ہم نہیں قائل
وہ چیز جسکے لئے ہو میں بہشت عزیز
ہوں شراب اگر خم بھی کچھ لوں دو چار
یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہمیں تجھ سے
رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
ہوا ہوش کا صاحب پھر ہی پھر اتراتا

بھٹیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے
ہماری حبیب کو آب حاجت رفو کیا ہے
کر دیتے ہو جواب را کہ جستجو کیا ہے
جب آنکھ ہی سہی نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے
سوائے باد گلشنم شکو کیا ہے
یہ شیشہ و قدح و گونہ و شبو کیا ہے
وگرنہ خوفِ بد آموزی عدو کیا ہے
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

یہ گھارا اقبال ہے کہ نوشہرہ آگئے ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں تین ہفت کا
گو دام تھا ہے پاس فراہم ہو گیا اگر شکو او گے تو جسکے دونوں بھیج دوں گا۔ مرقومہ شیشہ امر پری
ایضاً بھائی حاشا اٹھ حاشا اگر غزل میری ہو سہ اسد آؤ لینے کے دینے پڑے
میں غریب کو میں کچھ کیوں کہوں۔ لیکن اگر غزل میری ہو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے
ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کھا ہوا

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی

میرے شیر شاہش رحمت خدا کی

میں نے ان سے کہا کہ اگر یہ قطع میرا ہو تو مجھے ہزار لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میرا نام اسد
تخلص ہو کر مجھ سے اس مطلع اور غزل کے کلام سحر نظام میں سے جو کہ مذکوروں میں مرقوم ہے
میں نے تو کوئی دو چار سہل بند امین اسد تخلص لکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہوں تم طرز
تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہیں کرتے میرا کلام اور اسباز خرف۔ یہ قصہ تمام ہوا وہ غزل جو لکھا تھا

پہنچا گئی ہے چھاپے سے پہلے ایک نقل اُسکی مزارحات علی تہر کو دیدینا جس دن میرا خط پہنچے اُسی دن غزل
نقل کر کے اُنکو بھیج دینا۔ دستنبو کی خریداری کا حال معلوم ہو گیا۔ میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے ضلع
میں گئی ہو گی جناب کلکوٹ صاحب فاضل کٹر پنجاب نے بذریعہ صاحب کٹر بہاولپور علی چیمبر سے منگوائی تھی
ایک جلد اُنکو بھی بھیج چکا ہوں قصیدے میں نے دیکھے ہیں۔ ایک نئے مرقی قدیم جناب فرید ایڈیشن صاحب
بہار کی تعریف میں اور ایک جناب شکر علی صاحبیہ اور کی طرح میں۔ ایک بچپن شعر کا ایک جلیس ہست کا
اور پھر فارسی۔ اُنکو رنجیت کی غزلوں میں کیا چھاپو گے جاتے بھی دو۔ رہیں غزلیں سابق کی وہ جو
میرے ماتھے آتی جائیں گی بھجواتا جاؤں گا۔ میاں تمھاری جان کی قسم نہ میرا اب بخت لکھنے کو بھی چاہتا
ہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دوسری میں صرف وہ بچپن شعر بطریق قصیدہ تمھاری خاطر سے لکھ کر
بھیجے تھے سو اس کے اگر میں نے کوئی بخت کہا ہو گا تو گنہگار کہہ فارسی غزل بھی اسد نہیں لکھی صرف
یہ دو قصیدے لکھتے ہیں۔ کیا کہوں کہ دل و دماغ کا کیا حال ہے برسوں ایک خط تمہیں اور کچھ چکا
ہوں اب اُس کا جواب نہ لکھنا۔ والد علی۔ چار شنبہ۔ ۲۶ مارچ ۱۸۵۹ء۔ ۴۔

ایضاً برخواستہ ششی شیو تر این کو دے رہے تھے۔ خط تمھارا مع اشتہار کے پہنچا یہاں کا
حال یہ ہے کہ سلمان میرزوں میں تین آدمی۔ نواب حسن علیخان۔ نواب حامد علیخان۔ حکیم احمد شیع خاں
سوا نکاح چال کر کہہ دلی ہے تو کپڑا نہیں۔ معذرا یہاں کوئی قمارت میں تذبذب۔ خدا جانی کہاں
جائیں کہاں رہیں۔ حکیم حسن شیع خاں نے آفتاب التتاب کی خریداری کر لی ہو آریہ مگر حالات
دشوار ہیں کہیں سے سوا نکاح کر کے یہاں لے آئیں تو وہ کس طرف کیوں تشریف لے کر گئے علم و فکر خیال دل سے دھوا لورہا نام
اس کو کیا رنجی جانے دو۔ تر شیر بند۔ غوغا کیا۔ فتنہ محشر۔ ایسا کوئی نام نہ نہ کیا۔ انیم تیاؤ کہ میں اس پر
ہاں بھی تمھارا اخبار یا معیار الشعرا جاتا ہے یا نہیں اب کے تمھارے میدان الشعرا میں میں نے
یہ عبارت دیکھی تھی کہ میرا شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں بلکہ جب تک اُن کا نام و نشان معلوم نہ ہو گا

ہم نے اسے اشارہ چھاپیں گے سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور میرا خاص نام ہے اور
 امیر خالص کے ہیں لکھنؤ کے فی عزت باشند و عین ہیں اور وہاں کے بادشاہوں کے روضاں میں رہتا رہتا ہے
 ہیں اور یہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ میں ان کی غزلیں تمہارے پاس بھیجا ہوں میرا نام لکھا ان
 غزلوں کو چھاپو۔ یعنی غزلیں غالب کے ہمارے پاس بھیجیں اور اسکے لکھنؤ سے ان کا نام اور ان کا حال معلوم
 ہوا۔ نام اور حال وہ جو ہیں اور لکھ آیا ہوں اس کو آپ کے معیار الشعر میں چھاپ کر ایک دو ورقہ یا
 چار ورقہ رامپور کے پاس بھیج دو اور ستر نام پر لکھو کہ در رامپور بردرد و ملت حضور سید بخدمت
 مولوی امیر احمد صاحب امیر خالص برسد اور مجھ کو سنی اطلاع دو اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور کو
 تمہارا اخبار جاتا ہے یا نہیں۔ ۱۲۔ مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون ۱۸۵۹ء

ایضاً بر خود اور در چشم منشی شیو زین کو دے دیا پیچھے۔ صاحب میں تو منتظر تمہارے آنے کا تھا کہ سوطے کے
 منشی پارے لال بھائیوں میں ہیں ماسٹر رام چندر کے۔ انہوں نے خبر سوں مجھ سے کہہا تھا کہ منشی شیو زین
 دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں آج صبح کو ناگاہ تمہارا خط آیا۔ اب مجھ کو اس کا پوچھنا تم سے ضرور ہوا
 تھا کہ ان کی خبر چھوٹ تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بالو ہر گونہ سہاے کا میں
 بڑا احسان مند ہوں۔ حق تعالیٰ اس کو شش کے اجر میں ان کو عمر و دولت دے۔ سدا و تندر او نیکخت
 آدمی میں ۱۱ تمہاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا ہوں۔ مصر عہدے لکھا اور وہ چھایا گیا خبر اپنا
 دے دے چھپ گئے۔ اب جو مصر عہدہ آپ کے سے ہم پہنچ گیا وہ کس کام آریگا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو تم کو
 بھیجا ہے صبر کرو وہ خود آئے۔ میں اس کو دیکھ لوں یقین ہے کہ فلی ہوگا اس کو دیکھ کر اور مضامین کے
 سچے مصرع بھی تجویز کروں گا مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع
 لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی ہے۔ خط تمہارا آج آ گیا ہے۔ ہم فٹ پا کٹ
 یا آج شام کو یا کل شام تک آ جا یگا ۱۲ سہ شنبہ ۲۰ جولائی ۱۸۵۹ء

ایضاً بر خوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمہارا خط پہنچا۔ اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بناوت پہنچا
 تمہاری تقسیم غریبے میں بخش ہوا۔ اللہ اللہ اپنی بارہنسی صبر کے پوتے کو دیکھو نکا۔ رسالہ بناوت ہند
 ماہ باہ اور معیار الشعر پر مبنیے میں دوبارہ پہنچا ہے۔ باقی گفتگو عند الملاقات ہو رہیگی۔ اپنی شفیعہ علی
 ماسٹر راجندر صاحب تمہارے آنکلی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے جو تمہارے میر کرشمہ جواب میں لکھا ہے وہ لکھو
 بھیجتا ہوں پھر لینا اگر دستنبوئیں باقی ہوں تو وہ اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب شبہ ۲۳ جولائی ۱۸۵۹ء
 ایضاً میاں کیا معاملہ ہو ایک خط اپنی رسید کا بھیج کر پھر تم چپکے ہو رہے تم معیار الشعر ان بناوت ہند
 نہ میرے خط کا جواب۔ نہ ہندوی کی رسید۔ بر خوردار نواب شہاب الدین خاں نے اگست ۱۸۵۹ء کو تمہارے
 پنجابہ معیار الشعر اور بناوت ہند کا بھیجا ہے یعنی میرے عجوبے اور میں نے ہندوی لکھو اگر وہ ہندوی
 اپنے خط میں لپیٹ کر لکھو بھیجی یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا۔ جب ان مطالب جرنی کا
 یہ حال ہو تو کتابیہ رنگریزی عرضی کا تو ابھی کیا ذکر ہے۔ خدا کی قسم ان سب مقاصد کا جواب جلد لکھو
 آج اگست کی ۱۰۔ بدھ کا دن ہو پہلا نمبر معیار الشعر کا بھی نہیں آیا یہ تمہارے پتہ پر بھیج دینی شروع
 ہو گئی ہے۔ اسی اگست کے مہینے میں تمہارے پاس پہنچ جائیگی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤ
 اور کتاب در عرضی کا بھی تقاضا کروں تو بعید نہیں۔ مگر آج شام تک اس خط کو نہیں دیکھا اگر تمہارا خط
 یا معیار الشعر یا بناوت ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو پھاڑ ڈالو نگا ورنہ کل پہنچو ڈاک
 میں بھجوا دوں گا۔ اپنی والد کو دعا اور شتیاق دیدار کہہ دینا۔ غالب مرقوم چہار شبہ ۱۸۵۹ء اگست ۱۸۵۹ء کو وقت ہو
 ایضاً۔ کیوں میری جان۔ تمہارے خط لکھنے کی قسم کھائی ہو۔ یا لکھنا ہی بھول گئے ہو۔ شہر میں یہاں نہیں سہی
 تمہارے مطبع کا کیا حال ہے؟ تمہارا کیا طو ہے؟ تمہارے چچا کا مقدمہ کیوں فیصل ہوا؟ میرا کام ہے
 کس طرح درست کیا؟ کرو گے یا نہیں؟ معیار الشعر کا پارسل پہنچ گیا؟ بناوت ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا۔
 ان مطالب کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ غالب۔ محرمہ پنج شبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء

ایضاً بخود دانشی شیوہ راہ کو بعد دعا کے معلوم ہو گیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ جواب ادا ضرور ملے گا۔ دو بجائے بناوٹ ہند کے زیادہ پہنچ رہے ہیں اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا تھا اسکا جواب بھی نہ آیا۔ میں نے یوسف علی خاں عزیز کے خط میں کچھ عبارت تمہارے نام لکھی تھی انہوں نے تم کو نہ پڑھائی ہوگی اسکا بھی تم نے جواب لکھا۔ ولایت کی عرضی اور کتاب کے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اسکا جواب مانگوں کچھ نہیں لکھا ہو گئے ہوں تو ویسی کہو۔ یہ خط ٹکوں پر لکھا ہوتا تھا تاکہ ٹکوں کا تقاضا معلوم ہوئے لو ایک اور بات سنو تمہارا تو یہ خیال کہ مجھ کو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری غمزدگی یہ کہ نواب گزیر جنرل بہادر کی جو دستان ملک و سامع ہو کر ہے مجھ کو لکھا کرو خصوصاً اکبر آباد میں اگر کوئی واقعہ ہو وہ مفصل لکھو آیا خواہ فیض ٹکوں گزیر بہادر بھی ساتھ آئیں گے یا چھوڑ دے اگر یہاں فراہم ہو جائیں گے۔ دربار کی صورت خیر خیر ہوگی سر تقی علی کی حقیقت کوئی نیا بندوبست جاری ہوا کی کیفیت یہ سب مراتب مجھ کو لکھا کرو۔ کچھ خبر دالہ میں تسلی نہ کرنا۔ اب کیا سنتے ہو۔ لکھنؤ کہاں آئے ہیں۔ کانپور قریح آباد ہوتے ہوئے اگر آئیں گے کہاں کہاں کون کون نہیں آلیگا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سنا ہو گا وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں کے ہاں اخبار لاتے رہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گزر جاتے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارے خط سے آگاہی پاتا ہوں تم جو لکھو گے نسخہ اور مفصل لکھو گے یقین ہو کہ برادر زادہ عزیز یعنی تمہارے والدہ ماجد نے مرزا یوسف علی خاں کے کام کی دستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکاری ہوگی۔ اسکی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چار بجے مرزا یوسف علی خاں۔ جواب کا طالب اب ۔

ایضاً بخود دار و خط آئے اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو اتفاقاً اخبار آیا۔ یہاں وہ اخبار۔ بھائی ضیاء کے ہاں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں اسکی حاجت نہیں ہے اور میرے ٹکٹ کیوں برباد کرو میرے قصبہ سمیت ہے کہ قریح آباد کے اخبار سب سے بڑے ہاں معلوم ہوتے ہوئے جو سنو وہ مجھ کو لکھو اور جب نواب معلوم القاب اگر میں جایش تو اپنا مشاہدہ مجھ کو لکھتے ہو پس عرض اتنی ہی سے کج کا جائز

لغافہ بدل کر آج ہی بھیجتا ہوں اور دونوں کتابیں بغاوت ہند پر سون بھیج چکا ہوں تمہاری والدہ کی طرف سے محکوم ٹی شولیش ہے۔ دعا کر رہا ہوں خدا میری دعا قبول کرے اور انکو شفائے کامل دے۔ میری دعا انکو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علی خاں عزیز کا حال معلوم ہوا علی خاں خاندان ورنار پروردہ کی انکو جو رحمت پہنچاؤ گے اور جو انکی خدمت بجا لاؤ گے اسکا خدا سے اجر پاؤ گے۔ زیادہ سوا دعا کے کیا لکھتوں ۱۲ غائب روز یکشنبہ ۱۳ نومبر ۱۲۵۹ ع۔ ۴۔

ایضاً میری جان دو جلدیں بغاوت ہند کی برسوں میری پاس پہنچیں۔ اوقت بر خودار میرزا شہاب الدین خاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک جلد انکو دی۔ کل ایک پارسل اور میری نام کا آیا۔ میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستنبو کا پارسل ہو گا دیکھا تو وہی دو جلدیں بغاوت ہند کی ہیں۔ چہرہ رہ گیا کہ یہ کیا ظاہر ائمہ تھان ارسال نے ازراہ سہو و دیارہ بھیج دیں چاہتا تھا کہ لغافہ بدل کڑیل بھٹ لگا کر بھیجیں پھر سوچا کہ پہلے مکالمہ اطلاع دوں شاید میں کسی اور کو دلوں۔ پس اب تمہاری کہنے کا تھا ہے جو کہو کروں۔ کہو کہو بھیجیں۔ کہو کہیں اور تمہاری طرف سے بھیج دوں۔ میرے کسی کام کی نہیں والدعا۔ راقم اسد احمد۔ مرقومہ ۲۰ اکتوبر ۱۲۵۹ ع۔ ۴۔

ایضاً بر خودار کا مکار بعد علی کے معلوم ہو کہ دستنبو کے آغاز کی عبارت از روی حیات و دوبارہ ارسال کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگا اور یہی عبارت ہی شہنار بھی اخبار میں چھاپا ہو گا یا اب جھپٹے گا۔ بہر حال اس شہر کے اخبار سنئے۔ حکم ہوا ہے کہ دو شنبہ کے دن پہلی تاریخ نو نمبر کو رات کے وقت سب خیر خواہان انگریز اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کشن بہادر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اسی تہیہ میں کہ ٹھارہ منینے سے نشن مقرر ہی نہیں ملتا اب جو مکان روشنی کریگا اور ایک قطعہ پندرہ بیت کا لکھ کر صاحب کشن شہر کو بھیجا تو آپ کے پاس سکی نقل بھیجتا ہوں اگر تمہارا جی چاہے تو اسکو چھاپ دو اور جس نمبر میں چھاپا جاوے وہ نمبر میرے دیکھو کہ کونسی خطا او

اور اب فرمائیے کہ میں کیا ہوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں قطعہ

کہ گوئی ہود روزگار چہ راغاں	دیں روزگار ہمایون دسترخ
راوازہ اشتہار چہ راغاں	شدہ گوش پرنور چوں چشم بینا
نگہ گشتہ ہر شود و چہ راغاں	گر شہر دریائے نور بہت کا خیبا
ہمہ روز در انتظار چہ راغاں	بہر بردہ ہر چرخ رہہ منور
کہ وارد دلش خار خار چہ راغاں	گواہ من اینک خطوط شعاعی
کنہ گنج انجم نشا چہ راغاں	میں شب روا باشد ابرچرخ گرداں
بیدیں روشنی رُوے کار چہ راغاں	نبودست در دہر زین پیش ہر گز
فزون رونق کار و بار چہ راغاں	شد از فیض شامہ نشہ انگشتاں
ز آتش دمد لالہ زار چہ راغاں	جہاندار و کھوڑیا گز فروغش
کہ شد دید بان حصار چہ راغاں	ز عدلش چنان گشت پروانہ ایمن
شدائیں شہر آئینہ دار چہ راغاں	بفرمان سر جان لارنس صاحب
ہر آہستہ نقش و نگار چہ راغاں	بدلی فلک رتبہ مساندیس صاحب
رواں ہر طرف جوئی چہ راغاں	شد از سئی ہنری اجڑن بہادر
و عا میکند در بہار چہ راغاں	سخن سنج غالب رومی عقیدت
بروے زمین از شہار چہ راغاں	کہ یاد افزوں سال عمر شہنشاہ

ایک شہنشاہ نے اپنے وزیران کو جو عاے دوام دولت پہنچے۔ کل تھا احاطہ پہنچا۔
دل خوش ہوا۔ باقر علی خاں اور حسین علی خاں یہ دو نو میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو
لیکن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمھارے یہ میں حسب الطلب نواب صاحب کے دوست

یہاں آیا ہوں اور اپنی صفائی بذریعہ لنگے گورنمنٹ سے چاہتا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے کتاب و عرضی
 اور سہ ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کر کے یہاں آیا ہوں۔ چھ ہفتہ میں جہاز پہنچتا ہے۔
 یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہوگا۔

بہ بیسنم کہ تاکرو گار جہاں دریں آشکارا چہ دار و نہاں

اپنے والد کو میری دعا کہدینا۔ میرزا یوسف علیخان کو میری دعا کہنا اور کہنا میں بخاری
 فکر سے فارغ نہیں ہوں اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے۔ شنبہ ۳ مارچ ۱۲۸۷ء۔ غالب۔
 ایضاً بر خوردار اقبال شانشی شیونزین کو بعد دعا کے معلوم ہوا کہ ایک نسخہ بغاوت ہند کا ایک ورق
 معیار الشعرا کا موخت بر خوردار میرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا۔ اور کج چار شنبہ ۱۲ مارچ کی
 کہ ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تھا راہ پور پہنچا۔ خدا تمکو جیتا رکھے آجین شنبہ کے دن ۱۳
 کو دلی روانہ ہو لگا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے اب بدستور ارسال خطوط دلی کو رہی یہاں پہنچنا
 ہاں بھائی اندونیس بر خوردار مرزا یوسف علیخان وہاں آئے ہوئے ہیں آج ہی انکا خط مل گیا
 ہے تم ضرور اُسے ملنا۔ نشی امیر علی صاحب کے ہاں وہ اترے ہوئے ہیں انکو بلا کہ میری دعا کہنا
 اور کہنا اچھا ہو دلی چلے آؤ وہاں جو مجھ سے ملو گے تو زبانی سب کلام پور پیکا اور اترتا ترسے ہوئے
 یہ رقم جو تمہارے نام کا ہو لگیا غد میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ہاترس کو شیخ کریم بخش جو کیداروں کے
 وفدا کے گھر کے تہ سے بھیج دینا ضرور ضرور۔ از غالب۔ رواں شنبہ ۱۴ مارچ ۱۲۸۷ء۔ غالب۔
 ایضاً میاں دیواں کے میرٹھ میں چھپے جانے کی حقیقت سن لو تب کچھ کلام کرو۔ میں پوچھتا
 کہ ایک خط تمہارا پہنچا۔ نمبر پر لکھا تھا عرضداشت عظیم الدین احمد۔ من مقام میرٹھ واللہ باللہ۔
 جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے بہر حال پڑا معلوم ہوا کہ ہندی یواں لکھی
 اور فائدہ اٹھانے کی واسطے چھاپا جاتا ہے میں خیر چپ ہوا۔ جب میں راہ پور سے میرٹھ آئے

بھائی مصطفیٰ خالصا صاحب کے ہاں آڑا۔ وہاں منشی ممتاز علی صاحب میری دوست قدیم محکو ملے ہوں گے
 کہا کہ اپنا اردو کا دیوان مجھ کو بھیج دینا عظیم الدین ایک کتاب فروش اسکو چھاپا چاہتا ہے اسکا نام سنو
 دیوان بخیتہ آدم واکل کہاں تھا۔ ہاں میں نے غز سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علی خاں بہادر کو رامپور
 بھیج دیا تھا اب جو میں ملی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدین خاں صاحب نے محکو تاکید کر دی
 کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اردو لیکر اسکو کسی کتاب سے لکھوا کر مجھ کو بھیج دینا۔ میں نے رامپور میں
 کتاب سے لکھوا کر بسبیل ڈاک ضیاء الدین خاں کو ملی بھیج دیا تھا۔ آدم برسر مدعا نے سابق اب جو
 منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے یہی کہنے بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاء الدین خاں سے لے
 بھیج دے گا کہ کاپی کی تصحیح کا ذکر کیوں کرتا ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں نے کہا کہ میں۔ اب کہوں کیا کرنا۔ ملی
 اگر ضیاء الدین خاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفیٰ خاں کے پاس بھیج دیا۔ اگر میں اپنی
 خواہش سے چھوٹا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پڑھنے چھاپے خانہ میں تیار ہوں مجھ کو۔ آج ہی تو میں نے
 محکو یہ خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ خالصا صاحب ایک خط بھیج دیا اور اسکو لکھا ہے اگر چھاپا
 شروع نہ ہو تو نہ چھاپا جائے اور دیوان جلد میری پاس بھیج جائے اگر دیوان آگیا تو فوراً چھاپا
 پاس بھیج دے گا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے تو میں ناچار ہوں میرا قصہ نہیں ہے اگر سرگز
 کو بھی سنکر محکو گنہگار ٹھہراؤ تو چھاپا میرا بھائی میری تصدیق عرف کیجیو۔ رمضان اور عید قصہ لکھا ہوا ہے
 یقین ہے کہ کاپی شروع نہ ہوئی ہو اور دیوان میرا میرے پاس آئے اور محکو پہنچ جائے۔ ۱۰ یا ۲۰ جو
 کتاب اور دو نو عرضیاں ولایت کو روانہ کر کے رہو گیا ہوں۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد و رفت ہو
 سو گز چلے گئے۔ خواہی اسی جہینے میں خواہی آغا ماہ آئندہ یعنی مئی میں جبکہ آئینکا مترصد ہوں
 دیکھنے آئے یا نہ آئے۔ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے۔
 ایضاً زور و زلفی شیوہ میں کو دعا کے بعد معلوم ہو۔ تصویر پہنچی تحریر پہنچی۔ سنو میری غرض

اور تھار اداد امیر انعم اور بہار تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب خواجہ غلام حسین مرحوم کو بتا دیا
 صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بنی صحر کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں غرض اس سے
 سے یہ بھی کہ سوسوائے برکی ہا ہی تمھاری ملاقات ہی پھر آپس میں نامہ پیام کی راہ و رسم نہیں اور
 راہ و رسم کے مسدود ہو نیکا حاصل ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں اگر کو میرے حال سے آگاہ
 ہوتی تو مجھ کو بسبیل ڈاک بھی اکبر آباد نہ بلاتے نواب میری حقیقت سنو۔ چٹا مہینہ سے کہ یہ
 ہاتھ میں ایک ٹھنسی نے صورت پھوڑ لی پیدا کی پھوڑا ایک پھوڑا ایک خم۔ زخم کیا ایک غار بن گیا۔ ہندوستانی
 جراثیم کا علاج رہا۔ گر تبا گیا۔ دو مہینے سو کالے ڈاکٹر کا علاج ہی۔ سلامیاں دوڑ رہی ہیں۔ سترہ
 گوشت کٹ رہا ہی میں دن ہی صورت کی اقامت کی نظر آنے لگی ہو۔ اب ایک اور داستان سنو۔
 عرصے کے بعد ہونے اور دلی کے فتح ہونے کے بعد میرا پیش کھلا۔ چڑھا ہوا روپیہ دام دام ملا۔ آئندہ کو تیر
 نے کم و کاست جاری ہوا۔ لارڈ صاحب کے دربار خلعت جو معمولی و تقریری تھا۔ مسدود ہو گیا یہاں تک
 کہ جہاں سکرٹری بھی مجھ سے نہ ملے اور کہا بھیجا کہ اب گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں میں
 مایوس مائی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر بھی ملنا موقوف کر دیا بڑے لارڈ صاحب کے درو کو زنا
 میں نواب لٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی قلی میں آئے۔ دربار کیا۔ خیر کرو مجھ کو کیا۔ ناگاہ دربار خیر
 دن بارہ بج کر جیسا آیا اور کہا کہ نواب لٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے بھائی جیہ آخر۔ فروری ہو اور میرا
 حال یہ کہ علاوہ اس دایں کے خرم کی سیدھی ران میں اور بائیں تہ میں الکیا ایک پھوڑا جھانچا
 میں مٹیاب کرتا ہوں اٹھنا و نوا رہے بہر حال سوار ہو گیا پہلے صاحب سکرٹری بہادر سے ملا پھر وہ
 صاحب کچھ تین حاضر ہوا۔ تصویر میں کیا بلکہ تمنا میں بھی جو بات تھی وہ حاصل ہوئی یعنی عنایت
 سے عنایت۔ اخلاق طلاق وقت خست خلعت دیا۔ اور فرمایا کہ تم مجھ کو اپنی طرف سوار اور بہت
 دیتے ہیں اور مردہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار میں بھی تیرا نمبر و خلعت کھل گیا ابنا

در بارین شریک ہو خلعت پہن حال عرض کیا فرمایا خیر اور بھی کے دربار میں شریک اس پر چور کا پڑا ہو۔ بنا لڑ چکا مگر کوئی
 جاؤں۔ بابوہر گوبند سہا صاحب کے سلام مضمون احد بیٹے ایضا یہاں تھائی تو ان ہنس آتی ہی دیوان میں
 چلے گئے۔ اتم و اکمل تھے وہ اور کونسی دو چار غریبیں میں حج مزار اور سف علیاں عزیز کے پاس ہوں اس میں ان میں سے ستر آگیا
 چلے گئے جس کوئی مضرب اس میں ان کے باہر نہیں جہذا آئے تھے بھی ہو گا اور وہ غریب لائے نہنگا کر دیکھو لگتا تھو پیری اس کے
 کیا کر گی بچا وغیرہ کو نہ کچھ اسکا گا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو مجھ کو لکھو میں ضرور سے کچھ اگر کچھ ہو گا ورنہ نذر کا نہ شاکہ
 میں کو اپنے فرزند کو برابر چتا ہوں شکر کچھ ہے کہ تم فرزند سعادتمند ہو خدا کا جیتا کچھ اور لکھا گیا کچھ پوچھو شکر
 ایضا میاں میں جانتا ہوں کہ مولوی میرزا علی صاحب کا لٹا چھ نہیں کی میرا دعا تھا کہ وہ تم پر اس کو نظر کرے
 ولی میں ہنس دیوان کا چھپنا پڑے ہیں شکر و رحمت ہو کہ حکیم جہاں شمس صاحب تھا را بجا ہوا فرسہ جو کدیں اور وہ جو
 بیان کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی یہ بھی کروی تھی کہ اپنے تھارا ارادہ اسکے چھاپنے کا نہیں ہو کر وہ میرے
 چھاپنے والی غلطی کس غلطی سے دیوان آیا تھا او میں نے نظر تھا ہی تا خوشی پہ چھاپنے سے پھیر لیا۔ یہ کیونکہ
 ہو سکتا تھا کہ کو چھاپنے کی اجازت دونوں تھی جو خط لکھنا تو ف کیا میں بھی کہ تم تھا ہو میں نے مولوی نیا علی
 صاحب سے کہا کہ جو خطا شوق میں ہی میری تصحیف کر کے دینا۔ بھائی قسم خالی میں لکھنا فرزند دیندہ جیتا ہوں میں
 دیوان و تصحیف کا ذکر کیا ضرور ہے کہ وہ دیوان میرے ہاتھ سے ہو کر لایا گیا لیکن میں تصحیف پر ہر قسم سے ہر
 مولیٰ اور دونوں چیزیں کو بھیجیں تھارا مال ہی چاہو پاسبان کو بھیجا ہو کیسے دیا۔ چاہو پاسبان کو بھیجیں
 تھے دینو کی جہاں اور جلد ہوا کی کچھ شوق تھی بھیجی تھی بھیجی تھی۔ دیوان کو بھیجا میرا یہ دوسرا خط
 کے تم یادگار ہو۔ اسی کی تو ترشہ تو ہو کر ہے۔ اری نہ تو نہ ہی کا طالب۔ غالب۔ ۱۰۶۲

نام گوبند سہا صاحب

برخود بہت دن ہو کہ میں نے تم کو خط لکھا تھا اب میں خدا کا جو فضل لکھا دیا کہ تم۔ جو حال میں تھے اب کیا
 یہاں شوق ہے کہ کوئی شوق ہے اور آتا ہو کا پورا کئی کوئی کہتا ہے اور یہ لکھا تھا حال کچھ لکھا معلوم ہو لکھو

تہا پہنچے میں جو میری حقیقی بھتیجی بنی اسکی اولاد بھی تمھاری ہی اولاد ہے تمہاری سبط بلکہ ان سکبیوں کو سبط
 تمھارا دعو گوہوں اور تمھاری سلامتی چاہتا ہوں تمنا یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا کہ تم جتنی
 اور تم دونوں کے ساتھ مر جاؤں تاکہ سق فائدہ کو اگر روٹی ندو گے تو چنے تو دو گے اگر چنے بھی ندو گے لو بات
 پوچھو گے تو میری بلا سوسیں تو موفق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک دونوں کی غم میں نہ الجھو گے۔ جناب
 ماجد شاہ کیل چاہتی میں اوصیاء الذخیر اس طرح وہاں پہنچتے ہیں سنبھلندیل آتے ہوا دو فائدہ آوری
 بڑے ہیں کثرت لطیف صحت اجا بہائی ہونہ ملل جو حرف حکایت میں غول بڑو آؤ آؤ شتائی بھائی
 مرزا علاؤ الذخیر ان کی لکھتوں جو وہاں تمھارے دل پر گزرتی ہو یہاں میری نظر میں خیر دعائیہ و عروت و نجات کا
 ایضاً برادر حبیب جمیل المناقب عیم الاحسان سلامت بعد سلام ستون دعای لقاے دولت و افروز
 عرض کیا جاتا ہے کہ عطف نامہ کی رو سے فارسی و غزلوں کی رسید ملو م ہوئی۔ تیسری غزل کہ ہر توان
 آخر توان گفت۔ جو تمھارے حسب الطلب بھی گئی ہے کیا نہیں پہنچی ہوگی یا تم بھول گئے ہو گے۔ کہیں
 دربار اللہ ہی یعنی علای مولائی نے اپنے موکل کی خوشنودی کیلئے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک
 کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو منظر کے سیکھائی جائے۔ چھوٹی کے اوچے مشرو نہیں۔ راہ رکھائی
 چادے اگر جتیار ہا تو چار ڈونٹیں کر میں بھی سن لو گنا و سلام مع الاکرام بخت کا غالب چار شبنہ
 اس ربیع الاول ۱۲۸۲ ہجری غزل

تم جو میداد سے خوش اس سے سوا اور سہی
 میں تو بس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی
 تم خداوند ہی کہ سلا و خدا اور سہی
 آپ کا شیوہ و انداز و آقا اور سہی
 کعبہ ایک اور سہی قبلہ نما اور سہی

میں ہوں شتاق جفا مجھ پہ تھا اور سہی
 غیر کے مرگ کا غم کس یے اسے غیرت ماہ
 تم ہو بہت پھر تھیں پندار خدائی کوں ہے
 حسن میں جو سے بڑھ کر نہیں ہو سکے کبھی
 تیرے کوچہ کا ہے مائل دل مضطرب

<p>کوئی دُشیا میں مکر باغ نہیں ہے وہ غلط کیوں فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یا رب مجھ کو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں جیسے غالب یہ غلامی لئے غزل لکھوائی</p>	<p>خلد بھی باغ ہے خیر آب دہنوا اور سہی سیر کیواسطے تھوڑی سی فضا اور سہی زہر کچھہ اور سہی آب بقا اور سہی اکیس یاد اگر مرغِ فتنہ اور سہی</p>
<p>ایضاً برادرِ جمیل المناقب عظیم الاحسان سلامت۔ متبادر فریج طبع کیونکہ ایک غزل تمہی لکھ کر بھیجی تھا کری سپہ سالار اور مگر کبے سکھائی جائیج شہر کے اجا لکھتا ہوں۔ سوانح میں دہنا لکھتا ہوں کل پنجابہ کو اول روز پہلے بڑی روزہ کی آمدھی آئی پھر خوب نیہ پر ساوہ چاڑا پڑا کہ شہر کرہ زہر ہو گیا بڑی دریا کا دروازہ ڈوبا گیا۔ قابلِ عطا کے کوچہ کا بقیہ مٹا یا گیا کشمیری کٹرہ کی مسجد زمین کا پیوند ہو گئی شہر کی وسعت دو چن ہو گئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجد کو ٹکڑے ٹکڑے جاتے ہیں ورنہ دے دو پوٹھریوں کے چنڈے یوں کے پریم پھرتے ہیں ایک شیر زور آور ملین بندر پیدا ہوا ہوں مکانات جا بجا ڈھانا پھرتا ہوں فیض اللہ خان بخش کی جوبلی پر جو گلہ سے میں حکو عوم گزی کہتی ہیں انہیں سے ملایا ہا کر ایک کی بناو ہادی ایٹ سے اینٹ بجا واہ کہ بندر بڑی داتی اور پھر شہر کے اندر۔ رگستان کے ملک سوا یک سر وارزادہ کثیر العیال غیر الحال عربی ناسی انگریزی تین زبانوں کا عالم دل میں آئے ہوں۔ بیچارہ کو محلہ میں پھیرا ہوں بحسب ضرورت حکام شہر سول کیا باقی گھر کا دروازہ بند کیئے بیچتا رہتا ہوں گاہ گاہ نہ ہر شام دیکھا غالب علی شاہ درویش کے ایک پر آجاتا کہ اہل شہر حیرت میں کہ کھاتا کہاں سے ہے۔ اسکے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ باپ سے چھ گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ نے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے۔ دیکھیے انجام کار کیا ہو۔ غالب علی شاہ کا قول یہ ہے کہ کل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۲ مئی ۱۸۶۵ء</p>	<p>ایضاً جمیل المناقب عظیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام سنون و دعای بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ استاد میر جان آئے اور ان کی زبانی مختاری خیر و غایت</p>

معلوم ہوئی۔ خدا تمکو زندہ و تندرست و شاد و شاد ال رکھے۔ یہاں حال کیا لکھوں بقول
 سعدی علیہ الرحمۃ ۛ نما نہ آب جز آب چشم و در تیم ۛ شب روز آگ برستی ہے یا خاک
 نہ دن کو سورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے۔ زیں سے اٹھتے ہیں شعلے۔ آسمان ہی کرتے ہیں
 شیرے۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھوں عقل نے کہا کہ دیکھ نادان قلم انگیزی دیا سلامی کی طرح
 جل ٹھیک اور کاغذ کو جلا دیگی بھائی ہوا کی گرمی تو بڑی بکاس ہے گاہ گاہ جو ہوا بندھ جاتی ہے وہ
 او بھی جانگاہ ہے خیر افضل سے قطع نظر ایک کو دک غریب وطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ
 وہ جہاں سوز نہیں بلکہ دل فرو مہ ہے۔ پرسوں فرخ مزا آیا۔ اُسکا باپ بھی اُسکے ساتھ تھا۔ میں
 اُس سے پوچھا کہ کیوں صاحب میں تمہارا کون ہوں اور تم میرے کون ہو بافقہ جوڑ کر کہنے لگا حضرت
 آپ میرے دادا ہیں اور میں آپکا پوتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ تمہاری تنخواہ آئی کہا جانا بجا
 آکا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہیں آئی میں نے کہا تو دوبارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا حضرت
 میں تو آکا جان سے روز کرتا ہوں کہ دوبارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دئی کی رعیت میں کیوں ملگئے
 شیخان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ ہم درست اور طبع سلیم۔ میں اسکی خوبی خواہ فرخی سیرت پر
 نظر کر کے اسکو فرخ سیر کہتا ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔ تم اُسکو بلا کیوں نہیں بھیجتے مگر بھائی
 غلام حسین خاں مرحوم کے تتبع ہو کہ زین العابدین و حیدر حسن اور انکی اولاد کو کبھی منہ نہ لگایا۔
 علما و الدخاں جیسا ہوشمند ہمہ اں بیٹا فرخ سیر جیسا و الشور بدلہ سنج اور شیریں سخن پوتا۔ یہ دو
 عطیہ عظمیٰ و مہبت کبریٰ ہیں تمہارے واسطے من جانب اللہ ۛ

اگر دیانتے برداشت بوس | و اگر غافل شدے افسوس افسوس

آج ۲۴ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان میں آگیا۔ نقطہ انقلاب صیفی میں۔ دن ٹھنڈی
 لگا۔ چاہیے کہ تمہارا غیظ و غضب ہر روز کم ہو جائے۔ نجات کا طالب غالب ۛ

ایضاً بھائی صاحب کج تک سوچتا رہا کہ سیکم صاحبہ قلبہ کے انتقال کے باب میں لکھو کیا لکھوں
تقریب کے وسطے تین باتیں ہیں۔ انہما غم۔ تلقین صبر۔ دعائے مغفرت۔ سو بھائی انہما غم تکلف
محض ہے۔ جو غم لکھو ہوا ہر ممکن نہیں کہ دوسرے لکھو ہوا ہو۔ تلقین صبر بیداری ہے۔ ساتھ دعائے غم ایسا ہے
جسے غم حلت نواب مغفور کو نازہ کیا پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کیجائے۔ یہی دعائے
مغفرت میں کیا اور میری دعا کیا مگر چونکہ وہ میری مرتبہ اور محسنہ تھیں دل سے دعا لکھتی ہے جو بھائی
لکھتا رہا یاں آنا سنا جاتا تھا اس واسطے خط نہ لکھا اب جو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی بیعت اسانہ ہے
اور اس سببے آنا نہ ہوا۔ یہ چند سطر میں لکھی گئیں حق تعالیٰ تم کو سلامت اور ندرست اور خوش رکھے
تھاری خوشی کا طالب غالب۔ ۱۵ نومبر ۱۳۲۶ ع

ایضاً اخ لکرم جبر اکرم عیدت میں بعد اہدائے سلام سنون ملتس ہوں تھا را شہر میں رہنا
موجب تقویت دل تھا۔ گونہ ملتے تھے پر اک شہر میں تو رہتے تھے بھائی ایک سیر کر
رہا ہوں۔ کئی آدمی طیور تیشیان گم کردہ کی طرح ہر طرف اڑتے پھرتے ہیں انہیں سے دو چار
بھولے بھٹکے بھی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لو صاحب بے عدہ کب فاکر دگے۔ علائی کو کب بھجوتے
ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرینکے دن میں بارش شروع ہو جائیگی تو آپ کی اجازت
بھی کام نہ آئیگی چلنے والا کہیگا۔ میں رہر و چالاک ہوں۔ تیرا کہ نہیں۔ لو ہا رو سی دتی تاکر تھی
بغیر کو نکر جاؤں۔ موخانی جہاز کہاں سے لاؤں۔ اے زفر صفت بنجیر ہر چہ باشی زوہ
باش۔ علائی کو دیدار کا طالب غالب۔ استاد میر جان کو سلام۔ یوم النہیس ۱۸ محرم ۱۳۲۷

بنام مرزا علاؤ الدین احمد خاں صاحب بہادر

صاحب تھا را خط پہنچا۔ مطالبہ نشیں ہوئے۔ غوغای خلق سے مجاہد غرض نہیں۔
کیا اچھی رباعی ہے کسی کی

مومن خصال خویش مستم داند	کافر بگماں خدا پرستم داند
مردم ز غلط فہمی مردم مردم	ای کاش کسے ہر جنبہ ہستم داند
بھائیوں سے ہر نہیں ملا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جو اہر خیر دار میرا سلام اخیں کو اور ان کا سلام مجھ کو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں	
تاباں ہسی بنی گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز
ہزاروں آہیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے	بہت نکلے مری ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
یہ مقطع اور مطلع مندرجہ دیوان ہر مگر اس وقت یہ دونوں شعر حسب حال نظر آئے اس واسطے لکھ دیے گئے تمنے اشعار جدید مانگے خاطر تھاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرعے لکھے کہ کہے ہوئی یاد آگئے کہ وہ دخل دیوان بھی نہیں۔ اپنے فکر کر کے ایک مطلع اور پانچ شعر لکھ کر سات بیت کی ایک غزل لکھو بھیجتا ہوں بھائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتیں مانگ آئی ہیں اور وہ بھی بلند تر تیر نہیں	
بہت ہسی غم گیتی شراب کم کیا ہے	غلام ساقی کو تر ہوں مجھ کو غم کیا ہے
مطلع ثانی	
رفیق پر ہے اگر لطف توستم کیا ہے	تھماری طر زور و شجاعت میں ہم کیا ہے
کٹے نوشب کہیں کٹے تو سانپ کہلائے	کوئی بناؤ کہ وہ زلف خم بنم کیا ہے
لکھنا کر کے کوئی احکام طالع مولود	کسے خبر کہ وہاں جنبش قلم کیا ہے
نہ حشر و لشکر کا قائل نہ کیش و ملت کا	خدا کی واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے
وہ داد و دید گرا نما یہ شرط ہے جہدم	وگر نہ ہر سلیمان و جام و جم کیا ہے
سخن میں خام غائب کی آتش افشانی	یقین سے کہو بھی لیکن اب اس کی دم کیا ہے
جو صاحب تھا افران قضا تو اماں بجالایا مگر اس غزل کا مسودہ میری واپس نہیں ہے اگر باجی	

رکھو گئے اور اردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گئے تو اچھا کرو گئے عمر فراوان دولت
 فزوں باد فقط جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء بارہ پر دو سو تین کا عمل +
 ایضاً مرزا روبرو باز پہلواؤ۔ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علی خاں اور
 حسین علی خاں مع ۱۲ مرغ بڑے اور چھوٹے کے دلی کو روانہ ہوئے۔ ڈراؤمی میرے
 آنکے ساتھ گئے۔ کلوارڈ کا نیا دلی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں۔ نوا صاحب نے وقت
 رخصت ایک ایک وصالہ مرحمت کیا۔ مرزا انیم بیگ بن مرزا کریم بیگ کو ہفتہ سے یہاں رہا ہے
 اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ دلی چلوں گا اور وہاں کرلو اور جاؤ
 میرے چلنے کا حال ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی ہفتہ میں چلوں گا آپ چال چوکے اردو
 لکھتے کہتے جو خط مشتمل ایک مطلب پر تھا اس کو تم نے فارسی لکھا اور فارسی بھی تصدیق نہیں کہ
 ایمر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی ایسی غفرتہ نہ لکھیں یہ وہی چھوٹی ہے بڑی ہے کا قصہ ہے۔
 خیر خط نہ دکھاؤ لگا نا کتبہ کہہ کر کام کا مقدمہ نکال لوں گا۔ میں نے تو چلتے وقت قریح
 کے تائیں کی زبانی بھائی کو کھلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی اپنا تدعا کہو تو میں اسکی مدد کرتا ہوں
 جواب آیا اور کہ پتہ عا نہیں صرف مکان کا مقدمہ ہی سو اس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکا کا
 وکیل وہاں موجود ہی اگر وہ اس امر کا ذکر کرتے تو میں انکے خانوہ صغر علی خاں کے نام عرضی یا خط لکھتا
 لاتا۔ بہر حال اب بھی قاصر نہ رہوں گا۔ تاریخ اوپر لکھ آیا۔ نام اپنا بدل کر مغلوب رکھ لیا ہے +
 ایضاً یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۸۶۵ء شکر ایزد کہ ترا پا درت صلح افتادہ خوریاں میں
 ساغر شکرانہ زوندہ بیسیاں بہر دُعا تو ووالا پدرت + قرضہ خال بنام بن دیوانہ زوندہ
 میاں تم جانتے ہو کہ میں عازم رامپور تھا اسباب مسامحت ہوئے بشرط حیات خود کو روانہ ہوں گا
 لڑکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہی میرا لکھنا زائد ہے۔

ایک باریک صاحب کسٹری عبادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا۔ علاج کی خبر پوچھا گیا
بھائی صاحب کے میرا سلام کہنا۔ راقم غالب علی شاہ ۴۔

ایضا جان جاناں ایک خط میرا تھا اسے دو خطوں کے جواب میں لکھ دیا ہو گا آج میں علی صغریٰ
بہادر کے گھر گیا اُن سے میں نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فرخ سیر کی ماں کو لکھ بھیجو کہ سال بھر کی تنخواہ کی پیاد
بھیج دیں یہاں سے روپیہ بھیج دیا جائیگا آج منگل ہے، شعبان کی اور ۲۶ دسمبر کی دونوں
بھینچے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی ہوئے۔ میں پڑوں یوم شمس مرحلہ پایا ہو گا۔

اقل ما آخر ہر منتہی در اکرام و عزت | آخر ماجیب تنہا ہی از مال و دولت

تو کمان گروہ کہا کر فارسی لکھا اگر مجھ سے ہندی کی چندی سن۔ ایک غلیل حصوئے دینی کی ہر ایک
علی صغریٰ سے اینٹھی دونوں کل آئیگی۔ مرزا انیم بیگ بن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتہ سے یہاں
اور نبی بہن کے ماں ساکن ہیں۔ زاد کی خالے چچی فقیہ پر کی۔ راحلہ وہ جانیں فقط غالب
ایضا صبح و شبہ شانزدہم از ہم جسام۔ میری جان نئے ہمان کا قدم تمپر مبارک ہو۔ اللہ
تعالیٰ تمہاری اور سکی اور اسکے بھائیوں کی عمر و دولت میں سکت دے تمہاری طرز تحریر سے صفا
نہیں معلوم ہوتا کہ سیدہ ہی یا سیدہ ہے۔ شاقب سکو عزیز اور غالب عزیزہ جانتا ہوں واضح کہوتا تھا
رغ ہو۔ خط ناقب کے نام کا نوہ تو بہ خط کا جیکو ایک تختہ کا غذا کائیں نے سر سر پڑھا لطفہ و بذلہ و
شوخی و شہنشی کا بیان جب کرتا کہ مخاے عبارت جگر خون نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا
سخن گزار ایسا زباں آور۔ ایسا عتیار طرار۔ یوں عاجز و درماندہ و از کار رفته ہو جائے۔ تمہارا
غم جدا۔ ساغر اول و دوم کیا دل لیکر آئے کیا زبان لیکر آئے کیا ہاتھ لیکر آئے۔ یہی حاصل لیکر آئے۔ اور پھر
کسی شے کو برت نہ سکے کسی شہوہ کی داد نہ پائی۔ گو یا نظیری تمہاری زبان سے کہتا ہوں۔

جہر پیش من در تہ زنگار بساں | آنکہ عین من ساخت نہ پخت درخ

بھائی اہم ص میں میں بھی تیرا ہم طالع اور ہر ہوں اگرچہ یک فنہ ہوں۔ مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم میں
 اپنی نظم و شرکی داد باندا نہ بایست پانی نہیں آپ ہی کہنا اور آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آوازگی و ایٹا
 و کرم کے جو دعویٰ میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں بقدر ہر ایک کی جگہ میں آئے نہ وہ طاقت جہانی
 کہ ایک لاشیٰ بات میں ٹوں اور اس میں شکر بھی اور ایک یمن کا ٹوٹا مع سوت کی بیتی کے ٹکالوں اور
 پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جانکا کبھی مصر میں جا بیٹھا۔ کبھی نجف جا پہنچا نہ وہ دستگاہ
 کہ ایک عالم کا پتہ زبان بن جاؤں اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ ہوتی۔ جس شہر میں رہوں اُس شہر میں
 تو بھوکا نہنگا نظر نہ آئے۔

نہ بستان سرائے نہ میخانہ	نہ دستاں سترائے نہ چاند
نہ قفس بری پیکراں نہ سیاحت	نہ خوفائے راز نگراں نہ رباط

خدا کا مقہور۔ خلق کا مردود۔ پوڑھا نا تو ان بھیا فقیر نگہ تہ میں گرفتار تھا سہ حال میں غور کی
 اور چاہا کہ اس کا نظیر ہم پہنچاؤں۔ واقعہ کہ بلا سے نسبت نہیں دیکھتا۔ لیکن اللہ تھا احوال اس
 ریگستان میں بعینہ ایسا ہی جیسا مسلم بن خلیل کا حال کو قہ میں تھا۔ تنہا نا خالق تھاری اور تھار
 بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور حالات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک
 مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر بھیک مانگے وہ میں ہوں۔

ایضا چاشنگاہ شہنہ دوازہم نومبر لا شیع آج جو وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا شہنا
 تھا راجہ اور مصری کی ٹھیلیا لیکر آئے میں سکو لو کر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اور
 نکلی۔ خانہ دولت آباد۔ یہی کافی و وافی ہے اور ایسا حاجت نہیں۔ روٹی کھا کر باہر آیا مٹھائے
 ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شہر سوار جانوا لاہری میں کھانا کھا کر ٹپٹے کا عادی ہوں
 لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھدی مطالبہ خط کا جواب شہر حیات کل خیروں گا۔ غالب۔

ایضاً اقبال شاہ نجیر و عافیت و فتح و نصرت لو مارے پیچنا مبارک ہو۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہر کہ مطلع اکمل المطالع میں چند احباب میرے مسودات اردو کے جمع کرنے پر اور اُس کے چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہیں مجھے سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کیے ہیں۔ میں مسودہ نہیں لکھتا جو لکھا وہ جہاں بھیجنا ہوا وہاں بھیج دیا یقین ہے کہ خط میرے تمھاری پاس بہت پہنچی اگر انکا ایک پارسل بنا کر بسپیل ڈاک بھیج دے گا آج کل میں کوئی اور ہر آنیوالا ہوشیار ہو رہا ہے تو مجھ پر میری خوشی کا ہوا وہیں ایسا جانتا ہوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہو گے۔ بچوں کو دعا۔ غالب۔ - - -

ایضاً جان غالب یاد آتا ہے کہ تمھارے عم نامدار سے مناسبت کے کلمات و سائیر کی فرہنگ ہے ہے اگر ہوتی تو کیوں نہ تم بھیج دیتے خیر۔ - - - اپنے مادر کار و اہم اکثرے در کار نیست + تم شرمزدیں ہو اس نہال کے کہ جسے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے اور میں ہوا خواہ و سائیر نشین اس نہال کا رہا ہوں کیونکہ تم جگو عزیز نہ ہو گے۔ یہی چیز وادید اسکی دوسو میں میں تم دلی میں آؤ۔ یا میں لو مارو آؤں۔ تم مجھ میں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زہن ہمارا مسج نہ ہو۔ جب تک نہ سمجھ لے کہ میں کون ہوں اور ماجر کیا ہو۔ سنو عالم دو ہیں ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لکن الملک الکیومہ اور پھر آپ اب و تیل ہے اللہ الواحد القہار ہر چند قاعدہ عام یہ ہر کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں چنانچہ میں آٹھویں سزا میں ۱۲ برس رو بکاری کی سزا پہاں بھیجا گیا ۱۳ برس عالات میں رہا۔ - - - عرصہ ۱۲ برس کو میرے واسطے حکم و وام جس صاد ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی۔ اور شہر دلی کو زندان تھوڑا کیا اور مجھے اس زندان میں ڈال دیا فکر نظم و شر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد جیل خانہ سے بھاگا

<p>چہ عجب صلح اگر نقشِ ہانت گم کرد بکعب باد مبادا سینہ رسوائی دل مردن و جاں تمنائے شہادت دادن دوست دارم گر ہے را کہ بکارم زدہ اند</p>	<p>کاں خود از حیرتیاں رخ نیکوئے تو بود کاخرا از پردہ گیان شکن ہوئے تو بود ہم ز اندیشہ آزدن بازوئے تو بود کایں ہانت کہ پیوستہ در آبروئے تو بود</p>
<p>لالہ و گل و ناز طرفِ تماشای پس مرگ تا چہادر دل غالب ہوئے تو بود</p>	
<p>ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارے میں نشان او لوگوں کو ہی خورشیدِ جہاں تاب کا دھوکا ہے خونِ جگرِ جوش میں دل کھول کے روتا یارِ بے وسعہ ہے نہ سمجھیں گے مری بات تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے مرا ہوں اس آواز پہ ہر چند سُر اُڑ جائے</p>	<p>کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں او ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں او ہوتے جو کئی دیدہ خونناہِ فشاں او دے او دل انکو جو دے مج کو زباں او لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں او جستار کو لیکن وہ کہے جائیں گے ہاں او</p>
<p>یہ اُدھی دُنیا میں مخمور بہت اچھے کہتے ہیں کہ غالب کا ہر اندازِ بیاں او</p>	
<p>اُس بزم میں مجھ نہیں بنتی حیا کیے جند کی ہے اُذریات مگر خوبری نہیں صحبت میں غیر کے نہ پڑی ہو کہیں یہ خو کھٹنا پھول ہوں خرقہ و بجاوہ رہنئے کس روز ہمیں نہ ترا شا کیے عذو</p>	<p>بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے بھول سے اُسے سینکڑوں عذو فنا کیے دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کے مدت ہوئی ہے دعوتِ آج ہوا کیے کس دن ہمارے سر پہ نہ آئے چلا کیے</p>

غالب تھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیئے اور وہ سنا کیئے

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاؤ الدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دعا کیجئے
کل شام کو مخدوم و مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی بسواری ریل مل نند و لٹ لٹو
کہ ناگاہ آوے فقیر کے تکیہ میں تشریف لائے۔ شب جناب پٹی ولایت حسین خاں کے مکان میں آرام
فرمایا اب وہاں آتے ہیں قریب بیوع آفتاب چشم نیم باز یہ رہتے تھارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہو
مفصل نہیں لکھ سکتا۔ مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھ کر یوں سمجھا کہ میرا لڑکا چچا غالب جوان ہو کر سیلے
کی سیر کو حاضر ہوا ہے پس نور چشمان راحت جان فرمایا قرعیناں بہادر و مرزا حسین علیخان بہادر
جناب آغا صاحب کا قدموں بجا لائیں اور انکی خدمتگاری کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں
بس ہاں مرزا علانی اگر کرنیل الگرنڈر اسکندر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔ ۴۔

ایضاً صاحب میری داستان سنئے۔ پیشینہ بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر جمعہ سے لے کر یکشنبہ
ملکیا۔ بعد ازاں حقوق چار سو روپیہ دینے باقی ہے اور ستاسی روپیہ گیارہ آٹھ چھتے پچھڑی کا
کا مہینہ بدستور ملا۔ آخر جون میں حکم آگیا کہ نیشنل دار علی العموم ششماہی پایا کریں ماہ باہ نیشنل تقسیم
کے۔ میں مس ماہ برس سو حکم محمد حسن خاں کی حویلی میں رہتا ہوں ابہ حویلی غلام اللہ خاں شہرہ
آخر جون میں مجھ سے کہا کہ حویلی خالی کرو اب مجھ فکر پڑی کہ کہیں دو حویلیاں قریب ہمدردی ملیں
ایک مجلس اور ایک دیوان خانہ ہو۔ نہ ملیں ناچار چاہا کہ بلیار وینس ایک مکان ایسا ملے کہ جمعیہ جا رہوں
مختاری چوٹی چھوچی نے بیکس نوازی کی کڑوڑا والی حویلی چھوڑنے کو ہی ہر چند روایت سے بھی
کہ مجلس قریب مگر خیر بہت دور بھی نہیں کل بارہ سو ہاں جا رہو گا۔ ایک پاؤں زمین پر ہے ایک
پاؤں رکاب میں توشہ کا وہ حال گوشہ لی یہ صورت۔ کل شنبہ، ارزی الحیر کی اور ہر جون کی

پہر دن چڑھے تھا اور خط پڑھا۔ دو گھڑی کے بعد ستا گیا کہ میں الدین خان صاحب نے اپنی کوٹھی میں بیٹھ کر
 کیا پہر دن کے اندر وہ ہر باجی ناگاہ میرے پاس تشریف لائے میں نے انکو دیکھا اور فرودہ پایا دل کا
 علی حسین خان بھی آیا اس سے بھی ملا۔ میں نے انھیں پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ بھائی صاحب بولے کہ
 جبین یہاں آیا تو کوئی وہاں بھی تو ہے۔ اور اس سے علاوہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں میں نے
 کہا اتنا ہی جتنا تم اسکو چاہتے تھے ہنسنے لگے فرمادے کہ میں نے بظاہر انکو تم سے چھپا پایا آگے تم لوگوں
 کے دلوں کا مالک بنتے تھے۔ راقم غالب۔ نکاشتہ ورداں درشتہ یکشبتہ بین الظہر والعصر
 ایضاً چار شبہ ۲۵ شبہ ۲۶ ہنگام نیمروز۔ علانی مولائی ہر وقت تھا اور خط پڑھا۔ اور
 پڑھا اور صبح اب گھٹا۔ واہ کیا کہنا ہی رامپور کے علاقہ کو گاؤں سنگا و جھکوی پل یا اس پونڈ کے طعنہ
 تازیانہ اور جھکوی پونڈ انبیاء علاقہ اور وہ پونڈ لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو۔ رئیس کی طرح
 بطریق وکیل ٹھکانہ کشتری میں تین نہیں ہوں۔ جسطرح امر واسطے فقرا کے وجہ حاش فقر کر رہے
 ہیں جسطرح اس سرکار سے میرے دوست فقیر نے ہاں فقیر سے دعا تو خیر اور مجھے اصلاح نظم مطلقاً
 چاہوں لی رہوں۔ چاہوں کہ بڑا۔ چاہوں کہ بڑا۔ ایک گاڑی کپڑوں کی طرح
 کرایہ کروں۔ کپڑوں کے حصہ تو میری آبی درجن شرابیہ عروں۔ آٹھ کپڑا ٹھیک کے لوں۔ چار
 آبی کہتا ہوں یہ یہاں پہنچوں۔ دو ساتھ لوں۔ چلے لوں۔ رہے ہو سے جو حافظہ آیا کر گیا۔
 لوگوں کا حافظہ لوہارو بھجوا کر گیا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہاں ہم پہنچ سکتے
 ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھا نیو باہر کے مکان میں مجلس میں کہ وہ بہت قریب ہے
 جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں م پھیرتا ہوں میری حال پوچھتا ہے میں اگر ہوتا ہوں والی
 راسیہ نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بلایا تھا یہی لکھا گیا کہ اب معظم محض ہوں تھا اور اقبال تھا
 کلام کو اصلاح دیتا ہوں اس سے بڑھ کر مجھ سے خدمت نہ چاہو۔ بھائی کے اوپر ہمارے دیکھو کو بہت

یہاں سے لکھا گیا ہے
 کہ یہاں سے لکھا گیا ہے
 کہ یہاں سے لکھا گیا ہے
 کہ یہاں سے لکھا گیا ہے

چاہتا تھا کہ اس کو حق تعالیٰ کے آفتاب یعنی نورِ سب میں قصہ کروگنا کاش لہ مارو کیجئے گوڑا کا نوہ ہوتا یا
بادشاہ پور ہوتا۔ کہو گے کہ رامپور کیا نزدیک ہے وہاں گئے گوڑوں میں ہو گئے یہاں خطاط و خطا ل
روزانہوں نے تم یہاں آسکتے ہو نہ جہنم میں وہاں آئے گا دم پس اگر نورِ سب میں میرا خیر عمل چل گیا پھر
سے واکز عروسی دیدار و گریب + غالب +

ایضاً اقبال نشان مرزا علاؤ الدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔ بر خود

علی حسین خان آیا مجھ سے ملا۔ بھائی کا حال اہلی زبانی معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنا افضل کریم الولد لایا
تم اس کے مصداق کو پیشہ خفقاں مراقبہ کرچہ تھا را خانہ زاد موردی پر لیکن آج تک تعدادی خدیں حاضر
نہ ہو تھیں کیوں آیا۔ اگر آواز ہو کر اس کو غیث نے ندوہا نک دے۔ خیر دار اس کے اپنے پاس ہے نہ دنیا

شفیق مکرّم و لطیف مجسم غشی لنگش۔ اجیہاں ٹاک یہاں آئے تھے سوار تھا ہے چچا اور تھاکر
بھائی شہاب الدین خان سے ملے۔ خالق نے ان کو زہرہ کی صورت اور شتری کی سیرت عطا کی ہے گویا بھائی

خود قرآن السعید میں تم سے ہیں کہ نہ کہا تھا اور کلیات کی دس نچھ کی قیمت قسّہ مان پڑتے
اب ان سے جو ذکر آیا تو انہوں نے پہلی قیمت شترہ اخباری قبول کی یعنی ہم شترہ اخباری سے تہمت میں

مجاد کے بیٹے میں دوں اور عیسے تم دو۔ ہنگی قسّہ مطبع اودہ اخبار میں چھپا۔ نے چاہیں میں دہرہ
حال کی ہو جس گاہ میں کہ طالب ہو گنا۔ کہو یہ علی حسین خاں کو دیدوں۔ کہو لکھو بھیجوں۔

اس نگارش کا حال جلد لکھو۔ بھائی صاحب کچھ تھیں میرا سلام کہنا اور استاد میر جاں میر پڑے
قدم لینا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ چشمتہ ام۔ جہادی الشانی سال غفر مطابق

سہرہ سہ سال غضب گیا یہی تحریر گویا تاریخ وفات خباب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن جیسا بہادر
ایضاً جہنم جبہ۔ دسمبر۔ میری جان تھا خط بھی آیا۔ اور علی حسین خان غلام الدین بھی
تشریف لایا اگر سر نوشت آسانی میں بھی اور جہب یا اوّل شعبان میں ہمارا تھا ازل چھینا ج

تو زبانی کہہ سن لینے، قلم کو ان اہل سر کی محرمیت نہیں ہی جو شخص اپنے ملک مال و جان و تن و تنگ و نام کے
 میں آشفٹ و سرگرداں بلکہ عاجز و حیراں ہو دوسرے کو اُس سے کیا گلا۔ اے نظیری
 باما بخا و ناخوشی با خود غور و سرکشی ازمانہ از خود نہ آخر از ان کیستی
 محل عقل و ہوش و باغ سوتباہ۔ ایفون کا خمیر ہونا علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے۔
 ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یوں بگڑ جائے۔ نجات کا طالب۔ غالب۔
 ایضا پنجشنبہ ۲۶ رمضان۔ صاحب کل تھا را خطبہ پہنچا۔ آج اُس کا جواب لکھ کر روانہ کرتا
 ہوں۔ رجب بیگ۔ شعبان بیگ۔ رمضان بیگ۔ یہ نامور مہینے ہیں سو خالی گئے۔ شوال
 آدمی کا نام نہیں سنا۔ ماں عیدی بیگ ہو سکتا ہو۔ پس جب عید ہو اور روزِ عید ہو تو کیا بعید ہے
 کہ بخلاف شہورِ ثلاثہ ماہِ صبیہ میں تم آسکو۔ عید ہو تو کہتا ہوں نہ آسکو اس ماہِ مبارک
 میں رمضان حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیوں کی عید کو سہ بر نشین کا گمان گزرے۔
 دو کیوں جاؤ۔ ہولی کی دُلہنڈی کا سماں لوہاروں میں بندہ جائے۔ ایک خسوار کی سواری
 بڑی دھوم سے نکلی حسن اتفاق کی یہ وہی موسم ہی ہولی اور عید کو سہ بر نشین کا زمانہ باہم ہے
 حوت کے آفتاب میں یہ دونوں تہوار ہوتے ہیں۔ کل آفتاب حوت میں آیا ہو کہ سہ بر نشین اور
 ہولی کا ثرودہ لایا ہو۔ خیر میں چند روز اور شکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں۔
 تو سہ بر نشین اور ہولی کی رنگ رلیاں منالے اور خسوار بضرِ تازیانہ دوڑالے علاوہ
 واٹھ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہے فرق ہی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہے
 اسے ظالم اس کو سہ بر نشین کی داد دے۔ عقل کہہ رہے ہیں۔ الہام ہے۔ لطفِ طبع ہے
 کیا ہے یہ ہم کہ قدرناست مقام ہے۔ صبیہ کا مقدم تم پر مبارک ہو۔ شاکستہ ہے کہتا تھا
 بھتیجا ہی کہتا تھا کہ پتی ہو یا کہیں جیتا اور یا قیارا عیضہ جدا گانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچا ہے

ایضاً میری جاں۔ علانی ہواں۔ اس رفیع و خلّ مقدر کا کیا کہنا ہو۔ فریگانات سائیر تہیاری
 پاس ہی میں چاہتا تھا کہ اسکی نقل تم سے منگاؤں تھے و سائیر مجھ سے مانگی اسی بھینٹہ مقدس کی قسم
 وہ میری پاس نہیں پہنچے گی میں کہو گے کہ اگر دسائیر نہیں تو فرینگ کی خواہش کیوں ہو حق یوں ہی کہ بعض
 نکات اعراب یاد نہیں ہو سکتے فرینگ کی خواہش ہے۔ اگر اس فرینگ کی نقل بھیج دو گے تو مجھ پر احسان
 کرو گے۔ دسائیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کیساتھ کالہی رس بھیجتا۔ ہاں صاحب اگر دسائیر ہوتی
 اور میں بھیجتا تو اللہ تعالیٰ بھائی صاحب کا مشکور ہوتا۔ دین و دنیا میں کیوں مانجو ہوتا۔ ارسال اہل پر حضور
 کیوں مرتب ہو گیا۔ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اس مذہب کی حق جانو ہو کہ میں جہ وسط
 اس کے اعلان و شیوع کا ہوتا تو عند اللہ محکوم و مستحق اجر پائے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باب کو سمجھاؤ
 اور ایک شعر میرا اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سنناؤ۔

دولت بغلط نبود از سعی پشیمان شو	کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو
جنگ ہفتاد و دولت ہمہ را عذر نہ	جوں مذہب حقیقت رہ افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہب جداست	عاشقان را مذہب و دولت جداست

رات کو خوب مینہ برسا ہوا چھوٹا ٹھکانہ گیا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابر تنگ چھار ہا ہوا یقین ہو کہ تھواری
 جدہ ماجد مع اپنی بیو اور پوتے کو روانہ ہوا رہوں۔ کل جلی روانگی کی خبر تھی۔ یہ لڑکا سعید آرائی
 ابر کا محیط ہونا اور پوکا کا سرد ہو جانا۔ حاصل سکی آسائش کیو وسطی ہو۔ بل نظر سر راہ ہوا ہوا
 یہ خط لکھ رہا ہوں۔ محمد علی بیگ اور ہرگز نکلا۔ محمد علی بیگ کی سواریا روانہ ہو گئیں
 حضرت ابھی نہیں۔ کیا آج نہ جائیں گے؟ آج ضرور جائیں گے۔ تیار ہی ہو رہی ہے۔ فقط
 مقررہ کیشنبہ یکم جون۔ وقت صبح ۶ بجے کے عمل میں۔ غالب
 ایضاً کیشنبہ ۳ محرم ۱۲۸۷ مطابق ۱۲ جون ۱۲۸۷ء۔ میری جان مرزا علی حسین

اور مجھے ملے۔ میں نے خطوط مرسلہ تمہاری کثرت آنکھ دیکھے۔ اب تمہارے پاس پہنچا بیگا انکو اختیار ہے۔
 رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خاں سے آنکلی حقیقت اور یہاں اقامت کی مدت پوچھی گئی
 جواب پایا کہ ایک مہینہ دس دن کی خصلت لیکر آیا ہوں۔ بی بی بیمار ہے اسکا استعلاج منظور ہے۔
 میری جان علی حسین خاں کے کام آئے تو دریغ نگوں بھلا یہ سب لکھ بھیجے بلکہ بیشک تبلیغ و غلو ہے
 لیکن قریب بیسکے لینے جو چیز امکان سے باہر نہ ہو انہیں قصو کیونکر کیا جائیگا بلکہ شاید تمہاری پسند
 کی بھی حاجت نہ ہو مگر سوچو کہ آئیں تمہاری والدہ گساری کیا ہوگی۔ میرزا ہڈو صغ و بدروش نہیں کہ ہند
 ہند کا محتاج ہو کوئی؟ اسکا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصلحت و شہرت کی احتیاج ہو ہو ہو خواہی
 یعنی بی بی اور اسکے آیا اور خان کے مسئلہ میں کہ غل و جھگڑا مداخلت تم علی حسین خاں کو جس ہونڈ
 کیا کیا چھیڑتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسکا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اسکے دادا کی اور سبکی سسرال کیا
 ہے یہ ذریعہ فخر ہے اسکو اور اسکے طفیل سے نکلو بلکہ تھوڑی سی نازش اگر مجھے ننگ قریب کے حصہ میں
 آجائے تو کچھ بعید نہیں بہ چند تمہارا ہر طرح ایک بدلہ ہے لیکن اس خسرو خسروانی نے مار ڈالا کیا کہوں؟
 مجھ کو فراملا ہو کہاں خسرو خسرواں لغات عربی الاصل اور کہاں روزمرہ مشہور کہ خسرو خسرو کہتے ہیں
 صنعت اشتقاق و طباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہے اچھا میرے میاں۔ یہ خسرو خسرو
 کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی والعربی مشترک ہیں۔ لیکن ان دونوں میں نہ فارسی ہونہ عربی
 فارسی ہونہ عربی بلکہ اضافہ کرتے ہیں۔ عربی میں حبطج بمعنی نقصان تصرف ہے شاید سسرال کا
 اسم جاد بھی فی الحقیقت سسرال کی تفریس تو یہ سب ہو۔ یہ پرسن برسٹیل تھرا ہو بلکہ بطریق استفسار
 متعلق اسم جو تھیں معلوم ہو بلکہ اگر پتہ نہ ملے تو معلوم کر کے مجھ کو لکھ بھیجو۔ یوسف علی خاں عزیز ماندا
 اُس ہقاں کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا قطر ہو اور آئے اور نہ برسے مضر و حیران ہے۔
 علی حسین خاں آئے ہیں۔ علی حسین خاں آئے ہیں۔ وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب

ایضا میرٹھی کو دعا پڑھو۔ آکھ کی کہا جی جب تک چھوٹ گئی تھی اور سب نکل گئی تھی تو نشتر
کیوں کھایا اگر کہ بطریق خوشامد طبیعت رجوع کی جب نشتر بجو نہ کیا تھی ہی ایشان کرنا پڑا
اور شاید یہ ہو سکے مادمہ باقی ہو بہر حال حقتالی اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے مصلح

ہر کشور انگلستان کا	بسکہ فعال مایہ بدتر کج
نہرہ ہوتا ہر آب انساں کا	گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
گھر بنیاس ہے منونہ زنداں کا	چوک جبکہ کہیں وہ مقل ہے
تشہ خوش ہر ہر مسلمان کا	شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک
آدمی دہاں نہ جاسکے یہاں کا	کوئی دہاں سیرۂ آسکے یہاں تک
وہ ہی روناتن دل و جاں کا	میں نے مانا کر مل گئے پھر کیا
سوزش و غما ہے پنہاں کا	گاہ جل کر کیا کیئے شکوہ
ماجرادیدہ ہاے گریاں کا	گاہ رو کر کہا کیئے بارسم
کیا سٹے دل سیر داغ ہجراں کا	ہر حکم وصال سے غالب

ایضا یار بھتیجے بھائی۔ مولانا علانی۔ خدا کی موصافی۔ نہ میں ویسا ہونگا جیسا تیرے بھائی
اور نہ تم جیو کہہ چکے ہو یعنی حقتالی اور خیال تراش ویسا ہونگا جیسا میرزا علی حسین خان بہادر
سکھ بہرے کے۔ کاش کہے ہر آنچہ ہستم و اندر دوجانہ میں میرا انتظار اور میرے
آننے کا تقریب شادی پر مدار رکھہ کی شعیہ ہے انہیں ظنون کا جس سے تمھارے چچا کو گمراہ
ہے مجھ پر جنوں کا۔ جاگیر وار میں تھا کہ ایک جاگیر دار مجھ کو بلاتا۔ گویا میں تھا کہ اپنا ساز
وسلمان لیکر چلا جاتا۔ دو جانہ جا کر شادی کماؤں اور پھر اس فصل میں کہ دنیا گرہ نادر ہو
لوڑا رو بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤں اور پھر اس موسم میں کہ جاڑے کی گرمی بازار ہو کلستان

میرن جان صاحب نے تمہارا خط مجھ کو دکھایا ہے میں نے اُن کو جانے بجانے میں مٹا دیا ہے
جائیں نہ جائیں۔ میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا ہوں گا غلام حسن خاں
اگر کسی وقت آجائیں گے تو اُن کو تمہاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کر دوں گا۔ حق سبحانہ تعالیٰ
ان دونوں صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے یا مجھ کو طاقت یا تم کو انصاف
کہ میرے نہ آنے کو دلی کی دستگیری پر محمول نہ کرو مجھ کو رشک ہی جزیرہ نشینوں کے حال پر
عموماً اور رئیس فرخ آباد پر خصوصاً کہ جہاز سوار کر کے زمین عرب میں چھڑ دیا۔ انا ہا ہا

اگر پڑے بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار اور اگر چاہی بھی تو نوجو غوائی کوئی نہ ہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زسیت میں مجھ کو نظر نہیں آتا۔ قاطع برماں کا چھاپا تمام ہو گیا
حق التصنیف کی ایک جلد میری پاس آگئی وہ تمہارے غم نامہ مار کے نذر ہوئی۔ باقی جلدیں جن کا
میں خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے جب تک قیمت نہ بھیج دوں کیونکہ ان میں
روپیہ کی تیسریں ہوں اگر بہم پہنچ جائے تو بھیج دوں۔ تمہارے پاس جہاں قاطع برماں پہنچی ہے اگر چھاپا
کی جو تو صبح ہے جہاں تردد ہو غلط نامہ ملحقہ میں دیکھ لو۔ زیادہ انگشتانہ منطوقہ جو مجھ سے پہلے
اگر ملی ہے تو درجہ اعتبار سے ساقط ہو سکے میری تالیف نہ سمجھو بلکہ حوالے لے لو اور اس کو پراڈو
آج یوم الخمیس ۹ ارجون المبارک بارہ پر میں نے تمہارا خط آیا۔ اُدھر پڑھا۔ اُدھر جواب لکھ کر بھیجا
یہاں تک لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے تمہارا خط اُن کو دیا۔ وہ پڑھ رہے ہیں ہم
لکھ رہے ہیں اب کیا ہوا ہو تو اس کو دل ہی ہو۔

ایضاً میاں تم میری ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو اجتماع سے رسوم و معمول میں خیر تمہارا حکم بجالایا
غزل بجا صلاح کے پہنچتی ہے خبا بظنٹ گورنر ہاؤس دیا گیا۔ میری نفیس و توقیر اور میرے
حال بظنٹ و عنایت میری ارزش و اشتقاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش اور تصور سے

بزدل کی۔ اس نجوم امراض جانی اور آلام روحانی کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہے ہر دم و دم نزع ہر دل
سے عزیز ہو گیا ہے کسی بات سے خوش نہیں ہو سکتا۔ مرگ کو نجات بھی ہوئے ہوں اور نجات
طالب ہوں کئی دن سے کوئی تحریر و پذیر تھاری نہیں آئی نہ مجھے تم نے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا
اپنا سر خط کا جواب جلد لکھو پہلے اپنی بچوں کا حال پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمہارا قاعدہ ہر شیخ اور
مفضل لکھو فقط نجات کا طالب۔ غالب +

ایضا میری جان تخلص تمہارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہے شمشیر کو بہ تکلف اس کا مصحف کیوں ٹھنڈ
یہ میدان بہت فراخ ہے۔ خدا کی نئے کو جیم فارسی سے بدل دو۔ بنی کو تقدیم موحہ علی الزن لکھو۔ دیکھا
دل سے دور کرو۔ رہبر و ایک چھا تخلص ہے رہبر و اسکی تجنیس موجود ہے۔ شیون ایک چھا تخلص ہے ستوں
تصنیف ہے تمہارے وسطے بننا سبب اسم عالی تخلص خوب تھا۔ مگر اس تخلص کا ایک شاعر بہت بڑا نامی
گزر چکا ہے۔ بان نامی سامی یہ تخلص بھی اچھے ہیں مولانا فائق کی پیروی کرو۔ مولانا لائق کہ لاؤ اگر کو
کہ اس ترکیب سے لفظ نا لائق پیدا ہوتا ہے مولانا شائق بنجاؤ۔ ہنسی کی باتیں ہو چکیں اب حقیقت شاعری
سنو۔ نسیمی تخلص خاص بروزن ملہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلتا ہی منظور ہے تو نامی سامی رہبر و شیون
یہ چا تخلص سامی بروزن عرفی و غالب چھ ہیں انیس سے ایک تخلص قرار دو حیرت نزدیک سب بہتر حکام
وسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے کہو گے کہ آزاد کے باغ میں ایک م کا نام فخری ہے حاصل کلام دو دن
کی فکر میں جو تخلص میر خیال میں آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہوں بھائی سوید تخلص نیا ہے اگر یہ پسند آئے تو
یہ کہو۔ واللہ۔ جمع یکشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۷ء سلسلہ نجات کا طالب۔ غالب +

ایضا صاحب بہت دان سے تمہارا خط نہیں آیا۔ آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہے۔
مقدمہ شے جیت لیا چنانچہ اسکی تحریر سے تم کو معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان
دونوں علت مشائخ کا زور ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں۔ کسانیکہ

کہ نرواں پرستی کنند بر آواز و ولایت مستی کنند * خدا مبارک کرے * - غالب * -
 ایضاً - صبح کیش بنہ یکم برج * صاحب پرسوں تھارا خط آیا - کل جمعہ کے روز کیا
 سہل تھا انکے وہاں سے آیا - چونکہ جوب میں کرب و فرائیں تھیں بہت چھین چھوٹا آٹھ دس سہل
 آخر روز نراج بجال ہو گیا تھینہ تھا ہوا - اب بفضل الہی چھوٹے ہیں اہل یقین ہو کہ مرض عود نہ کری دلی
 کی خواست کی مدت اپنی والد کی راہ پرستہ دو - بقدر ناسبت وقت غم خیر خواہانہ کچھ کہوں گا
 ضرور نہ بارم میں تم سے زیادہ نکاح و ان ہوں یہ خود پسند اور مہنہ سپاس کا دشمن ہے -
 منگیوں کے مقدمہ کو طبیعت امکان پر چھوڑ دو میں غل نہ کروں گا - ماں اگر خود مجھ سے پوچھتی ہے
 یا میرے سامنے ذکر آجائے گا تو میں اچھی کہوں گا - **س** بیدہ باد زبا نیکہ ناسر گوید بڑا نا
 اگر یہ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک نیت ہو گیا - یوں تمام عمر خوشی گزر جائے لیکن
 تم کے برس - کئے چھینے - کئے ہٹنے کا اگر میٹھ لکھتے ہو - غالب * -
 ایضاً میرزا علانی پہلے پیر جان صاحب کے قہر و غضب سے مجھ کو بچاؤ تاکہ میرے حواس
 جو منتشر ہو گئے ہیں جمع ہو جائیں - میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا -
 جھگڑا ان کی طرف سے ہر تم اسکو توں چکا و یعنی اگر ان کو صرف اشتعالی و ملاقات
 منظور ہے تو وہ میرے دوست ہیں شفیق ہیں میرا سلام قبول فرمائیں اور اگر قربت
 و رشتہ داری ملحوظ ہے تو وہ میرے بھائی ہیں مگر عمر میں چھوٹے میری دعا قبول
 فرمائیں - صاحبین کی رائے کا اختلاف شہور ہے - مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا -
 مگر ہر ایک قول جدا جدا لکھوں - آج نہ لکھتا نہ ہی دو چاروں کے بعد لکھوں گا تم کو
 ہو کہ صاحبین نزاع باغلی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہیں بھائی صاحب کی صاحبی مجھ کو منظور اور غزل مرصع
 میری طرف سے سلام کہو - **س** ازمن غزل گو و فربا ہو کہ نظر * درخت دما ز و غزل نوازش دوسرے دم ہوا *

<p>گوئی چراغِ روزِ سیاهِ ست جامِ ما صرصرِ خفا کو راہِ رساندِ پیامِ ما نسکینِ بوسے گل نہ پذیردِ شامِ ما آئید بامِ ودانہ بربایدِ زوامِ ما شکلِ کہ پیشِ دوست توان بزمِ نامِ ما بچِ ملی بسا و پیامِ و سلامِ ما بارِ یکہ اسبِ چ دوست بادِ انعامِ ما ثبت است بر جہِ بیہ عالمِ و و امِ ما</p>	<p>غزل جز فح غم زیادہ نبودہ ست کامِ ما و شوقِ تنگ گزردہ و یا در امِ ما ای بادِ صبحِ عطرِ ستارِ الِ برینِ ما سربارِ داندہ ہر بہرِ تہا است گیمِ و مورِ ما گفتی چو حالِ دل شنودِ جہرِ انِ شو از باجا پیامِ و ہم از باجا سلامِ ما مقصودِ باز و دہر ہر آنستہ نیستی است غالب بقول حضرت حافظ ز فیضِ عشق</p>
<p>ایضا میاں جلتے وقت تھا ہے چپائے غلیل کی فرمائش کی تھی راہِ پو پہنچ کر وہ بے سعی تلاش مانعہ آگئی بواکی۔ ٹرکوں نے۔ ٹکڑوں نے۔ سب بھڑے سن لیا کہ یہ نواہتیا، الیحا لکھنا واسطے اب جلوسے ایک ہفتہ پہلے تم غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی کہیں ہم نہ پہنچی۔ دس چھکڑیوں کو نہ ملی۔ نوا صاحب سمانگی۔ توشہ خانہ میں بھی تھی۔ اکیسیر کے ماں پہ لگا۔ دوڑا ہوا گیا کچھ بڑا۔ ایک ایک چھپنے لگا۔ پھر کھڑے ہوئے۔ ہمارے ہاتھوں میں ہاری تھاری پڑی۔ توڑنے کی فرصت کہاں۔ آج لی کل چل دیا۔ اس باتس کی قدر کرتا اور اسکو اچھی طرح بتواتر۔ بادشاہ فرخ سیور اسکا خان خوش خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے باجرے کا حلو اسواں کھلایا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ شنبہ ۵ شعبان ۱۳۰۱ جوری + ایضا جانِ غالب۔ وہ خطا تو اترا تھا۔ پہنچے۔ مغربی غزائیں۔ میر تقی میر کے کلام میں مضامین حقیقت آگین ہیں لیکن داماں گلہ دار و گریباں گلہ دار۔ اس زمین میں ہیں اس کی غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے۔</p>	<p>ایضا میاں جلتے وقت تھا ہے چپائے غلیل کی فرمائش کی تھی راہِ پو پہنچ کر وہ بے سعی تلاش مانعہ آگئی بواکی۔ ٹرکوں نے۔ ٹکڑوں نے۔ سب بھڑے سن لیا کہ یہ نواہتیا، الیحا لکھنا واسطے اب جلوسے ایک ہفتہ پہلے تم غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی کہیں ہم نہ پہنچی۔ دس چھکڑیوں کو نہ ملی۔ نوا صاحب سمانگی۔ توشہ خانہ میں بھی تھی۔ اکیسیر کے ماں پہ لگا۔ دوڑا ہوا گیا کچھ بڑا۔ ایک ایک چھپنے لگا۔ پھر کھڑے ہوئے۔ ہمارے ہاتھوں میں ہاری تھاری پڑی۔ توڑنے کی فرصت کہاں۔ آج لی کل چل دیا۔ اس باتس کی قدر کرتا اور اسکو اچھی طرح بتواتر۔ بادشاہ فرخ سیور اسکا خان خوش خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے باجرے کا حلو اسواں کھلایا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ شنبہ ۵ شعبان ۱۳۰۱ جوری + ایضا جانِ غالب۔ وہ خطا تو اترا تھا۔ پہنچے۔ مغربی غزائیں۔ میر تقی میر کے کلام میں مضامین حقیقت آگین ہیں لیکن داماں گلہ دار و گریباں گلہ دار۔ اس زمین میں ہیں اس کی غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے۔</p>

نظارہ و جنبیدن ٹرگاں گلہ دارد	در بزم وصال تو بہنگام تماشا
یہ ایک بندہ اس کا مجھے یاد ہے۔ بجائی تمھارا باب بدگماں ہے لینے مجھ کو زندہ بچتا ہے۔ میرا سلام کہو اور یہ شعر نیا پڑھ سناؤ	
گمان ز نیست بود بر منت ز بید روی	بدست مرگ ولے بدتر از گمان تو نیست
مجھے کافور و کفن کی فکر پڑ رہی ہے وہ شکر شعر و سخن کا طالب ہے۔ زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا۔ مجھے پتہ ہے یہ تکلیف اٹھوا اور تم اس زمین میں چند شعر لکھ کر بھیجو۔ میں اصلاح کروں بھیجو ونگا۔ عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے آگے جو کچھ حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آ گیا وہ لکھتا ہوں عزوجل	
با من کہ عاشقم سخن از ننگ نام حسیت مستم رخون دل کہ دو چشم از ازل پرست با دوست ہر کہ یادہ بخلوت خورد مدام ماختہ و غیم و بود کے دوائے ما از کاسہ کرام نصیب ست خاک را غالب اگر نہ ترقہ و مصحف بہم فروخت	وامر خاص حجت و دستور عام حسیت گوئی مخور شراب و نہ مینی بجام حسیت دانکہ خور و کوشرو دار السلام حسیت باختگاں حدیث حلال و حرام حسیت تا از فلک نصیبے کا بس کرام حسیت پرسد چرا کہ نمرخ سے اصل فام حسیت
<p>ایضا لو صاحب وہ مرزا حبیب بیگ مرے کچھ تعزیت آپ نے نہ کی۔ شعبان بیگ پیدا ہو گئے کل انکی چھٹی ہو گئی آپ شریک نہ ہوئے۔ اے زمرہ دلی دیدار و کریم سیح پیاں خدا جانے کس طرح یہ چار سطریں تجھ کو لکھتی ہیں۔ شہاب الانیساں کی ہمارے نے میری زیست کا مزہ کھو دیا۔ میں کہتا ہوں کہ انکی عرض میں مر جاؤں اللہ اسکو جیتا رکھے اسکا داغ مجھ کو نہ دکھادے یا اب اسکو اسکی اولاد کے سہر پر سلامت رکھے۔ نجات کا طالب۔ غالب</p>	

ایضاً مولانا بھی کیوں خفا ہوتے ہو۔ ہمیشہ سے اسلاف و اجلاف ہوتے چلے آئے ہیں اگر تیر خلیفہ
 اول ہے تم خلیفہ ثانی ہو۔ ہیکو عمر میں تیر تقدیم زمانی ہو جائیں دونوں مگر ایک ل ہو اور ایک لانی
 ہے شیر اپنے چوہ کو شکار کا گوشت کھاتا ہو۔ طریق صید لکھی سکھاتا ہو جب جوان ہو جاتے ہیں آپس کا
 کرکھاتے ہیں تم سنو وہ گھٹی جڑیں خدائے رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیوں کہو۔ ہم تاریخ کیوں نہ
 نکال لکھ مجھ پر غزوہ لڑوہ کو تکلیف دو۔ علاؤ الدین خاں تیری جان کی قسم میں نے پہلے لڑکے کا نام
 تاریخ ہی نظم کر دیا تھا اور وہ گناہ نہ تھا کہ میری نحوست طالع کی تاثیر سے میرا منج جیتا
 نہیں نصیر الدین حیدر اور مجد علی شاہ ایک ایک قصیدہ میں چلائے۔ واجد علی شاہ تیر قصیدہ کی تہل تو
 پھر نہ سنھل سکے جبکی مح میں اس میں قصیدہ کہے گئے وہ عدم سے بھی پرے پہنچا تھا دہائی
 خدا کی میں تاریخ ولادت کو گناہ نہ نام تاریخ طھوڑا نکاح تعالیٰ لکھا اور تمھاری اولاد کو سلا کے
 اور عمر و دولت و قبائل عطا کرے۔ سنو صاحب سن پرستوں کا ایک قاعدہ ہو وہ امر و کو دو چار برس
 گھٹا کر دیکھتے ہیں۔ جانتی ہیں کہ جوان ہو لیکن سچہ سمجھتے ہیں۔ یہ حال تمھاری قوم کا ہو تیر شرمی
 کھا کر رہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اسکی عزت اور نام اور ہی بوجی کے نزدیک است اور متحقق ہو اور تم حسب
 جانتی ہو مگر بتکد اس تر شیعہ زمانہ کر و اور اس خبر سے کو گناہم نہیں نہ سچا لکھو نہیں نہ آئینہ گناہ
 برس ہی ولی میں رہتا ہوں نہ ہر ان خطاطوں کے واسطے کہ بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ نہیں
 بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام گھڑتی ہیں حکام کے خطوط فارسی وانگریزی یہاں تک کہ دیتا
 کے آئی ہوئے صرف شہر کا نام لکھتا ہوں یہ نام پر نام دیتے ہو اور ان خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھے
 پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بنا اگر میں تمھارے نزدیک آتی ہوں۔ اہل دیہہ میں سے بھی تو نہیں ہوں
 کہ جینا محلہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ہر کارہ میرا ہے نہ پاسے۔ اب یہ سن کر میں لکھ کر میرا نام
 لکھ دیا کیجیے خط کے پہنچنے کا میں ضامن۔ پختہ بندہ۔ ہم را پر ہیں۔

ایضا میری جان ناسازی روزگار دے لعلی اطوار و لطیفی دماغ بالائی دماغ آرزو و دیدار و
 کشش ہزار بار اور یہ ایک دریا می پیدائش و قنارینا عذاب النار۔ خدا نے بھائی ضیاء الدین جان کے
 بڑھاپے پر اور میری سبکی پر رحم فرمایا۔ میرا شہا الہ النیحاں سجایا۔ اراض مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ بوسہ
 خونی۔ زحیر۔ ٹپ۔ صداع۔ بارے آب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے۔ ضعف جاتے ہی جائیگا
 آگے کوں سے قوی تھی کہ اب نہ کو ضعف کہا جائے ایک بڑھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر
 کہنے لگا ہائے بڑھاپا۔ ادھر ادھر دیکھا جب جانا کہ کوئی نہیں ہے کہتا ہوا بڑھا کہ جوانی میں کیا
 پتھر پڑتے تھے والسلام غالب سہام۔ +

ایضا کو صبا۔ برسوں بھلا خط آیا۔ اور کل دوپہر کو استاد میر جان آئے جب انسو کہا گیا تو یہ جواب دیا
 کہ میں تیرے آواز سے سفر لوارو بیٹھا ہوں حکیم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت میں نے اپنی گھٹری
 تھی وہ پھری آئی۔ اس فزوسے کہ گاڑی میں جگہ نہ گھٹری کی نہ سواری کی ناچار چپ ہو رہا۔ اب
 وہ گھٹری ویسی ہی بندی ہوئی کھتی ہے۔ جب میاں خاں اور وزیر خاں روانہ ہو گئے اور شہی را در حسین
 محلو اطلاع دینگے تو میں فوراً چلہ دنگا۔ پار کا بیٹوں۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خاں آئے۔
 کل انہوں نے جو کچھ من کھانا کھایا تھا بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور دست پور پٹے غرض کہ کچھ تو کھانے کو لے کر
 کی، تاریخ ۱۳ جولائی ۱۳۰۵ء کے اور میں کھانا کھا کر بیٹھ کر ایک دن ٹھیک لگا لوار کی لہنگا و شمشاد
 نے لپٹا لپٹا کر گیا اور غلام حسن خاں کے ہنر و جادو کی گھٹری فرشتی اور خاں کو لپٹا کر گیا اور غلام حسن خاں کو لپٹا کر گیا
 غلام حسن خاں کو لپٹا کر گیا اور غلام حسن خاں کو لپٹا کر گیا اور غلام حسن خاں کو لپٹا کر گیا اور غلام حسن خاں کو لپٹا کر گیا
 جینیت شہزادہ نے یہ سنی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہ جس نے کٹر خیرزی کر اور اگر بیانی کچھ ہاتھ پاؤں
 تو اس شہزادہ کو لپٹا کر گیا اور غلام حسن خاں کو لپٹا کر گیا اور غلام حسن خاں کو لپٹا کر گیا اور غلام حسن خاں کو لپٹا کر گیا
 ۱۲ جون شرمع شراب ۱۰ جولائی ۱۳۰۵ء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہ جس نے کٹر خیرزی کر اور اگر بیانی کچھ ہاتھ پاؤں

ایضاً - شنبہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۷ء - علانی ہولائی غالب اپنا دعا گوا و خیر خواہ تصور کریں
 مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپنا لب نظم میں لائیں اور نہ ان کو اس میں شکر کی تکلیف دیں بھائی سمجھو نیرین
 منجملہ عبادت بھی لیکن تقریباً کہہ دیتے ہیں کہ بریند لخت کسی مومن نے اسکی ہجو میں قصید نہیں لکھا
 ابداع مادہ ہائے تاریخ تمھارے حشرات میں لکھا گیا شاب ثم ہو چکے۔ ساجر پاؤں گے ان شاء اللہ آپنا کو
 ہزارم کو سیکوٹوں اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر ہو تو محکمہ و علی بخش خان مجسم چار برس چھوٹا تھا
 میں ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوا ہوں اب کے حبیب کے مہینے سے ان ترواں برس شروع ہوا ہوا ہے ۶۶ برس کی عمر پائی
 نئی تقریر و تحریر کا آدمی تھا۔ اگر آپاؤ میں میو صاحب سے ملے شامی مکالمات میں کہہ لگے کہ میں چچا جان
 ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر میں موجود تھا اور ہولگر محاربات ہوئے ہیں انہیں شامل رہا ہوں
 بے ادبی ہوتی ہر جہہ اگر قبائلیں ہزاروں تار کر دکھاؤں تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہوں
 اور برہمچی کے زخم میں وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ و آدمی آنکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ نواب صاحب
 ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرنیل صاحب کے وقت میں چار پانچ برس کے ہو گے یہ سن کر آپ نے کہا کہ دست
 و بجا ارشاد ہوتا ہے خدائش یا مرزا وہیں دارو غہاے بنے نمک گیراد۔ غالب

ایضاً یک شنبہ ۹ فروری ۱۹۲۷ء صاحب صبح جمعہ کو میں نے تلخو خط لکھا اسی وقت چھپیدا
 پھر دن چڑھے سنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا۔ گیا آیا خود اسے حال پوچھا۔ علی محمد بیگ کی زبانی معلوم
 ہوا کہ یہ نسبت دورہ ہائے سابق خفیف تھا اور فاقہ جلد ہو گیا کل مرزا شمشاد علی بیگ قاتل تھے
 کہ مجھے علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لو مارو چلو گے اور ہماری دال روٹی قبول کر
 میں نے کہا کہ میں دال روٹی چاہتا ہوں مگر پیٹ بھر کے۔ غالب کہتا ہے کہ اس بیان کی عیاں
 ہوا کہ سالک سے سنا کہ منظر نہیں۔ تنہائی ہوتا ہے شمشاد در نہر بہت

موز ملک خوش خیر و اس دانند	گلے کو شہر نشینی تو عاف و افز و شش
----------------------------	------------------------------------

ایضا صاحب بین کار رفتہ دور ماندہ ہوں آج تمھارے خط کا جواب لکھتا ہوں لفظ خسر کے باب میں
 ہستی تو صیح کیا ضرورت تھی میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہیں ہوا یہ بطریق حق البین جاننا ہوں کہ
 لغت فارسی نہیں سُسرے کی تفریس سے خسر پیدا ہو ہو کیا عجب ہے تم سے اسکی تحقیق چاہی تھی کہ
 یہ لغت عربی الاصل نہ ہو وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں لغت ہندی ہوا وہی تھا میرا عقیدہ۔ علی حسین خان
 نے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب وہ آسکتے ہیں نہ میں جاسکتا ہوں نصیبِ شمنان وہ لنگرے
 میں گولا۔ اُنکے پاؤں کا حال مفصل تکو معلوم ہو گا جو کلیں گلیں کیا ہوا کہا تک توبت پہنچی۔ میری
 حقیقت سنو۔ ہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا بایش پاؤں میں دم کفر پلے کشت پاکو گھیرتا
 ہوا پٹلی تکاناں کھڑا ہوتا ہوں تو پٹلی کی رگیں پھٹنے لگتی ہیں خیر اٹھا روٹی کھانے
 محسوس کیا۔ کھانا نہیں مل گیا۔ پیشاب کو کیونکر نہ اٹھوں حاجتی رکھ لی۔ بغیر اوکڑو بیٹھے
 بات نہیں بنتی پاخانہ کو اگرچہ دوسرے تیرے دن جاؤں مگر جاؤں تو سب موقع خیال میں لا کر سوچ لو کہ کیا گزرتی ہو گی
 آغازِ فرقِ فر علیہ تیرا دسہ پیری صعب جنین گفتہ اندہ اپنا یہ صرع بار بار جھکے چکے پڑھتا ہوں
 لے کر گناہاں تجھے کیا انتظار ہے دابے گناہاں کہاں ہی۔ اسباب اتنا رفسے ہم میں لے
 اپنی بخش خاں مغفور کا کیا مصرع ہے آہ جی جاؤں بنگلے اگر جان کہیں *
 زائدہ بیفائدہ مرگ کا طالب۔ غالب۔ جمعہ ۳ جولائی ۱۳۲۷ء

ایضا۔ ولیم بھدی میں شاہی ہو مبارک * عنایات الہی ہو مبارک * اس امر
 فرخ و ہایون کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے اور اسکے انخاس میں مبالغہ حقیقت۔ تم اپنی
 زبان پر نہ لاؤ۔ اگر کوئی ٹوکے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار ۱۲ دفعہ ہوا مگر مدتِ مستعینہ
 کے بعد اور پھر جھاک کا آنا اور تمھارے پکارنے سے مستنبہ ہو جانا مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں
 شدت میں جھکر نہت غنیمت ہے۔ میرے خطوط اردو کے ارسال کے باب میں جو کچھ لکھا

بشماری حسن طبع پر تیسے بعید تھا۔ میں سخت عیز ہوا اگر میرگی کے وودہ کھوں تو شاید ایک تھنہ کاغذ سیاہ کرنا پڑے ابا یکایات موجز و مختصر لکھتا ہوں۔ سنبھالی اگر ان خطوط کا حکو آخا منظور نہ ہو تو میری شہرت میری منافی طبع ہو تو ہرگز نہ بھیجو۔ قصہ تمام ہوا۔ اور اگر انکے تلف ہو نیکا اندیش ہو تو میری دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو۔ اور کسی مقصدی سے نقل کروا کر چاہو کیسے ہاتھ۔ چاہو سبیل پاؤ اور سال کرو۔ لیکن خدا کو اسطے کہیں غصہ میں آکر عطائے تو بلفائے تو کہہ کہ اصل خطوط نہ بھیج دینا کہ یہ میری مخالف مقصود ہو۔ بھلا صاحب ڈرنا ہوں میں تو اور خط پڑھاؤ۔ جواب اٹھا کر ڈاک میں بھیجا تھا را خط رہنے دہا ہے۔ جب آکا شمشاد علی بگ آئیں گے پڑھ لیں گے۔ +

ایضا میرزا کا کہتی ہو کیا چاہتی ہو۔ ہوا ٹھنڈی ہو گئی۔ پانی ٹھنڈا ہو گیا فصل چتی ہو گئی آناج بہت پیدا ہو گیا۔ توقع جانشینی مجھ سے نہ ہو پہنچا۔ خرقہ پہنایا جو وہ تاجدار کا یہاں تہ نہیں ورنہ وہ بھی عزیز نہ رکھتا۔ اس سے بڑھ کر یہ بھائی فرشتہ پانی۔ استاد میرزا جان پہنچ گئے۔ اور انکو بر میں یا آغاز نومبر میں تیر خشاں کو بھیجی ہیں۔ پھر عقر ب قوس کے آفتاب کیا ذکر آبان ماہ و آذر ماہ سے کیا غرض

نئے تیر و دہ ماہ و اردوی بہشت + + بر آید کہ ماہ خاک با شیم و خشت استاد میرزا جان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی ان کی چچی تھیں او۔ مجھ جیسے عمر میں چھو ہیں دعا اور اس رُوسے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی و بیشی سن سال کی رعایت نہیں کرتے سلام اور اس سبب سے کہ استاد کہلاتے ہیں بندگی اور اس نظر سے کہ سید ہیں وودہ اور موافق مضمون اس مصرعہ کے

سوائے اللہ و اللہ باقی الوجود۔ سبجو ہیں حضرت وہ شرفنامہ نہیں ہے کسی حق نے شرفنامہ میں سے کچھ ثنات اکثر غلط اکثر صحیح جج کیے ہیں نہ وہی باج ہے کہ اُس ہو جان کا حال معلوم ہو۔ نہ تمامہ سبب کہ عذر عسر کا حال ٹھکے۔

با اینہم میاں صیاد الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائیں گے تو ان سے کہد و لگا اگر وہ لاویں گے تو ان کو
 قیمت دیکر علانی مولائی کو بھیج دوں گا۔ ختی بکروں کے گوشت کے پیلے۔ دو پیازے۔ پلاؤ
 کتاب جو کچھ تم کھا ہے ہو۔ مجھ کو خدا کی قسم اگر اس کا کچھ خیال بھی آتا ہو خدا کرے بیکانہ کی مصری کا
 کوئی ٹکڑا تم کو میرے نہ آیا ہو کبھی یہ تصور کرتا ہوں کہ میرا جان صاحب اس مصری کے ٹکڑے جیسا
 ہونگے تو یہاں میں شک ہے اپنا کلیجہ چاہنے لگتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب شبہہ الکتوبر سنہ ۱۲۸۵
 ایضاً خاک نمناکم و تو باد بہار نہ توانی مرا ز جا بردن : ہاں شیشی زمین چہ بچہ
 رحمت غنیمت چہ میخواری : خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہو۔ تینے مجھ تہنیت دی تو مبارک۔
 اور میں نے تجھے تہنیت دی تو مناسب۔ اللہ الحمد۔ اللہ الشکر۔ بھائی بیج یہ کہ ان دنوں میں
 میرے پاس ٹکٹ نہیں اگر بزرگ بھیجوں تو کھارامانڈہ اٹھ نہیں سکتا۔ ڈاک گھڑ تک جاؤ کون
 اپنا مقصود تمھارے والد ماجد سے اور تمھاری جدہ ماجدہ اور تمھارے عم عالمقدار سے کہ چکا ہوں
 خلاصہ کہ میری بی بی اور بچوں کو کہ یہ تمھاری قوم کے ہیں مجھ سے لیلو کہ میں اب اس وجہ سے کمال
 ہو نہیں سکتا۔ اُنھوں نے بھی شرط ان لوگوں کو لیا کہ جو جانیکی اس پیش کو قبول کیا۔ میرے قصد حیات کا ہوتا
 نیشن اگر کھلیا گیا تو وہ اپنی طرف میں لایا کروں گا۔ جہاں جی لگا دیاں رہ گیا جہاں سیدل اکھڑ چلایا
 تا دیریا نہ خواہش کروں گا کہ حسیٹ : غالب۔ دو شنبہ ۱۲۸۵ محرم ۱۲۸۵ مطابق ۲۳ اگست ۱۸۶۸ ع
 ایضاً مرزا علانی مولائی نہ لاہور سے خط لکھا کہ لو مارو سے۔ بقدر ما وہ حق محو انتظار بلکہ امید را
 اب جو سیطرہ کلی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتہ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں ایک شکوہ کے دفع میں
 طوطی نامہ برابر ایک رسالہ لکھو گے اور نہ راہ میں توجہ بیان کرو گے میں اس تصور کا مزہ اٹھا رہا ہوں کہ
 دیکھیں کیا لکھتی ہو۔ داوی جیسا کہ لکھوانا چھو بھی صاحبہ سے لکھوانا۔ غالب سے لکھوانا بعد حصول اجازت
 نہ آتا۔ اس کے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں۔ اچھا میرا کچھ ہن اب میں لکھ۔ چٹری اور دودو۔

ایک ندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک۔ بچوں کو میری دعا کہنا۔ اور انکی خیر و عافیت لکھنا
استاد میر جان صاحب کی سلام۔ نزلت وجہ ملیگا کہ تم دلی آؤ اور اپنی زبان سولا ہووے کہ ہنگامہ سخن کا
حال بیان کرو۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۳ نومبر ۱۳۷۷ء۔

ایضاً صبح یکشنبہ ۲ ستمبر ۱۳۷۷ء۔ جانا عالیشان پہلے خطا و بھرتیوں سے بھر دار علی حسین خان
مجلد کلیات فارسی پہنچی۔ حیرت ہے کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور یہ محصول لڑاکا غالب طبع میں آکر
پانچ روپیہ قیمت اور یہ محصول قرار پائے بغیر جہاں ہو وہاں سوائے۔ میرا حال تھیں اور تھیں
معلوم ہوئے۔ انہم اندر عاشقی بالائے غمہائے و گریہ ایک چٹھی میں شاید لیکوں۔ نومبر سنہ ۱۳۷۷ء
میں فٹ تھارے پاس پہنچ جائیں گے۔ ان شاء اللہ العلی العظیم میں بیجا تھانہ مرا۔ اچھا ہو
عوارض میں تخفیف ہے۔ طاقت آتی چلی ہے مختصر مفید۔ درنامہ خرابین مصرع شاعر
چہ نویسم ہائے داسے ز محرومی دیدار و گریہ سچ۔ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً دو شنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۷ء۔ امیری جان شنوی ابرگہر بار کوٹنی فکر تانہ مٹی کہ
میں نکلے بھینجا۔ کلیات میں موجود ہے۔ مہندا شہاب الدین خاں نے بھیجی ہیں کہ میں بھیجنا
تب مہرق کے دیکھنے سے انکار کیوں کرتے ہو۔ اگر سنا فی طبع تحریر کو بید از جہانہ دیکھا کرتے تو
فریقین کی کتب بسوط کہاں سے موجود ہوتیں فوس کہ میں نے جانا لکھی ہیں کتاب مانا کہ ایک طبیعت
تھا۔ میرا اعتراض تو غلط بحث پر ہے افسوس فوس ایک کیوں ہو جائے یہاں تک اطوار چوبے سے

باوجود قرب غمی اور تپیر یا اینہما بعد آشکار۔ دوران باخبر و حضور و نزدیکان نے بصر دور۔ روپہ
آگیا دل سے نکلا۔ مخزن سے نکلا۔ ہاتھ سے نہیں نکلا۔ جب ہاتھ سے نکلیا اور جس مول
لیجائیگی اور یہ گند کٹ جائیگا۔ تب ترساں ترساں پیشگاہ نادری میں تمہارے یہاں کے
آنے کے باب میں کچھ عرض کیا جائیگا۔ میں اندون مروود بھی ہوں۔ والسلام۔

صبحم بابویش گفتم حیف باشد کہ از چمن پس گفت حیف ست از تو خواهش ز انجمن سخن حوالہ شد پیش من ز کجاست جان پدر گفتم اینک بہ بند پیانی سبز نیل آن عمر عیار بکشا زود و زربریز و بگوی گفت بابا فائدہ بود است	پارہ زریدہ کہ زرداری خاک رنگین عزیز تر داری کہ تو گنجینہ گہر داری خوبہ بین تا چہ ای سپرداری زبری ہر چہ در نظر داری ز زمین سپیدی اگر داری کہ ز عیارش خبر داری کہ ہمیں مدعا مگر داری چہ فروریزم و چہ برداری
--	---

ایضا۔ یکم جنوری ۱۳۶۶ء۔ علامی مولائی کو غالب طاہر کی دعا۔ بیچارہ مرزا کا معاملہ علی حسین کی معرفت طے ہو گیا۔ یہاں پندرہ کا سوال وہاں دس میں سے تین کم کر نیک خیال۔ متوسط دوسرا۔ علی حسین خاں بہادر کے بعد درمیاں آئے وہ کیا کرے اور کیلے کہے۔ مرزا طالع و متوکل میں نہ پڑ رہا ہے۔ ہیں نہ دس۔ اللہ بس سوا ہوں۔ بجایہ دین صاحب بھائی کے دوست ہلی ولی آئے لارڈ صاحب کہلاتے ہیں سنتا ہوں کہ کل کیر آیا دجاتے ہیں۔ بھائی علی بخش خاں مدت ہی سچا تھے رات کو چکر پروں کے مر گئے انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ تھارے تم نامدار آج دن کو بارہ بجو سلطان جی گئی ہیں۔ میں نہ جاسکا۔ تجھے وکینین ان کی طرف سے عمل میں آئیگی۔ بارہ پر تین نیچے یہ خط میں نے تجھے لکھا ہے کل شنبہ ۱ جنوری ۱۳۶۶ء کو اک گھر بھیج دینا شفقتی تھی میر جان جیسا کہ سلام مع الاکرام۔ نجات جاننا۔ ایضا صبح شنبہ ۲ مئی ۱۳۶۶ء لا موجود الا اللہ۔ اس خدا کی قسم جسکو میں نے نیسا مانا ہے اور اسکے سوا کسی کو موجود نہیں جاتا ہے کہ خطوط کے ارسال کو تکرار نہ لکھنا ازراہ ملاخ تھا۔ طاہر کے ذوق سست ہا کہ

میں متوقع ہو گیا۔ متوسط ایک طویل آدمی اور طائیف ایک کٹنگ سوداگر تھا اپنا نفع نقصان ہونچیکا لاکھ بچت کو
 جانچیکا۔ میں متوسط کو متمتع سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوایگا ۳۳ قحر ایک جگہ سے لیکر انکو
 بھیجے اسکی رسید میں تقریباً اٹھ سو سنے طلب تھا تہ تکلف سوا اگر کتھو اور اس سوداگر کو نقصان پہنچا تھا
 ظاہر کتابیں لیکر کہیں گیا ہو گا یہ ۲۳ لفافے اور ۲۳ خط بدستور میرے کس میں موجود محفوظ رہیں گے
 اگر متوسط تقاضا طلب کر لگا ان خطوط کی تعلیم اس کو اور صل تکو بھیج دنگا ورنہ تمھارے بھیجے ہوئے
 کاغذ کو تھنچ جائینگے۔ میاں ان خطوط کے ارسال میں تھنچے جڑ سے وہ کیا جو میں نے تھنچے وہ جانے میں
 کیا تھا۔ بھلا میں تو پیر خرافت ہوں اور بن خرافت کو لسیان لازم ہے تھنچے کیا سمجھ کر کٹر لپیٹ کر
 اور ختم کر کے بھیجا خطوط پر ایک قلیل العرض کاغذ لپیٹ کر ارسال کیا ہوتا اگر منشی بہار علی مراد
 شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو بچاؤں میں کچھ جگہ لکھتا ۵ رسید کو دیکھ کر وہ بچہ گشت کا
 ایضاً ۵ بدست مگر گد بدتر از گمان توفیت ۶ مگر لکھ چکا ہوں کہ قصیدہ کا سودہ میں نے
 نہیں لکھا۔ مگر لکھ چکا ہوں کہ مجھ پر یاد نہیں کو منشی رباعیاں مانگتے ہیں۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج
 قصیدہ بھیج۔ معنی اس کے یہ تو جھوٹا ہے کہ تھنچے تو مقرر بھیجیکا۔ بھائی قرآن کی قسم۔ انجیل کی قسم۔
 نوریت کی قسم۔ زبور کی قسم۔ ہنود کی چار سید کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ ترند کی قسم۔ پازند کی قسم
 استاد کی قسم۔ گرو کی قسم۔ گرتھہ کی قسم۔ نہ میرے پاس قصیدہ نہ مجھے وہ رباعیاں یاد۔ یکیات
 کے باب میں جو عرض کر چکا ہوں ۵ برہانیم کہ سہیم وہاں خواہد بود جب میں دس پندرہ
 جلدیں منگالوں کا ایک بھائی کو اور ایک تکو اور منغاں بھیج دنگا اور اگر بھائی کو جلد ہی تو لکھو
 میں اور وہ اخبار کا مطبع مالک سکانشی نو لکھشور مشہور جتنی جلدیں چاہیں لکھو سو منگالیں میں
 بہر حال دو جلدیں جہوقت ہو گا بھیج دوں گا۔ ۱۱ جون ۱۹۱۶ء۔ سجات کا طالب غالب ۶
 ایضاً یکشنبہ ۱۶ فروری ۱۹۱۶ء ہنگام نیمروز۔ صاحب کل تمھارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں

۱۱ جون ۱۹۱۶ء
 سجات کا طالب غالب ۶

پونچا ہو گا آج صبح کو بھائی صاحب کے پاس گیا۔ بھائی ضیاء الدین خاں اور بھائی شہاب الدین خاں بھی میں تھے۔
 مولوی صدر الدین جیسے سا منے آئی حکیم جو خاں کے طور پر معالجہ قرار پایا یہی یعنی انہوں نے نسخہ لکھ دیا یہی سوا سکے
 موافق جواب بنگئی ہیں نقوع کی دوئیں آج اگر کسی بنگئی کی کل جو بکے اور وہ نقوع پیا جائیگا مگر اندر واداس
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حضرت مریم کی اور انکے ہواؤ ہوں کی راہ میں قصد حسن علاج کا تذبذب ہے۔
 نسخہ کی حقیقت کو میزان نظر میں تول ہے ہیں استاد میر جان بھائی نیم نامستول مرزا اسکی بھی تھی بسطیح
 خیریت ہے۔ کل تجارے خط میں دو بار یکدم ڈکھا کھل بڑا شہر ہے ہر قسم کے آدمی وہاں بہت ہو کر۔ اور تیرکا
 یہ وہ دلی نہیں ہے جس میں تم پیدا ہوئی ہو وہ دلی نہیں ہے جس میں تم نے علم تحصیل کی ہو وہ دلی نہیں ہے جس میں
 تم شہان کی جو ملی میں مجھ سے پڑھنے آتے تھے۔ وہ دلی نہیں ہے جس میں سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہوں
 وہ دلی نہیں ہے جس میں کیا دس برس سے مقیم ہوں۔ ایک کتبہ ہے۔ مسلمان اہل حرفہ یا حکام کے شاگردیہ
 باقی ستر ستر و معزول یا دشاہ کے ذکور جو بقیۃ السیف ہیں وہ پانچ پانچ روپیہ مہینہ پاتے ہیں۔
 اثاث میں ہی جو پرزن ہیں وہ کٹیاں اور جوانیں کسبیاں۔ امرای اسلام میں سب موت گنو۔ حسن علیجا
 بہت بڑے باپ کا بیٹا سوروپیہ روز کا پشندار۔ سوروپیہ مہینہ کار و زینہ دار بنکر نامردانہ بنگیا۔
 میر ناصر الدین باپ کی طرف سے پیرزادہ۔ نانا اور تانی کی طرف سے امیرزادہ مظلوم مارا گیا۔
 آغا سلطان بخشی محمد علی خان۔ کا بیٹا جو خود بخشی بخشی ہو چکا ہے یا پڑا نہ وہاں غذا انجام کار
 مر گیا۔ بھارے چچا کی رکر سے تہیز و تکفین ہوئی۔ اجا کو پوچھو ناظر حسین مرزا جب کا بڑا بھائی
 مقتولوں میں آگیا اسکے پاس ایک پیا نہیں۔ ٹکے کی آمد نہیں۔ مکان اگرچہ رہنے کو لگیا
 مگر دیکھئے چھٹا ہے یا ضبط ہو جائے۔ بڑے صاحب ساری اہلاک بیکر نوش جاں کر کے بیکر
 و دو گوش بھر تو پڑ چلے گئے۔ ضیاء الدولہ کی یا سوروپیہ کرایہ کی اہلاک و اگر اشت ہو کر چہر فرق ہو
 تباہ خراب ہو گیا۔ وہاں بڑا ہوا ہے۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ قصہ کوتاہ قلعہ اور ہجر اور بہادر گٹ

اور بیک وقت نگر۔ کم بیش تیس لاکھ روپے کی ریٹیں مل گئیں۔ شہر کی عاتقین خائیں لگئیں نہ نہنداؤ می
کیوں پایا جائے جو ملک کا حال یہ وہ بیان قہری صلیا اور تاؤ کی لہریں جو حرف مختصر میں لکھا ہو سکو بھی پھر
جائز بنو والد ماجد کی طرف سے خاطر جمع رکھو۔ سحر۔ اسید گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو ہستمال باریجات کے
بعد بالکل سچ ہو جائینگے اور ایک بھی خدا کے فضل سے پہنچے ہیں۔ عافیت کا طالب۔ غالب۔
ایضاً اچھی مولانا علانی نواب صاحب دہلی کی اجازت دیجو اور یہیں خبر ترشی نہیں کرتا مرزا علی محمد
زبان پر کہ تو علیہ السلام کی ساری کہیں چلی ہیں کہ قصہ مرٹ گیا ہوا تم شوق سیر دی جاؤ۔ دو ہفتہ سو لکھ دو
حسینہ تک تلو حجت ہو پھر تم کوئی آئی خدا نے دعا۔ خداوند نے اس دعا قبول کی۔ تمہاری طرف سے قیامت
اور دل شری کی کیا وجہ۔ اگر حاکم کی حکایت چھوٹ ہو تو تم سچ لکھو کہ باہر کیا ہو۔ مرزا یوسف علی خاں
تمہاری بلائے ہوئی اور مہدی حسین بھائی صاحب کے مطلوب۔ مرزا عبدالقادر سیک کے قبائل کے ساتھ
کل روانہ ہو مارو ہوئے ہیں۔ شنبہ۔ ۷ اکتوبر ۱۲۷۱ھ۔ نجات کا طالب۔ غالب۔
ایضاً میاں صاحب علی ان سطور کی تحریر یہ ہے کہ اگر کل کی می گئے ہو تو میری سوال کے پڑھو جانیکا حال
خفا ذکر کیا ہے کالکھا جاتا ہو جو تم نے ہر بر کے صفات لکھ سب سچ ہیں۔ حق خبیث النفس۔ حاسد۔
طبیعت خبی۔ سمجھ بڑی۔ ہمت بڑی۔ ایک بار میں نے کوئی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں۔ ایک بار باری
دوستی میں گالیاں کھاؤ لگا۔ میں نے جو نہیں سکو بابا میں لکھا تھا وجہ یہ تھی کہ میں نے بتا تھا کہ تم نے اپنے
سائیکس کے کہنا ہے کہ باکھا چاہتی ہو کہ اسکو بازار میں بھرت کر دیں۔ یہ خلاف شیوہ مومنین ہو خلاصہ قصہ
ہو یہ کہ میں نے جو میں نے بتایا تھا کہ تم لوں تصور کرو کہ ہر نام آدمی میں ملے اس شہر کوئی نہیں
ایضاً مولانا علانی۔ واللہ علی حسین خاں کا بیاں بقتضائی محبت تھا۔ ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ حق
بجائے لکھو ہر کوئی ہم نہیں کہ ہم نفس میں شکار مجلس نور بار تہائی و بے شغلی اور بس۔ جی کہو کہ
نہ لکھو نہ نقصان کیوں نہ ہاں زبان یاد نہ تارخ آج دیکھا گیا ہو باغوان کی

نشیون کشو سوار ہی اک ہنگامی لکھنؤ ہوئے۔ کل پہنچے ہوں یا آج پہنچ جائیں۔ آج روز یکشنبہ ۱۳۔ سوار
 ہو کر اکیڈمی جی جی میری بائیں ٹھٹھے تھر اور خود ارشاد الہ نیخاں بھی تھامیں نے ناقہ کو مخاطب کر کہا کہ اگر میں
 دنیا دار ہوتا تو اسکو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہوں
 ساٹھ ماہ سے روپے یعنی مائتہ سال سرکار انگریزی سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال امپور اور جو بیس سو سال
 ان مہاراج سے۔ توضیح کہ دو برس ہر ہند میں چار بار اخبار نکالے جتھے ہیں قیمت نہیں لیتے۔ مگر ماں اسی
 ٹکٹ میں مطبع میں پہنچا دیا کرتا ہوں۔ پتہ جو میں نے پوچھو تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ کروں خصوصاً اسے تھا کہ
 کہ اس سال سیل ہندوی شوار ہی خیر جی طرح ہو گا حصار پر ہندوی کہو اگر کوئی پھر لگا۔ تم حصار پہنچ کر دیکھو
 خدا چاہے تو دسمبر میں یہ تمہارے پاس پہنچ جائے۔ استاد میر جان صاحب کے قدموں کہہ کر جو فرعون بننا پڑا وہی
 خدا کی ایسا نہ کرونگا میر سلام یاد دعا انکو کہدینا۔ ہر مولوی صد الذیخاں صاحب کے فالج ہو گیا سیدنا
 رہ گیا ہر زبان ٹی ہو گئی ہر بات مشکل ہو کر تے ہیں کم سمجھ میں آتی ہوئیں اب ہر ہوں جا نہیں سکتا جو انکو دیکھ آتا
 اس کا حال پوچھا جاتا ہے۔ دن تاریخ صدر میں لکھ آیا ہوں۔ کاتیکا نام غالب ہے کہ سخت سی بچان لو۔
 ایضاً آج بدھ کا دن ۲۷ رمضان کو ہر دن چھ جودت کہ میں کھا کھا کر باہر آیا تھا ڈاکا ہر کارہ تھا
 اور شہاب الدین خاں کا خط ملا لایا۔ مضمون دونوں کا ایک۔ واہ کیا مضمون ان دونوں میں کہ سبط رنج و عذاب
 فراہم ہیں ایک نایاب جگہ سوزی بھی ضرور تھا۔ سبحان اللہ میں نے اسکی صورت بھی نہیں دیکھی یا ولادت کی تاریخ نشی
 اب رحلت کی تاریخ لکھنی پڑی پروردگار کو جتیار کھو اور تم البدل عطا کریں یا سکون جانے میں کہ میں
 مادہ تیار نہ نکالوں میں عاجز ہوں لوگوں کے مادی دینے ہوئے نظم کر دیتا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں
 وہ بیشتر لچر ہو کر تار ہی چنانچہ اپنے بھائی کی حلت کا مادہ دینم دیوانہ نکالا پھر انہیں سے آہو کے عکس
 تمام دہر ہی فکر میں مایہ سمجھا کہ مادہ ڈھونڈا تھا ری نکالی ہوئے دو لفظ نکوتا کیا کہ کسی طرح ساہی
 بڑھاؤں باری ایک قطعہ درست ہوا مگر مختاری زبان سے یعنی گویا تم نے کہا ہی باپچ شعر میں تیس شعر لکھ

ایضا مولانا علانی نے مجھ کو فرمایا کہ دعویٰ میرا مذہب مخالف عقیدہ قدریہ جو کہ تم نے مسیحی گری کی
 بھائی نے برادر پوری کی۔ تم جیسے موجودہ سلامت میں ہم ہی حویلی میں تاقیامت میں ہیں اہم کام کی توجہ
 جمال کی تفصیل یہ کہ مینہ کی شدت سے چھوڑا کا ڈرنے لگا اسکی مادی بھی گھرائی محکو خانہ کا دروازہ
 غریبہ اور اسکے آگے ایک چھوٹا سا درہ یا درہ تھا جب تھاری یاؤں میں چوٹ لگی ہر توین سے دروازہ کھول دیا
 تھا یہ محکو خانہ کو مجلس رانیا چاہتا تھا کہ گاڑی ڈھولی کو بھی اچیل کاچمن تیلن تنون کہاری
 پہنھاری ان فرقوں کا مرد دروازہ رہ گیا۔ پیری اور میر بچوں کی آمد و رفت دیو خانہ میں سے ہی کی عبادت
 وہ لوگ دیو خانہ میں آئیں جہاں پہنچنے کے لئے کوہ وقت پھیلایاں نظر آئیں۔ بی وفادار حکمران
 اور بہائی خود جانتی ہیں ایک تھاری چھوٹی نے انھیں وفادار بیگناہی باہر نکلتی ہیں سودا کو کیا لنگی
 خلیق اور ملنسار ہیں تہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں جبہ محل سے ٹکلینگی ممکن نہیں کہ اطراف ہر کی
 ٹکلینگی ممکن نہیں کہ دروازہ کو سپاہیوں سے باتیں کر لینگی ممکن نہیں کہ بھول نہ توڑیں اور بی بی کو لجا کر
 نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ یہ بھول تھائی چوہ کے بیٹے کی کاٹی کے اس شرح تھاری چھوٹے کی کیا کہیں
 ہی کہ ایسے عالیشان دیو خانہ کی قیمت اور چھوٹے سونا زک مزاج دیوانے کی یہ شامت مہند اس دوری
 اپنے آدمیوں کے اور لوگوں کے لئے ہرگز کافی نہ جانا مولو کو براؤد بنا اور بکری باہر گھوڑوں کے پاس
 سکتے تھے عورت ریتی بھتیجی اور چھوٹے اور بکری باہر گھوڑوں کے پاس سکتے تھے عورت ریتی بھتیجی
 خطرناک رہی بیٹھے کھل گیا ہر کانوں کے گھوڑوں کے شروع ہوئی ہی نہ لڑ کا ڈرتا ہی بی بی بھتیجی
 ہی نہ میں بے آرام ہوں کھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سو تمام رات فلک پر منج پیش نظر۔ دو گھڑی کے
 سڑک کے زمرہ جلوہ گر۔ اور چارہ موزیاں باراد مشرق سے زمرہ نکلی صبحی کا وہ لکھنوی کا وہ عالم۔ اور بہت
 ایضا صبح شینہ نہ تھیرا۔ ایہ جان غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ ہونے کی توقع تھی
 خدا کا احسان جزا قربان علی یہ تھاری کشش کے مجذوبہ بنیوں بنو۔ تو خود سالہ میں گراں صبا اور کھاد

ضوان اسکا پٹ لگ ہیں۔ تو اچھا کا ہمنام اور کچھ ہٹا دینا بہتر ہوا۔ کاش تم لکھتے کہ مشاہیر کیا تھے ہوا
 اثنا عشری ایک تم ہو تھیں کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرہ عشرہ کی دولت پر مدار ہے۔ باب اچھا خلافت عادل
 جماعت عشرہ میں سے لکھ کو کم کرتا تھا ضوان نے زمانہ کیونکر مانا وہ تو ثلثہ کا دم بھرتا تھا۔ تہو خالص کا باب
 میں بندہ جو یا اس خبر کا ہر کلمہ مار دیا لکا ارادہ کہ صحر کا ہے۔ ضوان کو دیا ہے۔ نو اچھا کی غنا
 اور مولانا علانی کی صحبت مبارک ہو۔ پیر جی سے جب پوچھتا ہوں تم خوب شخص ہوا ورنہ کہتی ہیں کیا کہنا ہے
 اور میں پوچھتا ہوں کسا تو وہ فرماتے ہیں شمشاد علی بیگ کا این اور کسی کا نام تم کیوں نہیں لیتے دیکھو یو علی
 بیٹھے میں پرہنگہ موجود ہے وہ صاحب میں کیا خوشامدی ہوں جو منہ دیکھی کہوں میرا شو حفظ اعزب ہے
 غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے۔ ہاں صاحب آپ ایسی ہی صغدار ہیں میں کیا ریب ہے۔

ایضاً جانا عالینا خط پہنچا۔ خط اٹھا۔ ہتھاری شفتہ حالی میں ہرگز شک نہیں تم کہیں قابل ہیں
 مولیٰ شہزاد کا انجام کار ناپائدار۔ ایک لالہ و سو آزار۔ اللہ تبارک و تعالیٰ علی تمہارا دو گائیں پادری کا لکھ
 محل درکش کتاؤں اور خیر سیر کو دیکھوں ایک خط میں نے علی حسین خاں کو لکھا وہاں سے اسکا جواب آگیا
 روہیلا پورے ٹھنسی میں مبتلا ہے خدا اسکو صحت دے۔ شمشاد علی بیگ کہاں الونہ پنچا اور سطح گیس کہ
 شہاب الدین خاں سے ملکر بھی نہ گیا خیر۔ رومو مصلحت خویش خسروان اندید یہاں جشن کے وہ سامان
 ہو رہے ہیں کہ جھینڈا لگدیکھتا تو حیران رہ جاتا شہر سے دو کوس پر آغا پونامی ایک لیتی ہے۔ آٹھ دس
 دہاں خیام پر پانچویں صاحب کشن بہادر بریلی سے چند صاحبوں اور میوں کے آئے اور جنوں میں بڑی
 کچھ کم سو جہاں اور میم جمع ہوئی سب کار ہو کر کے جہان کل شہنہ ہر دو مہر حضور پر نور بڑی محل سے آغا پون
 تشریف لے گئے بارہ پر دو بج گئے اور شام کو پانچ بجے خلعت پہن کر آئے۔ وزیر علی خاں خاناماں خوشی
 سے روہیہ پھینکتا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصہ میں دہزار روپے کی کم نہ شہر ہوا ہو گا آج صاحبان عالین
 کی دعوت ہر ٹہن شام کا کھانا یہیں کھائینگے روشنی آتش بازی کی وہ افراط کہ رات دن کا منا کریگی

طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ ہر مجلس کو طوائف الملوک کہا جاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب کثیر بہار
 مع صاحبان عالیشان کے کل جائینگے کوئی کہتا ہے برسوں پیش کی تصویر کھینچا ہوں۔ قد۔ رنگ
 شکل۔ مثال بعینہ بھائی ضیاء الدین خاں عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لہجہ متفاوت۔ حلیم و خلیق
 باذل۔ کریم۔ متواضع۔ متشعشع۔ متوجع۔ شعر فہم۔ سینکڑوں۔ شعر یاد۔ نظم کی طرف توجہ نہیں تشر
 لکتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں جلالی۔ طباطبائی کی طرز برتتے ہیں شگفتہ جبین السیر کا انگریز و پختہ
 کوسوں بھاگ جائے فصیح بیان السیر کا انکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح غالب میں آئے اللہم دام قیام
 ذرا و جلالہ بعد ختام محافل طالیبِ خصت ہو نکاح حصولِ خصت دلی جائز نکاح بھائی صاحب کچھ متین
 رسائی و تاب کوئی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو مکو محام ہوئی ہو وہ چھو لکھنا۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔
 کی مدہ کا دن صبح کے آٹھ بج چاہتے ہیں۔ کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہو گے۔ ۴۔
 ایضا صبح یکشنبہ ۲۷ جولائی ۱۸۸۷ء۔ میری جان سن چشمنہ چشمنہ ۹ ہفتہ وٹل۔ اتوار
 ایک طرف برہمزدون مینہ نہیں تھا۔ ہر وقت شدت سی برس باہر۔ نگینھی میں کوئلے دھکا کر اپس کھ لٹی
 میں ۳ سطریں لکھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا۔ کیا کروں تھا رہے خط کا جواب ضرور لٹھنتے جاؤ۔
 مرزا شمشاد علی بیگ کے تمھارا خط پڑھا دیا۔ انہوں نے کہا کہ غلام حسن خاں کی صحبت پر کیا موقوف ہے تم مجھے آج
 سواری بلجائی کل محل نخلوں اب میں کہتا ہوں کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہیں گاڑ کی تدبیر ہو جائے بس بچاں
 برس کی بات ہو کہ انہی بخش خاں مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی میں نے حسبِ کم غزل لکھی بیت العزل یہ
 پلا دیا کہ سی ساقی جو ہمسر نفرت ہے پیا لہ گر نہیں دیتا ندی شربت دی ہا قطع پیوے اسد خوشی سر
 مری ماتھ پاؤں پھول گئے پکھا جونسے ذرا میرے پاؤں دایہ دی پاب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار
 کسی نے لکھا کہ اس قطع اور بیت العزل کو شامل ان اشعار کے کر کے غزل بنائی ہو اور اسکو لوگ گاتے
 پھرتے ہیں مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی اٹو کے حبیباً عمر کی زندگی میں گائیوے شاعر کے کلام میں

تو کیا بعید ہے کہ دو شاہِ عتقی کے کلام میں مٹو بٹو خلط کر دیا ہو قطع شک نہ آتا مغربی کا ہوا وہ شہر جو سچ
 تھا لکھا ہوا ہے شہرِ جہاں لکھتا ہوں۔ داماں نگہ نگہ گل جس توں بسیار گلچین بہار توں داماں گلہ دارد
 یہ دونوں شہر قدسی کہیں۔ مغربی قدما اور عرفا میں ہے جیسا عتقی۔ انکا کلام دقیق و حقائق تصنیف
 لبریز ہے بی شائبہ جہاں شہر میں صاحبِ کلیم کا ہم عصر اور ہم چشم۔ انکا کلام شہر انگیز۔ ان بزرگوں کی طرز
 درخشاں میں زمین آسمان کا فرق۔ بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حسب وہ زمانہ نہیں کہ ادھر تھر ادس
 قرض لیا۔ اُدھر دیاری مل کو مارا۔ اُدھر خوب چند چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی ہر ایک پاس تسکین مہر جو
 شہد لگا کچاٹ۔ نہ مول سود اس سے بڑھ کر یہ بات کہ روٹی کا خج بالکل بھو بھو کے سر یا اینہم کبھی خان نے
 کچہ دیدیا کبھی الو سے کچہ دلوا دیا۔ کبھی ہاں کچہ اگر وہ بھیچہ یا اب میں اور باسٹھ روپے اٹھ آئے کلکڑ
 کے۔ شہر روپے رام پور کے۔ قرض نیر والا ایک میر افتخار کا رہ ہوا وہ ماہ بجاہ لیا چاہا ہوا مول میں تھپا اسکود ہوا
 انکم کس جدا۔ چکدار جدا۔ سود جدا۔ مول جدا۔ بی بی جدا۔ بچے جدا۔ شاگرد و پیشہ جدا۔ آمد و ہوا کیسہ
 سناں کیا گزرا مشکل ہو گیا۔ روزمرہ کا کام بند رہنے لگا۔ سوچا کہ کیا کروں کہاں سے گنجائش نکالوں
 قہر و دیش بر جان درویش۔ صبح کی تبرید متروک۔ چاشت کا گوشت آدھارات کی شراب گلاب و ف
 بیس بائیس روپیہ مہینا بچا۔ روزمرہ کا خج چلایا۔ یاروں نے پوچھا تبرید و شراب کتنا ہے پیوگو کہا گیا کہ
 جب تک وہ پلاینگے پوچھا کہ نہ پیو گے تو کس طرح جیو گے جواب دیا کہ جس طرح وہ چلائیگے۔ باری مہینا پورا نہیں
 گزرا تھا کہ رہو سے علاوہ جہ تفریحی اور روپیہ آگیا قرض قسط ادا ہو گیا متفرق ہا خیر ہو چکی تبرید
 رات کی شراب جاری ہو گئی۔ گوشت پورا آئے لگا چونکہ بھائی جھانے وجہ متوفی اور بھائی پوچھی تھی تو
 یہ عبارت پڑا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا۔ اے بیخیز لذت شراب ام ماہ دیکھا ہمو توں ہا
 ہیں دیکھ بنیوں کے لونڈوں کو ٹہرنا کر مولوی شہر ہونا اور مسائل ابو حنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حنیف
 نفاس میں غوطہ زانا اور عرفا کے کلام سے متعجب ہتھ وحدت وجود کو اپنی نفس کشی ناؤ رہے

ترسم کہ صرف نہ در روز بانخواست	نان حلال شیخ زآب حرام ما
ساتی مگر وظیفہ حافظہ زیادہ داد	کاشفہ گشت طرہ دستار مولوی

میاں میں بڑی مصیبت میں ہوں مجلس کی دیواریں گر گئی ہیں پاخانہ ڈھک گیا چھتیس ٹپک پانی پیا
 مختاری چھو بھی کہتی ہیں لڑکی ماری۔ دیوانخانہ کا حال مجلس سی بدتر ہے۔ میں مرنے نہیں دیتا
 فقہان حجت و گھبرا گیا ہوں چھت چھلپنی ہو پر دو گھنٹہ برسے تو چھت چار گھنٹہ برستی ہو مالک اگر چاہے کہ
 مرت کرے تو کیونکر کرے۔ مینہ کھلے تو سب کچھ ہوا اور پھر آٹنا و مرت میں بیٹھا کس طرح رہوں اگر تھے
 ہوسکے تو برسات نہ لگائی ہو جکو وہ جو ملی جس میں میر حسن تتر تھے اپنی چھو بھی کے ہنر کو اور کو بھی میں ہنر
 بالاخانہ مع والہانہ پیرن عابی بخش خاں مرحوم کلاس کن تھا میرے ہنر کو دلواد و برسات گزر جائیگی مرت
 ہو جائیگی پھر صفا اوریم اور بابا لوگ پتہ قدیم مسکن ہیں کہنگو مختاری والد کے ایشار و عطا کے جہاں چھ
 احسان میں ایک عورت کا احسان میرے پایاں عمر میں اور بھی سہی۔ غالب۔ *

ایضاً چار شنبہ ۱۲۸۶ھ بمقام عجم باسی عید دن صبح کا وقت۔ میری جان غالب کثیر المطالب کی کہانی
 سن میں انگریز کا آدمی ہوں جہاں اکیلے کی ابتدا بھی جان لیا کہ بتا مرطابق اس ٹاپک نہایت پتہ پڑا
 یہاں اختلاف طبائع کا وہ حال کہ آغاز نشوونما بخام مخدوش مبتدا خبر سو بگیا نہ شرط جزا محرم سنا اور متواتر سنا
 کہ قصہ طوطی ہو گیا علاؤ الدین خاں قبائل ٹینگو دل خوش ہوا کہ اپنی محبوب کی شکل مع اسکی نتائج کے دیکھو لگا
 پرسوں آخر بھائی پاپس گیا آٹنا و اختلاط و انسا ط میں میں نے پوچھا کہ کہو بھئی علاؤ الدین خاں کہنگو جواب
 پتہ پتہ لے قصہ طوطی ہو گیا ہاں وہ تو رو بہ نیست دی بھی نہ یامیں نے کہا تو اب چاہی کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید
 بھی آئے معلوم ہوا کہ خیر ٹینگو باجا بدنا چار ارادہ کیا کہ جو کہ کہنا تھا ایہ لکھکے بھجوں پرسوں تو شاید
 محل بنگا میری والدین نے دیم پتہ دیا اس پر طرہ کیہ شاقبے کہا کہ بھائی تمہاری شاکہ ہیں اب ضرور آکر اگر کوئی شاکہ
 سینے تھکے رخ مال میں کلام کروں بھائی تم میری فرزند بلکہ باز فرزند ہو۔ اگر میری بیٹی بیٹا جس نے فرزند

تقریر کا ہوتا تو میں سکون پناہ دے گا اور ذرا زیادہ تھا جانتا میری خطوں کے پہنچنے کا غلط تھا کہ اس کو نہ اخطا دیا گیا
اس کا جواب یہ لکھا گیا۔ میری پاس حج مقاصد ضروری فراہم کردہ میں اس نظر سے لکھے کہ تم آتے ہو یا نہیں
شبیہ ہو جائیگی تا قیام کے چلنے کا طری میں روڑا لگا دیا تب مجھے تو طیہ تھیں میں ایک تہ لکھنا پڑا اور آغا
نکاح میں یہاں سے ہوتا۔ یا اللہ العالیٰ ۵

بامں از جہل سہاڑ شد نامنقطع کہ گرش جو کسم این بودش مع عظیم

یہ سال سووم بہ حرق قاطع برماں جو تا قیام کے ٹکڑے ہو چکا ہے میرے کہنی سے بھیجا ہوا در اس سال سے میرا
یہ ہر اس کے معاملہ کی وقت اس کتاب کی دے بطنی عبارت پہاڑ میری اپنی قرابت اور نسبت ہاں عید پر نظر نہ کرو
یہ گمان نہ وار کھو اور از روی انصاف حکم بنوئے حیف میل سے جو مجھے گالیاں دی ہیں اس پر غصہ نہ کرو غلطی
عبارت کی شدت اظہار ہل کی صورت سوال گیر جواب دیگر ان باتوں کو ملح نظر نہ کرو بلکہ اگر فرصت ملے تو
ان میں سے ایک ایک کا ذکر لکھو اور بعد تمام میری پاس بھیج دو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ بخار چاہے
ان ہفتوں کا خاکہ اڑا رہا ہے نیز خشتان اس کو مددی تو تم بھی بھائی مدد دو و ہاں ہم کہ جو تھا کہ والد کی تقریر
دشمن نہیں ہوا یعنی یہ قصہ چکا ہوا اور تو آنا اس کل ماجر مفصل و مشر لکھ۔ دن۔ تاریخ۔ اپنا نام آغا کرنا
میں لکھ آیا ہوں۔ اب اس سال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط۔ ۵

ایضاً میاں میں تمہاری ایک تلخ تمہارا طبع فتح مرزا کا فرمانبردار لکھی اٹھا ہوں اپنی کوئی نہیں ہے
میں کون ہوں۔ آج فتح صاحب کے نام کا قلم نہ بیچ جائیگا چہرہ نہو تھا کہ دے دے یہ میری جہدیں ہیں
دیے اور باقی دن چڑھو عیان طبع جمع ہوئیں تو وہ اوراق بھی منگادوں تھا۔ غالب ۵
ایضاً شبیہ ۵ اشعبان فروری وقت نماز پڑھتے تھے میری سرائی مولانا اعلیٰ کی خاطر نشان دہی
کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھنٹہ دن چڑھو دو بھائی صاحب تشریف لائے میں گیا اور ملا علی حسنین کو بھی دیکھا تو
دیر کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ سے پاس گئے۔ میں گھر آیا۔ کھانا کھایا۔ دوپہر کو تھا رخصت پایا۔ دو گھنٹہ

لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوا دیا۔ یہ مرض بھائی کو ہی اس مہلک صدمہ سے محفوظ رکھتا ہے۔
 خوف و خطر نہیں میں تو بھول گیا تھا اب بھائی کے بیان سے یاد آگیا کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایک دن ناگہاں حالت طاری
 ہو گئی تھی وہ موسم جلانی کا تھا اور حضرت عادی بنون بھتی تنقیہ لقمے فوراً اور باسہال لہجہ چند روز عمل میں آیا۔
 اب سن کہ کونستہقال امین مزید علیہ قرہ جلد متواتر ہوا اضطراب زراہ محبت ہزار روزی حکمت اضطراب کی
 کوئی وجہ نہیں نظری میں بیکجا حکیم امام الدنخاں وہ ٹونک حکیم غلام نجف خان وہ دوست قدیم قیوم قیوم
 حکیم بقا کی خاندان میں دو صاحب موجود۔ تیس حکیم بھیلے وہ بھی شریک ہو جائینگے اب آپ فرمائی حکیم کون
 ہاں دو ایک کٹر باعتبار ہمعومی حکام موریا کوئی ایک دھبہ بند روی اور گناہم۔ بہر حال خاطر جمع رکھو۔
 خدا کو فضل پر نظر رکھو۔ سبحان اللہ تم جیسے سپارش کرو۔ میں الدنخاں کی کیا میری پہلو میں فل یا میری دلیران
 جبکہ محبت بھی کہتی ہیں بقدر پریشہ و سرور بھی نہیں محالہ حکماء کی راہ پر رہ گیا۔ ندی اور غوار میں گھر
 کروں تو گناہگار۔ میان ایسی قوم میں رہے اطمینان خلاف کم واقع ہوتا ہے۔ مرض شخص۔ دو امین
 سو مزاج سانچ نہیں مادی ہوا و مادہ بارہی کوئی طبیب سے ای تنقیہ کے کوئی تہذیب سوچ گیا تنقیہ میں ہوا
 مخرجات بلغم اور کچھ تجویز نہ لگ گیا۔ تجویز ہے کہ دودن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور اراج کا سہل دیا جائے
 و آیات شفا بخش مقرر ہیں رد سحر و دفع بلا انکو ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان ملاؤں اور غلام غوانوں نے
 تہ توڑ دی کچھ نہیں جانتے اور باتیں بھجانتے ہیں بخاری باب پر کوئی سحر یوں کر لگیا بیچارہ الگ الگ کوشش
 میں رہتا ہے کہ جبکہ خاص و انکا قصد کمر کی کبھی کوئی دہاں بخاری یہ خیال عبث۔ ہاں خیرات و سائیکس
 طلب عا اور اہل اللہ سے اتھاو۔ شہر میں سائیکس شمار سے باہر۔ اہل اللہ میں ایک حافظ عبد الغنی زبائیر شہا
 سلامت۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ دن اور رات اور لکھ آیا ہوں۔

ایضا اقبال نشان والا نشان صدر وغیرہ تراز جان مرزا علاؤ الدنخاں کو دعائیہ و دیشاہ غالب
 پہنچ۔ سال گارش نکو یاد ہوگا۔ میں نے دبستان فارسی کا مکتوب جانشین و خلیفہ قرار دیکر ایک سہل لکھ دیا

اچھے چار کم انہی سبکی عمر ہوئی اور جانا کہ میری زندگی برسوں کیا بلکہ مہینوں کی نہ رہی شاید بارہ مہینوں کی جو کہ ایک برس لکھتے ہیں مگر جیوں۔ ورنہ دو چار مہینوں یا پنج سات ہفتوں میں میں دیکھی بات رہ گئی ہو اپنی ثبات جس میں اپنے دستخط سے ترقیہ تملو لکھ دیتا ہوں کہ فن اردو میں لفظ شرا تم میری جان میں ہو چاہیے کہ میری جان و اوصیا محکوم جان تو تھے ویسا تملو جان میں اور بطرح محکوم تھے تملو مانیں کے کل شے حالانکہ وہ بقی و جہد و ربک ذوالجلال والاکرام رکیشہ سلخ صفر ۱۲۷۵ ہجری۔ ۲۱ جون ۱۸۵۹ء مقام دہلی +

بنام مرزا میر الدین احمد خان المدعو بہ قریخ مرزا

ای مرد حشم جہاں میں غالب۔ پہلا القاب کے معنی مجھ کو یعنی چشم جہاں میں غالب کی تیلی جہاں میں تھارا ہوا مرزا علاؤ الدین جہاں بہادر اور تیلی تم۔ آج میں نے تمہارا خط دیکھا۔ محکوم بہت پسند آیا۔ استاد کامل بنو کی صفت تمہیں کیا حاصل کیا۔ آفریں صد آفریں۔ میں اپنا و تمہاری پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہی ہے عالم انگلتا ہوں کہ تم کو زیادہ نہیں تو تمہاری آپ کے برابر عالم فضل اور تمہاری پرورداد حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر جنت آرام گاہ کے برابر جاؤ جلال عنایت کریں۔ میاں تمہاری دادا نوابا میں الدین جہاں بہادر میں میں تو تمہارا دلدادہ ہوں۔ خبر و احوال کو اپنی صورت مجھ دکھا جایا کرو۔ والد دعا۔ ویدار کا طالب۔ غالب +

بنام میر احمد حسین امین خاں میکش

بھائی میکش آفریں۔ ہزار آفریں۔ تاریخ نے فراد یا خدا جلالت وہ خرم کس سے ہو گا جی تیری جیسا آج یہ صفا قلندر ہر چہ گوید و گوید تاریخ دیکھی اسکی تعریف کے خرم کھاٹنگے۔ اسکی تعریف کریگا کہ میں بھی تمہاری خیال میں آؤ کہ یہ حرم طلب ہے کہ ناسق تم دین محمد غریب کے دوبارہ تکلیف دہ بھی قہ لیکر آیا ہے۔ ابھی خرم لیکر آؤ کہ لا قوتہ الا باللہ العلی العظیم اگر فیض محال تم لوں ہی عمل میں لاؤ گے اور میاں دین محمد صاحب کے ماتھے خرم بھجواؤ گے تو ہم بھی کہیں گے۔ تازہ سے بہتر۔ بارہ سے بہتر۔ +

ایضاً یہ اتفاق نہیں ہے کہ کو اسکتا ہو لیکن یہ تو قدیم فرستے ہوئے قدیم ہے کہ یہاں سحر و سحر یا سحر ہو۔

لکھو کہ لاف و تہلیل کے کیا خوش گزری یوسف فراسی میرزا جیسے مہاراجا حسن لیاپور اور بیچ کھاتا ہوں خدا
تبار حال پر جم کر دیکھو شغافہ خوش سیکھ کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ والد عالم

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب

خاں صاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب کو غالبی منہ کا سلام خوب یاد کیجیو کہ میں نے کبھی کسی میں آپ کی
تکلیف نہیں دی ایک طرح کی عنایت کا سائل ہوں حامل ذالک توبہ شدت مجرنا میں میرا خط لیکر حاضر ہوں
ہیں بلکہ بزرگ نواب بخش خاں کی سرکار میں صاحب عالیہ و رحمہما ہاں جلیلیہ کہتے تھے آپ موقع کیا یا نہ کہ جب جو
میں بیٹا لے آئے ہیں آپ کو میرے سر کی قسم جہانگیر ہو سکی کہ انکو ملوفق انکی عزت کوئی منصب کے فی عہدہ و لو کہ
تو میں جانا دیکھا کہ تم نے مجھ کو رکھو ادیا اور بہارا احسان نہ ہو گا۔ بخت کا طالب غالب ۱۳ شوال ۱۲۸۵ ہجری

بنام جناب حکیم غلام رضا خان صاحب

نور دید و سرور و رحمت جان قبیل نشان حکیم غلام رضا خان کو غالبی بھان کی دعا میں شخصیت ہو کر
تہیں خدا کو سونپ کر دانا رہو ہوا موسم چھا تھا گری گزری تھی جاڑ ابھی چکا تھا عالم اعتدال آئے ہوا سایہ و خیر چھا
آرام سے رہو پہنچا۔ ذرا جیسا حال تو قضا و اللہ شہر لائے حیران خلق میں نواب و سلاطین کے برابر بلکہ بعض شہزادوں
انہی میں ہیں جو بدستوری کو غلام محکم معاشی علی بخش خاں خاندان کو تیس برس پر سب بابت لائے رہی بخیر
مفصل حال لاتیند ان نواب و ملاقات زبانی کہہ گا۔ صاحب میں فقیر آزاد کشتی ہوں دیتا دہنیں مگر نہیں
سیرا نہیں جہیں صفات و بھون بیان کرتا ہوں نواب صاحب کفر ٹھٹھو مجھے سو سپہ ہینیا تو میں تم مجھ کیا دیتی ہو جو
تمہارے باب میں میرے عقیدے پر کہ اگر نبیل میر کوئی جلیبی بیٹا ایا ہوا جیسے تم ہو تو میں اسکو اپنا نحر و شرف جانتا علم و عقل
حد و سدا و حکم کو جامع توجہ و تہذیبی کو حاوی۔ علم اخلاق میں حکماء و روحانی سعادت کے گداز ایچ لکھی میں صاحب
ہو چکے ہیں جو دیکھا دیکھی عطا کر اور دو و قبائل شہر سنا دیک۔ انشاء اللہ کہ میں خواہد بود۔ غالب +

بنام جناب سٹریپا کے لال صاحب

دو کچھ قطعے مل کر لیا اور ان کو خرید میں چیدہ دینے میں روپیہ چلا لگا دے۔ دوڑنا پھرا۔ حکیم صاحب کے پاس
 گئی بارجا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ اب دوڑ رہا ہے۔ ولیمہ بہادر کے دستخطی قطعہ کے واسطے
 یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آجاوے اور بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب
 کچا کر کے تمھارے پاس بھیج دے گا۔ مدد میں بھی اسکی کر رہا ہوں لیکن اُسے بڑی مشقت کی
 آفرین صد آفرین۔ چند روز پہلے سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا۔ اور ماں کو عاجز
 کر کے اُس سے بہت روپیہ لیے جب سب قطعہ تمھارے پاس پہنچیں گے تب اسکا حسن
 خدمت تم پر ظاہر ہو گا۔ کیوں صاحب وہ ہماری تنگی اب تک کیوں نہیں آئی۔ بہت دن
 ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔ واللہ عا۔ اسدا اللہ۔ ✽
 ایضا بر خور دار کامگار سعادت و اقبال نشان نشی جو ہر سنگ جو ہر کلب گٹھ کی تحصیلداری
 میرا کہ ہو پہلے سے نوح آئے۔ نوح سے باب گڈہ گئے اب بلب گڈہ سے دلی آؤ گے
 ان شاء اللہ۔ سونو صاحب حکیم مزاراجان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمھارے
 علاقہ تحصیلداری میں بصیغہ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہیں ان کے والد ماجد میرے
 بچاؤ میں برس کے دوست ہیں۔ میں انکو اپنے بھائی کے برابر جانتا ہوں اس صورت میں
 حکیم مزاراجان میرے بھتیجے اور تمھارے بھائی ہوئے لازم ہو کہ اُسے کدل و دیکرنگ رہو۔
 اور انکے مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ بصیغہ دوام ہے۔ تمکو کوئی نئی بات پیش
 کرنی نہ ہوگی۔ صرف اسی میں کوشش ہے کہ صورت اچھی بنی رہے۔ سرکار کی خاطر
 رہے کہ حکیم مزاراجان ہوشیار اور کار گزار آدمی ہے۔ ✽ ۲۲ فروری ۱۲۶۲ء ✽

بنام نشی ہر سنگ صاحب

نور چشم غالب غدیہ نشی ہر سنگ کو مدعا ہے تمھارا خط محررۃ ۱۱ جنوری پہنچا۔ دورہ کا سفر

بارے تمام ہوا اب جاڑوں کے دن آرام سے کاٹو۔ گھر اُنہیں۔ سال بھر پڑھاؤ جاؤ۔ جب لڑکا
شد و بڈ سے آگاہ ہو جائے تب پٹی کشن سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نایب تحصیلدار ہو جائے
تو رفتہ رفتہ اکثر اسسٹنٹ ہونے کی گنجائش ہے۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو نوکر نہیں ہو جو
بابو پیارے لال کو مختاری بدلی کا اختیار ہو۔ زہناری میں باب میں بابو صاحب سے
نہ کہوں گا اور نہ یہ خط مختاراشی جو اہر سنگہ کو دکھلاؤں گا۔ ناحق اُلجھو کیوں اس لکھنے سے
فائدہ کیا۔ خاطر جمع رکھو کہ رحم گرنہ کند مدعی خدا بکنڈ میں لیا ہی ہوں جیسا تم بھی
گئے ہو۔ اور حبیہ تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ غالب۔ ۲۰ جنوری ۱۸۸۶ء

بنام منشی بہاری لال مختلص شتیق

سعادتمند بالکمال منشی بہاری لال کو ہمیں تاثیر دعا و غالب خستہ حال عمر و دولت اقبال فراہم
ہویشی من بھاون لال مختاری والد ماجد کا انتقال موجب غم و مال ہوا اگرچہ اس پر ہر جا
فتا سے میری ملاقات نہ تھی لیکن مختار سے تنہا اور بے مروتی رہ جانے کا میں نے
بہت غم کھایا۔ خدا اُن کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب۔ ۲۶ فروری ۱۸۸۶ء
ایضاً بر خود ار بہاری لال مختلص تم سے جو محبت ہو اسکے دو سبب ہیں ایک تو کہ تمھارے
خال قریح خال منشی کند لال میرے بڑے پرانے یار ہیں۔ خوش خوش۔ شگفتہ رو۔ بذکر گو۔
دوسرے مختاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم اُردو نظم و شعر میں مختاری شیخ
کی روانی اور مختاری قلم کی گل فشاںی مگر جو تکہ مکو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے
اخبار کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے تقلید وراثت پر دانوں کے تمھاری عبارت میں بھی
اطلا کی غلطیاں ہوتی ہیں میں تم کو جابجا آگاہ کرتا رہتا ہوں خدا چاہے تو ارملا کی

ملکہ باکل زائل ہو جائے۔ مگر بہاری لال اس ذہناں باغ دولت یعنی حکیم غلام رضا خاں کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو۔ یہ دشمن ستورہ خوشے امیر نامور ہونے والا اور تباہی علی کو پہنچنے والا ہے۔ اسکی ترقی کے ضمن میں تھاری بھی ترقی ہونی والی ہے۔

بیاد امان صاحب دولتی گیر | کہ مرد از صاحب دولت شود پیر

میان بیخ تویوں ہے کہ اکمل المطالع اجل المطالع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خاں منجملہ خوباں روزگار ہیں نکو خوے اور نیکو کردار ہیں۔ میر فتح الدین آزاد منش اور سعادت مند نوجواں ہیں کہ گفتار اور مزاج و مزاجان ہیں تم چاروں شخص بکیر صدق و صفا و مہر و ملا کے چار عنصر ہو جہاں آفریں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطالع کو یار و نون اور آباد رکھے۔ غالب

۷ رجوں مشاع

خاتمہ کتاب اردوئے معانی ریختہ کلاب پاختانہ مخدیان ہمیشاں
معنی بیخ نازک خیال شاعر نغمہ گوئے دلا و نرہیاں ناثر جاد و طراز و شیریں
بیاں مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک شاگرد مولانا غالب مرحوم

شیدائیان شاہد و فریب سخن ہر وقت اسکے خریدار اور شینندگان حسن معانی ہر دم اسکے
خوشگوار رہتے ہیں کہ اچھا کلام جو مطبوع طبع ناظرین خرد و پیشہ اور پسند خواہر شائقین
درست اندیشہ ہو میسر آئے۔ صاحب نظران دیدہ و جنگی آنکھیں شہستان معانی کی سیر سے میر
ہوتی ہیں۔ شاہد ہاہ پیکر ان ہر تھال سوتلی نہیں پاتے۔ اور نگین شامان نکتہ پرور جنکے
ذرائع میں گلستان سخن کی بوبھر جاتی ہے۔ ریاضین باغ ارم کے ٹونگے کو نہیں جاتے۔
اور پھر وہ کلام اور وہ سخن جو تیر غلام سپہر سنواری و ماہ منیر آسمان معنی گستری
شہسوار عرصہ نکتہ دانی کی تہ تاز میدان جاد و بیانی فرمانروائے کشور نازک خیالی

نیت اغراض اور رنگ بمثال ناثر شری فحش۔ شاعر شعری رتبت۔ چمن آرائی گلستان
 فصاحت۔ حلیقہ پیرے خیابانِ بلاغت۔ فروغِ بزمِ آفرینش۔ نورِ دیدِ آفرینش۔ اُستاد
 یگانہ سلسلہ الثبوتِ زمانہ۔ رشکِ عرفی و غیرتِ طالبِ جنابِ ستادی نجم الدولہ
 ویر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب کی زبان
 معجز بیان پر آیا ہو اور خامہ پروین افشاں سے نکلا ہو۔ علی الخصوص یہ سفید منیلیر
 مجموعہ دلپذیر حکا ہر حرف باعث نظارتِ چشمِ نظار گیاں اور ہر لفظ سببِ تازگی وید
 مشتاقاں ہے۔ ہر سطر کو دریائے موج خیز معانی اور ہر فقرہ کو گلزارِ ہمیشہ بہارِ گلشنِ معانی
 کہنا چاہیے۔ عبارت سے سلسیل کی سلاست پیدا۔ مضمین سے آب کوثر کی لطافت
 ہویدا۔ کسند اندازِ رسائیں گردِین معانی شکار۔ شیرینی آوا پر آوا می شیریں لبانِ نثار۔
 غور کیجیے کہ فراہم آنا اس نسخہ سے بدل کا۔ اور طبع ہونا اس کتاب پر ہمیشہ کا کیونکر غنیمت
 نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطفِ ارزانی و شایقین کو مذاقِ سخن کی فراوانی مبارک۔
 کیونکر شکرِ فراہمی نہ آو کیا جائے۔ ہاں اسے سلاک اندوگیں کیسا شکر یہ کیا کام ہے
 اسے یہ بھر گریہ و ہنگام ماقیم عام ہے

باید چو شمع در دل شہا گریستن	سر گرم بودن از تہ دل با گریستن
ناسازگار جسم مرا تا گداختن	ناخوشگوار چشم مرا تا گریستن
ایست اگر تراوش سر خیمہ حیات	باید بفر خضر و مسیح اگر بختن

ہنوز یہ نامہ دلاویز تمام و کمال تشریفِ طبع نہ پا چکا تھا کہ سپہرِ زمیں نے تباہی و ترقیب
 شدہ ہجری جامعہ حیات جنابِ معذور و مرحوم کو چاک کیا ہے بے آفتاب علم و کمال
 سرخِ خضرت دکھایا۔ ماتسابِ فضل و ہنر کو حدِ شکرِ کسوف میں پھنسیا

اس شہکار سے کوئی پوچھے	ہاتھ اس واقعہ سے کیا آیا
نہ سوچا کہ عالم میں تار کی چھائی کی۔ زمانہ کوتاہی نہ ہاتھ آئیگی۔ آنکھیں نہکھا، دل تیار ہوں گے مگر	
نیش عقرب نہ از پے گیس ہر	مقتضائے طبیعتش این آ
اپنی عادت سے تیار ہے۔ وسمتی اہل کمال اسکا شمار ہے۔ کوئی مبتلائے آفت ہو۔ خواہ گرفتار مصیبت ہو۔ اسکو اپنی گروش کا رنگ دکھانا۔ کسی نہ کسی یگانہ آفاق کو نقش ہستی صفحہ روزگار سے مٹانا۔ سخن آرائی لوثہ سرائی سے کیونکر بدل ہو سکتی کے عوض کبھی نانہ پردرد اور کبھی آہ سرد لب پر ہے۔ کہئے جب یہ بارگراں اندوہ دل پہ دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے۔ کیسی تاریخ خاتمہ کتاب۔ کیا سال وفات۔ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قطعہ لکھتا ہوں قطعہ	
کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا صدئہ مرگ حضرت غالب ہمچہ ہی سال طبع سال وفات	لب پہ نالوں کا از دحام ہوا سبب رنج خاص و عام ہوا آج اُن کا سخن تمام ہوا
لیج طبع حصہ اول اردو علمی طبع اردو شعی خواہر شکر صاحب ہر شخص	
چو اردو علمی گشت تالیف پے سال سنجائی طبعش	ہمانا یک جہاں گردید طالب بگو جو ہر خجہ اردو علمی غالب
اعلان (کاپی رائٹ محفوظ ہے) الکبد سید عہد السلام بن لوی سید محمد مجاہد طبع فاروقی مہلی	

اردو پہلے حصہ

حمد و صلوات کے بعد احقر الانام سید محمد عبدالسلام عفا اللہ عنہ شائقین باتکین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب اردوئے معلیٰ مرزا غالب کی حصہ اول ارسطوئے زمان مسیح و ذوال خباب مولوی حاجی حکیم غلام رضا خاں صاحب ٹیس دہلی کی اجازت سے مطبع فاروقی میں شہ بارہ چھپی تو خیال ہوا کہ اسکا دوسرا حصہ جنس العلماء مولانا حالی نے مرتب کیا اسکے بارہ جناب جنس العلماء سے اجازت حاصل کجائے احقر نے مولانا حسن وال اجازت کی ہندو عاکی مولانا نے جواب میں اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ کتاب صحیح چھاپنے میں بہت کوشش کجائے اسلئے یہ حصہ آخر میں شامل کیا گیا اور نہایت صحت کے ساتھ چھاپنے کا خیال رہا۔ اس حصہ میں فن شاعری متعلق مرزا غالب صاحب مرحوم نے نکات لکھی ہیں۔ اور بعض کتابوں کے ریویو دو دیباچہ بھی منسوخ کئے ہیں۔ سابق اردوئے معلیٰ میں یطفت حاصل نہ تھا۔ اب یہ کتاب دوبالا ہو گئی۔ اب اسکے پڑھنے سے کچھ اور ہی کیفیت حاصل ہوگی۔ رع

گرتسہول افسد زہے عز و شرف +

دیباچہ کہ بر سر اج المعرفت میں تصنیف مولوی مفتی محمد رحمت علی خان بہادر عرف مفتی میر لال صاحب گناشتہ اند سبحان اللہ آدمی اور خدا کی حمد و شکر کا دعویٰ احمد و شکر کی گزارش کا سرمایہ و قوتیں ہیں فکر و نظر اور بیکہ دونوں قوتیں یہی ہیں بخشی ہوئی و تنگاہ پر خود نمائی۔ اور پھر اسے بخشش والے کے آگے ایسی تنگ نظری کہ کسی ہرزہ وراثی۔ یہ صدوقین آدمی حق محمد کے تو کیا معنی اگر ہاں حمد کرنی والا بقدر توفیق حمد شائستہ فرین ہے

یہ کون کہہ سکتا ہے کہ توفیق نتیجہ کشت کار ہے البتہ عطیتہ پروردگار ہے۔ قدرتِ حمد اسے پدایکی۔ توفیق جو اسے عطا کی۔ جبکہ آدمی حمد کا عازم ہو تو سپاس عطیتہ توفیق کیوں لازم ہو۔ ہاں اسی حق شناس بکجا شعور ہے عطیتہ توفیق شکر پر ایک اور شکر ضروری ہے۔

گر کسے شکر حق فزون گوید	شکر توفیق شکر چون گوید
-------------------------	------------------------

حق یوں ہے کہ حقیقت از روئے مثال ایک نامہ در ہم پیچیدہ سر بستہ ہے کہ جسکے عنوان پر لکھا ہے کہ توفیق فی الوجود الا اللہ اور خط میں مندرج ہے کہ توفیق الا اللہ۔ اور اس خط کا لایا والا اور اس کا تبا نیوالا و نامہ در نامہ اور ہے کہ جیسر رسالت تمام ہوئی۔ ختم نبوت کی حقیقت۔ اور اس معنی غامض کی صورت یہ ہے کہ مرتبہ توحید چار ہیں اناری اضافی و صفاتی و ذاتی با نبی و پیشین صلوات اللہ علی نبینا علیہم۔ اعلان مراح توحید سہ گانہ پر ماہور ہے۔ خاتم الانبیاء کو حکم ہوا کہ حجاب تعینات اعتباری اٹھا دیں اور حقیقت زیر نگین ذات صورت الٰہی گماکان میں دکھادیں۔ اب گنجینہ معرفت جو ہر امت محمدی کا سینہ ہے کلیمہ لا الہ الا اللہ منقلع باب گنجینہ ہے۔ نہ ہے عامہ مؤمنین کہ وہ اس کلام سے صرف نفی شرک فی العبادت مراد لیتی ہیں اور نفی شرک فی الوجود وصل مقصود ہے انکی نظر میں نہیں جب لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کیلئے اس اسی توحید ذاتی کے عقائد کی قدر گاہ پر آ رہیگے۔ یعنی ہمارے اس کلمہ سو وہ مراد ہے جو خاتم الرسل مقصود تھا۔ یہی حقیقت ہے شفاعت محمدی کی اور یہی معنی ہیں رحمۃ اللعالمین ہونیکے اور اسی مقام سے ناشی ہے مذکور فرمائے حق قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة ظم اگرچہ دیکھنے میں دو زبان ہو لیکن حدیث حقیقی کا راز دان ہے گنگوڑی توحید میں نہ لذت ہے کہ جی چاہتا ہے کوئی تسوا بار کہے اور تسوا بار سنے۔ بنی کی حقیقت دو چہتیں ہے ایک بہت خالق کہ جس کا خد فیض کرتا ہے اور ایک بہت خلق کہ جس سے فیض پہنچاتا ہے۔

بنی را دو وجه بہت و بجوئے خلق	یکے سوئے خالق یکے سوئے خلق
بدان جہ از حق بود مستفیض	بدین وجہ بر خلق باشد مفیض

یہ جو ضوقیہ کا قول ہے کہ **مَنْ مَاتَ مِنْ النَّبَوَةِ** معنی اسکے صداوار زوی انصاریہ ہیں کہ ولایت نبی کی وہ جبرائیل
 الحق ہے افضل ہے نبوت سے کہ جبرائیل الخلق ہے نہ یہ کہ ولایت عام افضل ہے نبوت خاص ہے جسطرح نبی متعین ہے
 حضرت الودیع سے اسطرح ولی متعین ہے الوار نبوت سے متعین کی تفضیل نہیں ہوا اور تفضیل کی ترجیح مفید ہے
 ہرگز معقول اور عقلا کے نزدیک مقبول نہیں ایہ ولایت کہ خاصہ نبی کا تھا نبوت کے ساتھ منقطع ہو گئی
 مگر فرغ کا انداز کیا گیا ہے شکوہ نبوت سے ہنوز باقی ہے نقل و تحویل ہوتی چلی آتی ہوا و چراغ سے چراغ جلتا
 چلا جاتا ہے اور یہ سراج ایزدی ناظر صبح قیامت روشن رہیگا اور ابھی کا نام ولایت اور یہی شعل طریق ہدایت ہے
 ولایت ہدایت وہی حقیقت توحید ذاتی ہے کہ جوار زوی کل لا الہ الا اللہ شہود یحیون ایمان امت اور منظور نظر اکابر
 ملت ہوئی ہے مگر وہ بات اب کہاں ہے کہ کیا لا الہ الا اللہ کو اول نور معرفت سے نور ہوجاؤ اور وہ منور ہو
 کہاں کہ قائل لا الہ الا اللہ کو اگرچہ اسکے معنی اچھی طرح نہ سمجھا ہو قدم گاہ توحید پر قائم کر دی یعنی رسول
 و حبیب العظیم تعالیٰ انا احمد بلا مہم علیہ الختمہ و التسلیم اب سعادت بقدر ارادت ہے اور حد بعد حرجت سے بھی توجہ
 آدمی کیونکر سمجھ سکے اور بطالان بد ہیئت کے جو از پس کو کوئی نہ کر سکتے ہو۔ یعنی اس مجمع موجودات کو کہ افلاک و
 بجا و جبال سے ہیں میں نیست قابلہ و محض حالے اور تمام عالم کو ایک وجود مان لے رباعی

ایک روہ باریش گفتار پیچ	دور کف سخن کشودہ راہ خم و تیج
عالم کہ توجیز دیگرش میدانی	ذاتے است بسیط و منبسط دیگر تیج

جاء لیاء اللہ نے کہ وہ اظہار روحانی ہیں۔ دیکھا کہ نفوس بشری پر ہم غالب ہے اور بسبب بلیا و ہم
 مشا ہد وحدت ذات سے محروم رہی جاتے ہیں ہر چند انکو سمجھا ئینگے۔ راہ پر نہ آئینگے ناچار شہ خال و از کا
 وضع کیے تا قوت تخیل آویں لہجی ہے اور تتر رفتہ بخودی طاری ہو جاوی۔ وحدت وجود سطر حلیات
 تو نہیں کہ نہ ہوا ہم اسکو بجز یا بتکلف ثابت کیا چاہتے ہیں دانی ہمہ دست درد دانی ہمہ دست
 وہم صورت گری و دیگر ترشی کر رہا ہے اور وحدت کو موجود سمجھ رہا ہے پس جب وہم شغل و فکر کی طر مشغول

بادشاہِ عہدِ قطبِ عالم است

شاهی دوشی انجا با هم است

حکم دیا۔ حضرت پیر و مرشد برحق نے جناب افاوت تاب معرفت نصاب صحیح البحرین شرح و عرفان
قرآن السعید عقل و ایمان ابو حنیفہ ثانی یراج العلماء و صیال الفقہاء مولانا مفتی سید حجت علی خان
بہادر کو اور فرمایا اُن سے کہ وہ اشغال وادکار حوائج و انتہائی قوس زولی نبوت وابتدا قوس عروجی ولایت
یعنی جناب رسالت علیہ السلام کو ہم سینہ بسینہ و ہم سفینہ بسفینہ چلے آئی میں اُن کو ایک راہ میں مج
کہیں اور اُس راہ کی تحریر میں وہ عبارت اُردو کہ صاف اور بے تکلف ہو خراج کریں۔ کیوں ارباب فہم اس
رازداری پر قربان جائیں کہ مجموعہ اشغال وادکار زبان حقیقت ترجمان ہو فرمائے ہیں اور حکم دیا کہ اُن کو
بکمال فقر و مقول میں سببیل العرفا تحریر کریں مضار ایہ ترک کج مزاج زبان ہدایت خداں بھیجیں کہ جہاں فن میں
حالیہ نام او وہ خود و خلوب و وسہای خام بھی اس راہ کے مشاہدہ سے مستفیض ہوا۔ جی میں آیا کہ اس کتاب
پر ایک نیا باب لکھی اور پھر برنگ سفر سازگار کروں اور غزیم سفر جہاز کروں۔ زمرہ کے پانی سے صنوبر کوں اور
کاشانہ ملائکہ شیارہ کے گرد پھریں اور حجر ہو کو چوٹیوں اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ کو چاؤں اور خاک تربت
کاشترہ کھنویں لگاؤں۔ بادشاہ سے کیا عجیب ہے کہ دو برس کی تنخواہ دیکر مج کو خانہ خدا کو اطراف کی خدمت
کہ یہ کنگار وہاں جاوی اور اگر زیست باقی ہو تو وہاں جا کر اور اپنے شاؤں برس گنا کہ جس مکان

سب کچھ بخیر و خوشی کر دے غالب ہو کر کبیرہ بر جا گرفته است چوت آنکہ عزم خلق و نوا شد و مدی +
 و بیابانہ کہ کتاب خود بہ بدر النجیان عرف محمد جہانان موسوم بہ ابق انظار نگاشته اند
 بجان بہد شاہد زبیا سخن کا حسن ہمیشہ اسکا نور افرازا نگاہ تصور اسکا سخن افروز خیال از روی لفظ
 اہل معنی کی نظر میں آئینہ عارض جمال من حیث المعنی بصورت صفت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال اگر نفس
 کو جس طرح صورت انسان پیدا کیا ہوتا تو ہم صورت میں کیونکر کہیں کہ کیا ہوتا۔ اس بعیت لہریب کی نظارگی کہ
 بجا وہ مست ہو جائے اور یہ پیکر ہوش ربا و کچھ کر اہل معنی کا قیام صورت پرست ہو جاتے نظم میں آدھی پ
 شریں آدھی ٹھنگ۔ فارسی میں آدھی نرمہ آدھ میں آدھی ہنگ۔ سیر تواریخ میں دیکھو جو ہم کی سیکر و
 برس پہلے واقع ہوا۔ فسانہ و داستان میں دیکھو کہ کبھی کسی نے دیکھا نہ سنا۔ ہر چند خود منہ سید از غفر تواریخ
 کیطریق بالطبع مائل ہو گیا لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی ل سو قائل ہو گیا تواریخ
 میں متنوع الوقع حکایات نہیں الاضافی کرتے ہو یہ کچھ بات نہیں تمام اپنے فرزند کو پہاڑ پر چکوائے۔ سیر مرغ
 اسکو اپنی گھونسلے میں اٹھالائے ہر دس کر کو پہلوان بنائے آداب حرب ضرب کھائے پھر جب ستم سفید
 کی لڑائی ہو گھبرائے۔ زال میں ستم ہمسای کو بلائے۔ ستم مرغ گردان کو تو کر طیح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلائے
 اور اپنی بیٹ کے لپٹ لپٹا کر کسی داسی ستم کے زخم چھتے کر کے ایک تیر و شاخہ دیکر تشریف لیجائے
 رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کر دی جب چہم بہ دور جوان ہو دیو سپید کو تہ خاک کرے
 فرعون کا دعویٰ خدائی مشہور ہے۔ شداد و نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی ذکر ہے اگر اہل طبیعت ایک
 پہلوان بہر دست حمزہ دیو کش رستم جیسا قرار دیں اور ایک نمرود شاہ گمراہ دعویٰ خدائی کرینوالا شل
 گھڑیں گوا کیٹھکوسلا بنایا ہی کر اچھا بنایا ہی نہیں ولایت کا چربا اٹھایا ہی کر اچھا اٹھایا ہی
 ویند نہیں تر نات نہ یمانہ ہی سیر اخبار نہیں چھوٹا افسانہ ہی۔ داستان طرادی منجملہ فنون سخن و تاریخ
 یہ سب کہ دل پہلے کیلئے اچھا فن ہے۔ عمر کی عتاریاں دیکھو حمزہ کی میدان داریاں دیکھو جامع ان

حکایات کا کوئی سخنور ایران سے۔ گروہ میر تقی میر شاہی جو ندیم مومن الدولہ سحر خاں کے ہر گویا باغ ارم کو ہندو
میں اٹھالایا اُس نے بوتا خاں میں کچھ اور بھی شاد کھلایا۔ ان قصص میں سے ایک جلد ہی مقرر نامہ - واہ
نرم و نرم و سحر طلسم اور حرم عشق کی گرمی ہنگامہ معزالدین کی طلسم کشائیاں اگر سنیں تو امیر حمزہ کی صورت
ہو کہ اپنی صاحبقرانی کو ڈھونڈتے پھرتے پھریں اور کہیں تپا پائیں ابو الحسن کی عیار یوں کہ جو ہر اگر دیکھیں تو
خواجہ عمر کو حیرت ہو کہ زیرہ ہی نگاہیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ درینو لاملیرا در زوہادت خواجہ بدر الدین خاں
عرف خواجہ مان کہ وہ ایک جوان شیریں بیان تیر سوش ہوا ہر فن کے کمال کی تحصیل میں سختی کش
کوش کر۔ بستا کا جو خیال آیا ایسا بجایا کہ میاں تاں میں کو نگلیوں پر نچایا۔ مصوری کی طرف جھپٹت
آئی وہ تصویر کھینچی کہ اسکو دیکھ کر مانی دہراؤ کو حیرت آئی۔ اہل قبال آنا کا ارادہ ہوا۔ مقرر نامہ کی فارسی شکر
اُردو کرنے پر آمادہ ہوا۔ معزالدین فیروز بخت کی کشور کشائیاں۔ ابو الحسن جوہر کی نیز نگ نمایاں عجائبا
حکیم قسطاس کی حیرت فرمائیاں۔ ملکہ نوبہار کی رنگیں نمایاں۔ جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں۔
خدا شکر میں محسوس کی بیماٹیاں۔ مسلمانوں کی بھلائیوں کا فروغ کی بڑیاں
فارسی سحر و سحر کیا۔ یوں تصور کرو کہ قلم دار دو میں ایک قصہ لکھنا ایک خانہ باغ نوح اور اسرار سنو
عبارت آرائی کو ترک کیا ہر گویا فقر کو سراہے پھر دیا ہر بند اختتام بھارش غالب فلک زدہ سحر و سحر
کھنٹی کی آرزو کی تیس ہر چند عجز آئینہ معذرت انگیز گفتگو کی۔ بیدار کرنے کی بات نہ سنی اور ایک عذر مانا
بھلا ہر صراحت کیا علی اور اس صند کا کیا ٹھکانا۔ بھتیجا اور پیارا بھتیجا۔ ناچار بجز خام فرسائی کی کوئی تہ نہ رہی
اس سے پہلے کہ انجام کا بجز اسکے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سیدھا چلا گیا اور حضرت نظامی نے
ایک شعر مانگ لایا اسی شعر شعری شعار کو خامہ میں کھد دیا ہوں بیت تنگ کیا ہوں ابے لیتا ہوں

بیشتر از عمر بیاں رسید

شکر کاین نامہ بخواں رسید

وَمِنْ اللَّهِ التَّوْفِيقُ وَهُوَ خَيْرُ مُقَدِّقٍ

تقریظی کہ بر کتاب یوسف سرایح الدین بہادر شاہ نگاشۃ اللہ

اللہ تعالیٰ نے کوآفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمد یا ہی کہ اور دینی میں ہو کسی امر کا شہود اور صالح دینی میں
 کسی مصلحت کا وجود۔ بلکہ اگر مثال ہم عظم فرض کیجئے تو اسکی بھی غور جتنک اس لطیفہ غنی شمول منوع عالم ہر مکان
 میں ممکن نہیں۔ سخن را ازاں دوست دارم کہ دوست بہ تصدیق ادا طلبگار دوست بہ
 سائل حکیمانہ کی ہستی۔ تہات ندیانہ کی ہستی۔ درد و درماں کے علاج کا اظہار۔ افسانہ فرحت مصلحت کا مکر
 شکوہ شکایت کا عیان۔ نغمہ آفرین کا بیان۔ رد و قول کے حکایت۔ فرغ و شکست کی روایت
 صرف و نحو کی رازدانی۔ لفظ و معنی کی گلشنی۔ جو کچھ انگوٹوں نے کہا ہے جو کچھ ایک فی کہہ ہا ہے جو کچھ
 کہینگے اور قیامت تک کہتے رہینگے۔ جو کچھ نیک بدلوں کو کہیں سے ہر واسطہ لفظ سخن سے ہے آب کیجئے
 کہ سخن از روئے مثال کیا ہے چشمہ ہر تہی ہے سیل ہے۔ دریا ہے کہیسی زواری۔ اور کس دور کا پانی سا
 چڑھاؤ اسکی زقار۔ اسپر کسکا زور اور کسکا اختیار۔ جدھر منہ کیا۔ اُدھر آکینا لا بہا ویا۔ دریا کی لہر کیا گھوڑ
 کی باگہ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ بار بار دیکھا ہو کہ آغاز کلام جبکہ ہندی میں اُٹھان اور فارسی میں
 انگیزہ اور عربی میں باعث کہی کچھ اور ہی پھر وسط میں صوت بدل کر وہ کچھ اور ہو گیا کہ انجام سے قطع نظر
 فی الحال نہیں سمجھا جاتا کہ کیا طور ہے۔ یہ کتاب مجموعہ دانش و آگہی ہے اگرچہ اسکو سفینہ کہہ سکتی ہیں لیکن
 از روی حقیقت ایک نہر ہے کہ سخن سیا و صحر کو بھی ہے جیساں نگارش سے انجام پایا تو بیکو پیشگاہ
 ابدیت کی حکم آیا کہ بندہ درگاہ اللہ کی تقریظ کہنے میں ظاہر حسن طاعت کرے اور سخن طراوی میں ایش زبا
 از رو پر فضاغت کر جیسا کہ حکم بجا لانا ضروری سیانی یہ بھی کہ بہا ناضر کہ منشاء اس سہالہ کی نگارش کا
 کیا ہے ان اوراق کے ناظرین بخشنی و متغیر نہ ہو کہ سن اٹھارہ جلوس سینت مانوس میں شہر سیلکہ علاج سیلہ
 بلند ہو کہ حضرت قدر قدرت فلک فخت ثریا بارگاہ انجم سپاہ۔ بادشاہ ابن بادشاہ خلیفہ رومی زمین آفرین
 سرایح الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی نے ترک مذہبیت کا مادہ کیا اور شیخ کو تسنن پر اختیار کیا۔ باران فکا

نہم قریب از داناں خلوت انس حیران اور حیرت انگیز بجا اگر بادشاہ کبھی بات کہی ہوتی تو پہلی آنکھ لگی ہوتی
اس سلطنت کی خبر اور پھر انہیں عام کو تقدم خاص اور پوچھنے کا بار۔ نہ چپ ہنگوار۔ علماء کی نامدار
و شایع کبار و فقہاء و دیار نے جرأت کر کے عرضداشت لکھی مضمون یہ ایسا سنا جاتا ہے اور بادشاہ نے اس پر
میل دیا کہ خداوند تاج و سر رکھے فی الضمیر اگر بھی پاویں حضور تعالیٰ کی اور فرمایا کہ کبھی ایسا دعوہ عیاں کرے
اور کبھی ایسا کلمہ ہماری زبان پر نہیں گزرا۔ چند روز کے ایک دن حسب حکم قضا توام

نہم سلطانی ہوئی آراستہ	کعبۂ امن و آمان کا در کھلا
------------------------	----------------------------

شہنشاہ گیتی پناہ مسند جم نشین۔ اہل انہیں امن و دست بستہ صفحہ نگار بھی مانند خار سر دیوا
باغ و پروانہ پائی چراغ۔ اس چین میں نشاط اندوز۔ اور اس سخن میں ادب آموز۔ زبان مبارک گہر فرشاہوتی
حقیقت مذہب اہل سنت و جماعت بیاں ہوئی۔ سو ظن علماء۔ اس مجمع عظیم میں برسر حسن ظن جلو گر ہوا
خاص عام کو مخاطبت کا ثبات قدم مسلک تسنن پر یاد ہوا۔ مضامین ارشاد کیے ہوئے علیحضرت کو بموجب
قالب نظم میں ملے۔ ناگاہ جانب جانب سے اس نظم کے جواب میں کچھ وار چلے۔ یہ گنہگار بگیناہ بھی ہم
مروج ہوا اور خبر زبان کے زخم سے مجروح ہوا۔ الفرض حیث تحریر بیان کبھی دکھائی گئی تو ہمیں خلفاء کی توہین
پائی گئی۔ ناچار یہ سالہ جیسا کہ حضرت توفیق دیا چہ میں لکھا ہو لکھا گیا اور محکوم تقریظ نگاری کو بسط
جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے کہا گیا۔ میں اس گنہگار میں یہ سنا کہ یہ جاتا تو البتہ خطم تحریر کا ضو کہ مجبور عجا و عجائب
کا رسم و آئین اور ہندوؤں و محمدانان معنی آفرین اور ہے نہ سفیر ہوں کہ مجھ میں سخن نہرانی کروں۔ نہ فقیر ہوں
کہ بحث میں زور آزمائی کروں۔ غریب الوطن سپاہی زادہ ہوں۔ خاک زندہ خاک حال بیاد وادہ ہوں۔
تابل قباب حوادث سوز ظلم اللہ کے سایہ دیوار کی پناہ میں بیٹھا ہوں۔ گویا ایک تھکا ہوا مسافر ہوں کہ آرام
کیجئے دیکھ کر دم لہزی کو راہ میں بیٹھا ہوں۔ حسان ہر جہت خدا کا کہ میں سوا اپنے خدا کے کہ وہ عجیب الی اور
اپنے بندوں پر مہربان ہے یہ نہیں کہ اور کسی گنہگار ہوں۔ جو محکوم اپنا تکیہ میں سمجھیں اُسے دعا و مغفرت کا مقدر

اور جو کچھ اپنا مخالف ہو گیا ان سے دعائے تخفیف عذاب کا ایسا دوا رہوں۔

حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

تقریبی کہ یہ کتاب گلزارِ سرور میں تصنیف میرزا حبیب علی بیگ صاحب و گانشین

سبحان اللہ خدا کی کیا نظروں سے صفتیں ہیں۔ تعالیٰ اللہ کیا حیرت آور قدرتیں ہیں یہ جو
حلائق العشاق کا قادی زبان سے عبارت اُردو میں نگارش پاتا ہو۔ رزم کا زمین مینا ہو
اُٹھ کر بہارستانِ قدس کا اکیلا غنچا تار ہو۔ وہاں حضرت صنوانِ اُرم کے نخل بندہ آسیر ہو جہاں میز
رجب علی بیگ صاحب سرور حلائق العشاق کے صحیفہ نگار ہوئے اس مقام پر یہ پیچیدہ جو موسوم بہ اللہ خاں
اور مخاطبِ نجم الدولہ اور تخلص غالب ہے۔ خدا کی جہاں آفریں ہو توفیق کا۔ اور خلق سے انصاف کا
طالب ہے۔ ہاں اُس صاحبانِ فہم و ادراک۔ سرورِ سحر بیاں کا اُردو کی شریں کیا پایہ ہو اور اس
بزرگوار کا کلام۔ شاہد معنی کے واسطے کیسا گراں بہا پیرایہ ہے۔

رزم کے دستاں گر سینے	ہے زبان ایک تیغ جو ہر دوا
بزم کے التزام گر تکیے	ہے قلم ایک ابرو گوہر بار

مجاہد دعویٰ تھا کہ اندازِ بیان شوخیِ تقریر میں ضائع عجائب نے نظیر ہے جس نے میری دعویٰ کو افسانہ عجیب
کی کیتائی کو مٹا دیا۔ وہ یہ تحریر ہے۔ کیا ہوا اگر ایک نقشِ دوسرے کا ثانی رہی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقشِ
الامانی ہو۔ مانی نقاش بمعنی صورتیں بنا کر ہمیری کا دعویٰ کر کے کیا غفل کی کمی ہے یہ بندہ خدا معنی کی
کھینچ کر دعویٰ خدائی نکرے کس حوصلہ کا آدمی ہو سچ تو یوں ہو کہ جناب مہاراجہ صاحب الامانت علیہ السلام
ایسری پر شادنا رین سنگہ بہادر جن بلغ کی آرایش کے کار فرما ہوں اور پھر اُس پر طرہ کیہ میز اُس درجہ
ہوں وہ بلغ کیسا ہوگا بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ کوئی نہ کہو کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول ہوگا
کیوں کہ بے دیکھ بھالے حضور کا شاگرد کیوں ہو۔ صاحبِ حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ

اسکی سخاوت کی بنا کرتے ہیں تم کو کہاں شکست کھانی ہو کہ اسکی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہیں معذرا چاہیے کہ
حصہ جمیل المناقب عہد الاحسان بابو برہتہ پر شاد نارین کا مکر و عنایت رہا ہوں جن فوج و قلی میں شرف
الائیں اکثر اوقات شریک صحبت رہا ہوں جیسا شناسائی اور رنگائی دریاں ہوں انکا نیاز مند کیوں بنجا
شناختی ہوں۔ نہیں نہیں میرا کیا منہ ہو شناختی کا میں تو عاشق ہوں انکی شاعر پروری و سخن دانی کا۔ حضور
قدروانی کی سرور کے گھر نشانی کی حضور کا اقبال سرور کا کمال حضور کی عالی ہمتی۔ سرور کی خوش قسمتی
انشاء اللہ تعالیٰ نقش صفحہ روزگار پر یاد رہیگا مصنف کا شہر رنگیں بانی میں علاج عالیجا نام فیض سائیں شاہ

دیباچہ کہ برویوان منشی حبیب اللہ مختلف تصنیف و کالگاشتہ اند

یہ کلام کسی اوشاہ کا نہیں کسی دیگر نہیں کسی شیخ شیا کا نہیں۔ کلام میرا کیونست روحانی کا ہو
اور فقیر اپنے دوستوں کے کلام کو معرض اصلاح میں نظر دشمن دیکھتا ہوں جن جہتوں میں ارا نہیں تو جو جگو
نظر آیا ہونے حیف و میل کہوں گا۔ شریں لغت خان عالی کی طرز کا اجا کیا ہو مگر یہ کچھ اُس سے بہتر دیا ہو
قصائد میں النوری کا چربا اٹھایا ہو مگر طبیعت نے اچھا زور دکھایا ہو۔ غزل میں متاخرین کا انداز۔ عاقبت
سنو گو گذار منشی حبیب اللہ نو کا۔ بخور بہہ اں کیتا۔ لفظ طراویٰ آفریں۔ آفریں صد آفریں صد ہزار آفریں فقط

دیباچہ کہ بکتا لوی عالیجا میرزا کلب حسین خاں بکاک گھر بکاک آور وہ اند

بستان اللہ شاہ سخن کمال حسن میں لائے ہو سچ تو یوں ہو کہ یہ یوسف کفایت جانی ہو کنعان ہو کوہ
ہو کارواں ہو۔ کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو۔ زلف ایسی ہی معبر۔ عارض بہر تابد ارباب کی جاں
کا وہی عالم چشم ہی طرح بیار۔ معذرا جو سلطنت مصر زمانے کا جمال تصور میں لا گیا وہ آفتاباں حسن
یوسف کا اونی ذرہ بانیگا۔ لو ہم بھی قلم و سخن سے آئے ہیں حسن پرستان سخن کیو سطی نوید سر سبز میدان میں
سنی سنائی نہیں کہتے۔ نہ دیکھ آئے ہوتے تو چہ پہر ہتے۔ اُمید کیہ دشمن آدمی باور کریں نوید کیہ دیدہ و لوگ
کریں کہ یوسف سخن کنعان چاہے کارواں دیا زار و زنداں سر نکلے تخت فرمانروائی پر جلو افروز ہوئے

لیجئے عشق کے گھر عید ہوئی ہر اور یوسف حسن کی سگر میں نور و نہر ہوئی۔ غالب شہنشاہ نواسن اس کی نظر
 جب تک نہ جانینگے تیری بات کبھی نہ مانینگے کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نواب علیاٹ الاؤمان
 میرا کلبین خاں کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہو جو انہوں نے ان اوراق کو اپنے اسٹار سے رونق اور اسٹار کو
 نئے منقبت سے زینت بخشی ہو یہ سیاح بگھارنے اس مجموعہ نظم کو مصرفرض کیا ہو اور شاید معنی کو یوسف قرار دیا
 جس کتاب میں آئمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدح کے سو قصیدہ زینت اوراق ہوئے ان اوراق کا
 سوا کوئی شاعر نہیں آہل میں اور وہ اوراق کوئی نہ حریز بازوئی مومنین آفاق ہوئے میں اپنے علوتب
 پر ناز کرتا ہوں کہ ائمہ اہل ہمارے مدح کا ستائش گرتوں اور نذر یہ اس ستائش کے غالب غائب
 یعنی اپنے سے بہتر ہوں اس عوسے کا گواہ اسدا شدہ فقط

دیباچہ در تذکیر و تائید حسب فرمائش مولوی شیخ محمد حسن بلگرامی نوشتہ

سیدی سندی نور و صبر تحت جگر قرۃ العین سید مولوی سید فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقا بقا
 و علما نگلتا ہوں جبکو مبدیہ فیاض ہے اس سے لے کے لکھنؤ کی توفیق عطا ہوئی ہو سچاں تذکیر و تائید
 کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی شل ہے کس کطف سے آوا ہوئی ہو یہ چند اس راہ سے کہ دانا اور قیصر
 اور منصف ہیں تعذیر و تائید کو مضبوط ہوئی خود معترف ہیں لیکن قوت علم حسن فہم لطف طبع سے مضبوط
 ضوابط بہم پہنچائے ہیں کہ اور صاحب کو دل کی دوسری کو کیا خبر مگر مجھ کو دل سے پسند آئی میں عاری ہوئی اور
 یہی ہو کہ یہ سارے صفو و کار پر یادگار و شہید منظر انظار ابصار دیکھا جو صد لعل و شکر نفع بھی پایا اور لطف
 اٹھائی گئے۔ تو صاحب کا یہ سبب اپنی ساری میں عین جلیل القدر عظیم آباد آرا۔ اور حضرت فلاحیت مولوی
 صاحب ماہر کی تو یہی سید اعلیٰ بلگرامی ہیں جہاں کے سادات اعلیٰ و فضل میں نامی اور قد و منزلت میں گرامی ہیں ان
 صاحب کو یا اپنا شاخاں ہو چھیا کہ مولوی معنی روحی علیہ رحمۃ کا بیان ہو رہا ہے خورشید مدح خود
 کہ مراد چشم سزا مہر دست + داد کا طالب۔ غالب +

خطوط تحقیق الفاظ و اصلاح برتھار زبان اردو بنام منشی ہر گوبال نفثہ

وہ کیا خوبی منت ہی میری۔ بہت دن سکھیاں لگا ہو تھا کہ اب منشی جی کا خط آتا ہے۔ اور ان کی خیر خواہی معلوم ہوتی ہے۔ خط آیا اور خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ یعنی معلوم ہوا کہ خیر نہیں ہے اور پاؤں میں جوٹ لگی ہے۔ منوجب یہ بھی غنیمت ہے کہ ہڈی کو صدمہ نہیں پہنچا۔ اتنا پھیلاؤ ابھی اس سبب سے ہوا کہ کوئی مالش نہ کیا۔ ملا اور چوٹ کہنے ہو گئی البتہ کچھ دیر میں فاق ہو گئی افاق ہوئی کہ تم محکو اطلاع کریں دیر نہ کرنا میرا دریا ہوا۔ بابو جی کا خط آیا تھا پھر انہوں نے تکلیف کی اور وہ کچھ بھیجا جو اگر بھیجا تھا بہتاری مفارقت سے بہت ملوں میں طرز برسرِ زادانی محبت معلوم ہوتی تھی میں نے ان کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی جی گئے نہیں ضرورت کو کیا کریں جلد پھر منگے آپ ان کو اپنی پاس ہی تصور فرمائیے۔ بابو ہر گوبند سنگھ تعطل میں کمال گئے ہو گئے جو آپ کے خط میں منشی ہنگی لکھی تھی کہوں انہوں نے تکلیف کی بہت دو قدم پر سے گھر سے ان کا مکان اور وہ جاؤ وقت مجھ کو خدمت ہو گئی اب ہنگی سلام کیا ضرور۔ ماں جی یہ منشی اور بابو صاحب نے کیا بھیجا ہے کہ میرے خط کو سر ہو چکی ہے کہ محلہ کا پتہ لکھتے ہو۔ میں بتا نہیں رہا ہوں۔ اہلی کا محلہ یہاں ہے۔ بمالہ اودھ کو اس ہو وہ توڈا کے کھاری محکو جانتے ہیں خط مزہ پھر کریں۔ آگے کا یہ صبا کے مکانات تھا۔ اب بیمار نہیں کرایہ کی جو ملی رہتی ہوں۔ اہلی کا محلہ کہاں وہیں کہاں۔ منشی جی کو لکھتے ہو کہ حاکم کے ساتھ گئے ہیں اور پھر لکھتے ہو کہ وہ میں بلکہ اپنے کام کو۔ یہ صورت اب گئی ہو گئے میرا سلام کہیے گا اور اپنی خیر و عافیت کیساتھ منشی جی کی خیر لکھیں گے کہ وہ محکو خط لکھتے ہیں اہلی کے بیگا۔ نظر سنگھن گوش سنگھن ہم نہیں جانتے اگر منشی ہر گوبال نفثہ اور مولانا نور الدین پٹواری نے لکھا ہو۔ **نظارہ دغون لم کل دستیں خوش گو۔** بلکہ کہ نیم چمن چکید۔ یہ نہ سمجھنا کہ چمن چشم چکیدن سنگھن گوش و نظر کی نند غارت لکھتا ہے یہ خوفشانی چشم کا استعارہ ہوا اور خوفشانی صفت چشم ہو سکتی ہے اگر نظر کا خوش ہونا اور کان کا شام ہونا جائز ہو تو ہم استعارہ سنگھن کی کر لیتے۔ خوش ہونا جب صفت چشم گوش نہ ہو تو ہم کیا کریں۔ یا دہریہ نجات سوا کہ تارے

اور کو میں نہیں بتا ہوں۔ میری بات کو غور کر سچ لیا کرو۔ میں بوجھتی اور ہنسنے کی بات نہیں کرتا بلکہ خوش ہوتا ہوں کہ ہاں ایسی تکرار جیسی پیش اور بیشتر کہہ رہیں گی بھئی ناگوار گزرتی ہو کہ وہ صبح ہی صبح ہمت تھی مجھ پر جو میں آپ لکھو تھا تو اس کے لکھنے کو کیوں منع کرونگا۔ اے صدر ارزاں ہنساں اندرین سخن کہ گرم سخن توئی نگہت کم سخن مباد۔ ہرچہ بالفیض خود کم زبیدی و نیکیش نام میتوانم کرد و یہ دونوں نے تم پر نہیں کیا۔ دو۔ سنا کا میم سلامت باد۔ کام را کام میتوانم کرد۔ میں نہیں سمجھا کہ اس کے معنی کیا ہیں کام کو کام سب کر سکتے ہیں اس میں لطف کیا ہو۔ زرتکادی آن ہا زینں و ہاں ہوزہ زبیرہ میسند گشت زینہا ہوزہ و حزین کے اس مطلع میں واقعی ایک ہوزہ زائد اور یہ ہوزہ ہر متبع کیواسطے سند نہیں ہو سکتا یہ غلط محض ہے یہ قسم ہے۔ یہ عیب ہے اس کی کوئی پیروی کر لیا خیر تو ہر چہ یہ مطلع اگر جبرئیل کا ہو تو اسکو سند نہ جانو اور اس کی پیروی نہ کرو بھائی المختار مصر میں قبل سے نہیں ہے تو لکھنا ستم معنی ہے لکھنا زائد نہیں ہے گزرا بی کیہ اگر فارسی ہو تو دو تو۔ اور اگر ہندی کرو تو مصر پہل اور بمعنی ہے چکر چال چہ نسرین چہ نسرین لکھنا کیا لالہ کیا موتیا کیا۔ چنبا۔ نکر و زہنا نکر۔ یعنی کیا نکر۔ اب جب نہیں کہو کہ صاحب کرتہ کوئی جانے ورنہ کبھی جانا نہیں جانا کہ ذکر نہ کرو۔ اسی منے کہا بھی کہ ہمارا مقصود یہ کہ ذکر نہ کرو۔ حضرت ذکر مضاف کیونکر ہو سکتا ہے کل لالہ و نسرین و نسرین کی طرف۔ کہو گے کہ ذکر کا لفظ نہیں بیان کا لفظ اور کچھ مصرع میں ہے۔ وہ بیان کا لفظ زبوں ہے اور زنجیروں میں ان چاروں لفظوں میں ہیرا تا مطلع قطع لکھو۔ ترجمہ نہ لکھو پھر معنی دینی ہی کا نہیں۔ قبل محض ہے۔ والسلام۔ اللہ۔

ایضا بندہ پرور بیش از بیش کم از کم یہ ترکیب بہت صحیح ہے اسکو کوئی منع کرتا ہو بجا لالہ سیر کی بہت پاکیزہ اور خوب ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ در زمان ہن ہر بیش از بیش شد۔ و در زمان تو وفا کم از کم شد استا و کیا کہیں گاہیں تو میں نہ کرے گا کہ لالہ و نسرین میں اور تو جہاں وفا بیش از بیش اور کم از کم۔ یا ہرچہ بیش از بیش و کمتر از کم اگرچہ جسے بیان نہ ہو لیکن فصاحت اس میں کم ہے بیش از بیش کم از کم فصیح ہے

و شعر تہا را خوب ہے اور ہمارا دیکھا ہوا ہے۔ قیاس تو نہ آیم کم و لے صبر و بیش است ترا کم است مارا۔
 لیکن اس پہلے مصرع میں اگر کتر ہوتا تو اور اچھا تھا۔ بہر حال اتنا خیال ہے کہ ایسی جگہ ترک لفظ فصیح
 چنانچہ میر تقی میرؒ جلوسہ کن منت منہ از ذرہ کتر نیستم حسن با اس تلبنا کی آقا بے بیش نیست
 ورنہ چشم تو چہ از دردن یوار کم است یہاں بہت ہی اوپری معلوم ہوتا ہے اور ذرا ہند کی ترجمہ
 رہ جانکہ ہر فارسیت نہیں ہتی۔ سہل شمار زندگانی ہاچہ محکوب یا و طرکہ ہر کہ بیش اس مطلع کو یوں
 درست کر دیا ہے۔ رایگان است زندگانی ہا۔ مے تو اس کرد جانفشانی ہا۔ اور صورتیں
 مطلع ایسا ہو گیا تھا کہ میر کی لیں آئی تھی کہ نمکوندوں و غوطہ میں میں غل گھٹوں مگر پھر میں سخت
 اور نمکودیا۔ حضرت نے ملاحظہ نہیں فرمایا یہ خط جو آپ نے مجھ کو لکھا ہے شراب کے نشہ میں لکھا ہے اور وہ صلا
 اوراق بھی اسی عالم میں ملاحظہ فرمائے میں اُسے گلاتا کئے زندگانی ہا۔ کہ موقوف کیجئے اور وہ مطلع
 کیجئے کہ وہ بہت خوب ہے بعینہ مولانا دہلوی کا معلوم ہوتا ہے بھائی ہمارے اوراق صلا کی کو غور فرمائی
 ہماری محنت تو ضائع نہ جاوے آیا مچندین جمع ایسی تھی ہوتی نہیں ہی بلکہ فقیر کے نزدیک جمع کچھ
 ہی نہیں ہے مثلاً معانی چند اور حکامی چند اور سرچند جیہ آدمی لکھ سکتا ہو مگر ہاں آمال کی کھلی سوٹھ کر
 خطاؤں بزرگاں گرفتن خطاست۔ ہر کو اپنی تہذیب کا مے اعلاط میں سنگیوں ٹھونڈتے
 پھر میں مثلاً حضرت حافظؒ نے لکھا ہے۔ صلاح کا رنج و من خراب گجاہ بے نظاوتہ از بجا ست تا بجا
 میری جان کی توقع میں چاہیو کہ بزرگوں کے کلام کو ہم مودا عرض کریں اور شہرت خلائے شخص کے انتقا
 کی بغلط البتہ میر بھی موجب مال ہے مگر یہ کون سا دمہ عظیم ہونا کہ ہے کہ صاحبان اخبار ہر کو چاہیں
 آپ ہر طرف متا اعتنا نہ فرمائیے۔ گرامہ آفتاب میرزا میرزا و دیگر و نہر گشتہ شو نو خواں مخور
 میں کالی صبا مکان اٹھ آیا ہوں۔ بلیاؤں کے محلہ میں ایک جوہلی کراؤ لیکر آئیں ستا ہوں۔ وہاں
 میرا سنا تخفیف کراؤ کہ یہ سطر تھا صرف کالی صبا کی محبت سے رہتا تھا۔ سطر طلاع کے نمک لکھا ہے۔

اگرچہ میر خلیفہ حاجت مکان کے نشان کی نہیں ہے، دروہی بہ اللہ برکاتی ہو مگر لالہ کنڈال لکھا کہ محلہ
 بلیماراں لکھا کرو۔ اور ہاں صاحب ساری شفیق بابو صاحب کا حال لکھو۔ پہلے سے فرغت ہوئے اور علاج کیا ہو اور اب
 اجمیر اور ہاں کو ابو ہار کو کب جائینگے۔ میر اسلام بھی کہہ چکا۔ لہذا اللہ عزوجل دینے والا ہے۔
 ایضا مرزا آفتاب پور شاہ نے تم خوشگوار و زود گو متقرر ہو لیکن جسکو تم تحقیقات کہتے ہو وہ محض شہادت و تحقیقات
 میں قیاس و ڈرائے ہو وہ قیاس میں مطابق واقع ہوتا ہے کہیں خلاف عرفی کہتا ہو۔ مع راناشاہ استاد
 یعنی روح کو تو نے بھوکا بھیجا۔ ناشتا اسکو کہتے ہیں جسے کچھ کھایا نہ ہو ہندی اسکی نہار متہ تم کہتے ہو کہ عجیب
 فرستادی یعنی غذای صبح جیسا کہ ہندی میں مشہور ہے اسنے ناشتہ بھی کیا ہو یا نہیں واقف کہتا ہو۔
 نے محرم نفس نہ ام آشنا شدیم نفس کینم ساعت پر واز خویش را

یہ بھی ہندی کی فارسی ہو پری گھڑی اور شب گھڑی۔ اہل زبان الہی موقعہ پر طالع کہتے ہیں۔ نفس
 کینم پر واز خویش ابو قاتل کہتا ہے۔ ایک جہاں کو تو زخوں پاک ہووے کشتہ بر کشتہ تپاں بود
 و در خاک بود یہاں سچ بود کا محل ہے۔ ہندی میں کچھ نہیں کی جگہ خاک نہیں بولتے ہیں اور پھر
 حصہ بہرہ قاطع کا کیا ذکر کرتے ہیں وہ تو ہر لغت کو تینوں حرکتوں سے لکھتا ہے۔ زیر۔ زیر۔ پیش کا لغت
 منظور نہیں لکھتا ہے۔ لکھتا ہے کہ یوں بھی آیا ہو اور یوں بھی دیکھا ہو جس لغت کو کاف عربی سے لکھنا کاف
 فارسی سے بھی بیان کریگا۔ جس لفظ کو طای علی سے لائیکا۔ تاہی قرشت سے بھی ضرور لکھیں گے۔ فضلاہی
 کے حاشیہ دیکھو کہ وہ اس کی کیا تحقیق کرتے ہیں۔ بنیابوت کو شفتات میں سے ہرگز نہیں۔ لائن
 امام کے شفتات میں سے نہ ہار نہیں۔ بنیابوت کا خفف بنیا۔ اور امام کا متعلق اگر مذکور تو امامی
 اور اگر کوئی نہ ہو تو امامن۔ طغر نے ہندی لغت کے لائیکا التزام کیا ہے۔ وقت آن مدکہ مینا را
 ہندی سر کندہ اور ساندہ کو ہکا التزام منظور نہیں مگر کیا کریں گرو کا نواں نام ہو ایک شہر کا اسکو کو
 بدلیں۔ آں گربداہی قرشت کہیں گے۔ لکھنونا ہو ایک شہر کا وہ لکھنوبغیر نامی مخلوطہ کے کہیں گے

نی زمانہ چھاپے کو چاہئے یعنی عرفی جھگڑ کو جگر بولتا ہے۔ ان باد کو در ہند گردید جگر آید و رقیبہ
 باہر مخلوط تشدید یہ قیوں تقالین شادیں۔ حسب برہان طبع اس لفظ کو فارسی بتاتا ہے اور زبان عالمی
 میں بھی اسکو مشترک جانتا ہے اپنے کو سوا اور خلق کو گمراہ کرتا ہے۔ ہنرہ شتاب پے جاہ شتاباں بڑا
 لے کہ در راہ سخن جو تہ نہ را آمد و رفت و اہل ہند میں سوکھ و دہاوی کے کوئی مسلم البتہ نہیں میان فیضی
 کی بھی کہیں کہیں ٹھیک لگتی ہے۔ فرہنگ لکھنؤ والوں کے مدار قیاس پر جو اپنے نزدیک صحیح سمجھا وہ لکھ دیا۔
 نظامی سعدی غیر کی کسی ہوئی فرہنگ ہو تو ہم اسکو مانیں۔ ہندو کو کوفہ سلم البتہ جانیں گا مگر کچھ
 بزور سحر آدمی کی طرح کلام کرنے لگا۔ نبی اسرائیل اسکو خدا سمجھ رہے تھے قصے جانے دو۔ دو باتیں سنیں۔
 ایک تو یہ کہ ان غول کو بغین مضموم میں سے ہوس لکھا۔ واصل غنوں بغین مفتوح اور مخفف اسکا ارغن اور
 ارگن ہے۔ دوسرے کہ جب سوی خانے یو اٹی پوا لکھا تو اس لفظ کی تحت میں تاملی نہ رہا۔ رامپور سے
 ابریل مہینہ کار پیہ اور لغزیت و تہنیت کے خط کا جواب کیا آئندہ جو خدا چاہے نجات کا طالب کشیشہ
 ایضاً بھائی میصر جو مکہ ہم پہنچا ہے فن پارہ خگونی میں اسکو کرامت اور عجائبات کہتے ہیں یہ مصرع سلمان
 ساوچی دیکھ کر سارے چار لفظ اور چاروں واقعہ کے مناسب یہ مصرع لکھا اور مصرع کی فکر کرنی کس طرح وہاں
 بچان الہ۔ اور یہ جو تم فز کے لفظ میں تروہ ہوا اور ایک سوکھا سہا شعر ظہوری کا لکھا بڑا عجیب یہ لفظ
 اس پنج آہنگ میں اس بڑا جگہ آیا ہوگا۔ فرا و فرہ لفظ فارسی ہے و فرہ جاہ کے پس جاہ کو اور اسکو
 ہا ہے کہ بغیر ترکیبے نہ لکھیے عالیجاہ اور سکندر جاہ اور ظفر فر اور فریدون فر توں بھی درست اور
 صرف جاہ اور فر توں بھی درست۔ اور ایک بات مکتوم معلوم ہے کہ اس پوری خطاب کو خطاب
 ہادری کہنا بہت بجا ہے۔ سنو! خطاب کے مراتب میں پہلے تو خانی کا خطاب ہے اور بہت
 ضعیف ہے اور بہت کم ہے۔ مثلاً ایک شخص کا نام ہے میر محمد علی یا شیخ محمد علی یا محمد علی بیگ اور
 اسکو خاندانی بھی خطاب خانی نہیں حاصل پس جب اسکو بادشاہ وقت محمد علی خاں کہہ

تو گویا اسکو خانی کا خطاب ملا۔ اور جو شخص اسکا نام علی محمد علیخان بیگ یا توفیق محمد خان بیگ یا خانی بیگ
 خاندانی ہے۔ بادشاہ نے اسکو محمد علیخان بیگ کہا پس خطاب بہادری کا ہی اسکو بہادری کا خطاب
 میں اس سے بڑھ کر خطاب دولگی کا ہی یعنی مثلاً محمد علیخان بیگ اسکو منیر الدولہ محمد علیخان بیگ کہا
 دولگی کا ہوا اسکو بہادری کا خطاب نہیں کہتے۔ اب اس خطاب پر فرمایش جنگ کی ہوتی ہے۔ منیر الدولہ
 محمد علیخان بہادری شکت جنگ بھی خطاب پورا نہیں۔ پورا جب ہوگا کہ جب ٹانگ بھی ہو پس پورا خطاب
 خطاب بہادری لکھنا غلط ہے۔ واسطے تمہارے معلوم ہونے کہ لکھا گیا ہے اب اس بات کے قطعہ کو
 اپنے دیوان میں داخل و شامل کرو بیچے مینی قطعوں میں لکھ دیجئے جب تمہارا دیوان چھاپا جاوے گا یہ قطعہ
 بھی چھپ جاوے گا مگر ان منشی صاحب کے سامنے اسکو پڑھئے اور ان سے استدعا کیجئے کہ اسکو اگرہ بھیجے تاکہ
 چھاپا جاوے سعد الاخبار میں اور زبدۃ الاخبار میں۔ یقین ہے کہ وہ تمہاری کہنے سے عمل میں لایں گے مجھ کو
 کیا ضرور ہے کہ میں لکھوں میں نے یہاں صادق الاخبار میں چھپوایا ہے۔ ۱۰۔

ایضا صاحب! دو زبانوں سے مرکبے فارسی متعارف۔ ایک فارسی۔ ایک عربی۔ ہر چند اس
 لغات ترکی بھی آجاتے ہیں مگر اکثر میں عربی کا عالم نہیں مگر نرا۔ جاہل بھی نہیں۔ پس اتنی بات ہی کیا
 زبان کلمات کا محقق نہیں ہوں۔ علماء سے پوچھنے کا محتاج۔ اور سند کا طلبگار رہتا ہوں فارسی میں
 قیاض سے مجھے وہ دستگاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد و ضوابط میری ضمیر میں سطح جاگزیں ہیں جسے
 فولا میں جو ہر اہل باپس میں اور مجھ میں دو طرح کے تفاوت ہیں۔ ایک تو کہ انکس اولدیران اور میرزا
 ہندوستان۔ دوسرے کہ وہ لوگ آگے۔ پیچھے۔ سو دو سو۔ چار سو۔ آٹھ سو برس پہلے پیدا ہوئے ہیں
 جو لغت عربی ہی بمعنی بخشش۔ جو اوصیت ہے صفت مشبہ کا نئے تشدید۔ اس زن پر صیغہ فاعل مری
 سماعت میں جو نہیں آیا۔ تو میں اسکو خود لکھوں گا۔ مگر جبکہ نظیری شعر میں لایا اور وہ فارسی کا مالک و
 عربی کا عالم تھا تو میں نے مانا۔ کیا ہنسی آتی ہے کہ تم مانند اور شاعروں کے مجھ کو بھی یہ سچ ہو کہ استاد کی عزت

منطق میں
 زبان کا بیان

یا قصیدہ سانسو کہ لیا یا اسکے قوافی کہ لئو اور ان قافیوں پر لفظ جوڑنے کی لاجل لا قوۃ۔ بچپن میں جب میں
 ریحیہ لکھنے لگا ہوں لغت ہے مجھ پر اگر میں نے کوئی ریحیہ لکھ کر قوافی پیش نظر رکھ لئی ہوں صرف بجز اور دریا
 قافیہ دیکھ لیا۔ اور اس میں میں غزل قصیدہ لکھنے لگا۔ تم کہتے ہو۔ نظیری کا دیوان قوت بحر قصیدہ
 پیش نظر ہوگا اور اس کے قافیہ کا شعر دیکھا ہوگا پہر لکھا ہوگا۔ واللہ اگر تھارے اس خط کو دیکھنے سے پہلے میں
 یہ بھی جانتا ہوں کہ اس زمین میں نظیری کا قصیدہ بھی ہر جہاں جاوے گا۔ وہ شعر۔ بھائی شاعری معنی
 آفرینی ہر قافیہ پائی نہیں ہے۔ زمان لفظ عربی از منہ جمع۔ دونوں طرح فارسی میں استعمال۔ زمانی
 کہن ماں۔ ہر زماں۔ زماں زماں۔ دیں زماں۔ دریاں زماں۔ سب سے اور فصیح جو ہو سکے غلط
 کہے وہ گدھا۔ بلکہ اہل فارس نے مثل موج و موج یہاں بھی ہر بڑھا کر زمانہ استعمال کیا ہے۔ کہ زماں
 کو جس نے کبھی غلط نہ کہا ہوگا سعدی کے شعر لکھنے کی کیا حاجت۔ منو میاں میر ہو طین یعنی ہندی
 جو دادی فارسی انی میں م تے میں ہا پنی قیاس کو دخل دیکر صنو بطایجا کرتے ہیں جیسا وہ گھٹا
 عبد الواسع ہنسوی لفظ نامزد کو غلط کہتا ہے اور یہ تو کا پچھا قتل صفو تکرہ و شفق تکرہ و شفق تکرہ
 اور ہمہ عالم گھٹا کو غلط کہتا ہے۔ کیا میں بھی ویسا ہی ہوں جو کیناں کو غلط کہو گنا۔ فارسی کی میرزا
 یعنی تزار و میر سہا تھ میں ہے۔ اللہ الحمد و اللہ الشکر۔ مرقومہ چار شنبہ ۲۷ ماہ گشت شمع
 ایضاً میاں تھانوی تھالان بننے مارا۔ میں نے کب کہا تھا کہ تھالاکلام اچھا نہیں۔ میں نے کہا
 تھا کہ دنیا میں کوئی سخن فہم و قدر دان ہوگا مگر بات یہ کہ تم مشق تھکی ہو اور میں مشق فانی
 مستغرق ہوں۔ بوعلی سینا کے علم کو اور نظیری کے شعر کو متعلق اور بیفائدہ اور بوجہم جانتا ہوں۔
 زیست بسر کر نیکو کچھ تھوڑی سی اُحت درکار ہے اور اتنی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور سحری۔
 سب خرافات ہے ہندوؤں میں اگر کوئی اوتا رہا تو کیا اور مسلمانوں میں نبی بنا تو کیا۔ دنیا میں
 نام آور ہوئے تو کیا اور گناہ چھوے تو کیا۔ کچھ جہماش ہو چھوچھت جسمانی باقی سب ہم آریار جانی

ہر چند وہ بھی ہم پر گزیرا ہے اسی پر پڑھنا شاید اگر پڑھ کر پڑھ جائے اور پڑھنا ہی اس وقت ہے جب گزیرا
 جاؤں عالم ہر گز میں نہ پڑاؤں جس لئے میں نے نام عالم بلکہ دونوں عالم کا پتہ نہیں کر سکا جواب مطابق سوال دیا جاتا ہے۔
 اور جس کو عالم کہہ اس کو دنیا کا رہنا ہوا لیکن سکون حاصل ہوں یہ دیا نہیں ہے۔ سراسر ہے۔ ہستی نہیں ہے۔
 پندار ہے تو ہم دونوں چھو خاصے شاعر ہیں۔ مانا کہ سدی حافظ کے برابر مشہور ہو چکے انکو شہرت کیا حاصل ہو
 کہ ہو کر ہو گا۔ قطعات تاریخ اگر کہیں گزیرا ہوں پھر تمہاری پانچ بھجنا ہوں خالق معنی معنی آفرین اور ہم
 اور جاننا۔ لیکن جسطرح اللہ میں مشد لام کو دو لام کے قائم مقام قرار دیا ہے الہ الہی الہ الف ممدودہ کو دو
 الف کیونکہ سمجھیں قیاس کلام نہیں آتا۔ اتفاق سلف شرط ہی جیسا کہ کسی نے الہی میں الف نہیں ہے
 تو ہم کیونکہ پانچ۔ دویم بروزن جویم غلط۔ دویم ہی بغیر تختانی بالفرض تختانی بھی لکھیں تو دویم پڑھیں گے۔
 اگرچہ لکھیں گے دویم واو کا اعلان کمال باہر ہی ہوا۔ مگر نہ یہ حذف تختانی مثل نہیں بخیر
 تون۔ بلکہ بطریق قلب بعض۔ دویم کا دو می ہو گیا۔ کنوی کی تاریخ کو بے تال بچھڑا۔ اور تاریخ وفت
 کا اور وہ سوچو۔ کس واسطے کہ جیسا الہی میں سے ایک الف لیا تو ایک عدد کم ہو جائیگا۔ واللہ اعلم۔ از غالب
 روز و زمانہ بلکہ وقت و زمانہ بعد خواندن نوشتہ شد۔ یکشنبہ۔
 ایضا بجائی تمہارے ہیں و خوب تقال کیا۔ میں نے حقیقت یہ شعر پڑھا ہے ہند آمدنی نارائن
 آمدنی جگہ آمدنی بصیرتہ ستر سال باہر معلوم ہوا۔ رسید در ہند نارائن دیاب۔ اسکی جگہ لکھا
 واقعی پوٹین کا بچپا راہ میں واقع ہوا۔ پھر رسید در ہند بجا۔ تمہارا تصرف تحسن جسطرح تم لکھا ہے
 رہنے دو۔ صاحب سبکدستاں کی کیوں گھرا ہے ہو میں تمہارے گھرانے سے گھرا ہوں فتح کو گل زلف کو سنبل
 فرض کرتے ہیں سبکدستاں میں کیا عیب ہے۔ اور اگر نہیں پسند تو یہ قصہ ہی جانے دو ہوتی تک کہ اتوار کے
 مٹھیں مٹھو کا دن تیسرے پہر کا وقت ہے میر قاسم علی صاحب تشریف نہیں لائے۔ مائرس کے منصف اور دلی
 کے نام منصف ہیں۔ از غالب روز و زمانہ یکشنبہ ہشتم اکتوبر ۱۹۵۹ء۔ آخر روز۔ +

ایسا میاں سونہر ہر قصیدہ کا مریج شعور کے فن کی ایسا بیگانہ ہے جیسے ہم اپنے اپنے مسائل میں سے
 بلکہ ہم باوجود عدم وقعت اور دینی سے غور نہیں اور وہ شخص اس فن سے بیزار ہے علاوہ اس کے
 وہ اتالیق کہاں۔ وہاں سے نکالے گئے دلی میں اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہیں جیسے آئے ہیں ایک بار سے
 پاس نہیں آئے نہ میں بھی پاس گیا یہ لوگ اس فن بھی نہیں کہ ان کا نام لیجیے جو جاؤ ان کے درجہ کیجیے۔ ہاؤز کی
 لے دینا نیست مہرے سزاوار مدح * اے دنیا نیست مشقتی سزاوار غول + غالب
 ایضا اگر شری اور خاتم دونوں ایک ہیں تھے خاتم معنی نگین باندہ حایہ غلط جنس وفا کی تحس
 کیا ترکیب ہے جنس کی جزو فالبتہ درست ہے۔ نظر اول میں سبب تکرار اس اور کثرت درود و
 کے میں نے خیال کیا ہو گا ۱۱ یہ خط لکھ کر بند رکھا تھا کہ کل صبح روانہ کروں گا۔ چشم بدود و راج ایوقت کہ
 دو گھڑی دن ہی آپکا نازشنا نہ پہنچا وہ سراج میں نے خالی چھوڑ دیا ہوا اسکو کتر کہ یہ سطرین لکھ کر پھر
 کرتا ہوں سبحان اللہ ۵ دیگر تنواں گفت خص را کہ ہم ست ہیں ۶ اسکا وزن کب درست ہو گیا
 فراتے ہوئے غور کرو۔ بعد غور کے اسکی ناموزونی کا خود اقرار کرو گے۔ شرف قزوینی کے مطلع میں سلو غم
 در کشیدہ ایم۔ و دم در کشیدہ ایم۔ دو سر شعر میں پانہا زہر ستم در کشیدہ ایم۔ در کشیدن کو ربط پانہا
 ساتھ ہی پانہا کے ساتھ۔ اگر زہر در کشیدن جائز ہوتا تو وہ ہم کے قافیہ کو کیوں چھوڑتا۔ تیسے شعر میں
 قلم در کشیدن ہے۔ چوتھے شعر میں آب در کشیدن ہے۔ پانچویں میں سر در کشیدن ہے۔ کیا زہر پانی ہے۔ اگر
 مثل زہر آب ہوتا تو روا تھا۔ سبحان شہر عبارت جائیگہ شرف قزوینی ساغر و پیمانہ زہر در کشید۔ آہی زہر
 شرف زہر کجا در کشید بلکہ پانہا زہر در کشید۔ شاہم ساغر ستم در کشید۔ ستم در کشیدن کجا و پیمانہ غم در کشید کجا
 پہنچے تو تھکوا جازت دی ہے۔ خیر رہے دو۔ ہند میں اسکو کون سمجھیکا جاہو یوں کرو ۷
 دلی من دل انجہ ہم در کشیدہ ایم در کیا نفس دو ساغر ستم در کشیدہ ایم
 غالب ۱۱ سبحان اللہ تم جانتی ہو کہ میں اپنے مصحف منوروں کرنے پر قادر ہوں جو مجھ سے پہلے مانگتے ہو

گمان نسبت بود بر منت زبید روی * بدست مرگ و لے بدتر از گمان تو نیست
 خیر شرف فردینی کی سند پر وہ مطلع ہے دو غائب ۱۲ میں ایسا جانتا ہوں کہ دراعہ تشدید ہو اور وہ
 درع بوزن نزع اور لغت سے ۱۱ صاحب یہ قصیدہ تم نے ایسا لکھا ہے کہ میرا دل جانتا ہے کیا کہنا ہے۔ ایک خیال
 رکھا کرو شعر اخیر میں کوئی بات ایسی آجائے کہ جس سے ختام کے معنی پیدا ہو کریں۔ ایک قصیدہ
 اصلاح دیکر بھیج چکا ہوں اور اسی درق پر ظانے صاحب کے باب میں تم کو ایک نصیحت کر چکا ہوں۔ ادھر کے
 جواب کا ہرگز خیال نہ کرو اور ادھر سے اگر قصیدہ کے ارسال میں دیر ہو کرے تو گھبرایا نہ کرو۔ اب میری ایک
 قصیدہ ہے ایک لشکر برادر ام اور ایک کل آیا ہے برجانا ندو دریا ماند خوب ہے کہ مضمون سے پہلے مدوح
 ڈھونڈنا پڑتا ہے اگر میں تم کو مدوح بنا سکتا تو قصیدہ اس کے نام کا تھے مگر اچکا ہوتا اور اس مدوح تک
 پہنچا چکا ہوتا۔ بجائی ایک قیصر ہے کہ لکھنؤ کے قابل نہیں ملے ملاقات ہو کر کہہ سکتا ہوں۔ اللہ اللہ *

ایضا صاحب گوہر خاوریہ قصیدہ بہت اصلاح طلب تھا ہمیں صلاح دیکر تمہاری پاس بھیج دیا ہے جب تم
 صابر کرکھو گے ہم تمہارے مدوح کو بدینگے کل تمہارا قصیدہ پہنچا ہے وہ پر کو کچھ درست کیا آج پیش ہے
 ۱۲ ستمبر کو ٹوک میں بھجوا دیا۔ صاحب آج میرا بادشاہ آئے تمہاری خیر و عافیت انکی بانی معلوم ہوئی
 اللہ تمہیں خوش رکھے اور مجھ کو تمہارے خوش کھنے کی توفیق دے مدوح کا نام کیا لکھوں بات اسی قدر ہے کہ
 راسو میں کوئی صورت کی طرح نئی نظر نہیں آتی ورنہ کیا تمہارا قصیدہ وہاں نہ بھجواتا ۱۲ دراعہ کو نہ کہو کہ تشدید
 نہیں ہے۔ اصل لغت مشدود ہے شعرا اسکو محقق بھی باندھتے ہیں سعدی کے مصرعے اتنا مقصود تھا
 ہوا کہ دراعہ تشدید بھی جائز ہے۔ یاد رہے جاوہ اور دراعہ دونوں عربی لغت میں وہ وال کے تشدید سے
 اور یہ کی تشدید مگر خیر جاوہ و دراعہ بھی کہتی ہیں یہ کہو کہ دراعہ تشدید بھی جائز ہے
 ایضا صاحب ریاض و تقریظ کا لکھنا ایسا آسان نہیں ہے جیسا تم کو دیوان کا لکھ لینا کیوں روپیہ
 خراب کرتے ہو اور کیوں چھپواتے ہو اور اگر یوں ہی جی جاتا ہے تو ابھی کہے جاؤ آگے چل کر دیکھ لینا۔

آجیہ دیوان چھوڑ کر دوسری دیوان کی فکر میں پڑ گئے تم تو دو چار برس میں ایک دیوان کہہ لو گے
میں کہا تک بیچارہ لکھا کرونگا۔ مدعا یہ ہے کہ اس دیوان کو اس دیوان کے برابر ہو لینے دو۔ ان
کچھ قصیدہ و رباعی کی فکر کیا کرو۔ دو چار برس میں اس قسم سے جو کچھ فراہم ہو جاوے دوسرے دیوان
میں اس کو بھی راج کر دو۔ صاحب جہاں تقی میں الف نہ سمائے وہاں کیوں لکھو۔ اسد
ایضاً دیت یہ لفظ نیا بنایا ہو مقصود ہوتا رہا میں نے سوچ لیا مگر زہار اور کوئی نہ سمجھے گا لمبھی
فی بطن القائل کے یہی معنی ہیں۔ چمن پر خار و چمن بچیا۔ ان دونوں ترکیبوں میں ایک لکھ لو
ان سب اشار میں نہ عیب لطف۔ دیکھو صاحب خط میں پھر وہی بیش و بیش کا قصہ لائی ہو چہ جرم
وچہ سبب وچہ گناہ پر جو سن لائے ہو۔ عشق بہت و صدف ہر تہا مرا چہ جرم۔ اسکی جتنی
جاناں دے۔ پاراں دے کہ یہ تمام غل سہیل علی ہو۔ اگر یہ ترکیب سست ہوتی تو میں ساری غزل
کیوں نہ کاٹ ڈالتا۔ دیکھو رفیع السودا کہتا ہے۔ نہ ضرر کفر کو نہ دین کو نقصان مجھ کو
باعث دشمنی اگر گور مسلمان مجھ سے۔ غالب کہتا ہو۔ مجھ تک کہاں کی بزم میں آتا تھا دوڑم
ساتی نے کچھ لا دیا ہو شراب میں بد یعنی اچھے دور مجھ تک یا ہو تو میں ڈرتا ہوں۔ یہ جملہ سارا مقدر ہے
میرا فارسی کا دیوان جو دیکھو گا وہ جانے گا کہ جگر کے جگر مقدر چھوڑ جانا ہوں مگر ہر سخن قوی و مستر
مکاتے دار و دیوار فرق البتہ وجدانی ہی بیانی نہیں۔ اگر دریا فتی برداشت بوس۔ وگر
غافل شدی فسوس فسوس۔ ادا سدا شد۔ روز جمعہ۔ ۱۳ جنوری ۱۳۵۷ء

ایضاً صاحب قصیدہ تنے بہت خوب لکھا ہو قصہ عالی شانہ اسکا نہیں صلہ دی۔ نواب مصطفیٰ
خان صاحب کے ہاں سو قصیدہ کی رسید آگئی یقین ہے کہ تم کو بھی خط لکھیں۔ دیو لایا ہاں آیا چاہیے
ہیں اور جگہ یہ لکھا تھا کہ قصیدہ پہنچا۔ کیا کہنا ہو ایسا ہو اور ایسا ہو۔ میں چند روز میں ہاں آتا ہوں
عند الملاقات اس قصیدہ کے باب میں باتیں ہونگی۔ حیناء الذی نجا حصہ کا بھی مقدمہ آجکل فیصلہ چاہتا

وہ قصیدہ سیری پائل انتے آنگو دیا جائیگا انشاء اللہ العلی العظیم ۛ از من فراغ برد بردیم
 من از فراغ ۛ بردیم من از فراغ یعنی قطع نظر کردم از فراغ و نوید شدم از فراغ ۛ ۱۲
 ایضا بھائی ریمیا و سیمیا خرافات ہو اگر انکی کچھ جمل ہوتی تو اسطوار افلاطون اور بوعلی بیہی
 کچھ اس باب میں لکھتے۔ کیمیا اور سیمیا دو علم شریف ہیں جو ایشیا کی تاثیر سے تعلق رکھتے وہ کیمیا اور جو
 اسمائے متعلق ہو وہ سیمیا ۛ جان غم سیمیا خود گہ ۛ دل سوائے کیمیا نیا و دم ۛ
 شعر چنی ہو گیا یہ سمجھا کر وہ اگلے جو گھ گئے ہیں وہ حق ہو۔ کیا آگے آدمی حق پیدا نہیں ہوتے تھے۔
 زبان و زمانہ کو میں پاگل ہوں جو غلط کہوں گا۔ ہزار جگہ میں نے نظم و شعر میں زبان زمانہ لکھا ہوگا
 وہ شعر کس واسطے کا لکھا۔ سمجھو پہلا مصرع لغو۔ دوسرے مصرع میں نبرد کا فاعل معدوم۔ حلقہ زرگی
 نے بر نقطہ تھامیں نے غصہ میں لکھا کہ نہ حلقہ را درست نہ حلقہ را درست۔ مگر یہ فارسی سید لائے ہی خیر
 رہتے تو۔ قرآن میں مجھے سمجھاتے ہو کہ جدا جدا کلام اہل زبان خواہند یافت مگر میں بانی کلام اہل زبان
 نہیں ۛ گردش چرخ استخوان سائید ۛ اس سے بہتر کچھ ہے ۛ سودہ شد
 استخوان ز گردش چرخ ۛ باقی اور مصرعے سب اچھے بنائے ہیں۔ غالب۔ ۛ
 ایضا حضرت پرسوں بھکو بہتہاے سب اغذا ایک لفافہ میں بند کر کے ڈاک گھر بھجوا دیئے سمجھا
 کہ اب چند روز کو جان بچی اسی دن شام کو ایک خط آچکا اور پہنچا اسکو بھی روانہ کرنا ہوں اپنا حال
 کے خط میں مفصل لکھ چکا ہوں ادنیٰ بات یہ ہو کہ جو کچھ لکھتا ہوں وہ لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ مری
 کی بات ہو کہ میرا لکھا ہوا میرا حال باور نہیں اور کسی نے جو کہد یا کہ غالب کے ہانوں کا دم اٹھا
 اور اب شربان کو بھی پتیا ہو تو حضور نے ان باتوں کو یقین جانا۔ میں اس آگے یہ بات تھی کہ اگر
 یاراں میں یا پیش از طعام چاشت یا قریشم تین گلاس پی لیتا تھا اور شربانہ معمولی میں مجرا
 لیتا تھا ہن تین تین میں ساتیں ہوئیں بڑی بڑی مینہ برسی ہنیا کی طرف لیس بھیجی انگز بلکہ انکی شربت

کی مقدار کم ہو گئی ہے۔ پاؤں کا درم صدی زیادہ گزر گیا۔ مادہ تحلیل کے قابل نہ نکلا۔ کھولن شروع ہو گئی
حکماء جو دو تین یہاں ہیں انکی رائے کے مطابق کل سے نیچا بھرتا بندھیکا وہ پکالا ایک گائب اس کے
پھوڑنکی تدریس کچا یگی۔ تنہا زخمی۔ پنڈلی زخمی اگر وہ نامور وید رو جھوٹا ہے تو اسپر ہزار لعنت۔ اور اگر
میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر صد ہزار لعنت ۱۲

ایضاً مزاحمت یہ غلطی بہتارے کلام میں کبھی نہیں دیکھی تھی کہ شعر ناموزوں ہو۔ بڑی قباحیت
یہ کہ اہم تر تشدید لفظ عربی ہے۔ دیگر تو اس گفت خاص را کہ عم سہت و گزیر اور ہو جاتی ہے
مانا کہ فارسی نویسان عم نے یوں بھی لکھا ہو گا کہ اسقاط کی کیا توجیہ کرو گے اور پھر اس میں
تجلی بحر بدل جاتی ہے۔ ناچار اس شعر کو خال الو نہیں نے نہیں قصائد لکھنے کو کہا تھا۔ اب تم منع کر
ہیں کہ عاشقانہ قصائد نہ لکھا کرو۔ مگر بشرط ضرورت کہو مگر بغیر غور ۱۲ غالب۔ ۱۶ جولائی ۱۸۶۷ء
ایضاً صاحب کشیدن کی جگہ در کشیدن بلکہ بر کشیدن کی جگہ در کشیدن نہ چاہیئے براہ
درد آمدن کا استعمال بعض تاجرین نے عام کر دیا ہے یعنی در آید سے بر آید کے معنی لیے ہیں لیکن کشیدن
اور ہر اور کشیدن اور۔ میں قریب ہر گ ہوں۔ پاؤں کے درم تے اور ہاتھ کے پھوڑے مار ڈالو
باور کرنا اور میرے سب آدمی بلکہ بعض دوست جو روز آتے ہیں وہ بھی گواہ ہیں کہ میں صبح سو شام
شام صبح و شام کرتا ہوں خطوط کی تحریر بیٹے بیٹے ہوتی ہے۔ اشعار اصلاح کو بہت جگہ سے آتے تھے
سب کو منع کر دیا۔ ایک رئیس را پورا اور ایک تم۔ ان کی اصلاح رہ گئی۔ *

ایضاً حضرت آپ کے سب بچے سب قصیدے کہتے۔ بعد اصلاح بھیج دیے گئے۔ شاعر
کی عمر آلام روحانی۔ نہیں کہوں نہ کوئی باور کرے۔ امل فرج جہانی میں کیا کلام ہے بایں پاؤں
میں مہینا بھر سے درم ہے۔ کھڑے ہونے نہیں لگیں پھٹنے لگتی ہیں افعال مانع ناقص ہو گئے
حافظ کو کبھی تھا جہانی نہیں قصہ مختصر ایک قصیدہ کا سابق اور ایک کل کا آیا ہوا یہ دونوں

تقریباً اسی کے قافیہ شعر نے لکھی ہیں سب ان کے اور سند ایوان کی موسیقی خالص حضرت شاعر ایوان
 لکھا ہے۔ تہن بر وزن قلزم ہر فردوسی نے سوجگہ شامنامہ میں تہن بسکوں ہا ہوز لکھا ہے۔ تہن کیا
 ہرنت کی دو صورتیں یا گیش لاول و التوہ لغت ہی ہرکت ہا ہے ہوز ہر ہر کے کس قدر کلام کو طول
 صاحب کے شعر کی حقیقت شرح و بسط سے لکھی تھی ہرگز اعتبار نہ کیا۔ ایوان کو الگ تہن مصیبتاہ کو جہاں بھلا
 سیری قول کو گزشتہ سمجھتے ہو۔ نر امصیبتاہ یا حشر تہا بر باق قاطع میں یا ہر عجم میں ہکود کھادو۔ وہی وہا
 کہ جہاں کے بعد مصیبتاہ یا حشر تہا یا دیا آتا ہے تو تختانی کو حذف کر کے واویلا وغیرہ لکھی ہیں چاہو ہر واویلا
 لکھو۔ چاہو واویلا لکھو چاہو خریں یا ہوز لکھو۔ جیسا کہ امصیبتاہ۔ چاہو بے ہا ہوز و امصیبتاہ۔ اور یہی
 حال ہر حشر و درد و تاسف و دین کا جہاں ان کے ساتھ امصیبتاہ یا وہاں اے کو حرف نذا اور نذاوی
 یعنی ہنشین اور عجم کو مقدم سمجھو۔ فرہنگ لکھنؤ والوں نے اشعار قدما میں کیہیں کیہیں اپنا قیاس و طراکی
 حقیقت ٹھہرائی۔ کہیں ان کا قیاس غلط کہیں صحیح۔ انہیں کو کئی دلیل کہ فہم ہے کہ اس کا قیاس لغت میں
 دس جگہ صحیح ہو۔ میں نے تو صاف لکھ دیا تھا کہ موسوی خاں کے شعر کی سند پر ایوان کو رہنے دو مگر صاحب شعر میں
 ایوان کو الگ امصیبتاہ کو جہاں سمجھو۔ ہمارا قیاس نے پھر تمہیں کہیں کا کہیں پھینکا اور تم نے بھی کہا
 کہ صاحب نے ایوان لکھا ہے۔ نجات کا طالب غالب +

ایضاً یہی اگر آپ استاد کا معرکہ لکھتی تو میں بروا ستارن رنگ کو کہاں سے سمجھتا ہے ہر از
 نصحت گرے بایت ہر نازم پڑن من چہ پیش آیدت + میں نے جو لکھا کہ میں اچھا ہوں اس کو آپ سمجھ کر
 خدا کا شکر بجالائے۔ وہ جو میں نے لکھا تھا کہ شدت مرض کا بیان مبالغہ شاعرانہ ہے اس کو بھی آپ نے سچ
 جانا ہو گا حالانکہ یہ دونوں کلمہ ازراہ طے نہ تھے۔ میں جھوٹے بیزار ہوں اور چوٹے کو ملعون جانتا ہوں
 کبھی جھوٹ نہیں بولنا جب تم نے کی طرح بیان وقعی کو باور نہ کیا تو میں نے تمہیں لکھ بھیجا کہ اچھا ہو
 اور یکلمہ تمہیں میں نے جب لکھا ہے کہ عہد کر لیا ہے کہ جیت تک میں م میں م اور ماتہ میں جنش قلم ہے جب تک

اصلاح خیال میں آسکتا ہے آج جو تھارا دفتر پہنچا اسکو کل روانہ کر دیا کرونگا مجھ کا حال میرا یہ ہے کہ قریب تک ہوں۔ دونوں باتوں میں پھوڑی یا فوں میں درم نہ چھوٹے ہوئے میں یہ رفع ہوتا ہی بیٹہ نہیں سکتا۔ لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ کل تھارا دور ورقہ آیا آج صبح کو لیٹے لیٹے اسکو دیکھ کر کہیں بھجوا یا۔ زہنا تم مجھے تندرست بھجواؤ اور دفتر کے دفتر بھیجتے رہو۔ ایک دن ہی زیادہ توقف نہ کرونگا۔ قریب مرگ ہوں تو بلا سے۔ غالب صبح پنجشنبہ۔ ۲۳ جولائی ۱۳۲۸ ع۔ *

ایضاً صاحب قیصر پر قصیدہ لکھا اور خوب لکھا آفرین ہے پھر استاد کے شعر تھیں کیوں کہ تو نے اسکی کچھ حاجت نہ ہمیں کوئی افواش جس تہاری۔ ایک شعر کو ایک شعر کے بعد رکھ دیا ہے تاکہ مقطع کلام ہو جائے۔ پہلا قصیدہ تمہارا برآوردہ ہم کی آواز کا سنت ہی اسکو جسے نا منظور کیا مگر نظر ثانی میں جو شعر قابل کہنے کی ہونگے وہ لکھ کر تمکو بھیج دینگے بفضل ایک شعر کی قیامت تم پر نظر کر رہے ہیں تاکہ آئندہ اس بالغزیر احراز کرو۔ نور سادات از جملہ قاصد مچکد یہ کیا ترکیب ہے جبہ بروزن چشمہ ہے یعنی دو مای ہوتے ہیں جبہ قاصد ایک مای ہوتے کہاں گئی۔ ہر کجا چشمہ بود شیریں بد چشمہ کچھ نگہ چشمہ لکھتے ہو۔ یہ بات ہمیشہ کو یاد رکھو اتنے بڑے شاق سی ایسی غلطی بہت تعجب کی بات ہے ۱۲ میاں برگردنیانہ ساز و نیش بود یہ کوئی لغت نہیں ایک لفظ نہیں کہ کسی فہم نگ میں سے نقل آئے یہ طرز تحریر ہی اسکو یاد ہے کہ اسکا نظیر کہاں موجود ہے۔ اس میں تو قطع نظر وہ شخص ایسا کہاں کا فارسی ان اور علم کہ میں نے کون کس طرح بیت سنجی کروں۔ دو جو تیاں آپ لگا دیں ایک جوتی تم سے لگوا دی اقبطم نظر کرو اور سکوت اختیار فرؤ میں یہاں کا خاکا اڑا رہا ہوں چار شربت اور خیانت اللغات کو حیض کا لہہ سمجھتا ہوں ایسے گناہ چھو کروں ہی کیا مقابلہ کرونگا۔ برہان قاطع کے اغلاط بہت نکالی ہیں جس خبر کا ایک رسالہ لکھا ہے اسکا نام قاطع برہان رکھا ہے اب اسکے چھاپے کی فکر ہے اگر یہ رسالہ حاصل ہو گیا تو ایک جلد بھجوا کی تمکو بھیج دوں گا ورنہ کا تب سے نقل کروا کر غلطی ایک جلد بھیج دوں گا۔ بہت سود مند نسخہ ہے ۱۲

یہ سب باتیں
میر کی زندگی میں
ہوئی تھیں

اس قصیدہ مبرکہ کو موافق اصلاح کے اس غرض اور کاغذ پر نقل کر کے اور جو مطالب اس کا غرض و مقوم ہیں ان کو حافظہ کے سپرد کر کے اس ورق کو چھار ڈالو اور اس قصیدہ پر ناز کیا کرو یہ قصیدہ تمہارا ہلکا بہت پسند آیا ہو
ایضاً صاحب تمہاری یہ اور اق سکندر آباد سیولی اور دلی سے رہا ہو پہنچو یقین ہو کہ رہا ہو میر کی پہنچ ہو
سکندر آباد پہنچو مگر سو ایک مصرعہ کے چھوڑو جگہ کی اصلاح یا وہ نہیں تم جو اپنے فرزند کو ناشائسا
مراجہ روزگار کہتی ہو خود اس سے کیا کم ہو پہلے تو یہ بتاؤ کہ رہا ہو میں مجھ کو کون نہیں جانتا کہاں مولوی
وجیہ الزماں چھپا کہاں میں اٹھا مسکن میر کی مسکن سے دور پھر در دولت رئیس کہاں اور میں کہاں
چاروں دلی شہر نے اپنی کوٹھی میں اتارا میں نے مکان جدا گانہ مانگا دو تین عیالیاں برابر برابر جو حکو عطا
ہوئیں اب میں رہتا ہوں بحسب اتفاق ڈاک گھر مسکن کے پاس ہے ڈاک منشی آشنا ہو گیا ہے برابر دلی
سے خط چلے آتے ہیں صرف رامپور کا نام اور میرا نام محلہ اور عرف کی حاجت نہیں بلکہ در دولت اور دلی
صاحب کے نشان ہو شاید خط تلف ہو جائے۔ دوسری بات جو منہ لکھی ہے وہ بھی مطابق واقع و
مناسب حال نہیں اگر قامت قرار پائی تو حکومتوں کا۔ غالب۔ ۴۔

ایضاً صاحب قاضی شاد کا ذکر کتب طبع میں بھی ہو امر غنی کے ماں بھی ہو تمہاری ماں چچا نہیں
بندھا تھا اسو طوطا کاٹ دیا۔ قرآن سے لفظ غریب ہے جسکو سطح کو چھتی ہو۔ خاقانی کے کلام میں
اور آسانہ کے کلام میں ہزار جگہ آیا ہے۔ قرابا و شاد بنوں لغت عربی الاصل صحیح ہیں۔ غالب
ایضاً وہ دل سے اعذار جو گانہ در نظر آتا ہے بارہو دو غانہ اگر بود کے آگے کے واؤ کو موقوف اور
مخوف کر کے تو ہمارے نزدیک کلام سرسبز بلخ ہو جائیگا۔ میری جان جو خجالت کہ مجھ کو تم سے ہی شاید
بسبب عبادت کر کے قیامت میں خدا سے بھی نہ ہوگی اور بسبب خلاف شرع کر کے پھر سے بھی
نہ ہوگی مگر خدا ہی جانتا ہے جو میرا حال ہے۔ مرگب ناگاہ کا طالب غالب۔ ۴۔
ایضاً مرزا افتخار صاحب اس قصیدہ کے باب میں بہت باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرنی ہیں

پہلے تو کہ خیر را و گوہر را کو تمنی از قسم تا فرمجا اور اس پر شعرا سادہ سند لائے یہ خدشہ نہیں پیدا ہوتا مگر
 اردو کو کہ اور متبیدیوں کے دلیں سلیم ۛ شربا نقل خواہد گیر ساغرا ۛ کہ احتیاج شکستہ نیست شربا
 یغزل شاہجہاں کے عہد کی طرحی ہو۔ صائب قدسی شعرا ی ہند نے اس پر غزلیں لکھی ہیں دوسرے یہ عہد
 کا پورا نام بے تکلف آتے ہوئے خالی کیوں اڑا دو۔ ضیاء الدین احمد خاں نام ہو۔ ہندی میں خٹان
 تخلص فارسی میں تیر تخلص ۛ ہمارا تیر خٹان ضیاء الدین احمد خاں ۛ دیکھو تو کیا پاکیزہ مصراع
 یہ نہ کہنا کہ شعرا مدوح کا نام نکال دیتے ہیں وہ جب ضرورت شعریہ جس بحر میں پورا نام نہ آئے
 اس میں شوق سے لکھو جائز و مستحسن جس بحر میں نام مدوح کا درست آوے اس میں فروگزشت کیوں کرو۔ دوسرے
 الرضا میں مکو خطا ہم چکا ہوں پہنچا ہو گا۔ کل ایک قصیر یاپس آ یا کوئی صبا عطاء اللہ خاں
 نامی تخلص کرتے ہیں خدا جانے کہاں میں اور کون میں ایک دو مستثنیٰ وہ قصیر یاپس بھیجائیں
 اس کا جواب لکھ کر اسی دوست کے پاس بھیج دیا۔ مکو قصہ چھٹیا ہوں پڑھ کر حال معلوم کرو گے تمہاری شعر
 جو ترو تھا اس کا جواب میں نے یہ لکھا ہے مکو بھی معلوم ہے ۛ رفت اپنے بمنصور شنیدی تو
 وین ہم ۛ ایدل سنخے ہست نگہدار زباں را ۛ تردید کہ اپنے بمنصورت نہیں دیکھا۔ اپنے بمنصورت درست
 ہے جواب با موصد علی کے معنی بھی دیتی ہو پس جو کچھ برستے مراد تھی وہ با موصد علی حاصل ہو گئی
 آہ اگر با موصد کے معنی معیت کے لیں تو بھی درست ہی نظیری کہتا ہو ۛ شادی کہ غنیمت کشتی
 دم نیرنی ۛ در شہر میں معاملہ باہر گدا رو دہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں معاملہ ہو اور اس شعر میں معاملہ کا لفظ
 نہیں۔ جواب ہٹا یہ ہو کہ سراسر دونوں شعروں کی صورت ایک ہی نظیری کے ہاں معاملہ کو رہے
 اور تفسیر کو ان مقدّم ہر وقت کا صلہ اور تقدیر با موصد کیساتھ دونوں جگہ ہو والسلام ۛ اللہ ۛ

یہ شعر
 اردو کے حصہ دوم

یہ شعر
 اردو کے حصہ دوم

ایضا صاحب دیکھو پھر تم دنگا کرتے ہو وہی پیش و پیش کا قصہ نکلا۔ غلطی میں جمہور کی پیروی کیا نہیں
 یا دیکھو یا بخانی تین طرح پر ہے جزو کل ۛ ہمارے بہر مرغاں ازاں شرف دارد ۛ اس کے نام نہ نام تو
 عقل کو کشائی را یہ ساری عقل اور مثال سب جہاں یا بخانی کی جزو کل ۛ سپر ہمزہ لکھنا کو ماعتل کو گال دینا ہی

کہوں لیکن تعجب ہے اور بہت تعجب ہے کہ امیر زادہ ایران ایسا لفظ کبھی ۱۱ شمسیت لبستن جب ظہوری کے
 ہاں پڑ تو باندھو یہ روزمرہ ہوا اور ہم روزمرہ میں کچے پیرو میں بے پیر ایک لفظ نکساں یا ہر تری در نہ حساب
 زبان ہونے میں ایسے بھی ظہوری سے کم نہیں ۱۲ زائد این تخت ہرزہ کہ گفتی چہ نشدی ۱۳
 حق محفوت گنا ہے شدہ ام تاجہ شود ۱۴ پہلے زائد سے یہ سوال غلط کہ چہ شدی۔ ترا چہ شدی سوال
 ہو سکتا ہے۔ پھر گنا ہے شدہ ام یہ جواب مہل۔ گنا ہو کر وہ ام جواب ہو سکتا ہے یہاں تم کہو گے کہ ہمہ تن
 یا سر پا گنا یا سر سر گنا شدہ ام۔ یہ جواب سچ ہے اسے سر سر لے رابطہ ہو جب تک ہمہ تن گنا نہ معنی نہیں
 ہرگز ہرگز۔ صلاح دیے ہوئے شعر میں مضمون تمہارا ہی ہا اور نکساں کی موافق ہو گیا عجیب ہے تمہارے کہ صرف
 ام اور تاجہ شود کے پیوند میں الجھ کر حقیقت معنی سے غافل ہے ۱۵ باز اول خود از جنس گاہ آزاد
 سیکنی دلم لاہلی نے زبردستی کی ہے گناں اُسے ایک جہ ٹھہرائی ہو یعنی آرزو نہ مصداق آزاد و مضارع
 اور آزاد مراد بمعنی ہم جامد آتا ہے اور ہم جامد کردن کے ساتھ پیوند پاتا ہے خیر ہے دو ۱۶ گند
 آن آہو جوشی ز برم فر وارم ۱۷ یہ شعر مؤید میر کے کلام کا ہے۔ بر وارم و زوارم و سوارم و فر وارم
 یہ الفاظ ایک طرح کے ہیں۔ الف محذوہ کہیں نہیں۔ ہاں بودارد و رودارد و فرودارد و تہارد عقیقہ
 کی تائید کرتا ہے مگر یہ شعر استاد کا نہیں۔ مشائخ میں ہوا ایک بزرگ تھی مولانا علاؤ الدین ۱۸ مایقان کوی
 دلداریم ۱۹ یہ ترجیع بند نہیں ہے۔ ان کو فقر و فنا و سیر و سلوک میں سمجھنا چاہیئے نہ انداز کلام میں
 پر موزست شمشیر کے کہ بر موے میاں دارد ۲۰ بھائی خدا کی قسم یہ مصرع تلوار کی ناز کی کی سند نہیں
 یہ تو ایک مضمون ہے، کمر مور۔ قلموار۔ پر مور و جہ تشبیہ علاقہ پر مور یا مورمانند علاقہ شمشیر یا میان۔ نزاکت
 و جہ تشبیہ کبھی نہیں انصاف شرط ہو تلوار کی غولی تیزی ہی یا ناز کی یہ صوکانہ کھاؤ اور تلوار کو ناز
 باندھو۔ غویں اور تلوار میں مناسبت نہیں پائی جاتی جانے دو شعر سے ہاتھ اٹھاؤ ۲۱ میان خمید
 بھی صحیح اور خمید ن بھی صحیح۔ اس میں کسکو تر و دوہی مگر لغت اور خواہ وہ اور صطلح میں قیاس نہیں چلتا

ہندوستان کے باتونی لوگوں کو خم و خم کو بٹھرتا ہے اور کبھی کسی نظم و نثر فارسی میں لفظ نہیں دیکھا لفظ پیارا لکھو
 بھی پسند کر لیا کروں جو اپنے پیشواؤں سے نہ سنا ہو اسکو کیوں کر صحیح جانوں چمید صیفہ ماضی کا ہے
 چمید سے اوچمیدن ایک مصدر ہے صحیح اور مسلم چم مضارع چم امر آئیں کیا گفتگو کی کلام خم و خم میں ہے
 سو آٹھ سوڑھ و سوڑھ کر اٹھنا جواب لکھ دیا اب شکار کو دیکھتا ہوں خدا کرے مجھ سے کوئی سوال باقی
 نہ رہ گیا ہو اور تم بھی جیساں اوراق طلسمی کو دیکھو تو کوئی صلاح کا اشارہ تم سے باقی نہ رہ جائے غرض ہے کہ آتا
 پھر سطح کبھی لکھنا میں بہت گھبراتا ہوں خیمہ دست و رسیدست میں زنی دست یہ قافیہ درست ہے
 گرسٹ کا الف سب جگہ اُردو اور یاد رہے کہ صرف سین کے کافی ہر الف ضرور نہیں ۱۲ غالب - ۴ -

الضیاء حضرت اس غزل میں پروانہ و پیمانہ و ثبت خانہ تین قافیہ صلی ہیں۔ دیوانہ چونکہ علم قرار پا کر
 ایک لخت جدا گانہ شخص ہو گیا ہے اسکو بھی قافیہ صلی سمجھ لیجئے۔ باقی غلامانہ و مستانہ و مردانہ و ترکانہ
 و دلیرانہ و شکرانہ سب جائز و ناجائز ایطا۔ اور ایطا بھی جتنے۔ مجھے بہت تعجب ہے کہ انہیں قافیوں
 میں ایطا کا حال نکال لکھ چکا ہوں۔ اور پھر تیسے غزل بنی انہیں قوافی پر لکھی۔ کاشانہ و تاشانہ و قشانہ
 و جسانانہ و قززانہ یہ قافیہ کیوں ترکیبے یاد رہے ساری غزل میں مردانہ یا مستانہ یا لاکے
 انتظار میں سو ایک جگہ آوے دوسری بیت میں زہار نہ آوے۔ یہ غزل نظری ہو گئی اور غزل
 لکھ کر بھیج دیا اصلاح دی جائے ۱۲ عفو کا طالب غالب - ۴ -

پناہ ماسٹر پیار کے لال

ایک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز چاک کرتا ہو میں جب سو کہ گریباں سمجھا
 پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ آئینہ عبارت فولاد کے آئینہ سے ہے ورنہ جلی آئینوں میں جہر
 کہاں اور ان کو صیقل کون کرتا ہے۔ فولاد کی جس چیز کو صیقل کرو گے نے شہ پہلے ایک
 لکیر شریکی اسکو الف صیقل کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ معلوم تو اب اس مفہوم کو سمجھئے

چاکر تارہوں میں جب کہ گریباں سمجھا یعنی ابتدائی سن تیز سے شوق جنوں ہے اب تک کمال فن نہیں حاصل ہوا۔ آئینہ تمام صفا نہیں ہو گیا۔ پس ہی ایک لکیر صیقل کی۔ جو ہے سوہر۔ چاکر کی صفو الف کی سی ہوتی ہے اور چاکر جیب آئنا جنوں میں سے ہے ۱۲ غالب ۔

بنام مثنوی حبیب اللہ المخلص ذکا

بندہ پرور آپکا ہر بانی نامہ پہنچا۔ تمہاری اور صاحب زادے کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے دل خوش ہوا جو آپکی عبارت سے سمجھ لیا ہوں اسکا جواب لکھجے اور جو نہیں وہ مطابق میرے التماس کے مجھے سمجھا دیجے عمار و عماد شعر کے قدیم میں سے ہر اُسی کے پان سات بیت کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے پاسے ستر نشود راہ تو رفتن نتوان ۔ بجز بجا رہا رہ غزل کوئے تو رفتن نتوان ۔ پہلے مصرع میں کہ مفرج اور دوسرے مصرع میں مضموم۔ باقی اشعار میں رفتن و سفتن وغیرہ قافیہ میں استاد و مصروفین حرکت با قیل و دی مختلف لایا۔ اگر میں نے پچاس شعر کے قصیدے میں ایک شعر ایسا لکھا تو کیا غضب ہوا۔ آیا متعرض صاحب تہنا و بمثل و نظیر کو نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے۔ یہ دستور میرا نکالا ہوا نہیں قدیم سے ہر بندہ نواز میں نے لکھا کہ مؤید برہان میرے پاس آگئی ہو اور میں اس کے اعتراضات کے جواب نشان صفحہ وسط ایک تختہ نگار لکھ رہا ہوں۔ بعد تمام نگارش تمہارے پاس اس فرادہ بھیجوں گا کہ تم ازراہ عنایت مؤید کا جواب لکھ میری نگارش جو پسند آئے اسکو بھیجا جاوے کر دو تمنے اس درخواست کا جواب ماننا۔ کچھ کہنا اب عنایت فرما کر ان تینوں کا جواب لکھو اور ضرور لکھیے۔ میاں محمد میراں کو دعا۔ مارچ ۱۳۰۸ء

ایضاً اے عنایت بہ عنایت ہم شکل۔ آپ کا خط حاوی حل شبہات جسد پہنچا اسکے دوسرے جواب لکھ کر بھیج دیا۔ دو مصرعوں میں دو لفظ بدلے گئے دو شعروں کے باب میں کچھ تقریر درج ہوئی۔ دو تین شعروں میں تمہاری برکتیں ہر باوجود فقدان حافظہ و استیلائے نسیان ایک مصرع

بلا ہوا لفظ یاد ہوئے چہ غرۃ پیشانی سمن عمر بدل سے چہ غرۃ پیشانی نکھو عمر + دوسرا بدل
 اس قدر یاد رہ گیا ہو کہ شکر و گراں رکاب + کچھ اس طرح کے دو لفظ تھی۔ بے واو عاطفہ کچھ تقدیم
 تا آخر ہو گیا ہو۔ ۱۱ صبح شب ۳ رزی الحجہ مطابق یکم مئی۔ سال حال ۱۲ غالب
 ایضا حضرت مولوی صاحب میں برس دن سو بیمار۔ اوتیریں مہینے سے جیسا فرارش ہوں اٹھو بیٹھنے کی طاقت
 مفقود۔ پھوڑوں سے بدن لالہ زار۔ پوست سے ہڈیاں نمودار۔ پھوڑے جیسے انگارے سلگتے ہیں اعضا
 دن جبکہ بھائے لگتے ہیں ضعف و ناتوانی علاوہ۔ سوز غباری نہانی علاوہ۔ صفت سہل متنع میں
 نواب مختار الملک کے قصیدہ بھیجا۔ کچھ قدر دانی فرمائی۔ رد فریقہ و ہایتہ میں ایک شہنوی جو سابق میں بھی
 تھی وہ محی الدولہ کو بھیجی سید بھیجی آئی اب سنتا ہوں کہ مولوی غلام امام شہید گرد قاتل و کون
 انا و لا غیر بجای ہے میں اور سخن ناشناسوں کو اپنا زور و طبع دکھائے ہیں ایک کم متبرہ سکی میری عمر ہو
 سو کہ شہر ملک کے فن شعر کا کچھ پھل نہ پایا۔ فرمانان عصر عقد ہوئے مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ جنت
 مرجا کا شور سامعہ فرسا ہوا۔ خیر تائیش کا حق تائیش سے آدا ہوا مختار الملک نے یہ بھی نیکیا نہج
 کی داد دی نہ مح کا صلہ دیا۔ حیران ہوں کہ نواب صاحب مجھے کیا سمجھے۔ محی الدولہ سے اور کچھ نہیں کہتا
 مگر یہ خدا سمجھے ۱۱ کل سے پلنگ لٹیا لٹیا غزل کو دیکھ رہا ہوں اور لیٹے لیٹے یہ سطرین لکھتا ہوں
 سے دیدیم گل و لالہ چارنگ آوروں فقیر کے نزدیک دیدیم زائدا گریوں ہو تو بہتر ہو سے
 ہر یک نے گل و لالہ الخ + باشد شفقے کان بلبل تو ماندہ گر چرخ بکام دل مارنگ بر آوروں + باشد
 معنی ہو اگر سکی جگہ آرو ہو تو بہتر مگر اگر صنیعہ مستقبل کا اور آرو دماغی کا۔ آرو فاعل دونوں فعلوں کا چرخ
 ہر چند اساتذہ نے یوں بھی لکھا ہو مگر فارسی گویاں نہ مانینگے۔ پس شعر کو یوں لکھنا چاہیے
 حاشا کہ شفق مثل لب بلبل تو باشد + کے چرخ بکام دل مارنگ بر آوروں +
 سے خو شد دل غمیدہ الخ یہ شعر ہمارے نہ صادق کے قابل نہ اصلاح کا قتلح ۴ اور ۵۔ یہ دو شعر

نخند ان ہوا و یقین ہو کہ قلم و ہند میں اور بھی ایسے آدمی ہونگے کہ سیر و مدعی کے متنبہ کو متنبہ ہو سکیں گے
 عید ست بادہ شد فلک ساغر آفتاب بہ خالصا لشد فلک طرف اور آفتاب منظور ہو کر
 شخص طرف کو منظور اور منظور کو طرف ٹھہرانا ہوا اسکو کون سلم کھے گا اس سے بڑھ کر ایک اور خدشہ
 ہے یعنی مشتبہ اور شبہ یہ ہیں وجہ شبہ شرط ہوا آفتاب ساغر میں تدویر وجہ شبہ ہے شراب فلک
 وجہ شبہ کیاں ۱۲ میں چنے کو ایسا نہیں جانتا کہ تمہارے کلام کو اصلاح دوں قدر دانی کیونکر کروں
 قدر افزائی کرتے ہو۔ دوستانہ۔ نہ استادانہ۔ جو خیال میں آئیگا کہا جائیگا اگر آپ نے اس میں شکیا
 اصلاح کا التزام کیا ہو تو جب تک غذا شعار میرے پاس سے واپس نہ جایا کرے تا کہ شبہ
 شہرت نہ پایا کرے۔ مجموعہ کلام سابق اگر بھیج دو گے میں کمال طبع خاطر اسکو دیکھ کر بھیج دوں گا
 استجازات کیا ضرور ۱۲ نجات کا طالب۔ غالب۔ - - -

ایضا صاحب پہلے مطلع میں لطف نہیں۔ ہاں مضمون لطیف ہے وہ فرد میں خوب گیا
 مطلع ثانی تعجبیات کے مہل نہ گیا۔ ورنہ کا قافیہ اور شعر میں اور طرح سے بندہ گیا تب شعر
 الفاظ یاد لئے سے بہت اچھا ہو گیا۔ جو شعر نے تصرف بدستور رہا اسکا ذکر کچھ ضرور نہیں سانی
 چھٹی نظم غریب ہے نہ اہل ہلی کے زبان نہ گوش زد غریباں کو چھپنی کہتے ہیں جسکی فارسی پر
 ہے اور جس کپڑے میں سائلات کو چھانیں فارسی سکی لاسے پالا اور اردو صافی ہے بنیاد معروض
 برابر نہ ہوا تھا یہ قافیہ دو طرح سے درست ہوا ہو جسطح چاہو ہے ہے دو۔ مرنیکا میرے وقت مقدر
 نہ تھا مقدر وقت مرگ کا انکار خوشو بلکہ مہل ہے گریباں تقدر کا وقت نزل کو قرار دیا جا۔ مقطع میری
 نہیں ہے میرے کی قلم سکونہ رکھو۔ اور مقطع لکھو۔ ۱۲ غالب۔ شنبہ۔ ۱۲ نومبر ۱۹۶۳ء ع۔

بنام منشی میاں داد خاں النخاطب سیف الحق المتخلص بسلح
 منشی حسد سعاد و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سلح کو دیا۔ صاحب

و ہم اور چیر ہے اور احتیاط اور خیر ہے۔ کار پر دازان اک میری خطوط کے ٹکٹ کبھی دبائیں گے اور میرے خطوط کبھی تلف نہ ہونگے آدہ آنہ تھی جبکہ دوست کا ایک نہ کیوں کہوں ۱۲ گلشن بعض کے نزدیک تو اور بعض کے نزدیک گرجی قلم۔ دہی خلعت انکا بھی حال ہو گئی مونث کوئی مذکر بولتا ہے میرے نزدیک ہی اور خلعت مذکر ہے اور قلم مشترک چاہو مذکر چاہو مونث گلشن البتہ مذکر مناسب ہے۔ کہتا ہے بھائی الف دبتا ہو میرے کلیجے میں ایک تیر لگتا ہے۔ کھتا ہے گلشن بھی یہ الف دبتا ہوا دیکھ کر میں نے رکھی ہے بنا دیا۔ مگر گلشن مذکر مناسب ہے۔ چھلکی یا پھلکا تہنا بمعنی محض ہے۔ ہلکی چھلکی ہلکا پھلکا یوں آئے تو درست ورنہ لغو۔ اور پھلکا پھلکا پھلکا چپاتی کو کہتے ہیں یہ دوسرا لغت ہے پھلکے کبھی کوئی نہ بولیکا۔ پانی والی حقہ وقفہ یوں کہیں گے۔ نزوالی اور نزاد وقہ نہ کہیں گے۔ ہلکا پھلکا۔ ہلکی چھلکی کہیں گے سب چیز کو زرا پھلکا یا زری چھلکی نہ کہیں گے۔ تذکرہ تائیت کو باب میں میرزا حبیب علی بیگ سے مشورہ کر لیا کرو۔ اور جتے ہوئے حروف بھی اُنسے پوچھ لیا کرو ۱۲ غالب +

ایضا بھائی جتنے تلو بھیہ نہیں کہا کہ تم مرزا حبیب علی بیگ کے شاگرد ہو جاؤ اور اپنا کلام نکھوڑو جتنے یہ کہا ہے کہ تذکرہ تائیت کو اُنسے پوچھ لیا کرو۔ دھن بنگا لڑکے ہندو والوں کو اس میں خاص میں لکھنؤ کے رہنے والوں کا متبع ضرور ہے ۱۲ ایک حد تک معلوم ہے عین کا حرف فارسی میں نہیں آتا جس لغت میں عین ہو سکا سمجھنا کہ عربی ہو بعد معلوم ہونے پر قاعدہ کے سمجھو کہ غریباں میں نقطہ دار کس اور راکہ قرشت اور ہای موصدہ اور لام یہ لغت فارسی ہو ہندی کی چھلنی اور مراد اسکے پرورین یعنی فارسی میں چھلنی کو غریباں اور پرورین کہتی ہیں۔ اور چھلنی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسکو کوئی نہ جانے۔ رہا غریباں یا غریباں میں بعض اہل ہندی شتمانی سے فصیح و فہیم کیا بلکہ غلط محض و محض غلط ہے۔ اگر عربی میں چھلنی کو غریباں کہتے ہوں تو فارسی غریباں اور عربی غریباں۔ مگر ایسا گمان کرتا ہوں کہ غریباں کا عربی میں کچھ اور ام ہوگا غریباں کہتے ہونگے۔ اب تم سنو

فنِ لغت میں ایک امر یہ کہ اسکو تصحیف کہتے ہیں یعنی لفظ کی صورت ایک ہو اور نقطوں میں فرق جیسا کہ سعدی بوستان میں کہتا ہے ۵

مرا پوسہ گفتا بہ تصحیف دہ ۶ کہ درویش را نوشہ از پوسہ بہ
نوشہ و پوسہ و نوشہ۔ یہ تین لفظ تصحیف ہند گریں۔ حالانکہ معانی میں وہ فرق کہ جیسا زہ
اور آسمان میں۔ نوشہ ترجمہ زاد کا۔ پوسہ ترجمہ قبلہ کا۔ نوشہ اہم و دل کا۔ صاحبانِ ہنر
برمان قاطع والا تصحیف میں بہت مبتلا ہے۔ گرز اور گرز خرپڑہ اور خرپڑہ کہتا ہے کہ سدا
بہرین بعض لفظ فارسی ہے بمعنی آواز۔ اور صدابہ صاد تعریض ہے جو لغات نے میں لکھے ہیں انہیں کو
لغات کو طوے میں لکھتا ہے حالانکہ جطرح میں فارسی میں نہیں ہے۔ طوے بھی نہیں ہے۔ مثلاً
تشت لغت فارسی الاصل ہے۔ املا اسکی طوے سے غلط ہے۔ برمان قاطع والا اسکو تے
سے بھی لایا اور طوے سے بھی۔ محققین جانتے ہیں کہ صدابہ بمعنی آواز لغت عربی الاصل ہے
نہ معترب۔ اور صداسین سے ہرگز فارسی میں آواز کو نہیں کہتے۔ ہاں اردو کے محاورہ میں
ہمیشہ کے مستعمل ہے۔ قصہ کوتاہ غربان معنی چھلنی کے لفظ فارسی الاصل صیح اور فصیح ہے
اور غریب اگر کسی اور فرنگ عربی میں مثل قاموس اور ضراح وغیرہ کے معنی چھلنی کے لکھے تو
اسکو نو در نہ یہ برمان قاطع والے کی خرافات میں سے ہے۔ نجات کا طالب ۱۲ ۴ فروری
ایضاً ناشی صاحب ہمارے خط پہنچنے کی تملکو طلاع دیتا ہوں اور مطالبہ تصحیف کا جوا
لکھتا ہوں اور اپنے دوست روحانی مزار حب علی بیگ سرور کو سلام کہتا ہوں کہ پیڑھی کا
بلکہ یہ رقعہ دکھا دیجیگا ۱۲ بعض لوگ آن بان بولتے ہیں مگر فقیر کے نزدیک آن بان
صحیح ہے اور یہی فصیح ہے ۱۳ پر معنی لیکن لفظ مشہور ہے اور یہ اسکا تصحیف ہے۔ اس میں شاید
کسی کو کلام نہ ہو۔ کوئی اور کہے یا نہ کہے میرے اردو کے دیوان میں سو دو سو جگہ یہ لفظ

آیا ہوگا ۱۲ مجھ کو بنگالہ سے آئے ۳۲-۳۳ برس ہوئے بہت احباب مر گئے۔ بہت متفرق ہو گئے
 آج ایسا دماغ ٹی نہیں جس سے ارسال سرائیل کی رسم و راہ ہو ۱۲ حسب۔ و شعر حکوتمی پوچھا ہی یہ تحریر
 و اعط نہ تم پیونہ کسی کو پلا سکو کیا بات ہے تمہاری شریط ہوگی
 دو شعر اس غزل کے اور یاد آ گئے ہیں وہ دوسرے صفحہ پر لکھتا ہوں
 کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایسا جواب آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی
 گوداں نہیں وہاں کے نکال دیتے تو ہیں کعبہ سے ان تو نکو بھی نسبت ہو رہی
 دیکھو یہ پر کا محض ہے یعنی لیکن ۱۲ بنارس کا کیا کہنا ہے ایسا شہر کہاں پیدا ہوتا ہو انتہائے
 جوانی میں میرا دماغ جانا ہوا۔ اگر اُس موسم میں جوان ہوتا تو وہیں سہجانا اور ادھر کو نہ آتا
 عبادت خانہ عناقوسیاں است ہمانا کعبہ ہندوستان است
 جن بحر میں کوئی ہم یا کوئی لفظ نہ آ سکے اُسکی تدبیر فردوسی و خاقانی سے بھی نہ ہوگی۔
 میں کیا کرونگا نام تمہارا آسکتا ہے لیکن الف و بتا رہتا ہو۔ خدا کی واسطے اُسکی تدبیر ضرور حسب
 سے بھی ضرور پوچھنا۔ نجات کا طالب غالب ۱۲ سہ شنبہ۔ ۱۲ فروری ۱۳۸۷ ع۔
 ایضاً بھائی تمہارا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ پہلے یہ پوچھتا ہوں کہ میری طرف
 سے جو اعتذار چھپا ہے وہ تمہاری نظر سے گزرا ہے یا نہیں۔ نہ گزرا ہو تو اکمل الاخبار ماہ
 شوال کے چاروں ہفتہ کے دو ورقہ دیکھ لو۔ ایک ہفتے میں نکل آئے گا ۱۲ واقعی اعتراض
 کے جواب ایک مولوی حسب نے لکھی ہیں اس ہفتہ کے اکمل الاخبار میں دیکھ لو جو تم سے کلام کرے
 اسی انداز سے تم بھی کلام کرو ۱۲ نجات کا طالب غالب۔ ۲۹ اپریل ۱۳۸۷ ع۔
 ایضاً بھائی تمہاری جان کی اوپنی ایمان کی قسم کہ میں فن تاریخ کوئی و مٹا سے بیگانہ
 محض ہوں۔ اردو زبان میں کوئی تاریخ میری نہیں ہوگی۔ فارسی دیوان میں و چار تاریخیں ہیں

انکا حال یہ کہ مادہ آوروں کا ہے اور اشعار میرے ہیں۔ ہم سمجھے کہ میں کیا کہتا ہوں۔
 حساب میری گھبراتا ہے۔ اور مجھ کو جوڑ لگانا نہیں آتا ہے۔ جب کوئی مادہ بناؤں گا حساب
 درست نہ پاؤں گا۔ دو ایک دست ایسے تھے کہ اگر حاجت ہوتی تو مادہ تاریخ وہ مجھے
 ڈھونڈ لادیتے۔ موزوں میں کرتا۔ اور اگر آپ میں نے مادہ کی فکر ہے اور یہی حساب جل
 منظور رکھا ہے تو ایسے ایسے معنی و تخریج آگئے ہیں کہ وہ تاریخ ہنسی کے قابل ہو گئی ہو
 ملکاتہ میں قاضی القضاات سراج الدین ملیخاں مرحوم کی قبر پر مسجد بنی ہے اُن کے بھتیجے
 مولوی ولایت حسین خاں نے اسد عاری تاریخ کی میں نے لکھی چنانچہ وہ فارسی دیواں میں موجود ہے

ایمانیوے من زرہ استرام کرد	منفق عقل از پئے تاریخ این بنا
شد خستگیں قے کہ نظر در کلام کرد	گفتم بوبے بدیہہ خوشا خانہ خدا
ایہام رایہ تخریجہ معنی تمام کرد	خاشاک رفت پای او ب در شکنجہ ریخت

واسطے خدا کے غور کرو خوشا خانہ خدا مادہ پھر اُس میں سے خاشاک کے عدد دو کرو نو سو ۹۱
 کا تخریجہ پھر بھی دواور زیادہ ہے۔ پائی او ب توڑا۔ بھلا یہ کوئی تاریخ ہے مگر ہاں حساب کے قاعدہ
 سے باہر کچھ معنی سگالی کے طور پر میرا ایجاد ہے اور وہ لطف رکھتا ہے ایک شخص ۱۲۴۸
 میں مرا اُس کی تاریخ میں نے لکھی

مات رہت شمارائے امجاد	رسال واقعہ میرزا سیتا بیگ
حدیقہ ہائے بہشتی شخص ازا حاد	صحیفہ ہائے سادی شین از عشرت

ائمہ بارہ یعنی بارہ سو پھر کتبہ سادی چار۔ دھا کے چار۔ یعنی چالیس۔ بہشت اٹھ چالیس اور
 آٹھ اڑتالیس بارہ سو اڑتالیس۔ دوسری تاریخ بارہ سو تر کی

عشرات از کواکب سیار	از بروج سپہر جوے مات
---------------------	----------------------

برج باہر سات دہائے ستر یہ جو لکھتے ہو کہ سید غلام بابا کسی بجز میں نہیں آتا کیوں نہیں آتا

جب کہ سید غلام بابا نے	مسند عیش پر جب کہ پائی
ایسی رونق ہوئی برات کی رات	کہ کواکب ہوئی تماشا شائی

دوسری بجز سنو

ہزار شکر کہ سید غلام بابا نے	فراز مسند عیش و طرب جگہ پائی
زمین پر ایسا تماشا ہوا برات کی رات	کہ آسمان پر کواکب بنے تماشا شائی

اس بجز میں سناتا ہوا کوئی مادہ ہم پہنچاؤ۔ تاریخ کہہ لو وہ دوست جو مادہ دھونڈ دیتے تھے وہ جنت کو سدھا گئے۔ میں جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں معذور اور مجبور ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۱ محرم۔ ۱۳۱۰ جولائی۔ سال حال *

بنام شہزادہ بشیر الدین

پیر و مرشد سلامت۔ اعضا فرسودہ اور پودے ہو گئے۔ روح اُن میں فوڑتی نہیں پھرتی مگر ابھی مفارقت نہیں کر گئی۔ خدا جانے کس کمن میں ہے۔ اعضا نکلتے ہو گئے۔ اب وہ کام جو اُن سے متعلق تھے بند ہو گئے۔ آپ کا حکم ماننا اور آپ کی خدمت بجالانی دل سے تعلق رکھتی ہے وہ لطیفہ صینی یعنی روح کے کام میں جب تک وہ باقی ہے انجام پائے جائیں گے۔ خاکم بدین واسطے قوال کے ہے۔ جب کوئی کلمہ مکر وہ طبع کہتے ہیں تو خاکم بدین کہہ لیتے ہیں عمر خیتام

یر خاک برینجی مئے تاب مرا * خاکم بدین مگر تو مستی ربے
اور خاکم سپرد خاکم بفرق عام ہے جیسا کہ میں ایک شہزادہ کے مرثیہ میں کہتا ہوں
سے اہل شہر دفن یس دودماں کجاست * خاکم بفرق خواب کہ خسرواں کجاست

اُستاد۔ خاتم بس کہ عاشق کار آزمودہ ام * دامن کہ باریب بخلوت چہارود
 آپ کے ہاں اور مولوی روم کے ہاں خاتم بہن کا متوقع نہیں جیسا کہ مولوی معنوی نے لکھا
 حضرت بھی اپنے ہاں نہ لکھیں فرق ست و میانہ کہ بسیار نامرست * بخت کا طالب غالب
 ایضاً بندہ پرور مہربانی نامہ یا سر پر رکھا اور لکھوں سے لگایا۔ فارسی کی تکمیل کیواسطے
 اصل الاصول مناسبت طبیعت کے تھے۔ پھر تنبیح کلام اہل زباں لیکن نہ اشعار قتیل
 واقف و شعرئے ہندوستان کہ یہ اشعار سولے اسکے کہ ان کو مؤثر و فی طبع کا نتیجہ کہیے
 اور کسی تعریف کے شایان نہیں ہیں۔ نہ ترکیب فہی نہ معانی نازک۔ ہاں الفاظ فرسودہ
 عایانہ جو اطفال دبستان جانتے ہیں اور جو منتصدی نشر میں درج کرتے ہیں وہ الفاظ
 فارسی یہ لوگ نظم میں صرف کرتے ہیں۔ جب رود کی و عنصری و خاقانی و رشید و طوط
 اور ان کے مثال و نظائر کا کلام بہ استیفاء دیکھا جائے اور ان کی ترکیبوں سے آشنائی
 بہم پہنچے۔ اور ذہن احوال کی طرف نہ لیجائے۔ تب آدمی جانتا ہے کہ ہاں فارسی
 یہ ہے۔ منکہ باشم الخ اسکی بوجھ چھاپے میں لکھی ہے۔ اُسکو ملاحظہ کیجئے اور معانی
 میرے خاطر نشان کیجئے تو میں سلام کروں۔ پہلے نظر یہاں لڑنی چاہیے کہ آواز
 بیاں انداختہ کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے۔ اگر عقل کل کو انداختہ کا مفعول
 منکہ کے کاف کو کد امیہ ٹھہراؤ گے تو نئے شبد انداختہ کے فاعل دو ٹھہریں گے۔ اُن کا
 انداز ادب اور ایک مُرغ اوصاف تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق
 ہے اب فقیر سے اسکے معنی سنئے مَن انداختہ کا مفعول را مقدر منکہ کا کاف تو صیغہ
 ناوک انداز ادب ادب آموز یعنی اُستاد مُرغ تو صیغہ تو فاعل۔ مجھ کو کہ عقل کا اُستاد
 ہوں تیرے مُرغ تو صیغہ نے اور ج بیاں سے گرا دیا۔ عقل کل تک وہ علوی نہیں

اردو سے متعلقہ قوم

اعلیٰ ہے اسکا ناوک پہنچ سکتا تھا۔ مگر مرغِ اوصاف اُس مقام پر ہے کہ جہاں اس
 ناوک نڈاز کو ناوک کے پہنچانے کی گنجائش نہیں۔ اُج بیاباں سے گزرنا عاجز آجانا بحر
 قدرت وہ کہ عقل کل سے بھی زیادہ۔ اور عجز یہ کہ اوج بیان سے گر گیا کیا اچھا مبالغہ
 ہے مرغِ اوصاف کی بلندی کا۔ اور کیا خوب مضمون ہے اظہار عجز باوجود دعویٰ قدرت
 اثار تو برد و خستہ چشم و دہن آزار کے معنی تو وہی ہیں جو چھاپے میں لکھے۔ مصرع ثانی کی
 شرح میں گمراہ ہو گیا احسان تو ہر قطرہ دریا بشکافت تاہم بقید حیات نیاید یہ پہچان اس
 کے معنی نہیں سمجھا۔ سیدھی بات ہو مگر خیال میں جب آئیگی کہ اساتذہ کے مسلمات معلوم
 ہوں۔ کمال اثار و عطا میں موراہد و یا قوت و سحر و معدن کی کج فہمی آتی ہے۔ لعل و مر
 کا معدوم ہو جانا اور بحر و کان کا خالی رہ جانا۔ نئی نئی طرح سے باندھا ہے۔
 چنانچہ میں نے کسی زمانہ میں اسی زمین میں ایک قصیدہ لکھ کر وزیر الدولہ والی
 ٹونک کو بھیجا تھا۔ اُس میں کے دو شعر یہ آپ کو لکھتا ہوں

ناموس نگہداشتی از جود بہ گیتی	جز پر دگیان حرم معدن دیم را
وقت است کہ این قوم ہر کوچہ و بازارا	پرستند رہم منشأ رسوائی ہم را

پر دگیان حرم معدن دیم۔ لعل و گہر جو کثرت اثار سے کوچہ بازار میں خاکِ اعدہ
 پڑے ہوئے ہیں وہ باہد گرد و مندانہ یہ گفتگو کرتے ہیں کہ اس شخص نے سب کی
 حرمتیں کھلیں اور سب کی آبرو میں ہجائیں۔ ہکو اس قدر نے حرمت اور ذلیل کیوں
 کر رکھا ہے؟ ۱۲ قطرہ دریا کا حساب کے واسطے چیرنا۔ بھیا ہے۔ مقصود و عرفی کا قطرہ
 یہ ہے کہ جتنے موتی دریا میں ہاتھ لائے وہ بھندے اور شیش کا ذوق باقی رہا۔

لعل مصرع ثانی یہ ہے احسان تو بشکافت ہر قطرہ دیم را

چونکہ قطرہ میں بالقوۃ استعداد موتی ہو جانے کا ہے تو اس احتمال سے ہر قطرہ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر موتی ہاتھ میں آئیں تو وہ سائلوں کو چیرے جائیں۔ پہلے مصرعہ میں مصرعہ کا سیر کر دینا موافق سلمات شعرا کے متنع اور اسکا وقوع میں آنا اغراق و دروغ مصرعہ میں یہ احتمال استعداد بالقوۃ قطرہ کو چیر ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرہ کو یہ اغراق سے گزر کر تبلیغ و غلو ہے ۱۲ داد کا طالب غالب۔ ۴۔

بنام مثنوی کیول رام قوم کا یہ تہ امتخلص بہ ہشتیار

غالب خاکسار کہتا ہے کہ شعراے ایران کلام جمیع مسلم الثبوت ہیں اور ان کا کلام سند ہے۔ ہند میں امیر خسرو دہلوی بھی ایسے ہی ہیں جیسے اہل ایران۔ اہل ہند میں امیر خسرو دہلوی نے اہل ایران میں رودکی و فردوسی سے لیکر جامی تک اور جامی سے صائب کلیم تک سنی لغت کی کوئی کتاب لکھی ہو کوئی فرہنگ جمع کی ہو تو ہمیں دکھاؤ اسکو اگر میں مانوں اور سندہ جانوں تو میں گہنگار ۱۲ جتنی فرہنگیں اب موجود ہیں نام ان کے کہاں تک لوں۔ مشہور و غیر مشہور کچھ کم سو سارے ہوں گے ان سب لوں کے جامع ہندی ہیں۔ کوئی اہل زبان نہیں ہے۔ ۱۲ اشعار اساتذہ ایران کو ماخذ ٹھہرا کر جو لغات انکی نظم میں دیکھے بنا بہت مقام ان لغات کے معنی لکھ دیئے استنباط معنی کا مدار قیاس پر۔ یہ میں کہتا کہ قیاس ان کا سرسر غلط۔ میر قول یہ ہے کہ کتر صحیح اور بیشتر غلط ہے ۱۲ ان سب فرہنگ لکھنے والوں میں یہ کن کا آدمی یعنی جامع برہان قاطع الحق اور غلط فہم اور متوجہ الالہین ہے مگر قسمت کا اچھا ہے۔ مسلمان اسکے قول کو آیت اور حدیث جانتے ہیں اور ہندو اس کے بیان کو مطالب سند بید کی برابر مانتے ہیں ۱۲ گیا اور گیا ہکا ف فارسی

سبز گھانسر کہتے ہیں۔ کیا بکاف فارسی مفتوح کوئی لغت فارسی نہیں ہے ہرگز نہیں ہے۔ مولوی زروم اور حکیم سنائی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے شعر کس نے دیکھے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے کاف پر دو مرکب اور فتح بنا دیا ہو۔ فرہنگ لغتوں کی رائے کی تباہی اور قیاس کی غلطی ہے جو ایسا سمجھے ہیں نہ کیا بمعنی وہ ہے نہ کیا بمعنی مقدم وہ ہے نہ کیا بمعنی پہلوان ہے نہ کار کیا کوئی لفظ ہے نہ کوئی لغت ہے کئے بکاف عربی مفتوح بروزن نے ایک لغت فارسی ہے دو معنی یعنی دو معنی دیتا ہے ایک تو کب یعنی کس وقت اور دوسرے معنی اسکے ہیں حاکم اور مالک کے الف جملہ اسکے آگے آتا ہے وہ کثرت کے معنی دیتا ہے جیسے خوشہا بہت خوش۔ بد بہت بد۔ کیا بڑا حاکم

عشق آن بگزین کہ جملہ اولیا + یافتند از عشق او کار کیا

یعنی بہ سبب عشق کار بزرگ یافتند

سر و فر و بردیم تا بر سروران سر و شدیم + چاکری کردیم تا کار کیا فی تقسیم یہاں بھی وہ کار بزرگ یعنی بڑا کار پس یا بے تختانی اگر مجہول ہے تو تعظیمی ہے۔ اگر معروف ہے تو مصدری ہے یعنی بزرگی کا کام حکومت کا کام۔ وہ کیا مصناف و مصناف الیہ مقلوب ہے یعنی کیا ہی وہ اور حاکم وہ کار کیا مثلاً یعنی کیا ہی کار و مالک کار جہان ماقبل اس کے رائے مکسور لائیں گے وہاں کار موصوف اور کیا صفت ہے نہایت تحقیق و اصل حقیقت یہ ہے۔ فقیر نے جہاں کیا کے لفظ پر خطِ استیصال کھینچا ہے وہ علامت فتح ہے۔ دوسرا مرکز نہیں جو کاف پارسی سمجھا جائے + داد کا طالب - غالب - +

بنام مولوی کرمت علی صاحب

فقیر اسد اللہ جناب محذومی مولوی کرمت علی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کی تحریر کے دیکھنے سے یاد آیا کہ آپ میرے ہاں آئے ہیں اور میں نے آپ کی ملاقات سے حفا اٹھایا ہے۔ حل معنی اشعار کی یہ صورت ہے کہ ہندی کے شعر میرے نہیں۔ شعراے لکھنؤ میں سے کسی کے ہیں بلکہ اغلب ہے کہ ناسخ کے ہوں۔ اشعار فارسی البتہ میرے ہیں۔

خواست کز بار بجد و تقریب بخیدل نہشت | جرم غیر از دست پُرسیدم و پُرسیدن نہشت
داشتن بمعنی رکھنے کے ہیں۔ لیکن اہل زبان بمعنی بایستن بھی استعمال کرتے ہیں۔ خواہی
گر اسیر زلف و کامل گفتہ باشم خویش | گفتہ باشم این قدر برخویش چچیدن نہشت
میرے شعر میں پہلے مصرعہ کا داشت بمعنی رکھنے کے۔ اور دوسرے مصرعہ کا داشت بمعنی بایست ہے۔ مفہوم شعر یہ کہ دوست ایسا چلے ڈھونڈ تھا تھا کہ اس کے ذریعہ سے مجھ پر خفا ہو۔ چاہتا تھا کہ آزدہ ہو مگر سبب نہیں پاتا تھا۔ قضا را کچھ دنوں کے بعد۔ رقیب سے معشوق کو ملال ہوا۔ میری جو شامت آئی میں نے دوست سے پوچھا کہ رقیب نے کیا گناہ کیا جو راندہ درگاہ ہوا۔ معشوق اسی گستاخی کو بہانہ عتاب ٹھہرا کر آزدہ ہو گیا۔ اب شاعر افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے ہاں پُرسیدن نہشت یعنی پوچھنا نہ چاہیے تھا۔

دیر خواندی سے خویش وز دہمیدم صلیح + پیش ازین پا یم ز گرد راہ چچیدن نہداشت
عاشق ایک ٹمٹمک نظر رہا کہ یار محکوم بلاو سے۔ مگر اس غیار نے نہ بلایا رفتہ رفتہ
میں غم سے ایسا زار و ناتوان ہو گیا کہ طاقت رفتار نہ رہی اور گرد راہ سے

میرے پاؤں الجھنے لگے جب اُس نے مجھ جانا کہ اب اُنہ سکے گا تب بلایا۔
عاشق کہتا ہے کہ تو نے میرے بلانے میں دیر کی اور میں اس کی وجہ سمجھ گیا
کہ تو نے میرے بلانے میں اس واسطے دیر کی کہ اس سے پہلے میں ایسا ضعیف
نہ تھا کہ تو بلائے اور میں نہ آؤں۔ دروغ کو مجھ نہ سمجھا جائے کہ زود فہمیدن پر ہے
یا پہلے سے بیمار نہ ہونے پر ہے دروغ ہے دوست کی یوفائی اور بے سبب
آزار دینے اور اپنی عمر کے تلف ہونے پر ۛ

من یوفامردم و رقیب بدزد	نیمہ لبش نگبین و نیمہ تبرزد
<p>انگبین شہد کو کہتے ہیں اور طبرزد مصری کو کہتے ہیں ان معنوں میں کہ یہ مانند قند اور تباشوں کے جلد ٹوٹنے والے نہیں جب تک اس کو تبر سے نہ توڑ دے عا حاصل نہیں ہوتا۔ بدزدون۔ اگرچہ لغوی معنی اسکے ہیں باہر مارنا۔ یعنی بد یا ہر اور زردن مارنا لیکن روزمرہ میں اسکا ترجمہ ہے نکل جانا کہ یہ معلوم ہو گیا تو یوں سمجھئے کہ معشوق کے ہوٹوں کو میٹھا کہتے ہیں اور قند اور مصری اور شہد کے نسبت دیتے ہیں اور البتہ کھٹی مٹھاس کی عاشق ہے پس جو کھٹی کہ مصری پریشانی۔ وہ جب چاہے تب بے تکلف اوڑ جائے۔ اور جو کھٹی کہ شہد پریشانی کی جب وہ اُٹنے کا قصد کرے گی۔ پر زوال اسکے شہد میں لپٹ جائیں گے اور وہ مکررہ جائے گی۔ پس یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے ہونٹ شیرینی میں میرے واسطے شہد ہو گئے اور رقیب کے واسطے مصری۔ یعنی وہ چارٹ کر لطف اٹھا کر صیچم و سالم چلا گیا اور میں پھنس کر وہیں مکررہ گیا ۛ</p>	
در مکش بین واعتماد لغو دش	گر بے سے اقلند ہم بہ نغم جگر د

زرد لازمی بھی ہے اور مستعدی بھی۔ لازمی کے معنی ہندی میں لگ جانا۔ اور مستعدی کے معنی مارنا۔ یہاں زرد لازمی ہے۔ اب یہ سمجھا چاہیے کہ نمک شراب کو بگاڑتا ہے یعنی اگر شراب میں نون ڈال کر ایک آدھ دن دھوپ میں رکھیں تو وہیں نشہ جاتا رہتا ہے اور وہ سرکہ ہو جاتا ہے اور زخم پر اگر نمک ڈالیں تو وہ گٹاؤ لگتا ہے اور زخم کو بڑھاتا ہے۔ مقصود شاعر کا یہ کہ تو میرے معشوق کے نمک دیکھ اور دیکھ کہ اس کو اس نمک کے نفوذ پر کتنا بھروسہ ہے کہ اگر اس نمک کو شراب میں ڈال دیتا ہے تو وہ شراب میں نہیں ملتا اور زخم جگہ پر جا لگتا ہے۔ یعنی اگر بے محل بھی کرشمہ کرتا ہے تو بھی وہ اپنا کام کر رہتا ہے۔

کسیت دین خانہ کو خطوطِ شعاعی	نہر نفس ریزہ ماہِ روزنِ درزد
------------------------------	------------------------------

یہ خیال ہے یعنی ایک گھر میں اس کا محبوب بیٹھا ہوا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ کون ہے۔ مگر بطریقِ تجاہل بھولا بن کر پوچھتا ہے کہ آیا اس گھر میں ایسا کون ہے کہ مہر یعنی آفتاب نے اپنی سانس کے ٹکڑے فرطِ شوق سے دروازہ کے روزن پر پھینک دیئے ہیں۔ آفتاب کے خطوطِ شعاعی کا روزنوں میں پڑنا۔ اور ان خطوطِ شعاعی کا بیٹے سورج کی کرن کا بصورتِ سانس کے ٹکڑوں کے ہونا ظاہر ہے۔

دعویٰ اور ابود دلیل یہی	خندہ دندانِ نما بہ حسنِ گہرزد
-------------------------	-------------------------------

خندہ دندانِ نما اس ہنسی کو کہتے ہیں جو ہنسنے سے بڑھ کر ہو۔ اور اس میں دانت ہنسنے والے کے دکھائی دیں۔ معشوق موتیوں کے حسن پر ہنسا اور ہنستا کوئی ایسی چیز پر ہنسنے جس کو اپنے نزدیک نہ لے لیا۔ حاصل معنی یہ کہ میرا معشوق موتیوں

حُسن پر ہنس گیا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ موتی کچھ اچھی چیز نہیں۔ اب عوسے کو واسطے دلیل ضرور ہے
 سوشاعر بھی کہتا ہے کہ میرے معشوق کے دوسے پر دلیل یہ ہے کہ میں ہنس رہا ہوں اس کے
 دانت نظر آئے معلوم ہوا کہ وہ حُسن جو کہ موتی میں گمان کرتے تھے وہ حُسن حُسن
 جو معشوق کے دانتوں میں ہے۔ پس اس دلیل کو سب دیکھ لیا اور پوندہ بدیہی و من یا
 غیرت پر روانہ ہم بروز مبارک * نالہ چہ آتش بساں مرغِ سحر زو
 پروانہ کی غیرت دن کو بھی مبارک سمجھنی چاہیے۔ پروانہ کی غیرت وہ غیرت نہیں کہ جو پروانہ
 میں ہو یا پروانہ کو ہو۔ بلکہ وہ غیرت کہ جو اُڑ کو آتی ہو۔ پروانہ پر یعنی رشک۔ حاصل مئے
 یہ کہ میں تو دن رات عشق میں جلتا ہوں رات کو جو پروانہ کو جلتا ہوا دیکھتا تھا تو جھکوا پسر
 رشک آتا تھا دن کو ایسا کوئی نہ تھا کہ جھکوا پسر رشک آوے۔ لو اب وہی غیرت اور وہی
 رشک جو پروانہ کو شب کو تھا اب دن کو بھی مبارک ہو۔ یعنی میرے صبح کے نالوں سے
 مرغِ سحر کے پروں میں آگ لگ گئی اور میں اپنی سستی اور بخودی میں یہ نہیں جانتا کہ کبھی
 میرے نالے کے سب سے پہلے جھکوا وہ رنج اور غصہ تازہ ہو گیا جو رات کو پروانہ کو دیکھ کر
 کھاتا تھا۔ اب مرغِ سحر کو جلتے ہوئے دیکھ کر جلتا ہوں کہ مایہ کون ہے جو یہ طرح حال ہو
 لشکرِ ہوشم زور کے نہ شکستی * غمزہ مساتی نخست راہِ نظر زو
 نظر فکر کو بھی کہتے ہیں اور نگاہ کو بھی۔ یہاں نگاہ کے معنی ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ میں
 ایسا نہ تھا کہ شراب کی تاب نہ لاتا۔ اور شراب پیکرِ ہوش ہو جاتا مگر کیا کروں کہ پہلے غمزہ
 ساتی نے نگاہ کو خیرہ اور مغلوب کر دیا پھر اُس پر شراب پی گئی۔ بخودی کا ہستی
 تو بہم پہنچ ہی گیا تھا ناچار ہوش جاتے ہے
 زان بُت نازک چہ چایِ دعویٰ خونست * دست و دامنے کہ او بگر زو

اس شعر کا لطف جدانی ہی بیانی نہیں ہو۔ معنی اسکے یہ ہیں کہ اُس معشوق سے کہ وہ بہت نادر ہے خون کا دعویٰ کیا کریں کہ اُس کو وقتِ عمرِ قلم۔ دہن گردانتے وقت۔ وہ صدقہ پہنچا کر اُس کا ہاتھ ہے اور وہ دہن کہ جو انہوں نے گردان کر کر پیا نہ تھا ایسا پکا کر کو پہنچا کر وہ اپنے دہن پر داد خواہ ہو رہا ہے پس کوئی اُس سے خون کا کیا دعویٰ کر لگا قطعہ
 برگِ طرب با ختمِ دباؤ گرفتیم ہر چہ طبعِ زمانہ پدید نہ ز شاخِ چہ بالہ گرامخاں گلِ آوہ پاک چہ نالہ اگر
 صلائے شمر زوہ شاعر کہتا ہے کہ یہ روئید گیاں بقصدِ ضائعِ طینتِ خاک ظاہر ہو ا کرتی ہیں۔
 مثلاً گتا۔ اب کچھ خاک کو اور ہوا کو یہی منظور نہیں کہ اُس کا رُس نکلے اور اُس کا قند بنے
 یہ آدمی کی دانشمندی ہے کہ اُس نے اس گھاس میں سے یہ بات پیدا کی۔ پس اسی طرح
 انگور میں آدور گلاب کے پھول ہیں شاخِ گل کیا جانے کہ پھول میں کیا خوبی ہے اور تاک
 کیا جانے کہ میرے پھل میں کیا ہنر ہے۔ ہم نے اپنے زورِ عقل سے انگور کی شراب
 بنائی اور پھولوں کو ہر رنگ سے اپنے کام میں لائے۔

کام نہ خشنیدہ گندہ چہ شماری	غالب مسکین بہ التفاتِ نیرزد
یہ گستاخانہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے کہ جب اس عالم میں تو نے میری داد نہ دی اور میری خواہشیں پوری نہ کیں تو بس اب معلوم ہوا کہ میں لائق التفات کے نہ تھا۔ پس جب میں لائق توجہ کے نہیں تو اب عالمِ عقیقی میں میرے گناہوں کا مواخذہ کیا ضرور ہے جب ہمارے مطالب آپ نے ہکوندیے تو ہمارے معاصی کا بھی شمار نہ کیجئے جانے دیجئے۔ ہم میں التفات کی ارزش نہیں ہے ۱۲ غالب۔	

بنامِ خواہر سنگہ صاحب جوہر

برخوردار۔ تمہارے خطوں سے تمہارا پہنچنا۔ اور چھاپے کے قصیدہ کا پہنچنا۔

اور پیر سنگیہ کا ادھر رواد ہونا معلوم ہوا۔ ہاں لالہ جھل اکثر بیمار رہتے ہیں۔ خصوصاً اس شدت سے نزلہ چھاتی پر کہ اگر وہ بیمار گئے اور یہ حالت کہ جس میں ہاں ہاں کے کچھ فرصت ہو گئی ہے۔ بھائی یہ آقا بابا کو کہہ دیں، پیر کا انکے پاس آج آج سے جو ہو سکے گا تم اس کے واسطے مقرر کر دو گے۔ غزل ہتھاری بکلو پسند آئی۔ صلاح دیکر بھیج دی گئی کہ تم خیال رکھا کرو کہ کس لفظ کو کس معنی کے ساتھ پونید ہے۔ چا دیاس بجان امیدوار آفتدہ یہاں آفتدہ مل سچے۔ یاسن بدل آفتادون دیاس بجان آفتادون روزمرہ نہیں۔ اور بھی کئی آفتدہ ایسے ہی ہیں۔

سلیاہ بختم اگر برسم گز آفتدہ | بان سایہ ہما نیز سو گوار آفتدہ
سو گوار ہوتا سایہ کا باعتبار سیاہی رنگ ہے۔ اب یہاں دونوں آفتدہ بیشک ہیں۔
گز آفتادون روزمرہ۔ اور دوسرا آفتدہ بختن واقع شود۔

شیتہ نام بچھاٹے تو بکلاست عدو | چراغ شور بجان امیدوار آفتدہ
شور آفتادون روزمرہ ہے اور یاسن آفتادون غلط۔

بہتیر تم کہ زوزخ۔ کسان دوزخ را | کجا برند چو اہم شرارہ بار آفتدہ
یہاں آفتدہ بختن واقع شود بیشک۔

نہ گبر تم و نہ مسلمان بختیر تم کہ مرا | سو زوزخ و مینو کجا گز آفتدہ
یہ شعر تمہارا بہت خوب ہے آفریں۔

قرا در وطن فسرده میکند دل را | خوش غریب کہ دور از دیار یار آفتدہ
یہاں بھی آفتدہ صحیح دبا معنی ہے۔

نیم رقیب کہ رسوائیم نجل نکند | خوش است پیشم اگر یار پرده دار آفتدہ

یہاں بھی آفتد بہمنے واقع شود

تیرا کہ شیدہ دگر گول گئی بر غم تباں خوش بہت گرز چننا بروفا قرار آفتد

آفتد یہاں بھی ٹھیک ہے۔ بات اتنی ہی تھی کہ بود گد لالفظ تھا کئی صاف ہے

خط رخ تو پدل دادہ خط آزادی خوشم کہ در شکن زلف تابدار آفتد

وہ صورت اچھی نہ تھی یہ طرز خوب ہو گئی۔ معنی کا عینار کامل ہو گیا

چکد ز خامہ جو ہر سخن چسنا نگر بزور مہج دراز جبر بر کنار آفتد

دولت و اقبال روز افزون روزی باد ساز اسدا شد نکاشٹہ ہنم اپریل ششمار

بنام منشی ہیرا سنگہ صاحب

فرزند دلہند سعادتمند منشی ہیرا سنگہ کے حق میں میری دعائیں قبول ہوں اور ان کے جتنو مطالب

و تار ب ہوں وہ عنایت الہی سے پورے ہوں۔ بھائی لب ساحل کی مسند پر بیٹھ شہر ہے

طالب آملی کا وہ تھے آن گدا سے خونین دل بود تبخال لب ساحل لب بام۔

لب فرش لب گور لب چاہ۔ لب دریا۔ لب ساحل بمعنی کنارہ کے ہو۔ مستقل اہل ایران۔

لب بام اس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک قدم آگے بڑھا لے تو دھم سے انگنائی میں آئے

پس لب دریا اسے سمجھیے جہاں سے قدم بڑھا لے تو پانی میں جا پڑے۔ لب ساحل وہ ہو جہاں

آگے بڑھیے تو دریا میں گر پڑے۔ لب دریا سے پاؤں پانی پر رکھا جاتا ہے جیسا ہناتے

کیواسطے اور لب ساحل سے دریا میں کودتے ہیں جب طح سلطان جی کی باولی میں لب بام

سے تیرا ک کودتے ہیں۔ لب طح تیرا ک جہاں دریا کا پانی نشیب میں ہوتا ہے وہاں

کڑاٹیکے کنارے پر سے کودتے ہیں۔ لب طح۔ کڑاٹ ساحل اور کڑاٹے کا کنارہ

لب ساحل جو صاحب کہ لب ساحل کو صحیح نہیں جانتے کیا وہ طالب علی کو بھی نہیں مانگتے

اور اس لفظ پر اعتراض کرنا سبب ہے کہ اُن بیچاروں نے سوائے گلستان اور بوستان کچھ کوئی فارسی کی کتاب نہیں دیکھی۔ اگر مدت تک قدام کی تصنیفات نظر میں رکھیں گے تو یقین ہے کہ دیکھ لیں گے فقط نجات کا طالب غالب ۔ ۔ ۔

بنام میر مہدی صاحب

آئیے جناب میر مہدی صاحب دہلوی۔ بہت دُوروں میں آئے۔ کہاں تھے۔ بارے آپ کا مزاج خوش ہے۔ میر سر فراز حسین صاحب اچھی طرح ہیں۔ میرن صاحب خوش ہیں۔ ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے ۔ یہاں تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے ۔ پہلے یہ سمجھو کہ قسم کیا چیز ہے۔ قدام کا کتنا لبا ہے۔ ہاتھ پاؤں کیسے ہیں۔ رنگ کیسا ہے۔ جب یہ نہ بتا سکو گے تو جانو گے کہ قسم جسم و جانیاں ہیں نہیں۔ الکی اعتبار محض ہے۔ وجود اُس کا صرف توفیق میں ہے۔ سیرغ کا سا اُس کا وجود ہے یعنی کہنے کو ہے دیکھنے کو نہیں پس شاعر کہتا ہے کہ جب ہم آپ اپنی قسم ہو گئے تو گویا اس صورت میں ہمارا ہونا ہمارے نہ ہونے کی دلیل ہے ۔

دیدن جیب را و ندیدن رقیب را

مے خواہم از خدا و نئے خواہم از خدا

لف و نشر مرتب ہے۔ میں خواہم از خدا دیدن جیب را و نئے خواہم از خدا دیدن رقیب را۔ خوار و زار و خستہ و سوگوار۔ معنی تو اس میں موجود ہیں مگر بول چال نکال سے باہر ہے ایک جملہ کا جملہ مقدم چھوڑ دیا ہے اور پھر اس بھونڈی طرح سے کہ جسکو اللعنی فی لفظن شاعر کہتے ہیں۔ یہ شعرا ساذگہ مسلم البشوت میں سے کیسا نہیں ہے۔ کوئی صاحب ہوں گے کہ انہوں نے لوگوں کے حیران کرنے کے واسطے یہ شعر کہ دیا اور کئی ستار کا نام لے دیا کہ یہ اُن کا ہے۔ تذکرہ تائیت کا کوئی قاعدہ مضبوط نہیں کہ جن

حکم کیا جائے۔ جو جسے کانوں کو لگے۔ جسکو جبکا دل قبول کرے اُس طرح کہے۔ رتھ میرے
 نزدیک مذکر ہے۔ یعنی رتھ آیا لیکن حج میں کیا کروں گا نا چار ٹونٹ بولنا پڑے گا یعنی
 رتھیں آئیں خیر ٹونٹ ہے بالاتفاق۔ مگر کا خدا خبر اسکو خود سمجھ لو کہ تمہارا دل کیا قبول
 کرتا ہے۔ میں تو مذکر کہوں گا یعنی اخبار آیا۔ پیر ہوئی یا ہوا یہ منطق عوام کا ہے۔ میں
 اس سے کچھ کام نہیں ہم کہیں گے کہ دو شنبہ ہوا۔ پیر کا دن ہوا۔ بڑی پیر ہوئی
 یا پیر ہوا ہم کیوں بولیں گے۔ بلبل میرے نزدیک ٹونٹ ہے حج اس کی بلبلیں۔
 طوطی بولتا ہے۔ بلبل بولتی ہے ۱۲ بھائی اس امر میں میں مفتی و مجتہدین نہیں سکتا۔
 اپنا عندیہ لکھتا ہوں۔ جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے ۱۲ نجات کا طالب۔ غالب
 شنبہ۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۶۳ء۔

ایضاً بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں۔ قاطع برہان کے مسودے سب میں
 پھاڑ ڈالے اس واسطے کہ ہر نظر میں اُس کی صورت بدلتی گئی۔ وہ تحریر بالکل منشوش
 ہو گئی۔ ہاں اُس کی نقیص صاف کہ جن میں کسی طرح کی غلطی نہیں نواب صاحب نے
 کر لی ہیں۔ ایک میرے واسطے ایک ضیاء الدین خان کے واسطے۔ میری ملک کی
 جو کتاب ہے اُس کی جلد بندہ جائے تو بطریق مستعار بھیج دو لگنا۔ تم اس کی نقل
 لے کر میری کتاب جھگو پھیر دینا۔ اور چھ امر بعد محرم واقع ہوگا۔ مگر چھ یاد رہے کہ
 جو صاحب اُس کو دیکھیں گے وہ ہرگز نہ سمجھیں گے۔ صرف برہان قاطع کے نام پر
 جان دیں گے۔ کئی باتیں جس شخص میں حج ہوں گی وہ اُس کو مانے گا۔ پہلے تو عام
 ہو۔ دوسرے فن لغت کو جانتا ہو۔ تیسرے فارسی کا علم خوب ہو۔ اور اس زمانہ
 سے اُسکو لگاؤ ہو۔ اساتذہ سلف کا کلام بہت کچھ دیکھا ہو اور کچھ یاد بھی ہو۔

چونکہ نصف ہو بہت دھرم نہ ہو۔ پانچویں طبع سلیم و ذہن ستقیم رکھتا ہو۔ متوجہ الہ
اور کج فہم نہ ہو۔ نہ یہ پانچ باتیں کسی میں جمع ہوں گی اور نہ کوئی میری محنت کی داد
دے گا۔ ۱۲۔ فہمائش کا لفظ میاں بُدھا ولد میاں بُجا اور لالہ گنیشی لال ولد بیڑی
کا گھڑا ہوا ہے۔ میری زبان سے کبھی تم نے سنا ہے؟ اب تفصیل سنو۔ امر کے
ضیغہ کے آگے شین آتا ہے تو امر معنی مصدری دیتا ہے اور اس کو حاصل بالمصدر
کہتے ہیں۔ سوختن مصدر۔ سوز و مضارع۔ سوزا مر۔ سوزش حاصل بالمصدر۔ پہلج
خواہش و کاہش و گزارش۔ وگدازش و آرایش و پیرایش و فرمایش۔ فہمدن
فارسی الاصل نہیں ہے مصدر جمعی ہے۔ فہم لفظ عربی الاصل ہے۔ طلب لفظ عربی
الاصل ہے۔ انکو موافق قاعدہ تفریس فہمدن و طلبیدن کر لیا ہے۔ اور اس قاعدہ
میں یہ کلیہ ہے کہ لغت اصلی عربی آخر کو امر بن جاتا ہے۔ فہم یعنی فہم۔ سمجھ طلب یعنی طلب
مانگ۔ فہمد مضارع بنا۔ طلبد مضارع بنا۔ خیر یہ فرض کیجئے کہ جب ہم نے مصدر اور مضارع
اور امر بنایا تو اب حاصل بالمصدر کیوں نہ بنائیں۔ سنو حاصل بالمصدر فہم و طلبش
ہونا چاہیئے۔ فہم تھا۔ ضیغہ امر فہمد سے نکلا تھا۔ آف او ویہ کہاں سے آیا۔ فہائی تو نہیں
ہے جو فہمائش درست ہو۔ کہیں فرمائش کو اسکا نظیر گمان نکرنا وہ مصدر اصلی فارسی فرمود
ہے فرماید مضارع۔ فرمائی امر حاصل مصدر۔ فرمائش ۱۲ پہلے حکیم امیر شرف علی کو دنا اور
بیٹا پیدا ہونیکے مبارکباد۔ میاں میں نے رات کو اپنے عالم سرخشی میں تیار بنی نام خیال کیا
میر کاظم دین کے بارے کو بچتر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اہم بھی منذ لفظ فہمائش ٹکسال سے باہر

غالب

مطبع فاروقی دہلی میں

ہر قسم کی کتابیں تاریخی۔ ادبی۔ قصے۔ ناول۔ فنانے۔ دواوین مختلف طرز کے لکھے ہوئے قرآن مجید۔ کتب احادیث متغیرہ وغیرہ بکفایت فروخت کی جاتی ہیں۔ (فہرست مطبع صرف آدھ آنے تکٹ آنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے)

یہ دہلی کا ایک پُرانا۔ اور نیک نام چھاپہ خانہ ہے۔ اور انہیں حسن معاملہ کے ساتھ صاحبان فرمائش کی ہر ایک فرمائش پوری کی جاتی ہے اگر آپ کو کسی قسم کی کتاب کی ضرورت ہو تب تکلف آپ ایک ٹسٹ کا رڈ لکھ کر بھیج دیجئے واجب قیمت پر وہ کتاب آپ کو دی پی بھیج دی جائیگی۔ اچھا ذخیرہ کتابوں کا اس چھاپہ خانہ میں موجود ہے حتی الامکان جلد ہر فرمائش کی تعمیل کی جاتی ہے اگر کوئی کتاب بغل موجود نہ ہو تو اسکو بغل ٹھیک قیمت پر حاصل کر کے بھیج دیا جائیگا اور جو اپنے حال یا جاتا ہے معاملہ کرنے آپ خوش ہو جائیں گے۔ (فہرست مطبع صرف کارڈ آنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے)

صلیٰ کا پتہ :- سید محمد عہد السلام مالک و مہتمم مطبع فاروقی دہلی بازار لیما راں۔

